



فتاویٰ المحسوسہ

فتیہ الاہنت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ

تبویب، تخریج اور تعلق

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زبیر

زیر نگرانی

دکتر الفتاح امجد فاروقیہ کراچی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست عنوانات

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	بقیۃ کتاب الحظر والإباحۃ	
	باب ما یتعلق بالجنات	
	(جنات کا بیان)	
۲۰ انسان افضل ہے یا جنات	۱
۲۱ کسی دیو کے نبی کی شکل و صورت اختیار کرنے کا عقیدہ	۲
۲۳ جن کا انسانی صورت میں ظاہر ہونا	۳
۲۴ دیو کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی صورت بنانا	۴
۲۵ جنات اور شیاطین انسان کو ستا سکتے ہیں یا نہیں؟	۵
۲۶ جن کا مختلف صورتوں میں آنا	۶
۲۷ مزارات پر جنات کا آنا	۷

۲۹	جن اور جن کا عورتوں پر آنا.....	۸
۳۰	جنات سے حمل.....	۹
۳۱	بیمار جن سے استقرار حمل.....	۱۰
۳۱	کیا آجی اثر سے زبان لنگ ہو سکتی ہے؟.....	۱۱
۳۲	جنات کو جلاتا.....	۱۲
۳۲	جنات کا عمل.....	۱۳
۳۳	جنات کی مالی اعانت.....	۱۴
۳۳	مرغ کیوں بولتا ہے؟.....	۱۵
۳۴	گدھا کیوں بولتا ہے؟.....	۱۶
۳۵	گدھا کیوں بولتا ہے.....	۱۷
۳۵	ستارہ ٹوٹنے کا سبب، مرغ بولنے کی وجہ.....	۱۸
۳۶	ہمزاد کیا ہے؟.....	۱۹
۳۷	طویل العمر جن صحابی کا ظہور.....	۲۰

باب ما يتعلق بالسحر والعوذة

الفصل الأول فی السحر

(سحر کا بیان)

۴۸	سحر کا حکم.....	۲۱
۴۹	سحر کا اثر اور ساحر کا حکم.....	۲۲
۵۰	جادو کرنے والے کا حکم.....	۲۳
۵۱	دفع سحر کے لئے سحر سیکھنا.....	۲۴
۵۲	دفع سحر کے لئے سحر کرنا.....	۲۵
۵۳	دفع سحر کی ترکیب.....	۲۶

۵۴شرک کا نہ منتر سے علاج	۲۷
۵۵منتر کے ذریعہ علاج کرنا	۲۸
۵۵قرعہ کے ذریعے ساحر یا مجرم معلوم کرنا	۲۹
۶۱جادو، گنڈہ وغیرہ غیر مسلم سے لینا	۳۰

الفصل الثانی فی العوذۃ

(تعویذ کا بیان)

۶۳کیا تعویذ میں اثر ہے؟	۳۱
۶۴تعویذ اور عملیات	۳۲
۶۵خون سے تعویذ لکھنا	۳۳
۶۶سرخ کے خون سے تعویذ لکھنا	۳۴
۶۷لاکڑیوں کو تعویذ کے ذریعہ ہلاک کرنا	۳۵
۶۸تعویذ، گنڈے کے لئے ناجہرم سے میل جول	۳۶
۷۲عورتوں کو عامل سے تعویذ لینا اور کاجنوں سے جھاڑ پھونک کرنا	۳۷

الفصل الثالث فی العملیات والوظائف والأوراد

(عملیات اور وظائف کا بیان)

۷۳عملیات سے متعلق چند ضروری سوالات	۳۸
۷۵قرآن شریف کے ذریعہ چور کا نام نکالنا	۳۹
۷۶آیت قرآنی کے ذریعہ چور کا نام نکالنا	۴۰
۷۷چور کا نام نکالنا	۴۱
۷۷کافر سے جھاڑ پھونک	۴۲
۷۸غیر مسلم سے آسیب کا علاج کرنا	۴۳

۷۹	غیر مسلم سے حجاز پھونک کرانا	۴۴
۸۰	حاضرات فکھوانا	۴۵
۸۱	نظر بد کے لئے مرچیں حلال	۴۶
۸۲	نظر بد سے حفاظت کے لئے بچوں کے چہرہ پر سیاہ داغ لگانا	۴۷
۸۳	علم جفر کا حکم	۴۸
۸۵	حجاز پھونک سے سانپ کے کاٹنے کا علاج	۴۹
۸۶	غیر مسلم سے سانپ کے کاٹے کو تھروانا	۵۰
۸۷	سغلی عمل کے ذریعے سڑکا نمبر بتانا	۵۱
۸۸	عمل برائے اہل اذہان و مظلومین و اجرت تعویذ	۵۲
۸۹	عمل برائے گمشدہ	۵۳
۸۹	کھٹہ ارواح کا عمل	۵۴
۸۹	شاوی ہونے کے لئے عمل	۵۵
۹۰	وسعت رزق کا عمل	۵۶
۹۰	وسعت معیشت کا علاج	۵۷
۹۰	وسعت غیب کا عمل	۵۸
۹۱	یا جبرائیل بحق یا وہاب کا وظیفہ	۵۹
۹۱	"قل هو اللہ احد، یا جبرائیل" کا وظیفہ	۶۰
۹۲	"یا مدلی" کا وظیفہ	۶۱
۹۳	عمل کو پٹنے کا حکم	۶۲
۹۳	جوزانی میں عملیات کرانا	۶۳
۹۳	لکھے ہوئے پانی کی مضرت اور اس کا علاج	۶۴
۹۵	عذاب قبر سے حفاظت کا عمل	۶۵

باب الأشتات

(حظروا باحت کے مختلف مسائل کا بیان)

۶۶	سبز پتوں اور شاخوں کو کاٹنا.....	۹۷
۶۷	پھل دار درخت کو کاٹنا.....	۹۸
۶۸	پانچے سے پیشاب پاخانہ وغیرہ کرنا.....	۹۹
۶۹	فنی صدی کا استقبال.....	۱۰۰
۷۰	فلط پر پینڈو کی مذمت.....	۱۰۱
۷۱	چراغ پھونک مار کر بجھانا.....	۱۰۲
۷۲	روزی کا غذا کھانا.....	۱۰۳
۷۳	تعلیم کی غرض سے بچوں سے نعت پڑھوانا.....	۱۰۴
۷۴	آکر مکمل الصوت.....	۱۰۵
۷۵	جس لاؤڈ اسپیکر پر گانے گائے جائیں، اس سے تحری کے لئے جگانا.....	۱۰۶
۷۶	بجلی سے آدمی کیوں مر جاتا ہے؟.....	۱۰۶
۷۷	کمر کے دونوں جانب ہاتھ رکھنا.....	۱۰۷
۷۸	کیڑے مکوڑوں کی پیدائش.....	۱۰۸
۷۹	فلانی کو تاپہند کرنا.....	۱۰۸
۸۰	دوسرے کی دیوار پر اپنے مکان کی بنیاد رکھنا.....	۱۰۹
۸۱	خدا کے واسطے معافی مانگتے پر معاف نہ کرنا اور روپے لے کر معاف کرنا.....	۱۱۰
۸۲	”إنشاء اللہ“ کہنا.....	۱۱۰
۸۳	”خدا اور رسول کو منظور ہو تو“ کہنا کیسا ہے؟.....	۱۱۱
۸۴	حسن بخاری شریف.....	۱۱۱

۸۵	کھانا کھاتے وقت چارپائی کی پانچنی کی طرف بیٹھنا	۱۱۳
۸۶	کسی کی بات کاٹنا	۱۱۴
۸۷	اپنی بات کو اونچا رکھنا	۱۱۴
۸۸	آب حیات	۱۱۵
۸۹	کیا لڑکے والا افضل ہے لڑکی والے سے؟	۱۱۵
۹۰	شاگرد سے احکام کے کپڑے وصول کرنا	۱۱۶
۹۱	لابالغ شاگرد سے خدمت لینا	۱۱۶
۹۲	چھوٹے بچوں سے خدمت لینا	۱۱۷
۹۳	امرو کی تعریف	۱۱۸
۹۴	امرو سے خط و کتابت	۱۱۹
۹۵	امرو کو کن کن سے احراز کرنا چاہیئے؟	۱۱۹
۹۶	خود داری کا مفہوم	۱۲۰

کتاب الرهن

(گروی رکھنے کا بیان)

۹۷	توسیع مدت رہن پر معاوضہ لینا	۱۲۱
۹۸	مرکبان مرہون میں رہنا	۱۲۲
۹۹	مرہون سے نفع اٹھانا	۱۲۳
۱۰۰	مالک کی اجازت سے رہن سے نفع اٹھانا	۱۲۵
۱۰۱	انتقاع از رہن	۱۲۶
۱۰۲	انتقاع بالمرہون	۱۲۸
۱۰۳	انتقاع بالمرہون	۱۳۰
۱۰۴	موروثی زمین کو رہن رکھنا	۱۳۰
۱۰۵	کھیت کا رہن	۱۳۳

۱۰۶	زمن رہن پروین کی صورت	۱۳۳
۱۰۷	زمن اور اجارہ	۱۳۶
۱۰۸	مٹان مہون میں کوئی قیمت معتبر ہوگی اور امانت کو رہن رکھنا	۱۳۹
۱۰۹	بیع و رہن کی ایک صورت	۱۴۰
۱۱۰	زمن کی واپسی و رٹائے رہن کے لئے	۱۴۵

کتاب الفرائض

الفصل الأول فی التركة وتصرف المیت فیہا (ترکہ اور میت کے تصرف کا بیان)

۱۱۱	اپنی جائیداد کو اپنی زندگی میں ورثاء پر تقسیم کرنا	۱۴۷
۱۱۲	مملوکہ اور سرکاری زمینوں میں وراثت	۱۴۹
۱۱۳	ہالی شرکت کی وراثت	۱۵۰
۱۱۴	کیا بیوی کے مرنے پر مہر بھی ترکہ ہے؟	۱۵۲
۱۱۵	مرد و زوجہ کا مہر ترکہ میں داخل ہے یا نہیں؟	۱۵۲
۱۱۶	ایک بیٹے کو دو پیادینے کے بعد دیگر ورثاء کا اس میں حق	۱۵۳
۱۱۷	اپنی جائیداد مدرسہ کو دینا	۱۵۴
۱۱۸	اپنا پیسہ وارث کو عے یا مدرسہ میں؟	۱۵۶
۱۱۹	غیر وارث کو کچھ جائیداد دینا	۱۵۶
۱۲۰	جائیداد دیکر واپسی	۱۵۸

الفصل الثانی فی ما يتعلق بذین المیت وأمانتہ

(میت کے قرض اور امانت کا بیان)

۱۲۱	میت کے ذمہ قرض ہو تو اس کا حکم	۱۶۰
-----	--------------------------------	-----

۱۶۲	قرضہ میت کون ادا کرے؟	۱۶۲
۱۶۲	باپ کا قرض ادا کر کے اس کو میراث سے وصول کرنا	۱۶۳
۱۶۳	مردم کا قرضہ مسجد میں دینا	۱۶۴
۱۶۵	میت پر دعوائے قرض	۱۶۵
۱۶۶	ورثہ اور غرماء کے درمیان مصالحت	۱۶۶
۱۶۷	ورثہ اور غرماء کی مصالحت پر اشکال	۱۶۷
۱۶۸	واسن مہر مقدم ہے میراث کی تقسیم پر	۱۶۸
۱۶۹	اولیت کا روپیہ وفات مودع پر اس کی مرضی کے خلاف صرف کرنا	۱۶۹
۱۷۰	میت کی امانت و رثاء کو دی جائے	۱۷۰
۱۷۱	میت کا مہر بیوی کے سامنے رکھنے سے ادا ہو گیا	۱۷۱

الفصل الثالث فی وصیۃ المیت وإقرارہ (میت کی وصیت اور اقرار کا بیان)

۱۸۱	وصیت بحدیث سکران	۱۸۱
۱۸۳	وارث کے لئے وصیت	۱۸۳
۱۸۴	وصیت بحق وارث	۱۸۴
۱۸۶	وارث کے حق میں وصیت	۱۸۶
۱۸۸	بیچازاد اور پھوپھی زاد میں تقسیم ہرگز اور وصیت	۱۸۸
۱۹۰	لڑکی کے حق میں وصیت	۱۹۰
۱۹۲	لڑکی کے لئے وصیت یا بیہ	۱۹۲
۱۹۵	وارث اور اجنبی کے لئے وصیت	۱۹۵
۲۰۲	وارث کے حق میں وصیت	۲۰۲
۲۰۴	ایضاً	۲۰۴
۲۰۸	بھانجے، بھتیجے، پھوپھی، قربانی اور ایصال ثواب کے لئے وصیت کرنا	۲۰۸

۲۱۰	بیٹی کے حق میں وصیت اور بیٹی اور مرحوم کے بھائی کے درمیان تقسیم ترکہ	۱۴۳
۲۱۳	وصیت ایک تہائی ترکہ سے نافذ ہوتی ہے	۱۴۴
۲۱۶	وصیت ایک تہائی میں	۱۴۵
۲۱۷	وصیت اور تقسیم ترکہ	۱۴۶
۲۱۹	مال وصیت کے بارے میں اختلاف	۱۴۷
۲۲۰	میراث کی ایک صورت اور وصیت نامہ	۱۴۸
۲۲۳	وصیت پورا کرنے کی ایک صورت	۱۴۹
۲۲۳	قربانی کی وصیت پر عمل کب تک واجب ہے؟	۱۵۰
۲۲۵	بوس اور وارث میں اختلاف	۱۵۱
۲۲۹	بیوی کے لئے جائیداد کی وصیت	۱۵۲
۲۳۱	سکواں کھدوانے کے لئے سو روپے کی وصیت	۱۵۳
۲۳۲	والد کی وصیت کہ میراثیں بیٹا میرے کفن و دفن میں شریک نہ ہو	۱۵۴
۲۳۵	مرض الموت کی حد اور تعریف اور مرض الموت میں وارث کے حق میں اقرار	۱۵۵
۲۳۶	عورت کا ارادہ تھا کہ اپنے کڑے مدرس میں دیدے اس کے انتقال پر شوہر کیا کرے؟	۱۵۶

الفصل الرابع فی استحقاق الإرث وعدمہ

(استحقاق اور عدم استحقاق وراثت کا بیان)

۲۳۷	حق وراثت موت مورث کے بعد ہوتا ہے	۱۵۷
۲۳۸	حق میراث نہ لینے سے باطل نہیں ہوتا	۱۵۸
۲۳۹	حصہ میراث پر قبضہ نہ کرنے سے میراث باطل نہیں ہوتی	۱۵۹
۲۴۱	پرائیڈنٹ فنڈ کا ورثہ میں سے مستحق کون ہوگا؟	۱۶۰
۲۴۶	پرائیڈنٹ فنڈ کا مستحق انتقال ملازم کے بعد کون ہے؟	۱۶۱
۲۴۸	درس کے انتقال کے بعد اس کی بھائی یا تنخواہ کا مستحق اس کا بڑا لڑکا ہوگا یا سب اولاد؟	۱۶۲

۱۶۳	غیر شادی شدہ لڑکا شادی کا خرچ میراث سے لے سکتا ہے یا نہیں؟	۲۵۰
۱۶۴	رخصتی سے پہلے انتقال ہو جائے تو مہر اور وراثت پوری پوری ملے گی۔	۲۵۱
۱۶۵	دادا اور مرنے کے مال میں حق۔	۲۵۲
۱۶۶	عناوب غیر منقوہ کا حصہ وراثت۔	۲۵۵
۱۶۷	سناہ کی وجہ سے میراث ساقط نہیں ہوتی۔	۲۵۶
۱۶۸	کیا پاگل کی بیوی کو میراث ملے گی؟	۲۵۷
۱۶۹	کارا رض بیوی کو میراث کا حصہ اور مہر دونوں ملیں گے۔	۲۵۹
۱۷۰	بیماری مرض طلاق سے بیوی کو وراثت ملے گی یا نہیں؟	۲۶۰
۱۷۱	کیا کوئی وارث ترکہ میت کا کرایہ وار ہو سکتا ہے؟	۲۶۱
۱۷۲	سوال متعلق استنباط ہلالا۔	۲۶۳
۱۷۳	دین مہر کی وراثت۔	۲۶۵
۱۷۴	بھینز، مہر، وراثت۔	۲۶۶
۱۷۵	مستوفیہ بیوی کی اولاد کا مہر کا مطالبہ کرنا۔	۲۶۹
۱۷۶	بیوی کے انتقال کے بعد ادا ہوئی مہر کی صورت۔	۲۷۱
۱۷۷	وفاقت شوہر پر مطالبہ مہر اور حصہ میراث۔	۲۷۲
۱۷۸	ایک بیوی کی اولاد کو دوسری بیوی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا۔	۲۷۴
۱۷۹	کیا بیوی کے ساتھ پہلے شوہر سے آئی ہوئی لڑکیوں کو وراثت میں حصہ ملے گا؟	۲۷۶
۱۸۰	کسی وارث کی ترکہ سے دستبرداری، زندگی میں لڑکے لڑکی کو بہن میں برابر اور ان کے حصے۔	۲۷۷
۱۸۱	عورت کا سوتیلا بیٹا وارث نہیں۔	۲۷۹
۱۸۲	دادا دادا وارث نہیں۔	۲۷۹
۱۸۳	حق وراثت جبراً وصول کرنا۔	۲۸۰
۱۸۴	دوسرے وارث کے حصہ پر قبضہ کرنا۔	۲۸۱
۱۸۵	والد کے موردی مکان کو تعمیر کر کے اس میں دوسرے ورثاء کا حق۔	۲۸۳

۱۸۶ مشترکہ زمین میں کسی وارث کا مکان تعمیر کر کے ملکیت کا دعویٰ کرنا..... ۲۸۳
۱۸۷ باپ کی جائیداد پر زبردستی قبضہ کرنا..... ۲۸۵
۱۸۸ غیر کفو میں نکاح اور مکان مورث پر قبضہ..... ۲۸۶
۱۸۹ متوفی کی زمین کو صرف نام کروینے سے ملکیت نہیں ہوتی، بلکہ وہ ورثاء کا حق ہے..... ۲۸۸

الفصل الخامس فی موانع الإرث

(موانع ارث کا بیان)

۱۹۰ کیا اختلاف دارین مانع ارث ہے، وارث ہونے کا دعویٰ کیسے ثابت ہوگا؟..... ۲۹۱
۱۹۱ کیا مرتدہ وراثت کا حق دار ہے؟..... ۲۹۳
۱۹۲ زوجہ وراثت کا دینی ہو جائے کیا وہ مستحق میراث ہے؟..... ۲۹۶

الفصل السادس فی التصرف فی التركة

(ترکہ میں تصرف کرنے کا بیان)

۱۹۳ میراث میں بعض ورثاء کا تصرف..... ۲۹۸
۱۹۴ ادائے قرض سے پہلے ترکہ میت سے نفع اٹھانا..... ۳۰۷
۱۹۵ ترکہ میت میں اگر بعض ورثاء تجارت کریں، کیا اس میں سب شریک ہوں گے؟..... ۳۰۹
۱۹۶ ترکہ مشترکہ سے ایک وارث نے زمین خریدی، اس میں دوسرے وارث کا حصہ..... ۳۱۰
۱۹۷ میت کا زمین بیوی کے نام خریدنا، اور مال مشترک میں ورثاء کا تصرف..... ۳۱۱
۱۹۸ مشترکہ موروثہ جائیداد میں کسی شریک کا اپنے حصہ پر قبضہ کرنا..... ۳۱۳
۱۹۹ مال موروثہ مشترک سے صدقہ دینا..... ۳۲۱
۲۰۰ مال مشترک سے اعزہ کی ضیافت..... ۳۲۲
۲۰۱ ترکہ میت سے نہایت وایصال ثواب..... ۳۲۳
۲۰۲ تنجیوں کی پرورش کا صرف بھائی کے ترکہ سے وصول کرنا..... ۳۲۵
۲۰۳ موت زوجہ کے بعد زوج کا اس کے ترکہ میں خصوصی دعویٰ..... ۳۲۷

۳۲۸	دوسرے کی ملک وراثت کو وقف کرنا	۲۰۳
۳۲۹	بڑا بھائی اپنا حصہ فروخت کر سکتا ہے چھوٹے بھائی کا نہیں	۲۰۵
۳۳۰	اگر کسی وارث کے متعلق اندیشہ ہو کہ وہ اپنا حصہ فروخت کر دے گا	۲۰۶
۳۳۲	مرد جو بیوی کا مہر مسجد و مدرسہ میں دینا	۲۰۷
۳۳۳	شوہر کے ہوتے ہوئے بغیر طلاق کے نکاح خانی، غیر ملوک مکان کی بیع اور وقف	۲۰۸
<p>الفصل السابع فی الإرث فی المال الحرام (مال حرام میں وراثت کا بیان)</p>		
۳۳۸	مال حرام میں وراثت	۲۰۹
۳۳۹	ترکہ حرام کا حکم	۲۱۰
۳۴۰	مال حرام ورثاء کیلئے	۲۱۱
۳۴۰	منشیات کی آمدنی سے مکان کی تعمیر اور اس کی توریث	۲۱۲
۳۴۲	جس مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ورثاء کے حق میں اس کا حکم	۲۱۳
۳۴۳	ناجائز میراث میں حصہ	۲۱۴
۳۴۴	مورث کا حرام مال وارث کے لئے	۲۱۵
<p>الفصل الثامن فی ذوی القروض (ذوی القروض کا بیان)</p>		
۳۴۶	لڑکی کا حصہ میراث	۲۱۶
۳۴۷	لڑکی کا والد کی میراث میں حصہ	۲۱۷
۳۴۷	بیوی کا شوہر کی میراث میں حصہ	۲۱۸
۳۴۸	زوجہ اور بھتیجہ کو میراث	۲۱۹
۳۵۱	بیوی اور بھانجہ میں تقسیم وراثت	۲۲۰

۳۵۳	ورثاء میں زوجہ، دو بیٹیاں، تین بھتیجے ہوں تو تقسیم میراث.....	۲۲۱
۳۵۴	ورثہ میں بہن اور بیوی کا چچا ہو تو ترکہ کس کو ملے گا؟.....	۲۲۲
۳۵۶	بہن اور چچا کا حصہ میراث.....	۲۲۳
۳۵۷	بیوہ بھائی اور بہن میں تقسیم میراث.....	۲۲۴
۳۵۷	زوج، ام، حقیقی بہن اور چچا کے درمیان تقسیم میراث.....	۲۲۵
۳۵۹	ورثاء میں زوج، حقیقی بہن اور غلاتی بہن ہو تو تقسیم میراث.....	۲۲۶
۳۶۱	تین بھتیجے، ایک بیٹی ہو تو تقسیم ترکہ.....	۲۲۷
۳۶۲	تین بیٹوں اور ایک بیٹی میں تقسیم میراث.....	۲۲۸
۳۶۵	ایک بیٹے اور تین بیٹیوں میں تقسیم میراث.....	۲۲۹
۳۶۷	دو بیویوں اور ان کی اولاد میں تقسیم میراث.....	۲۳۰
۳۶۹	ورثاء میں حقیقی بھائی اور بہن کی اولاد ہو تو تقسیم ترکہ.....	۲۳۱
۳۷۱	نانی کو میراث.....	۲۳۲
۳۷۲	بعض ورثاء کو کچھ دیگر فارغ کر دینا.....	۲۳۳
۳۷۴	تقسیم میراث کی ایک صورت.....	۲۳۴
۳۷۵	سوتیلے بیٹے کی موبوبہ جائیداد میں دیگر ورثاء کا حق ہے یا نہیں؟.....	۲۳۵
۳۷۷	مناسخہ کی ایک صورت کا حکم.....	۲۳۶
۳۷۹	مناسخہ کی ایک صورت.....	۲۳۷
۳۸۲	زوی الفروض اور عصباء میں تقسیم وراثت.....	۲۳۸
۳۸۳	شوہر اور بھائیوں میں تقسیم ترکہ.....	۲۳۹
۳۸۴	باپ اور بیٹے کے میراث کی تقسیم.....	۲۴۰
۳۸۸	صورت عالمہ میں باپ کا حصہ.....	۲۴۱
۳۸۹	تقسیم میراث کی ایک صورت.....	۲۴۲
۳۹۲	اجازت شرعیہ تقسیم کی ہوئی جائیداد میں وراثت.....	۲۴۳

۳۹۴ بیٹے اور بیٹی میں تقسیم ترکہ	۲۴۴
۳۹۵ فرائش اور تعین ترکہ	۲۴۵
۳۹۷ رد علی الزوجین اور ابن و بنت معقن اور ابن و بنت رضاعی کی باقی ترتیب	۲۴۶
۴۰۰ توریت اخذ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب	۲۴۷
۴۰۲ مہر معاف کرنے کے بعد مطالبہ کرنا	۲۴۸
۴۰۲ پیشن اور گر بخوئی فخذ میں میراث کا حکم	۲۴۹
۴۰۲ ہیرہ فخذ میں میراث کا حکم	۲۵۰
۴۰۲ پیشن میں بیوی اور دیگر ورثاء کا حق	۲۵۱
۴۰۲ میضہ یکل ادا میں ورثاء کا حق	۲۵۲
۴۰۲ بلذنگ میں بیوی اور دیگر ورثاء کا حق	۲۵۳
۴۰۳ سامان آرائش میں وراثت	۲۵۴
۴۰۳ دوسرے لوگوں کے پاس پڑے ہوئے سامان پر میت کی طرف سے بخشش کا دعویٰ	۲۵۵
۴۰۷ فخذ کی رقم کے متعلق بھائی کا نام لکھوا دینا	۲۵۶
۴۰۹ جائیداد میں شرکت اور اس کی تقسیم	۲۵۷
۴۱۲ جائیداد اور وراثت	۲۵۸
۴۱۷ بھائی اور بہن کی موجودگی میں بہن کی لڑکی کے لئے وصیت	۲۵۹
۴۱۸ ترکہ سے نقطۂ عدت دفات اور خرچہ رضاعت کا نفا اور تقسیم ترکہ	۲۶۰
<p>الفصل التاسع فی العصبات وذوی الارحام وتوریت الحمل</p> <p>(عصبات، ذوی الارحام اور توریت حمل کا بیان)</p>		
۴۲۰ عصبات کی ابتدا کیا دادا کے چچا تک ہے؟	۲۶۱
۴۲۱ عصبہ بت کہاں ختم ہوتی ہے؟	۲۶۲

۲۶۳	چوتھی پشت کا عصبہ بھی وارث ہے۔	۲۲۳
۲۶۴	یعنی مقدم ہے علاقائی پر۔	۲۲۴
۲۶۵	علاقائی بھتیجا، یعنی کی موجودگی میں وارث نہیں۔	۲۲۵
۲۶۶	یعنی بھائی کی موجودگی میں علاقائی بھائی کو کچھ نہیں ملتا۔	۲۲۶
۲۶۷	علاقائی بہن اور چچا زاد بھائی کے درمیان تقسیم ترکہ۔	۲۲۸
۲۶۸	بھتیجیوں اور بھائیوں میں ترکہ کی تقسیم۔	۲۲۹
۲۶۹	دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم میراث۔	۲۳۰
۲۷۰	دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم ترکہ۔	۲۳۱
۲۷۱	سوال متعلق استثناء بالا۔	۲۳۳
۲۷۲	عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام کی وراثت۔	۲۳۴
۲۷۳	میراث ذوی الارحام۔	۲۳۸
۲۷۴	ذوی الارحام کا مسئلہ۔	۲۴۰
۲۷۵	ذوی الارحام کی حد بندی۔	۲۴۱
۲۷۶	بیوہ، علاقائی بھتیجی اور حقیقی بھائیوں میں تقسیم ترکہ۔	۲۴۲
۲۷۷	بیوہ، حقیقی مہائی اور حقیقی ماموں زاد بھائی اور بہنوں میں تقسیم ترکہ۔	۲۴۳
۲۷۸	ذوی الارحام میں تقسیم میراث کی ایک صورت۔	۲۴۷
۲۷۹	چچا نے بھتیجا کی پرورش کی، کیا چچا کی خرید کردہ جائیداد میں بھتیجا کا حصہ ہے؟	۲۵۱
۲۸۰	توربہ حمل کی ایک صورت۔	۲۵۳
۲۸۱	طلاق کے بعد حمل کب تک مستحق میراث ہے؟	۲۵۶
۲۸۲	توربہ حمل کی متعدد صورتیں اور ان پر اشکالات۔	۲۵۷
۲۸۳	سوال متعلق استثناء بالا۔	۲۵۸
۲۸۴	ایضاً۔	۲۶۱

۳۶۳	ایضاً.....	۳۸۵
	الفصل العاشر فی الحجب والحرامان	
	(حجب اور حرمان کا بیان)	
۳۶۴	ایک وارث دوسرے وارث کی موجودگی میں محروم کیوں ہے؟	۳۸۶
۳۶۴	شادی کی وجہ سے لڑکیاں محروم نہیں ہوتیں.....	۳۸۷
۳۶۵	کیا ترکہ میں کوئی چیز ایسی بھی ہے جس سے بیٹی محروم ہے؟	۳۸۸
۳۶۸	بیوہ نکاح طائی کی وجہ سے وراثت سے محروم نہیں.....	۳۸۹
۳۷۰	بیوہ اگر دوسرا نکاح کرے تو وہ وراثت سے محروم نہیں.....	۳۹۰
۳۷۰	عقد طائی کی وجہ سے بیوی کا حصہ کم نہیں ہوتا.....	۳۹۱
۳۷۱	دادا کی میراث سے پوتا کیوں محروم ہے؟	۳۹۲
۳۷۲	بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کا حق وراثت.....	۳۹۳
۳۷۳	بیٹی کی موجودگی میں پوتے کی میراث.....	۳۹۴
۳۷۳	پوتا وارث کیوں نہیں؟	۳۹۵
۳۷۴	بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو جائیداد دینا.....	۳۹۶
۳۷۵	لڑکیوں کے ہوتے ہوئے جائیداد فوا اس کو دینا.....	۳۹۷
۳۷۶	لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے بحالت مرض لڑکے کو جائیداد دینا.....	۳۹۸
۳۷۹	جائیداد محتجبا کو دینا بیٹوں کو نہ دینا.....	۳۹۹
۳۸۰	باپ اور بیٹوں کی موجودگی میں محتجبہ وارث نہیں.....	۴۰۰
۳۸۳	لے پا لک بھانا.....	۴۰۱
۳۸۴	حج بدل اور وقف کے ذریعہ ورثہ کو محروم کرنا.....	۴۰۲
۳۸۶	نافرمان بیٹے کو عاق کرنا.....	۴۰۳
۳۸۷	نافرمان بیٹے کو میراث سے محروم کرنا.....	۴۰۴
۳۸۹	نافرمان اولاد کو عاق کرنا.....	۴۰۵

۳۰۶	ترک کر کے مکان سے کسی وارث کو الگ کرنا.....	۳۹۱
۳۰۷	بیوہ کو محرم کرنے کے لئے درٹائے شوہر کا دعوائے طلاق.....	۳۹۲

الفصل الحادی عشر فی المتفرقات

۳۰۸	تاپانغ کے مال کی ولایت کس کو ہے؟.....	۳۹۵
۳۰۹	بشیہ کا مال کب اس کے حوالے کیا جائے؟.....	۳۹۶
۳۱۰	کیا بھانت میراث کا عوض ہے؟.....	۳۹۷
۳۱۱	ولی مہر بنانا.....	۳۹۸
۳۱۲	بھائی کے دوسرے.....	۳۹۹
۳۱۳	اگر سوال شیعہ سنی کے تو ارث کا ہو تو جواب کس طرح دیا جائے؟.....	۵۰۰
۳۱۴	شیعہ عورت بغیر وارث چھوڑے مرنے پر اس کے موروثی زیور کا مصرف.....	۵۰۲
۳۱۵	کفن ترک کر دیا جائے گا یا شوہر کے ذمہ ہے؟.....	۵۰۳
۳۱۶	فرائض کے قواعد.....	۵۰۴

باب

رسالہ آسان فرائض

۳۱۷	علم الفرائض کی فضیلت.....	۵۱۱
۳۱۸	اصطلاحات فرائض کی وضاحت.....	۵۱۲
۳۱۹	ترک میت میں حقوق واجبہ.....	۵۱۲
۳۲۰	ورثہ کی قسمیں.....	۵۱۳
۳۲۱	حصص معینہ کی قسمیں.....	۵۱۴

فصل فی ذوی الفروض

۳۲۲	ذوی الفروض کی اقسام.....	۵۱۵
-----	--------------------------	-----

۵۱۵ زکوة کے حالات	۳۲۳
۵۱۵ آب کے حالات	۳۲۴
۵۱۶ جد کے حالات	۳۲۵
۵۱۶ ابن الام کے احوال	۳۲۶
۵۱۷ زوج کے احوال	۳۲۷
۵۱۷ اثاث کے حالات	۳۲۸
۵۱۷ تربیت کے احوال	۳۲۹
۵۱۷ بیت کے احوال	۳۳۰
۵۱۸ بیت الام کے حالات	۳۳۱
۵۱۸ اخوت یعنی کے حالات	۳۳۲
۵۱۸ اخوت عاتی کے احوال	۳۳۳
۵۱۹ اخوت اخائی کے احوال	۳۳۴
۵۱۹ ام کے حالات	۳۳۵
۵۲۰ جد کے حالات	۳۳۶
فصل فی العصبۃ		
۵۲۰ مصیبت کی قسمیں	۳۳۷
فصل فی الحجب والحرمان		
۵۲۲ حجب	۳۳۸
۵۲۳ حرمان	۳۳۹
فصل فی مخارج ذوی الفروض		
۵۲۳ مخارج فروض	۳۴۰

باب فی العول

۵۲۷چھ کا عول	۳۳۱
۵۲۸پارہ کا عول	۳۳۲
۵۲۹چوبیس کا عول	۳۳۳

باب الرد

۵۳۱مسائل رد	۳۳۴
۵۳۱رد کی قسم اول	۳۳۵
۵۳۲رد کی قسم ثانی	۳۳۶

فصل فی التماثل والتداخل والتوافق والتباين

۵۳۸معرفت نسبت کا طریقہ	۳۳۷
-----	--------------------------	-----

۵۳۹

فصل فی التصحيح

باب المناسخة

۵۵۲



بقیۃ کتاب الحظر والإباحۃ

باب مایعلق بالجنات

(جنات کا بیان)

انسان افضل ہے یا جنات

سوال [۹۵۶۹]: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (۱) کیا جن انسان سے افضل ہیں، کیونکہ جن کو اول ذکر کیا ہے؟
الجواب حامداً و مصلياً:

انسان کو اللہ پاک نے جنات سے اشرف و اکرم بنایا ہے، جیسا کہ تفسیر کبیر (۲)، شرح عقائد وغیرہ میں ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۸/۸۸ھ۔

(۱) سورة الذّٰریت: ۵۶

(۲) "أما المكلفون فهم أربعة أنواع: الملائكة والإنس والجن والشیاطین. ولا شک أن الإنس افضل من الجن والشیاطین". (التفسیر الکبیر، [سورة البقرة: ۳۳]: ۲/۲۳۳، دار الکتب العلمیہ طہران)

(۳) شرح عقائد میں یہ بات صراحتاً مذکور نہیں ہے، البتہ "وعامة البشر افضل من عامة الملائكة" سے دلالت یہ بات ثابت دیتی ہے کہ انسان جب ملائکہ سے افضل ہے تو جنات سے تو بطریق اولیٰ افضل ہوگا، مباحث: (شرح العقائد، ص ۷۷، قدیمی)

"وجعل الطیسی "من" بیانیۃً کما فی قولک: بذلت له العریض من حاجی: أى فضّلناهم علی اکثرین اللذین خلقناهم من ذوی العقول کما هو الظاهر من "من" وهم محصورون فی الملک والجن والشیطان فحیث خرج البشر لأن الشیء لا یفضل علی نفسه، بقی الملک والجن، فیکون المراد بیان تفصیل البشر علیہم حمیلاً، و هو الذی یقتضیہ مقام المدح". (روح المعانی، [سورة الإسراء: ۷۰] ۱۱۹/۱۵، دار احیاء التراث العربی بیروت)

کسی دیو کے نبی کی شکل و صورت اختیار کرنے کا عقیدہ

سوال [۹۵۷۰]: جو انگشتی کے دیو کے پاس چلے جائے گا اور نبی اللہ کی شکل و صورت کو دیکھ کر غیرہ کے اختیار کرنے کا قائل ہو، شرعاً اس کی سزا کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ عقیدہ لغو اور غلط ہے، اس کو اپنے اس عقیدہ سے توبہ لازم ہے۔ علمائے اسلام نے تفریع کی ہے کہ کوئی شیطان کسی نبی کی شکل میں نہیں آسکتا (۱)، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق خود احادیث میں موجود ہے کہ شیطان آپ کی شکل نہیں بنا سکتا (۲)۔ اور محققین اور مفسرین نے جمیع انبیائے علیہم السلام کے متعلق تحریر کیا

(۱) "یشیر إلی أن الله تعالى وإن أمكنه (أي الشيطان) من التصور في أي صورة أراد، فإنه لم يمكنه من التصور في صورة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، الخ"، (فتح الباری، کتاب التعلیل، باب من رأى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في المنام: ۳۸۶/۱۴، ۳۸۷، دار المعرفۃ بیروت)

"ولا يتمثل الشيطان بي": أي، لا يحصل له مثال صورتي ولا يشبه بي. قالوا: كما منع الله الشيطان أن يتصور بصورته في البقعة، كذلك منعه في المنام لئلا يشبه الحق بالباطل". (عمدة القاری، کتاب التعلیل، باب من رأى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في المنام: ۲۱۰/۲۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

"لإن الشيطان لا يتمثل بي": أي لا يستطيع أن يتصور بشكلي الصوري، وإلا فهو بعيد عن التمثيل المعنوي". (جمع الوسائل فی شرح الشرائع للملا علی القاری، باب ما جاء في رؤية صلى الله تعالى عليه وسلم في المنام: ۲۹۱/۲، ادارۃ تالیفات اشرفیہ)

"قال القاضي رحمه الله تعالى: قال بعض العلماء: حص الله تعالى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بأن رؤية الناس إياه صحيحة وكلها صدق، ومنع الشيطان أن يتصور في خلقته لئلا يكذب على لسانه في اليوم كما عرق الله تعالى العادة للأنبياء عليهم السلام بالمعجزة، وكما استحال أن يتصور الشيطان في صورته في البقعة، ولو وقع، لأشبه الحق بالباطل ولم يوثق بما جاء به محافاة من هذا التصور، فحماها الله تعالى من الشيطان ونزعه ووسوسه وإفائه وكيدته. قال: وكذا حمى رؤيتهم بأنفسهم". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب الرؤيا: ۲۳۳/۲، قديمي)

(۲) "أن أبا هريرة رضي الله تعالى عنه قال: سمعت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "من رأى في =

ہے کہ شیطان کو قدرت نہیں دی گئی کہ کسی نبی کی صورت میں آ سکے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمد غفرلہ۔

جن کا انسانی صورت میں ظاہر ہونا

سوال [۹۵۷۱]: کیا شیطان و جنات دوسری مخلوق بالخصوص انسانوں کی شکل میں ظاہر ہو سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ظاہر ہو سکتے ہیں حدیث شریف سے ثابت ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۶/۱۴۰۱ھ۔

دیو کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی صورت بنانا

سوال [۹۵۷۲]: مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بوقت حاجت بیت الخلاء وغیرہ اپنی

انگشتی خادم کو دے جایا کرتے تھے۔ ایک روز ایک دیو سلیمان علیہ السلام کی شکل بنا کر انگشتی خادم سے لے کر

= المنام فسمیرانی فی البقعة، ولا یتمثل الشیطان بی۔ (صحیح البخاری، کتاب التعلیم، باب: من رای
النسی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المنام ۱۰۳۵/۲، قدیمی)

”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”تستویا بامسی
ولا تکسوا بکسیتی، ومن رانی فی المنام فقد رانی، فإن الشیطان لا یتمثل فی صورتی“۔ (صحیح
البخاری، کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲۱/۱، قدیمی)

”عن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”ومن رانی فی
المنام فقد رانی، فإن الشیطان لا یتمثل بی“۔ (جامع الترمذی، أبواب الرؤیا، باب ما جاء فی قول النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من رانی فی المنام فقد رانی“: ۵۳/۲، سعید)
(والصحيح لمسلم، کتاب الرؤیا: ۲۴۲/۲، قدیمی)

(۱) ”عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: إن الشیطان یتمثل فی صورة الرجل، فینتی القوم
فیحدثهم بالحدث من الکذب فیترقون، فیقول الرجل منهم: سمعت رجلاً أعرف وجهه ولا أدری ما
اسمه یحدث“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان، ص: ۴۱۳، قدیمی)

(وکنذا فی آکام الرخان، ص: ۱۸، الباب السادس، مکتبہ خیر کثیر کراچی)

تخت شای پر جا بیٹھا۔ جب سلیمان علیہ السلام نے خادم سے انگوٹھی طلب کی تو جواب ملا کہ آپ حضرت سلیمان نہیں ہیں، وہ تو انگشتی لے گئے۔ اس سے آگے کچھ اور بھی مشہور ہے۔ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے؟ نبی اللہ کی شکل و صورت کوئی جن وغیرہ بنا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر بنا سکتا ہے تو تبلیغ احکام کیسے ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ قصہ بعض مفسرین نے کتب یہود سے نقل کیا ہے، تفسیر کشاف تفسیر مدارک، تفسیر معالم الشریع، قاضی عیاض وغیرہ نے اس قصہ کی تردید کی ہے (۱)، امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت زور شور سے اس قصہ پر

(۱) "قوله تعالى: ﴿وَلَقَدْ فتننا سليمان﴾ وهذا نحوه مما لا باس به، وأما ما يروى من حديث الخاتم والشیاطین وعبادة الوثن فی بیت سلیمان فأخبر آصف سلیمان بذلك، فكسر الصورة وعاقب المرأة، ثم خرج وحده إلى فلاة، وفرض له الرماد، فجلس عليه قائماً إلى الله متضرعاً . وكانت له أم ولد، يقال لها: أمينة، إذا دخل للطهارة أو لإصابة امرأة وضع خاتمه عندها، وكان ملكه في خاتمه، فوضعه عندها يوماً، وأنها الشيطان صاحب البحر وهو الذي دلّ سليمان على الماس حين أمر ببناء بيت المقدس، واسمه ضحمر على صورة سليمان فقال: يا أمينة! خاتمي، فتختم به وجلس على كرسي سليمان، وعكفت عليه الطير والجن والإنس، وغير سليمان عن هيته، فأتى أمينة لطلب الخاتم، فأنكرته وطردته، فعرف أن الخطينة قد أدرسته، فكان يدور على البيوت يتكلف، فإذا قال: أنا سليمان حقوا عليه التراب وسبه . ثم عمد إلى السماكين ينقل لهم السمك، فبعطونه كل يوم سمكتين، فمكث على ذلك أربعين صباحاً عدد ما عبد الوثن في بيته، فأنكر آصف وعظماء بني إسرائيل حكم الشيطان".

وسأل آصف نساء سليمان، فقلن: ما يدع امرأة منا في دميها ولا يغتسل من جنابة، وقيل: بل سفد حكمه في كل شيء إلا فيهن، ثم طار الشيطان، وقذف الخاتم في البحر، فابتلعته سمكة ووقعت السمكة في يد سليمان، فبقر بطنها، فإذا هو بالخاتم، فتختم به ووقع ساجداً، ورجع إليه ملكه وجاب صخرة لصخر، فجعله فيها وسدّ عليه باخرى، ثم أو ثقلهما بالحديد والرصاص، وقذفه في البحر.

وقيل: لما افتن، كان يسقط الخاتم من يده لا يتماسك فيها، فقال له آصف: إنك المغفون بذنبك، والخاتم لا يقر في يدك، فنب إلى الله عز وجل . ولقد أبى العلماء المتفنون قوله، وقالوا: هذا من أباطيل اليهود، والشیاطین لا يتمکون من مثل هذه الأفاعیل، وتسليط الله إياهم على عباده حتى يفتروا في تعبير الأحكام وعلى نساء الأنبياء حتى يفجروا بهن". (تفسير الكشاف، (سورة ص: ۳۴) =

اشکالات کئے ہیں (۱)۔ اصولاً بھی یہ قصہ غلط ہے، کیونکہ اس صورت میں تخلیقی احکام میں بہت کچھ غلط ہوگا، نیز کچھ وثوق نہ ہوگا کہ اب تک جو انبیاء علیہم السلام جن کی نبوت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ وہ واقعتاً نبی تھے، یا معاذ اللہ کوئی دیواور شیطان ان کی صورت بنا کر آگیا وغیرہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

زرہ الاحمد محمود غفرلہ۔

۹۳/۳، ۹۳، دارالکتب العربی بیروت

(و کذا فی تفسیر المدارک (سورۃ ص: ۳۳) ۳۳۷/۲، قدیمی)

(و کذا فی تفسیر البغوی المسمی معالم التنزیل، (سورۃ ص: ۳۳) ۳۳/۲-۶۳، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

(۱) ”واعلم أن أهل التحقيق استبعدوا هذا الكلام من وجوه: الأول أن الشيطان لو قدر على أن يشبه بالصورة والحلقه بالأنبياء، فحينئذ لا يبقى اعتماد على شيء من الشرائع، فلعن هؤلاء الذين رآهم الناس في صورة محمد وعيسى وموسى عليهم السلام ما كانوا أولئك بل كانوا شياطين تشبهوا بهم في الصورة لأجل الإغواء والإحلال، ومعلوم أن ذلك يبطل الدين بالكلية.

الثاني: أن الشيطان لو قدر على أن يعامل نبي الله سليمان بمثل هذه المعاملة، لوجب أن يقدر على مثلها مع جميع العلماء والزهاد، وحينئذ وجب أن يقتلهم، وأن يمزق تصانيفهم، وأن يخرب ديارهم، ولما بطل ذلك في حق آحاد العلماء، فلأن يبطل مثله في حق أكابر الأنبياء أولى.

والثالث: كيف يليق بحكمة الله وإحسانه أن يسلط الشيطان على أزواج سليمان؟ ولا شك أنه قبيح.

الرابع: لو قلنا: إن سليمان أذن لتلك المرأة في عبادة تلك الصورة، فهذا كفر منه، وإن لم يأذن فيه آئنة، فالذنوب على تلك المرأة، فكيف يؤاخذ الله سليمان بفعل لم يصدر عنه؟ فاما الوجه الذي ذكرها أهل التحقيق في هذا الباب فاشياء: الأول: أن فتنة سليمان أنه ولد له ابن، فقالت الشياطين: إن عاش صار مسلطاً علينا مثل أبيه، فسيئنا أن نقتله، فعلم سليمان ذلك، فكان يريه في السحاب فيسما هو مشتعل بمهماتہ إذا ألقى ذلك الولد ميتاً على كرميه، فنه على خطيئته في أنه لم يتوكل فيه على الله فاستعقر ربه وأتاب. الخ“ (التفسير الكبير للإمام الفخر الرازي، (سورۃ ص: ۳۳).

۲۰۸/۲، دارالکتب العلمیہ طہران

جنات اور شیاطین انسان کو ستا سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال [۹۵۷۳]: زید کی بیوی بہت پریشان ہے، وہ اکثر کہا کرتی ہے کہ میں جنات میں سے ہوں۔

کیا دراصل جنات اور شیطان انسانوں کو گتے ہیں؟ شریعت مطہرہ میں کہیں اس قسم کی کوئی چیز آئی ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

انسان میں جن اور شیطان کا داخل ہو جانا ممکن ہے: "إن الشيطان يجري من الإنسان مجرى الدم".

الحديث. بخاری شریف (۱)۔ آکام المرجان فی أحكام الجنان میں اس کی تفصیل مروی

ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد عفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۸۹ھ۔

(۱) الحديث بتمامه: "عن علي بن حسين عن صفية بنت حيي رضى الله تعالى عنها قالت: كان رسول الله

صلى الله تعالى عليه وسلم معتكفاً فأتته أوزوره ليلاً فحدثته ثم قمت، فأنقبت فقام معي ليقلبني، وكان

مسكنها في دار أسامة بن زيد، فمرّ رجلان من الأنصار، فلما رأيا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أسرعوا،

فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "على رسلكما أنّها صفة بنت حيي". فقالا: سبحان الله، يا رسول

الله! فقال: "إن الشيطان يجري من الإنسان مجرى الدم، وإنني عشت أن يقذف في قلبكما سؤة". أو

قال: "شبة". (صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده: ۴۶۴/۱، قديمي)

قال الحافظ ابن حجر العسقلاني رحمه الله تعالى: "إن الله جعل للشيطان قوة على التوصل إلى

باطن الإنسان. وقيل: ورد على سبيل الاستعارة: أي أنّ وسوسه تصل في مسام البدن مثل جري الدم من

البدن". (فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده:

۴۲۱/۶، قديمي)

(و) الصحيح لمسلم، كتاب السلام، باب بيان أنه يستحب لمن رأى خالياً سامرة، الخ:

(۲۱۹/۲، قديمي)

(۲) "و ذكر أبو الحسن الأشعري في مقالات أهل السنة والجماعة أنهم يقولون: إن الجن تدخل في بدن

المصروع كما قال الله تعالى: ﴿الذين يأكلون الربوا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من

المس﴾ الآية. قال عبد الله بن أحمد بن حنبل: قلت لأبي: إن قوماً يقولون: إن الجن لا تدخل في بدن

الإنس قال: يا بني! يكذبون، هوذا يتكلم على لسانه". (آکام المرجان فی عرائب الأحبار وأحكام =

جن کا مختلف صورتوں میں آنا

سوال (۹۵۷۴): جن عورت میں آسکتا ہے یا نہیں اور تیل وغیرہ بن سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

آسکتا ہے (۱) تیل وغیرہ بھی بن سکتا ہے (۲)۔ فقط واللہ اعظم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ۔

= الجن، بیان دخول الجن في بدن المصروع: ص: ۱۰۷ مکثہ خیر کثیر کراچی

"تصرف جن و شياطين در بدن آدمی یعنی در روح هوانی و تسمیة او کہ حامل قوی است، و انرا بصرع الجن در عربی می نامند، و بآسیب و غیظ در عرف تعبیر میکنند، نزد اهل سنت بلکه اکثر فرق اسلام مسلم است، چنانچه در تفسیر نیشاپوری و غیرہ در آیت: ﴿يَحْضِيحُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَرْءِ﴾ مذکور است: "وأكثر المسلمين على أن الشيطان قادرٌ على الصرع والقنل والإيذاء بتقدير الله تعالى". (فتاویٰ عزیزی: ۱۱۴، کتب خانہ رحیمہ دیوبند یوپی)

(و کذا فی مجموعه الفتاویٰ (اردو)، ص: ۹۳/۱، سعید)

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة السابقة آنفاً)

(۲) "لا شك أن الجن يتطورون و يتشكلون في صور الإنس و البهائم، فيتصورون في صور الحيات و العقارب، و في صورة الإبل و البقر و الغنم و الحيل و الغال و الحمير، و في صور الطير، و في صور بني آدم، كما أتى الشيطان قريشاً في صورة سراقه بن مالك بن جعشم لما أرادوا الخروج إلى بدر". (آكام المرحان في غرائب الأفعال و أحكام الجن، الباب السادس في بيان تطور الجن و تكلمهم في صور شتى: ص: ۱۸، مکثہ خیر کثیر کراچی)

"زعموا أن الجن جواهر مجرية، لها تصرف وتأثير في الأجسام العنصرية من غير تعلق بها نعلق النفوس البشرية بأبدانها". (شرح المقاصد، الفصل الثاني في العقل، المبحث الثالث في الملازمة والجن و الشياطين: ۳۹۹/۲ دار الكتب العلمية بيروت)

"وأما من ادعى أنه يرى شيئاً منهم بعد أن يتطور على صور شتى من الحيوان، فلا يقدر فيه، وقد تواردت الأخبار بتطورهم في الصور". (فتح الباری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الجن و ثوابهم و عقابهم: ۳۲۳/۶، قدیسی)

مزارات پر جنات کا آنا

سوال [۹۵۷۵]: ہمارے گاؤں میں غیر مسلم لوگوں کے دو تین منڈھ یعنی مزار ہیں، جن پر عقیدہ ہے کہ یہ سب کی سنتے ہیں۔ ہر سال میلہ بھی لگتا ہے، کافی دور سے لوگ آ کر منت مانگتے ہیں، چڑھاوا چڑھاتے ہیں، اکھاڑہ ہوتا ہے (۱)، بجائتوں پر ان کی روح آ جاتی ہے (۲)، باقاعدہ بیان ہوتے ہیں، فیصلے ہوتے ہیں، بیماریاں بھی دور کی جاتی ہیں اور کئی دن تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ وہ بھگت لوگ جو بے قابو ہو کر مدہوش شکل میں جب کہ آواز بھی بدل جاتی ہے اور طرح طرح کی باتیں بھی بتلاتے ہیں۔ کیا یہ شیطانی نصرت ہے یا کہ جنات کا فضل ہے، یا کہ ان لوگوں کا یہ عقیدہ کہ ان کی روح سوار ہوتی ہے جن کے اوپر یہ اثر ہوتا ہے۔

ہوش میں آنے کے بعد وہ پھر انسانیت پر آ جاتا ہے، جب وہ اکھاڑہ ہوتا ہے جب ہی ان پر یہ اثر ہوتا ہے، دیر ہو جانے پر وہ بھگت لوگ ان منڈھ میں جاتے ہیں، وہیں سے اثر شروع ہوتا ہے۔ آخر یہ کیا بات ہے، شریعت مطہرہ میں اس کی اصل کیا ہے؟

کافی تعجب بھی ہوتا ہے، کافی لوگوں کے عقیدے بھی خراب ہوتے ہیں، یہاں تک کہ ان منڈھوں کی طرف منہ کر کے پانچکانہ پیشاب بھی نہیں کرتے، یہ بھی عقیدہ ہے کہ منت ماننے پر پوری ہوتی ہے۔ ان کے خاص عام بھگتوں پر ہی یہ روح سوار ہوتی ہے۔ براہ کرم مطلع فرمائیں کہ اس کی کیا اصل ہے؟ عنایت ہوگی تاکہ یہ اشکال دور ہو۔

چند ساتھی کہتے ہیں کہ شیطانی نصرت ہے، اگر شیطانی ہے تو پھر استغفار، لا حول و غیرہ سے ایسا نہیں ہوتا چاہیے، اگر جنات کا معاملہ ہے تو پھر دوسری بات ہے، اس لئے براہ کرم مفصل مطلع فرمادیں، عنایت ہوگی۔

- (۱) ”اکھاڑہ“ وہ جگہ جو کشتی لڑنے اور کسرت کرنے کے لئے بنائی گئی ہو، سادھوؤں کی منڈی، قمار دکانے والوں یا گانے بجانے والوں کی منڈی، ناچ رنگ کی محفل، جینوں کا جھمکتا۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۸، فیروز سنز، لاہور)
- (۲) ”بھگت“ گنڈے توہیہ کرنے والا، بھوت پریت اتارنے والا، سازندہ۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۳۶، فیروز سنز، لاہور)

الجواب حامداً و مصلياً:

انسان کے جسم میں جنات گھس جاتے ہیں (۱) اور تمنا شے بناتے ہیں، ان کا مقصد تفریح ہے اور عقالہ و اعمال کو خراب کرنا ہے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے سامنے قرآن شریف پڑھتا ہے تو وہ بھی پڑھنے لگتے ہیں، ایسی جگہ سے دور رہنا چاہیے۔ غیر اللہ کی نذر ماننا محصیت بلکہ شرک ہے (۲)، کبھی ان کے

(۱) "و ذکر أبو الحسن الأشعري في مقالات أهل السنة والجماعة أنهم يقولون: إن الجن تدخل في بدن المصروع كما قال الله تعالى: ﴿الذين يأكلون الربوا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس﴾ الآية. أحكام المرجان في غرائب الأخيار وأحكام الحان، بيان دخول الجن في بدن المصروع، ص: ۱۰۷، مکتبہ حیر کثیر، کراچی)

"زعموا أن الجن جواهر مجرية، لها تصرف وتأثير في الأجسام العنصرية من غير تعلق بها تعلق النفوس البشرية بأبدانها"، (شرح المقاصد، الفصل الثاني في العقل، المبحث الثالث في الملائكة والجن والشیاطین: ۲/۳۹۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

"وأما من ادعى أنه يرى شيئاً منهم بعد أن يتطور على صور شتى من الحيوان، فلا يقدح فيه، وقد تواردت الأخبار بتطورهم في الصور". (فتح الباری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الجن و ثوابهم وعقابهم: ۶/۳۲۳، قدیمی)

(۲) "وأما النذر الذي يذره أكثر العوام على ما هو مشاهد كأن يكون لإنسان غائب أو مريض أوله حاجة ضرورية، فيأتي بعض الصلحاء، فيجعل سفره على رأسه فيقول: يا سيدي فلان إن رذ غائب أو عوفي مريض أو قصيت حاجتي، فلنك من الذهب كذا، أو من الفضة كذا، أو من الطعام كذا، أو من الماء كذا، أو من الشمع كذا، أو من الزيت كذا، فهذا النذر باطل بالإجماع، لوجوه: منها: أنه نذر لمخلوق، والنذر للمخلوق لا يجوز؛ لأنه عبادة، والعبادة لا تكون للمخلوق ومنها: أنه إن ظن أن الميت ينصرف في الأمور دون الله تعالى، واعتقاده ذلك كفر". (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر: ۲/۵۲۰، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصوم، باب ما یلزم الوفاء به، ص: ۶۹۳، قدیمی)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسده، مطلب فی النذر الذی یقع للأموات من اکثر العوام من شمع اوزیت أو نحوہ: ۳/۳۳۹، سعید)

کا مومن میں شرکت نہ کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح، ہندو نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۸۸ھ۔

جن اور پیر کا عورتوں پر آنا

سوال (۹۵۷۶): یہ جو سنا جاتا ہے کہ عورتوں کو جنات چٹ جاتے ہیں اور ان سے برافضل

کرتے ہیں، یہ سچ ہے کہ نہیں؟

۲۔ نیز پیر صاحب آکر بھی چٹ جاتے ہیں، یہ بھی درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ جنات عورتوں کو نہ روں کو بچوں کو چٹ سکتے ہیں (۱) اور برافضل بھی کر سکتے ہیں (۲)۔

۲۔ کوئی پیر صاحب یا بزرگ انتقال کے بعد کسی کو نہیں چٹتے بلکہ جنات اور شیاطین آتے ہیں اور

بزرگوں کے نام بتلاتے ہیں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۸۹ھ۔

(۱) "من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "ما من بنی آدم من مولود الا نخسه الشیطان، فیتھل صارخاً من نخسه ایاء، إلا مریم وابنیہا". (آکام المرجان، ص: ۱۷۸، الباب الثالث بعد المائة، فی بیان حضور الشیطان المولود، مکتبہ خیر کثیر، آرام باغ، کراچی)

(۲) "وعن أس من مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لو أن أحدکم إذا أراد أن یأتی أهله قال: سم اللہ۔۔۔ فإِنَّه إن یقدر بیہما ولد فی ذلک لم یضره الشیطان أبداً".

"إن اللہ عز وجل ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیا أن یأتی الرجل امرأته وہی حائض، فإذا أتاہا، سقہ لیہا الشیطان، فحملت". (آکام المرجان، ص: ۷۷، الباب الرابع والثلاثون، مکتبہ خیر کثیر کراچی)

(۳) "عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: إن الشیطان لیتمثل فی صورة الرحل، فإنی القوم =

جنات سے حمل

سوال [۱۹۵۷]: جنات کی صحبت سے عورت کو حمل قرار پا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جنات کی صحبت سے بھی استقرار حمل ہو کر بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ”ہل رسی

فیکم المعزبون؟“ قلت: وما المعزبون؟ قال: ”الذين يشترک فیہم الجن“ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۹۱ھ۔

= فيحدثهم بالحدیث من الکذب فيتفرقون، فيقول الرجل منهم: سمعت رجلاً أعرف وجهه ولا أدری ما اسمه يحدث“. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، ص: ۴۱۳، قدیمی)

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الثانی، ص: ۳۹۰، قدیمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وقوله: ”المعزبون“ بتشديد الراء المكسورة: أى المبعدون، ولما كان للتبعيد معنى مجمل مهم، احتاجت إلى بيانها، فقالت: ”قلت: وما المعزبون“ وقع السؤال عن الصفة أعنى التغريب، ولذلك لم تقل: ومن المعزبون، فأجاب: بأن التغريب الحقيقي المعتد به اشتراك الجن“ قال: الذين يشترک فیہم الجن“: أى فى نطفہم، أو فى أولادہم لتركہم ذکر اللہ عند الوقاع، فيلوى الشيطان إحليله على إحليله، فيجامع معه. قال اللہ تعالیٰ: ﴿وشارکہم فى الأموال والأولاد﴾، فيجب على الإنسان فى الحديث: ”إذا خالط امرأته أن يقول: بسم اللہ، اللهم: حسنا الشيطان وجنس الشيطان مارزقنا“ فإذا ترك هذا الدعاء أو التسمية شاركه الشيطان فى الوقاع، ويسمى هذا الولد مغرباً؛ لأنه دخل فيه عرق غريب، أوجاء من سب بعيد. وقيل: أراد بمشاركه الجن فیہم أمرهم إياہم بالزنا، وتحسينه، لهم، فحاء أولادہم من غير رشده، ويحتمل أن يراد به من كان له قرین من الجن يلقى إلیہ الأحبار وأصاف الكهانة“. (مراقبة المفاتيح، کتاب الطب والرقی، الفصل الثانی، رقم الحديث ۳۵۶۵) ۸/۳۳۱، وشيخه

(و کذا فى آکام المرجان فى عرائب الاحبار واحکام الجن، ص: مکتبه خير كثير کراچى)

جماع جن سے استقرار حمل

سوال [۹۵۷۸]: اگر جن لوگ کسی عورت سے صحبت کریں تو کیا اس سے حمل ٹھہر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حمل ٹھہر سکتا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمود مغفر لہ۔

کیا آسپی اثر سے زبان گنگ ہو سکتی ہے؟

سوال [۹۵۷۹]: کیا جنات قوم میں یہ قدرت اور طاقت ہے کہ کسی انسان کی زبان بند کر دیں یا

بہرا گوشتا اندھا وغیرہ تصرفات کر دیں۔ ہمارے یہاں ایک نوجوان تندرست اور صحیح سالم ہے، لیکن اس کی یہ حالت ہے کہ دن و رات میں کبھی ایک دو گھنٹہ اور کبھی تین چار گھنٹہ تک بولتا نہیں۔ اس کا بہت ہی زیادہ علاج کیا گیا لیکن فائدہ بالکل نظر نہیں آتا۔ یہاں پر بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ ایک جن عورت کا اثر ہے، تو ان کی یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں، جنات قوم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ کسی انسان کی زبان بند کر دے یا کسی کو نابینا یا بہرا بنادے۔ صحیح کیا ہے؟

(۱) "هذا الباب فی بیان المناکحة بین الإنس والجن، والكلام هنا فی مقامین: أحدهما فی بیان إمكان ذلك ووقوعه، والثانی فی بیان مشروعيته. أما الأول فنقول: نکاح الإنسی الجنیة وعکسه ممکن، قال الثعالبی: زعموا أن النکاح والتلاحق قد یقعان بین الإنس والجن، قال الله تعالیٰ: ﴿وشارکهم فی الأموال والأولاد﴾، وقال صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم: "إذا جامع الرجل امرأته ولم یسم، انطوى الشیطان إلى أحبلبله فجامع معه" وقال اس عباس رضی الله تعالیٰ عنهما: إذا أتى الرجل امرأته وهی حائض، سقه الشیطان إليها، فحملت، فجاءت بالمخت. (آکام المرجان فی غرائب الأبحار وأحكام الحائض، الباب المرفی ثلاثین فی بیان ما کحة الجن، ص: ۶۶، مکتبه خیر خلیف، آرام باغ کراچی)

"عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنہا قالت قال لی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم: "هل

رنی فیکم المغربون؟" قلت: وما المغربون؟ قال: "الذین یشترک فیکم الجن". (مشکوٰۃ المصابیح،

کتاب الطب والرقی، الفصل الثانی، ص: ۲۹۰، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جناتی تصرفات سے بھی اس قسم کے اثرات ہو سکتے ہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۶ھ۔

جنات کو جلا نا

سوال [۹۵۸۰]: جنات کو جلا سکتے ہیں یا نہیں، جب کہ وہ آگ سے پیدا ہوئے ہیں، پھر کیسے جل

سکتے ہیں؟ اور شرعی فعل عاملین کا کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کسی اور تدبیر سے وہ پچھان چھوڑیں بلکہ ستاتے ہی رہیں تو جلا نا بھی درست ہے (۲)، انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے مٹی کا ڈھیلا مارنے سے چوٹ لگتی ہے، سر پھٹ جاتا ہے مٹی کی چھت یا دیوار اوپر گرنے سے دب کر مر بھی جاتا ہے۔ اسی طرح جنات کو آگ سے تظیف پہنچ سکتی ہے اور آگ سے جل سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جنات کا عمل

سوال [۹۵۸۱]: ... مسی محمد قاسم پر ایک جن آتا ہے اور حالت نماز میں آکر پریشان کرتا ہے اس

سے رہائی کی کیا شکل ہے؟

(۱) ”یحوز إرادة الحقيقة، فإن الشياطين أجسام لطيفة قادرة بأقدار الله تعالى على كمال التصرف ابتلاءً للبشر“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الإیمان، باب فی الوسوسة، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۶۸)؛ (۲) ۴۳۶، (شیدیہ)

”إن الله جعل للشيطان قوة على التوصل إلى باطن الإنسان“۔ (فتح الباری، کتاب بدء الخلق)

(۳۲۱/۶، قدیمی)

(۲) قال الشيخ التفتاویٰ رحمه الله ”بہتر ہے کہ اس تعویذ میں یہ عبارت لکھ دیں کہ: گرنے جائے تو جل جائے“۔ (امداد

الفتاویٰ ۸۸، ۳، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

جنات کی مالی اعانت

سوال [۹۵۸۲]: وہ جن محمد قاسم کی مالی اعانت بھی کرنا چاہتا ہے تو اس کو قبول کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ کسی عامل سے اس کی ترکیب دریافت کی جائے، بندہ جنات کا عامل نہیں۔

۲۔ مالی اعانت قبول نہ کریں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۳/۹۰ھ۔

مرغ کیوں بولتا ہے؟

سوال [۹۵۸۳]: مرغ کی آواز سن کر کیا پڑھنا چاہیے اور اس کے بولنے کی کیا علامت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرغ اکثر جب بولتا ہے تب فرشتہ دیکھ کر بولتا ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل کو طلب کرنا چاہیے، سداً

(۱) کیونکہ اس رقم کے بارے میں معلوم نہیں ہوتا کہ جنات نے کہاں سے حاصل کی، اور کس ذریعے سے حاصل کی حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ عملیات حاصل شدہ رقم کو حرام قرار دیا ہے، فرماتے ہیں:

”دست خبیث میں یہ ہوتا ہے کہ جنات اس کام پر مسلط ہو جاتے ہیں بعض عمل میں تو وہی روپیہ جس کو خرچ کر چکا ہے، وہ جہاں بھی ہو وہاں سے اٹھالاتے ہیں اور بعض عمل میں دوسرا روپیہ جس جگہ ان کے ہاتھ آئے نکال لاتے ہیں، سو اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص خاص اس کام کے لئے آدمیوں کو نوکر رکھے کہ چوری کر کے مجھ کو دیا کرو۔ اس نے یہی کام جناب سے لیا اور چوری کے ناجائز ہونے کا کسی کو انکار ہو سکتا ہے اور اگر یہ شہ ہو کہ ممکن ہے کہ وہ جن اپنے پاس سے لے آتے ہوں تو چوری کہاں ہوئی؟“

سوال تو امکان سے دوسرے احتمالات کی نفی نہیں ہو سکتی۔ دوسرے اگر اپنے ہی پاس سے لائیں تو بھی ظاہر ہے کہ خوشی سے نہیں لاتے ورنہ اوروں کو لاکر کیوں نہیں دیتے؟ محض عمل کے جبر سے لاتے ہیں تو کسی کو مجبور کرنا کہ اپنا مال مجھ کو دے دے خود حرام ہے اور اس تقریر سے تسخیر جنات کا ناجائز ہونا بھی مجھ میں آگیا۔ (عملیات و تعویذات اور اس کے شرعی احکام، دست خبیث اور جنات سے پیسے یا کوئی چیز منگانے کا حکم، ص: ۱۲۰، ادارہ قالیغات اشرافیہ ملتان)

فی المستکود، ص: ۲۹۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد المذنب وغفر لہ۔

گدھا کیوں بولتا ہے؟

سوال [۹۵۸۶]: گدھے کا رنگنا اس کی کیا علت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ شیطانی اثر ہے، اس وقت ”اعوذ“ پڑھنی چاہیے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد المذنب وغفر لہ۔

(۱) ”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم: ”إذا سمعتم صياح الديكة فسلوا الله من فضله، فإنها رأت ملكاً. وإذا سمعتم نهيق الحمار، فتعزوا بالله من الشيطان، فإنها رأت شيطاناً.“ (صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال: ۳۶۶/۱، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب استحباب الدعاء عند صياح الديك: ۳۵۱/۲، قديمي)

قال العلامة الحافظ ابن حجر العسقلاني رحمه الله تعالى: ”قوله: ”إنها رأت ملكاً“ بفتح اللام، قال عياض: كان السبب فيه رجاء تأمين الملائكة على دُعائه واستغفارهم له، وشهادتهم له بالإحلاص، ويؤخذ منه استحباب الدعاء عند حضور الصالحين تبركاً بهم. وصح ابن حبان. وأخرجه أبو داود وأحمد من حديث زيد بن حارثة رفعه: ”لأنسوا الديك، فإنه يدعو إلى الصلوة“. وعند البزار من هذا الوجه سبب قوله صلى الله تعالى عليه وسلم ذلك وأن ديك صرخ فلعله رجل، فقال ذلك قال الحلبي: يؤخذ منه أن كل من استغف من الخير، لا ينبغي أن يسب ولا أن يستهان به، بل يكرم ويحسن إليه. قال وليس معنى قوله: ”فإنه يدعو إلى الصلوة“. أن يقول: بصوته حقيقة صلوا أو حانت الصلوة، بل معناه أن العادة جرت بأنه بصرخ عند طلوع القمر، وعند الزوال فطرة فطره الله عليها.“ (فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال: ۳۳۳/۶، قديمي)

(۲) ”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”إذا سمعتم =

ہمزاد کیا ہے؟

سوال [۹۵۸۷]: کیا صحیح ہے کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو ایک شیطان پیدا ہوتا ہے جس کو

”ہمزاد“ کہتے ہیں، واقع میں شیطان پیدا ہوتا ہے، یا صرف لوگوں کی کہادت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث پاک میں موجود ہے، ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے (۱)، عوام اس کو ”ہمزاد“

= فسلوا اللہ من فضلہ، فإنہا رأّت ملکاً. وإذا سمعتم نھیق الحمار، فتعبدوا باللہ من الشیطان، فإنہا رأّت شیطاناً. (صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم ینبع بہا شفع الحال : ۳۶۶/۱، قدیمی)

(والصحيح لمسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب استحباب الدعاء عند صبح الديک: ۳۵۱/۲، قدیمی)

قال العلامة الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”قوله: ”إنہا رأّت ملکاً“ بفتح اللام، قال عباس: كان السبب فیہ رجاء تأمیس المالکة علی ذعائہ واستغفارہم لہ، وشہادتہم لہ بالإخلاص، ویؤخذ مہ استحباب الدعاء عند حضور الصالحین تبرکاً بہم. وصح ابن حبان. وأخرجه أبو داؤد وأحمد من حدیث زید بن خالد رفعہ: ”لا تسوا الديک، فإنه یدعو إلی الصلوة“. وعند الزار من هذا الوجه سبب قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذلك وأن دیک صرخ فلعنه رجل، فقال ذلك: قال الحلیمی: یؤخذ منه أن کل من استغید من الخیر، لا ینغی أن یسب ولا أن یستہان بہ، بل یكرم ویحسن إلیہ. قال: وليس معنی قوله: ”فإنہ یدعو إلی الصلوة“. أن یقول بصوته حقیقة: صلوا، أو حانت الصلوة، بل معناه أن العادة جرت بأنہ یصرخ عند طلوع الفجر، وعند الزوال فطرة فطرہ اللہ علیہا. (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم ینبع بہا شفع الحال: ۳۳۳، ۳۳۵، قدیمی)

(۱) ”عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم ”ما منکم من أحد إلا وقد وكل اللہ بہ فریثہ من الجن“ قالوا: وإیاک یا رسول اللہ؟! قال: ”وإیای، إلا أن اللہ أعاضی علیہ فأسلم، فلا یأمرنی إلا بخیر“. (الصحيح لمسلم، کتاب صفة المنافقین وأحكامہم، باب تحریش الشیطان وبعثہ سراہا: ۳۷۶/۲، قدیمی)

کہتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

طویل العرجن صحابی کا ظہور

سوال [۱۵۸۸]: ذیل میں درج کردہ بعنوان ”حدیث ظہور صحابی“ (جو فوٹو اسٹیٹ کا پی ہے) کو بنیاد بنا کر مولوی محمد حنیف اسلم قاضی کے شمارے میں اس کی پرزور اشاعت کی، اس شمارے کا نام روحانی عالم مظفر گڑھ تھا جو ماہ جنوری و فروری ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا تھا جس سے عوام میں انتشار ہوا۔ اور مفتی نے مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث اور حضرت مولانا مظفر حسین صاحب مفتی مظاہر علوم سہارنپور سے مراجعت کی اور ان دونوں حضرات کے جوابات کے ساتھ دارالافتا دارالعلوم دیوبند سے رجوع کیا۔

حدیث ظہور صحابی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عن أمير المؤمنين خليفة المسلمين سلطان الأئمة سيدنا حضرت
عمر بن خطاب رضي الله تعالى عنه، سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”أصحابي كنفهم كنفهم السماء
المشرقة، وواحد منهم يعيش طويلاً، ويحمل خليفة في الناس في أواخر أربع
مئة سنة وألف من الهجرة النبوية، فهو يظهر سنتي، وتفترق أمتي على ثلاث
وسبعين فرقة كلهم في النار إلا واحدة“. فقالوا: ومن ذلك يا رسول الله؟
”هو من سن بسنتي وسنة حنيفتي، أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم“.
أجرت الحكيم إحسان إلهي أن يروى هذا الحديث عني.

دستخط عمر بن خطاب، ۱۳۹۸ھ



”میں مکہ کا رہنے والا ہوں، مکان میرا میدان عرفات میں تھا اور آج بھی ہے، میرے والد ثمر بن احسان نے مجھے بتایا کہ میں ۵۰۰ء میں پیدا ہوا، میرے والد اپنی قوم کے سردار تھے اور بہت بڑے جادوگران کے پاس رہتے تھے، خود بھی جادو کے ماہر تھے۔ میرے والد کی عمر چھ سو سال ہوئی تھی، ۷۷ھ میں ۹ ذیقعدہ کو میرے والد کا انتقال ہوا۔ میں پندرہ دن کے بعد ۲۳ ذیقعدہ ۷۷ھ کو صبح صادق کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، آپ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، کچھ دیر میں نے انتظار کیا، اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور اسلام میں داخل ہوا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہنا شروع کیا۔ جب ہجرت کی گئی، میں اور کچھ صحابی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ پہنچے، میں ہر وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا تھا۔

۷۷ھ نبوی سے ۱۰۷ھ تک جس قدر جنگ ہوئیں، میں سبھی میں حضور کے ہمراہ رہا اور مدینہ میں رات کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سوتا تھا۔ اور اس کے بعد ۱۰۷ھ میں مجھے حکم ہوا کہ تم تبلیغ اسلام کے لئے اپنی قوم میں جاؤ، میں نے یہاں آکر بہت کوشش کی اور تین ماہ کے اندر پھر میرے لئے حکم ہوا کہ ہندوستان میں جاؤ، میں نے یہاں آکر بہت کوشش کی اور تین ماہ کے اندر نو سو ۹۰۰ جنات کو اسلام میں داخل کیا۔ اس کے بعد میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے مدینہ پہنچا اور نو سو جنات کی تعداد میرے ساتھ گئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملنے کے بعد ہم سب ہی ہندوستان واپس آ گئے۔ حضور مجھ سے بہت خوش ہوئے اور ہم سب کے لئے دعا کی، جب سے ہندوستان ہی میں رہتا ہوں۔

جب یہاں آیا تھا، یہاں کا بادشاہ عدال مسیح ابن عرفان تھا، میں نے تبلیغ کا کام جاری رکھا اور ہم نے بڑی تعداد میں جنات کو مسلمان بنالیا۔ بہت کوشش کرنے پر میں نے ۹۳ھ میں عدال مسیح ابن عرفان کو (مسلمان) اسلام میں داخل کیا اور اس کا نام محمد قاسم رکھا

اور لقب اس کا مولائی بن عرفان رہا۔ اور میں قاضی شریعت بنا دیا گیا۔ ایک مرتبہ مولوی اہل اللہ مجرم بن کر ہمارے سامنے پیش کئے گئے، میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کر دی، مولوی شاہ اہل اللہ نے مجھ سے کلام کیا کہ کیا تم صحابی رسول ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں! میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتا تھا، ان کو پھر واپس پہونچا دیا گیا۔

۱۲۴۱ھ میں شاہ محمد قاسم بن عرفان ہم سے رخصت ہو کر عالم بقاء کو پہنچ گئے، قوم جنات نے مل کر مجھے تخت شاهی پر بٹھادیا اور اپنا بادشاہ مان لیا۔ اس کے بعد بابا فرید گنج شکر سے میں لاہور میں ملا، پھر دوسری مرتبہ دہلی میں ملا۔ مولوی محمد یوسف صاحب سے ۴۰/ مرتبہ خود ہی میں نے مل کر گفتگو کی اور تب تبلیغ کا کام ترقی پر پہونچا۔ ایک مرتبہ خود ہی مولانا زکریا صاحب سے ملنے کے لئے بشکل انسان بن کر گیا، مگر ان سے گفتگو نہ کر سکا۔ اس کے بعد ۱۲۸۹ھ میں حکیم احسان الہی میرے پاس آ پہونچے اور بالمشافہ مجھ سے گفتگو کی، تب سے آج تک ہر ماہ چار پانچ مرتبہ میں خود حکیم احسان الہی کو اپنے پاس بلاتا ہوں۔ اور ۹۷ھ میں میں نے حکیم احسان الہی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ انسانوں کی بیعت کے لئے، ابھی تک کوئی دنیا کا انسان اس طرح سے میرے پاس نہیں آیا۔ اب امت محمدیہ پر ظاہر ہونے کی اجازت دے دی ہے اور ساتھ ہی مولوی محمد حنیف کو بھی لگا دیا ہے تاکہ دونوں مل کر دین کی خدمت کر سکیں۔ میں دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو دین کی خدمت کے لئے قبول فرمانے کی توفیق عطا فرمائے۔“ عمر ابن خیام۔

ذیل کی معروضات کا جواب مرتبہ فرمائیں:

کیا یہ مضمون صحیح اور صادق ہو سکتا ہے، اس کی صداقت اور اہل مضمون کی صداقت میں کوئی شبہ تو نہیں، ہے یعنی یہ صاحب جو قوم جن میں سے ہیں اور اب تک حیات ہیں اور صحابی ہونے کے دعویدار ہیں۔ سب کچھ صادق ہو سکتا ہے یا کہ حکیم احسان الہی اور مولوی محمد حنیف کی جعل سازی اور دوکانداری کا چکر ہے، کیونکہ یہ لوگ عملیات اور تعویذ گنڈے کرتے ہیں؟ اور معلوم ہوا کہ یہ مضمون صحابی جن کی طرف سے اپنے ماہنامہ رسالہ میں

اشاعت کے لئے دیا گیا ہے۔

نیز معلوم ہوا کہ کسی تبلیغی آدمی نے ہمارے حضرت شیخ سے ان صحابی جن سے ملاقات کے متعلق دریافت کیا تھا تو آپ نے اجازت دی تھی، لیکن ان صحابی نے ملاقات سے منع کر دیا ہے، یہاں بھی کچھ لوگ حکیم احسان الہی سے متعلق ہیں، ان کے ذریعہ سے ان صحابی سے کچھ دینی و دنیوی امور کے متعلق معلومات کرتے رہتے ہیں، ان کے تحریری جواب آئے ہیں۔ بعض تحریرات پر ان کے نام پر ”امیر المؤمنین“ کا لفظ بھی تھا، اس پر میں نے اعتراض کیا کہ ”امیر المہتمات“ کہنا چاہیئے، اس کے بعد سے ”امیر المؤمنین“ کا لفظ ختم کر دیا ہے۔

اب بات دریافت کرنی ہے کہ اگر ان سے مشکل انسانی کوئی آدمی ملاقات کرے تو وہ تابعین میں داخل ہوگا یا نہیں؟ اور ان سے دینی فیض بذریعہ بیعت وغیرہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور خیر القرون میں باہم جنات و انسان میں اس طرح بیعت اور رشد و ہدایت اور فیض رسانی کا سلسلہ قائم ہوا ہے یا نہیں اور اب ہو سکتا ہے یا نہیں؟

شانی و کافی رائے عالی کے ذریعہ تسلی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

- ۱- اس میں شک نہیں کہ بعض جنات نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرآن کریم پڑھنے کو سنا اور ایمان لائے، جیسا کہ سورہ جن میں مذکور ہے (۱)۔
- ۲- یہ بھی صحیح ہے کہ عموماً جنات کی عمر طویل ہوتی ہے، جیسا کہ آکام المرجان فی احکام الجنات میں ہے (۲)۔

- ۳- یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متعدد مرتبہ تبلیغ احکام کے لئے جنات میں تشریف لے گئے، جیسا کہ بذل المجہود میں مذکور ہے (۳)۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿قُلْ أَوْحَىٰ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ، فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قِرَاءَ نَا عَجَبًا، يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ، وَلَنُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾ (سورة الجن: ۳۰، ۳۱)

(۲) لم اجد

(۳) ”عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قال لہ لیلۃ الجن“ =

۳- یہ بھی ثابت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر واپسی میں ایک جگہ ساتپ کی شکل میں ایک جن خدمت اقدس میں حاضر ہوا جو حق ضیافت ادا کرنا چاہتا تھا، جیسا کہ کتاب المغازی میں ہے (۱)۔ ان ثابت امور کے ساتھ کچھ متقی امور بھی قابل لحاظ ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ نے کسی جن کو نبی یا نذیر بنا کر انسانوں کی ہدایت کے لئے نہیں بھیجا (۲)۔

= "ما فی إدارتک؟" قال: لیبلد، قال: "تمرة طيبة وماء طهور". (سنن أبی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء بالیسید: ۱۳/۱، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

قال العلامة حلیل أحمد السہارنفوری رحمہ اللہ تعالیٰ: "أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لہ: "أی لعبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ "لیلة الجن": أی لیلة ذهب الجن بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إلی قومہم لیتعلموا منہ الدین وكان معہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وفی رواية زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، الخ". (بذل المجہود فی حل أبی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء بالیسید: ۵۵/۱، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

(ومرعاة المعاصی، کتاب الطہارۃ، باب أحكام المیاء، الفصل الذانی، (رقم الحدیث: ۳۸۰): ۱۸۱/۲، رشیدیہ)

(۱) "وروی ابن العربی بسندہ إلی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: بینا أما مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یمشی إذ جاء ت حية، فقامت إلی جنبہ، فأدلت فافا من أذنه، وكأنہا تناحیہ أو نحو هذا، فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "نعم". فانصرفت، الخ". (آکام المرجان فی غرائب الأخبار وأحكام الجن، الباب الحادی عشر فی بیان أن الجن یاکلون ویشربون، فصل فی تأویل أحادیث واردة فی هذا الباب، ص: ۳۰، مکتبہ غیر کثیر کراچی)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لَیْسَ لَهُمْ، فیتزل اللہ من یشاء ویهدی من یشاء، وهو العزیز الحکیم﴾ (سورة إبراهیم: ۳)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿والیٰ شمود أخاهم صلحاً، قال یقوم اعبدوا اللہ مالکم من إله غیرہ﴾ (سورة

هود: ۶۱)

"الحمفور علی أنه لم یکن من الجن نبی . قال البغوی فی تفسیر الأحقاف: وفیہ دلیل علی أنه علیہ السلام کان مبعوثاً إلی الإنس والجن جمیعاً. قال مقاتل رحمہ اللہ تعالیٰ: لم یبعث قبلہ نبی =

۲- حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی جن کو عہدہ امامت پر نہیں کیا، جیسا کہ سفر میں

تشریف لے جاتے وقت اپنی جگہ کسی کو امام مقرر کر کے جانے کا معمول تھا (۱)۔

۳- کسی جہاد میں کسی جن کو امیر بنا کر نہیں بھیجا جیسا کہ صحابہ میں سے کسی کو امیر بنا کر بھیجنے کا

معمول تھا (۲)۔

۴- کسی جن کو کسی ہستی میں حاکم اور قاضی بنا کر نہیں بھیجا، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

بھیجا ہے (۳)۔

= إلى الإنسن والجن". (الأشياء والنظائر، أحكام الحان، ص: ۳۲۳، قديمي)

(۱) "عن مصعب بن سعد عن أبيه رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خرج إلى تبوك، فاستخلف عليًا، قال: أتخلفني في الصبيان والنساء؟ قال: "ألا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه ليس نبي بعدي". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة تبوك وهي غزوة العسرة: ۶۳۳/۲، قديمي)

(۲) "قال: حدثنا سفیان، قال: الذي حفظناه من عمرو بن دينار قال: سمعت جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما، يقول: بعثنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ثلث مائة راكب أميرنا أبو عبيدة بن الجراح رضي الله تعالى عنه نرصد غير قريش، فأقمنا بالساحل نصف شهر، فأصابنا جوع شديد حتى أكلنا الخبط، فسمي ذلك الجيش جيش الخبط، الخ". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة سيف البحر وهم يتلقون غيراً لقريش وأميرهم أبو عبيدة: ۶۴۵/۲، قديمي)

"عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بعث بعثاً وأمر عليهم أسامة بن زيد، فقطع الناس في إمارته، فقام رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: "إن تطعوا في إمارته، فقد كنتم تطعون في إماره أبيه من قبل، وأيم الله إن كان لخليفاً للإمامة، وإن كان لمن أحب الناس إلي، وإن هذا لمن أحب الناس إلى بعده". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب بعث النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أسامة بن زيد رضي الله تعالى عنهما في مرضه الذي توفي فيه: ۶۳۳، ۶۳۱/۲، قديمي)

(۳) "عن معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لما بعثه إلى اليمن قال: "كيف ترضى إذا عرض لك قضاء؟" قال: أقضي بكتاب الله، قال: "فإن لم تجد في كتاب الله؟" قال: =

۵۔ کسی جن کو قاضی بنا کر بھی کوئی تبلیغی دعوت نامہ دے کر نہیں بھیجا جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

کو بھیجا (۱)۔

غرض جنات کی کوئی ولایت، امامت، حکومت انسانوں پر ثابت نہیں فرمائی، بلکہ اشرف المخلوقات ہوئے کی وجہ سے جنات کی قیادت سے آزاد رکھا ہے، یہاں تک کہ انسان عورت کا نکاح قوم جن کے مرد سے جائز نہیں قرار دیا گیا، جیسا کہ کتب فقہ شافعی وغیرہ میں مذکور ہے (۲)۔ شوہر کی بیوی پر ولایت ہوتی ہے:

= فبسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قال: "فإن لم تجد فی سرة رسول اللہ" قال: اجتهد رأي، ولا آلو، قال: فصر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی صدره، وقال: "الحمد لله الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی به رسول اللہ". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الإمامة والقضاء، باب العمل فی القضاء والخوف منه، الفصل الثانی، ص: ۳۲۳، قدیمی)

"عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: بعث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أبی موسیٰ ومعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما إلی الیمن، قال: بعث کل واحد منہما علی مخالف، قال: والیمن مخالفان، لم قال: "یترا ولا تمسرا وبشرا ولا تنفرا". فانطلق کل واحد منہما إلی عملہ، الخ". (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب بعث أبی موسیٰ ومعاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما إلی الیمن قبل حجة الوداع: ۶۲۲/۲ قدیمی)

(۱) "أن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، أخبرہ أن أبی سفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ أخبرہ أن ہرقل أرسل إلیہ فی ركب من قریش، وكانوا تخاراً بالشام فی المدة التي كان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مآذ فیہا أبی سفیان وکھار قریش، فأنوہ وہم بإیلباء، فدعاهم فی مجلسہ . . . ثم دعا بکتاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الذی بعثتہ مع دحیة الکلیبی إلی عظیم بصری، فدفعہ عظیم بصری إلی ہرقل، فقرأہ، فإذا فیہ: "بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد عبد اللہ ورسولہ إلی ہرقل عظیم الروم، سلام علی من اتبع الہدی الخ". (صحیح البخاری، باب کیف کان بدؤ الوحی إلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقول اللہ عز وجل: ﴿إنا أوحینا إلیک کما أوحینا إلی نوح والیسین من بعدہ﴾: ۵، ۳/۱، قدیمی)

(۲) قال العلامة ابن عابدين رحمہ اللہ تعالیٰ: "وبقی من المحرمات الخشی المشکل لحوا ذکرہ والجنیۃ وإنسان الماء لاختلاف الجنس . . . وقد نظمت السبعة مع الخمسة المزیدة بقولی: =

﴿مَنْ ظَهَرَ حَائِلًا فَوَامُنَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ (۱)۔

واقعہ مسئلہ میں جس روایت کو ظہور صحابی کے نام سے درج کیا گیا ہے اس کے سیاق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ: چودھویں صدی کے اخیر میں طویل العمر جن صحابی کا ظہور ہوگا اور امت کے ۳/۷ فرقے ہوں گے، ایک فرقہ جو اس طویل العمر کی اطاعت کرے گا، صرف وہی نجات پائے گا، باقی ۳/۷ فرقے جو اس کی اطاعت نہیں کریں گے اگرچہ وہ قرآن کریم اور سند سے صحیح ثابت شدہ احادیث پر عمل کریں گے وہ سب جہنم میں جائیں گے۔ حالانکہ ۳/۷ فرقوں کی تفصیل اکابر اسلام کی کتابوں میں صدیوں پہلے سے مذکور ہے، جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں تفصیلاً تحریر فرمایا ہے (۲)۔ مولانا محمد یونس

انواع تحریم النکاح سبع	قسامة ملک وصاع جمع
کذا لک شریک نسبة المصاهرة	وأمة عن حرة مؤخرة
وزید خمسة أنتک سالیان	تطليقة لها ثلاثاً واللعان
تعلق سحق غیر من نکاح	أو عدة حسنة بسلا اتصاح
واخبر الكل احتلاف الحسن	كالحسن والماتى لنوع الإنس

(رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المعمرات ۲۸/۳، سعید)

"ولم یسئ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن نکاح الحن، وقول الفقهاء: لا تحوز المناکحة بین الإنس والحن وکراهية من کرهه عن التابعین دلیل علی إمكانهم؛ لأن غیر الممكن لا یحکم علیہ بحواجز ولا بد منه فی الشرع". (آکام المرجان فی غرائب الأحبار وأحكام الحان، الباب الموفی ثلاثین فی باین مناکحة الحن، ص: ۶۶، مکتبہ خیر کثیر، کراچی)

(۱) (سورة النساء: ۳۴)

(۲) "عن أبی هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: افترقت اليهود علی احدى أو ثنتين وسعين فرقة، وتفرقت النصارى علی احدى أو ثنتين وسعين فرقة، وتفرق أمی علی ثلث وسعين فرقة".

"عن معاوية بن سفيان رضي الله تعالى عنهما أنه قام، فقال: ألا إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قام فينا، فقال: ألا إن من فيلكم من أهل الكتاب افترقوا علی ثنتين وسعين ملّة، وإن هذه الملة ستفرق علی ثلث وسعين، ثنتان وسبعون فی النار، وواحد فی الجنة، وهي الجماعة". زاد اس =

صاحب دامت فیہم شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے خوب وضاحت سے کلام کیا ہے۔

مزید برآں غور طلب یہ بات تھی کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ وقت کی درخواست پر اپنی کتاب موطا تصنیف فرمائی جس پر خلیفہ نے چاہا کہ اس کتاب کو بیت اللہ میں آویزاں کیا جائے اور اعلان کر دیا جائے کہ تمام لوگ اس کے موافق عمل کریں تو حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر شدید انکار کیا اور فرمایا کہ صحابہ کرام مختلف اطراف میں احادیث کو لے کر گئے ہیں، جو حدیث جس کے پاس مستند واقع سے پہنچی ہے وہ تو اس پر ہی عمل کرے گا، سب کو موطا پر عمل کرنے کے لئے مجبور کرنے کا حق نہیں ہے (۱)۔

اس کے برخلاف واقعہ مسئلہ میں صرف ایک شخص کی اتباع پر نجات کو منحصر کر دیا گیا ہے اور وہ بھی ایسا کہ سب کی نظروں سے غائب، اس کو صرف ایک شخص اس کا خلیفہ دیکھتا ہے، بات کرتا ہے۔ تو یہ درحقیقت اس طویل العرجن کی اتباع کی دعوت نہیں، بلکہ اس خلیفہ کے لئے مسلمانوں کی گردن کو جھکانا ہے، حالانکہ اس خلیفہ کو شرعاً کسی جن سے کسی حدیث کا روایت کرنا بھی جائز نہیں ہے:

— یحییٰ وعمرو فی حدیثہما وأنہ سیخرج فی أمتی اقوام تحارۃ یہم تلک الأہواء کما یتجارۃ الکلب لصاحبه“۔ (سنن أبی داؤد، کتاب السنۃ، باب شرح السنۃ: ۲/۲۸۳، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

”عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”لبائین علی أمتی ما أتى علی بنی اسرائیل حدو النعل بالنعل حتی إن کان منهم من أتى أمہ علانیۃ، لکان فی أمتی من یصنع ذلک، وإن بنی اسرائیل تفرقت علی ثنین وسبعین ملۃ، ونفترق أمتی علی ثلاث وسبعین ملۃ کلہم فی النار إلا ملۃ واحدة“۔ قالوا: ومن ہی یا رسول اللہ؟ قال: ”ما أنا علیہ وأصحابی“۔

(جامع الترمذی، کتاب الإیمان، باب ماجاء فی افتراق هذه الأمة: ۴/۹۳، سعید)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الفتن، باب افتراق الأمم، ص: ۲۸۷، قدیمی)

(ومشکوۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثانی، ص: ۳۰، قدیمی)

(۱) ”قال أبو نعیم فی الحیلة عن مالک: قال: شاورونی ہارون الرشید فی أن یعلق الموطأ علی الکعبۃ ویحمل الناس علی ما فیہ، فقلت: لا تفعل، فإن أصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اختلفوا فی الفروع وتفرقوا فی البلدان وکل مصیب“۔ (مقدمة أوجز المسالک، الباب الثانی فی الکتاب، الفصل

الثانی فی المؤلف، وفیہ فوائد: ۱/۱۹، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

”ومنها قبول رواية الجنى ذكره صاحب إكام المرجان، وذكر السيوطي أنه لا شك في جوار روايتهم عن الإنس ما سمعوه، سواء علم الإنسى بهم أولا. وإذا أجاز الشيخ من حصر دخل الجن كما في نظيره من الإنس. أما رواية الإنس عنهم فالظاهر منعها، لعدم حصول الثقة بعد التهم“. (الأشباه والنظائر (۱)۔

یعنی جنات کو تو انسانوں سے حدیث روایت کرنے کا حق ہے، مگر انسان کو جنات سے روایت کرنا ممنوع ہے، کیونکہ جنات کے عادل ہونے پر اعتماد حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں، وہ مختلف صورتیں بھی بنا سکتے ہیں اور اپنے نام بھی مختلف بنا سکتے ہیں۔ مجھے خود بھی واسطہ پڑا ہے، ایک جن نے اپنا نام بتایا حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی، ایک جن نے کہا کہ ہم قسم المرسلین ہیں۔

علاوہ ازیں دستخط اور مہر میں ”سلطان الأجنة“ لکھا ہے، حالانکہ ”أجنة“ تو ”جنین“ کی جمع ہے ”جن“ کی جمع نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِذَا أَنْتُمْ أَجْنَةُ فِى بَطْنٍ أَمْهَاتِكُمْ﴾ (۲)۔ اور جنین اس بچہ کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں ہو، ابھی پیدا نہ ہوا ہو۔

اگر کوئی شخص ان طویل العرج جن سے ملاقات کرنا چاہے، یا ان سے تعویذ یا حدیث کی سند لینا چاہے تو اس کو زخامہ دیکھ کر ہی حیرت ہوگی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو بہت بلند مرتبہ تھے، وہ بد وقت کا مجسمہ تھے، ان کے اتباع کرنے والے بھی اس طرز سے ہمیشہ دور اور متنفر رہے۔ بعض اکابر سے کسی حدیث کا کسی جن سے نقل کرنا بعض کتب میں مذکور ہے، مگر وہ بطور انجوبہ اور غریبہ اور نادرہ ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ ”النواوی“ میں نقل فرمایا ہے (۳)، اسی وجہ سے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس

(۱) (الأشباه والنظائر فى الفقه الحنفى، الفن الثالث: الجمع والفرق، أحكام الحان، ص: ۳۴۲، قدیمی)

(۲) (سورة النجم. ۲۲)

(۳) ”وقعت قصة كذلك لأخى المؤلف الشاه أهل الله رحمه الله تعالى كما ذكره صاحب تذكرة الرشيد فى هامش كتابه (۱۰/۱) وهى أن الشاه أهل الله كان ينقل القرآن فى المسجد فإذا بحية صغيرة، فقلتها، فجاء رحلان وقال: إن الملك يطلبك (وطن الشيخ أنه يطلبه ملك الإس وكانت دولة المغول تحكم على الهند حينئذ) فقام الشيخ معهما وذهبا به إلى البرية، والشيخ يسير معهما وهو =

رسالہ کا نام ہی ”النواذر“ رکھا ہے۔ اس پر کسی عقیدہ یا عمل کی بنیاد رکھنا مقصود نہیں ہے چنانچہ کتابت ہی اس پر منحصر کر دی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد المکرم وگنہگار عبید اللہ عتہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب لاریب فیہ، سید احمد علی سعید، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۴/۹۹ھ۔



= بحسب أن ملک الإنس خرج إلى الاصطياد وطلبه من الصحراء، ولم يزل يمشى معهما حتى رأى باباً في الأرض، فدخل فيه فإذا هناك ملك الجن يحكم في المحاصمات، فسلم الشيخ وجلس في ناحية المجلس، فلما فرغ الملك من القضايا، طلب الشيخ وبرز المدعي قائلاً: إن هذا قتل ابني، وأطلب القود منه. قال الشاه أهل الله: إني لم أقتل أحداً، ثم بان أن المراد بقتل ولده هو ما قتلته في صورة الحية، فأقر الشيخ بقتله، وكاد أن يقتل قصاصاً بأمر الملك، لكن طهر هناك في ذلك الجن صحابي جنى وقرأ حديث: ”من قتل في غير زيه فدمه هدر“ فأبطل الملك دمه مما سمع من حديث النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأبلغوا الشاه أهل الله أمانته.“

وطلب حكيم الأمة التهانوي قدس سره إجازة هذا الحديث من القطب الكنكوهي قدس سره، فكتب له الإجازة، وذكر سندته هكذا: حدثني شيخي الشاه أحمد سعيد المحددي قال حدثني أبي الشاه أبو سعيد المحددي، قال: حدثني الشيخ الشيوخ الشاه عبد العزيز الدهلوي، قال: حدثني عمي الشاه أهل الله الدهلوي، عن القاضي الحنفي المعمور، قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”من قتل في غير زيه فدمه هدر“. (الرسائل الثلاث الفضل المبين في المسلم من حدثت أسى الأئمين صلى الله تعالى عليه وسلم. النواذر من أحاديث سيد الأوائل والأواخر صلى الله تعالى عليه وسلم، ذكر مسند الجن، ص: ۷۹، ۱۸۰، المكتبة الحيوية، سهارنפור الهند)

باب مایتعلق بالسر و العوذۃ

الفصل الأول فی السحر

(سحر کا بیان)

سحر کا حکم

سوال [۹۵۸۹]: کیا مسلمان کو جادو کرنا جائز ہے، اور جو جادو کا عمل کرتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

۲۔ کسی شخص کی چوری ہونے کی وجہ سے اگر کسی قسم کا عملی جادو ہو یا قرآن پاک سے ہوا اپنی چیز کے ملنے کے لئے کرے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ سحر کرنا کبیرہ گناہ ہے، کذا فی شرح الفقہ الکبیر (۱)۔

۲۔ آیات قرآنی پڑھ کر دعا کرنا یا دوسرے سے کرانا کہ یا اللہ میری چیز مل جائے، درست ہے۔

حدیث شریف میں بھی دعا ثابت ہے۔ لیکن سحر کرنا درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) "الکاهن: الساحر، والمنجم إذا ادعى العلم بالحوادث الآتية، فهو مثل الكاهن وما يعطى

هؤلاء حرام بالإجماع، كما نقله البغوی والقاضی عیاض وغیرهما". (شرح الفقہ الکبیر، ص

۱۳۹، قدیمی)

(۲) "فی المنجم: السحر الحرام بلا خلاف بین أهل العلم". (رد المحتار، مطلب فی الساحر والزندیق

۳، ۲۳۰، معید)

(ومعارف القرآن: ۲۷۹/۱، إدارة المعارف کراچی)

”اختلفوا: أنه (أي للسحر) تأثير فقط بحيث يغير المزاج، فيكون نوعاً من الأمراض، أو يستهي إلى الحالة بحيث يصير الحماد حيواناً مثلاً وعكسه؟ فالمدى عليه الجمهور هو الأول، وذهب طائفة قليلة إلى الثاني... والنحو أن لبعض أوصاف السحر تأثيراً في القلوب كالسحب والبغض والبغضاء والخير والشر، وهي الأبدان بالألحم والسقم اه“، فتح الجاری: ۱۰/۱۸۸ (۱)۔

”والسحر في نفسه حق أمر كائن، إلا أنه لا يصنع إلا للشر والضرر بالخلق، والوسيلة إلى الشر شر فيصير مدموماً اه“ (۲)۔ ”قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى: الساحر إذا أقر سحره أو ثبت بالهنة، يقتل ولا يستتاب مه“، الدر المختار: ۱/۳۵۶ (۳)۔

”فسو فعل مافيه هلاك لإنسان، أو مرضه، أو تفريق بيته وبين امرأته وهو غير منكر لشيء من شرائط الإيمان، لا يكفر، لكنه يكون فاسقاً ساعاً في الأرض بالفساد، فقتل الساحر والساحرة؛ لأن عنة تقتل السعي في الأرض بالفساد، وهذه العنة تشتمل الذكر والأنثى. وأما إذا كان سحرًا هو كفر، فيقتل الساحر لا الساحرة؛ لأن عنة القتل الردة والمرتدة لا تقتل، كذا ذكره صاحب الإرشاد في الإشراف“، شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۷۸ (۴)۔

لہذا صورت مسئلہ میں بندہ کو کوئی سزا نہیں دی جاسکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ الاجہد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جادو کرنے والے کا حکم

سوال [۹۵۹۱]: ہم پڑھیں ۷ سال سے کسی نے جادو کر دیا ہے، جو خصوصاً قوت مراد پر اثر انداز ہے جس کے باعث ہم بہت پریشان ہیں۔ توئی اس لئے لینا چاہتے ہیں کہ عامل کو چوٹ دی جائے یا کرانے

(۱) (فتح الماری، کتاب الطب، باب السحر ۱۰/۶۷۳، ۶۷۴، قدیمی)

(۲) (رد المحتار، باب المرتد، مظلل فی الساحر والزندق: ۳/۲۳۱، معید)

(۳) (رد المحتار، باب المرتد، مظلل فی الساحر والزندق: ۳/۲۳۰، معید)

(۴) (شرح الفقه الأكبر، السحر والعین حق، ص: ۱۳۵، قدیمی)

والے کو؟ جب کہ شرعی ثبوت موجود ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں ہی مجرم اور مستحق سزا ہیں (۱) جادو پر سر جادو گر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۹/۹۰ھ۔

دفع سحر کے لئے سحر کیسنا

سوال [۹۵۵۲]: عمر نے سحر اور سطلیات کے ذریعہ زید کی جان اور مال کو ہلاکت اور مصیبت میں ڈال رکھا ہے، ایسی صورت میں زید اپنی جان و مال کی حفاظت میں کیسے کر دافت کرے یا کوئی دوسرا شخص سحر کے ذریعہ دافت کرے، دافت کے لئے سحر کیسنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس سحر میں ایسا کوئی عمل یا اعتقاد اختیار کرنا ہوتا ہے جس سے ایمان باقی نہیں رہتا، اس کا سیکھنا اور کرنا یا دوسرے سے کرانا کچھ بھی جائز نہیں:

”قال الشيخ أبو منصور الحارثي: القول بأن السحر كفر على الإطلاق خطأ، بل بحسب المبحث عنه، فإن كان في ذلك رد ما نرّمه في شرط الإيمان فهو كفر، وإلا فلا، فلو فعل ما فيه هلاك إنسان أو مرضه أو تفرق بينه وبين امرأته، وهو غير مكر نسي من شرائط الإيمان، لا يَكْفِر، لكنه يكون فاسقاً ساعياً في الأرض بالفساد اهـ“۔ شرح فقہ اکبر، ص: ۱۷۸ (۲)۔

(۱) قال لعلامة علاؤ الدين الطرابلسي: ”قال في التوازل: الخناق والساحر يقتلان إذا أقرّا، لأنهما ساعيان في الأرض بالفساد“۔ (معين الحكام، الباب الحادي والخمسون في القضاء بما يظهر من قرآن الأحوال والأمارات وحكم الفراسة)۔ فصل في عقوبة الساحر والخناق الزنديق، ص: ۱۹۳، مصطفى البابی الحلبي (مصر)

”قال أبو حنيفة: الساحر إذا أقرّ بسحره أو ثبت بالينة، يقتل ولا يستتاب منه“۔ (رد المحتار،

مطلب في الساحر والزندق، باب المرتد: ۴/۲۳۰، سعيد)

(۲) (شرح الفقه الأكبر، السحر والعين حق، ص: ۱۳۵، قديمی)

”بکفر السّاحر نعلمه وفعله، اعتقد تحریمہ اَوْلَا، اھ“۔ در مختار (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۳/۹۵ھ۔

دفع سحر کے لئے سحر کرنا

سوال [۹۵۹۳]: ہمارے علاقہ گجرات میں آج کل سحر کا بڑا زور ہے، ڈراما اختلاف یا دشمنی ہوئی کہ فریق مخالف نے جان لینے یا پریشان کرنے کے لئے غیر مسلم ساحروں سے سحر کروایا جاتا ہے، اس کے دفعیہ کے لئے تعویذ و عملیات سب کچھ کیا گیا، مگر فائدہ نہیں ہوا، البتہ تخفیف ہو جاتی ہے۔ عاملوں کا کہنا ہے کہ چونکہ یہ سٹپلی اور ناپاک علم ہوتا ہے، اس لئے اس کا مکمل دفعیہ بھی اسی طرح سٹپلی اور ناپاک عملوں سے ہی ہو سکتا ہے۔ چند مشرک عالم بھی تعلق کی وجہ سے عمل کرنے کے لئے تیار ہیں، مگر شریعت کا احترام اور گناہ کے ڈر کی وجہ سے نہ تو آج تک خود کیا اور نہ کسی کو اجازت دی۔ اب تک بہت سے لوگ پریشان ہو چکے ہیں اور متعدد اموات بھی ہو چکی ہیں۔

تو کیا ایسی صورت حال میں غیر مسلموں سے مشرکوں سے سحر ٹوکنا وغیرہ تمام پلید چیزوں کے رد کے لئے کر دانا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں ہمیں کچھ کھانا پینا، باندھنا، پڑھنا ہوتا ہے۔ وہ اپنے عمل کے ذریعے خود دفع کرتا ہو، یا ان میں سے کوئی بات کرنی ہوتی ہو تو کیا ان میں کوئی فرق ہوگا، یا دونوں صورتیں مساوی ہوں گی؟
مولانا ابراہیم صاحب، مدرسہ اسلامیہ ڈابھیل، سورت، گجرات۔

= (۱) کذا فی مرقاة المفاتیح، کتاب الدیات، باب قتل اهل الردة والسعاف: ۷/۱۱، وشیدہ

(۱) (ردالمحتار، مطلب فی السحر والزندیق: ۳/۲۳۰، سعید)

”وأما تعليمه وتعلمه، ففيه ثلاثة أوجه. الصحيح الذي قطع به الجمهور أنهما حرامان.“ (مرقاة

المفاتيح، كتاب الدیات، باب قتل اهل الردة والسعاف: ۷/۱۱، وشیدہ)

”تعليمه وتعليمه حرام.“ (ردالمحتار، مطلب فی التنجيم والرمل: ۱/۳۳، سعید)

(ومعارف القرآن: ۱/۲۷۹، ادارة المعارف كراچی)

(وكذا فی إعلاء السنن، كتاب السحر، باب حد السحر ضربة بالسيف وكذا فی سب الله أو الرسول أو

واحدا من الأنبياء، حكم السحر وحقيقته: ۱۲، ۵۹۹،)

الجواب حامداً ومصلحاً:

اس ضرورت کی حالت میں اس سے علاج کرنا درست ہے (۱)، مگر اس طرح کہ جو کچھ کرتا ہو وہ خود کرے، کھانا، پینا، باندھنا، پڑھنا کوئی کام مسکوکہ نہ کرنا پڑے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۳ھ۔

دفع سحر کی ترکیب

سوال [۹۵۹۳]: زید کی شادی ہندہ سے ہوئی، مگر ہندہ کے گھر والوں نے زید پر جادو کر دیا جس سے اپنے والدین سے بالکل ہیزار ہو گیا، بہت عمل کیا مگر افادہ نہیں ہوا۔ اب یہ بتلایا گیا کہ شیطانی عمل ہی سے دور ہوگا۔ تو اگر ایسا عمل (جادو) کرایا جائے تو گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً:

یہ کہنا کہ ”عمل شیطانی ہی سے علاج ہوتا ہے“ یہ صحیح نہیں ہے، دفع سحر جائز اعمال سے بھی ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دفع سحر کے لئے معوذتین نازل ہوئی تھیں (۲)، مثلاً: اگر سحر کے کوچا لیس روز تک سورۃ فاتحہ مع بسم اللہ الرحمن الرحیم چینی کے برتن پر زعفران کے پانی سے لکھ کر دھو کر پلایا جائے نہار منہ تو پاؤں نہ تعالیٰ شفا ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں موجود ہے کہ سورۃ

(۱) ”وفی ذخیرۃ الساطر: تعلمہ فرض لود ساحر اهل الحرب، وحرام لیفرق بہ بین المرأة وزوجها،

وجائز لیوفی بیہما“۔ (رد المحتار، مطلب فی التحجیم والرمل: ۱/۳۴، سعید)

(و کذا فی رسائل ابن عابدین، ص: ۳۰۳، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) قال القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”ثبت فی الصحیحین من حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا أن النبی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سحرہ یهودی من یهود بنی زریق، یقال لہ: لیبد بن الأعصم، حتی یخجل إلیہ

أنہ کان یفعل النسی ولا یفعلہ فأنزل اللہ ہاتین السورتین“۔ (تفسیر القرطبی، سورۃ الفلق:

فاتحہ سورۃ شفا۔ ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۸۸ھ۔

مشرک نہ منتر سے علاج

الاستفتاء: [۹۵۹۵]: زید جو کہ بے علم ہے، نماز بھی نہیں پڑھتا، دھوبی کا پیش کرتا ہے، ایک منتر کے ذریعہ کچھ امراض کی مثلاً اندرونی پھوڑا و گیسٹر کی جہاز پھونک کرتا ہے جس سے مریضوں کو صحت ہو جاتی ہے۔ جس منتر سے وہ جہازاتا ہے، اس میں غیر اللہ سے اعانت لی جاتی ہے، خدا کا بالکل ذکر نہیں کرتا۔ البتہ ابتدا میں بسم اللہ و ضرور پڑھ لیتا ہے، مثلاً یوں کہتا ہے کہ فلاں ویوی یا ویوتا کے نام سے، یا ان کے حکم سے اچھا ہو جا، جل جا، پٹنک جا۔ کیا اس سے علاج کرنا عام حالات میں جائز ہے یا نہیں؟

بزرگ گیسٹر کا مریض ہے اور وہ مستند پابند شرٹ ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ اس کا علاج بے سود ہے۔ چونکہ یہ مرض معدہ اور جگر کے درمیان ہے اس لئے آپریشن یا بجلی کا علاج بھی خطرناک ہے۔ اندر میں حالات ایسے مریض کو زید سے جہاز پھونک کرانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حاء دأ و مصلیاً:

ایسے شخص سے بذریعہ جہاز پھونک علاج کرانا جائز نہیں، اس میں دیوی دیوتا کو شافی اور متصرف مانا گیا ہے اور اس جہاز نے والے کو اس دیوی دیوتا کا مقرب تسلیم کیا گیا ہے۔ ایسا عقیدہ بھی اسلام کے خلاف اور کفر ہے (۲) اور ایسے شخص سے جہاز پھونک کرانے میں اس عقیدہ کی تصدیق اور اس کا اعزاز ہے۔ شافی مطلق،

(۱) "آخر ما قبضہ، آخر ما سبھا عن عبد الملک بن عمیر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "فاتحة الكتاب شفاء من كل داء". (سنن الدارمی، باب فضل فاتحة الكتاب، (رقم الحدیث: ۵۳۸۰، ۳۳۷۰، ۵۳۸۱، قدیمی)

(۲) "أجمع العلماء علی حوازی الرقی عند اجتماع ثلاثة شروط: أن يكون بكلام الله تعالیٰ أو بأسمائه وصفاته وباللسان العربي أو ما يعرف معه من غيره، وأن يعتقد أن الرقية لا تؤثر بذاتها، بل بذات الله تعالیٰ". (تكملة فتح الملہم، کتاب الطب، باب الطب والمرض والرقی: ۲۹۵/۳، مکتبہ دارالعلوم، کراچی)

حاجت روا، متصرف صرف اللہ پاک ہے، اس کے حکم کے ماتحت زندگی بھی نعمت ہے اور موت بھی راحت ہے، اس سے بغاوت کر کے زندگی بھی وبال ہے اور موت بھی عذاب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

منتر کے ذریعہ علاج کرنا

سوال [۹۵۹۶]: ہمارے یہاں بچوں کو سر اور منہ وغیرہ میں گھاؤ پھوڑا پھنسی وغیرہ ہوتا ہے تو اس کا تعویذ بنا کر دیتے ہیں اور دم بھی کرتے ہیں، مسلمان ہو کر، وہ یہ ہے: سیتا سکی کوسات جینا پھوک پھوان لڑیوان میل پوان، دودھ پوان، لڑیوان پوان، دھان سیتا سکی، ایک لاکھ، ۱۳۶ دیا، کا یہ الفاظ ہوئے۔ آپ بتائیے کہ کیا ہے، نیز یہ بھی تحریر کیجئے کہ ہائی کا کیا معنی ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دہائی پڑھنا اور اس کا دم کرنا جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

قرعہ کے ذریعے ساحریا مجرم معلوم کرنا

سوال [۹۵۹۷]: ایک عورت بیمار ہے اور اس عورت کا علاج مختلف ڈاکٹروں اور حکیموں سے کرایا گیا،

لیکن کہیں بھی آرام نہیں ہوا۔ جب اس عورت کو کہیں بھی ان علاجوں سے فرق نہ پڑا تو برادری کے بڑے بڑے

= (و کذا فی فتح الباری، کتاب الطب، باب الرقی بالقرآن والمعوذات: ۱۰/۲۳۰، قدیمی)

(۱) "وإنما تکره العرۃ إذا کانت بغیر لسان العرب، ولایدری ما هو، ولعلہ یدخلہ سحراً وکفراً وغیر ذلک. وأما ما کان من القرآن أو شی من الدعوات، فلا بأس به". (رد المحتار، کتاب الحظرو الإباحة،

فصل فی اللبس: ۶/۳۲۳، سعید)

(ومرقاة المفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۳۵۳۵): ۸/۳۰۳، رشیدیہ)

(و کذا فی شرح مسلم للنووی، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی: ۲/۲۱۹، قدیمی)

لوگوں نے کبھی کی، اور ایک عامل سے کہا کہ تم اگر قرعہ ڈالنا چاہتے ہو تو قرعہ کے ذریعہ سے معلوم کرو، اس عورت کو جن کا اثر، یا کوئی جسمانی قدرتی مرض، یا جادو ہے۔

اس قرعہ ڈالنے والے شخص نے قرعہ کے ذریعہ معلوم کر کے بتلایا کہ اس عورت پر جادو کا اثر ہے، حالانکہ قرعہ ڈالنے والا شخص کوئی خاص ماہر عملیات کے فن میں نہیں ہے۔ قرعہ اس طریقہ سے ڈالایا کہ اس عامل شخص نے ایک کوری ہانڈی منگائی اور لوگوں کے نام الگ الگ پرچیوں پر لکھے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ، حسنین - رضی اللہ تعالیٰ عنہم - کا واسطہ دیا اور اس ہانڈی پر چار بڑے فرشتوں کے نام لکھے۔

اور اس ہانڈی کو ایک طرف سے اس عامل نے اور دوسری طرف سے ایک دوسرے شخص نے شہادت کی انگلی کے اگلے حصہ سے ہانڈی کے کناروں سے ہانڈی کو اٹھالیا، اور وہ پرچیاں ہانڈی میں ڈال دیں اور سورہ یٰسین شریف کو پڑھا، اور جب سورہ یٰسین کے پہلے یسین پر پہنچا تو ہانڈی گھوم گئی اور سورہ یٰسین کو پڑھ کر سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص، سورہ فلق، سورہ ناس کو بھی پڑھا اور یہ الفاظ بھی پڑھے:

”الہی بحر مت سلیمان ابن داؤد علیہ السلام ساحر با مجرم

حاضر شود“.

تو ہانڈی گھوم گئی۔ دوبارہ سب پرچیاں نکال لیں اور پھر الگ الگ پرچیاں ڈال دیں، دو پرچیوں پر ہانڈی گھوم گئی، جبکہ وہی عمل کیا جو پہلے تھا۔ جن کے نام پر ہانڈی پھری، انہی دو آدمیوں کو جادوگر قرار دیا گیا۔

اس مسئلہ کے اندر چند چیزیں ہیں، جن میں سے ہر ایک کا جواب مطلوب ہے:

۱۔ قرعہ شریعت محمدی علیہ السلام میں گزری ہوئی بات پر، یا جادوگر کو معلوم کرنے کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ قرعہ کی اصل حقیقت قرآن وحدیث میں کیا ہے؟ اس سابق طریقہ سے قرعہ جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ جب یہ قرعہ جائز ہے تو اس قرعہ کی وجہ سے یہ دونوں آدمی جادوگر قرار دیئے جائیں گے یا نہیں، جبکہ عدلیہ دیکھتی ہے لوگوں کے پاس کوئی شرعی گواہ موجود نہیں ہے، صرف قرعہ کی وجہ سے ان دونوں آدمیوں کو ساحر و مجرم قرار دیا جا رہا ہے؟

۳۔ اگر اس ہانڈی کے پھرنے سے ان دو آدمیوں کا نام آجائے، لیکن علاوہ اس قرعہ کے کوئی ثبوت، عیان یا پنجابیت کے پاس ان کے جرم کا نہیں ہے، حالانکہ یہ دونوں فریق محفل عام میں قسم و حلف کے لئے تیار

ہیں، قسم اس طریقہ سے اٹھاتے ہیں کہ ”ہم خدائے تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں“ اور قسم دوبارہ اس طرح سے کھاتے ہیں کہ ”اگر ہم نے اس عورت پر جادو کیا ہو تو خدائے پاک ہم پر غضب نازل کرے۔“

ایسی صورت میں اس قرعہ کا اعتبار ہوگا یا اس حلف اور قسم کا؟ کیونکہ شرعی گواہ ان کے جادو کرنے کا کوئی کسی کے پاس موجود نہیں ہے۔

مجرم جو قرعہ روئے گئے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیات ہانڈی پھیرتے ہوئے پڑھی گئی ہے، ان پر ہمارا یقین ہے، لیکن ہو سکتا ہے کہ اس قرعہ والے مولوی سے کچھ غلط ہانڈی پھر گئی ہو، ہم نے جادو نہیں کیا، ہم خدا کے مجرم ہوں گے اگر ہم نے جادو کیا۔

۴۔۔۔۔۔ اگر یہ عمل قرعہ اندازی کا گزری ہوئی بات پر ناجائز ہے، نصو پ قطعہ قرآن وحدیث سے بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اور قرعہ ڈالنے والا کہتا ہے: اگر مفتیان کرام حدیث و قرآن کریم سے ناجائز بتلا دیں تو اس گناہ کی وجہ سے توبہ واستغفار کرنے کے لئے تیار ہوں، اور جو برادری کے لوگ میرے اس دھوکہ میں آ گئے ان سے بھی معافی کا طلبگار ہوں۔ اب اس عامل پر کوئی خاص مقرر سزا شریعت کی ہے یا توبہ واستغفار کرے؟ بعد کو پچھتایت سے معافی کے بعد بری قرار دیا جائے گا، کیونکہ اس عامل نے بھی دوسرے عامل کی اجازت سے یہ عمل کیا تھا۔

۵۔۔۔۔۔ جن لوگوں کے سامنے یہ عمل کیا تھا انھوں نے یہ عہد کیا تھا کہ اگر اس ہانڈی پر کسی کا نام آئے تو ہم اس کے مطابق مجرم کو سزا دیں گے، حالانکہ یہ مسئلہ معلوم نہیں ہے کہ اس کے علاوہ شرعی طور سے حلف و قسم پر کوئی طریقہ بری ہونے کا ہے یا نہیں؟ قرعہ قرار نہ دیا جائے، تو قوم یعنی پچھتایت لے فتویٰ کے جواب تک کوئی سزا نہیں دی، تو کیا یہ پچھتایت اس عہد کی وجہ سے گنہگار ہوگی یا نہیں، جبکہ مسئلہ سے بے خبر ہے؟

۶۔۔۔۔۔ قرعہ یا استحارہ گزری ہوئی بات پر ڈالا جائے یا آئندہ والی بات پر قرعہ جائز ہے، یا استحارہ جائز ہے؟

۷۔۔۔۔۔ اگر اس طرح قرعہ ڈالنا شریعت میں جائز ہے تو مجرمان کو اس قرعہ پر مجرم ہی قرار دیا جائے گا، یا قسم پر بری کیا جائے گا؟ ”القسام علی المدعی والیمین علی من انکر“ پر عمل ہوگا؟

اگر اس طرح پر پرچیاں ڈال کر ہانڈی چلانا ناجائز ہے، عامل توبہ کرے تو وہ قابل معافی ہے یا نہیں؟

اور جو شخص جادو کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے اور کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرعہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک کام میں دو صورتیں ہیں اور دونوں شرعاً برابر ہیں، جس صورت کو چاہے اختیار کر لیا جاوے، محض اطمینان کے لئے قرعہ اندازی کر لی جاتی ہے، مثلاً: ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، اس کو سفر میں جانا ہے، شریعت کی طرف سے اس کو اجازت ہے جس بیوی کو چاہے سفر میں ساتھ لے جائے، دوسری کو اعتراض کا حق نہیں، وہ قرعہ اندازی کرتا ہے جس کے نام پر نکل آیا اس کو ساتھ لے جاتا ہے (۱)۔

یا مثلاً: ایک شخص کا انتقال ہوا، اس نے چار بیٹے چھوڑے اور ترکہ میں جائیداد (زمین، باغ، مکان) ہے، یہ چاروں تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو اس تمام جائیداد کو قیمت اور حیثیت کے اعتبار سے چار قطعہ قرار دیئے جائیں گے جو کہ حیثیت اور قیمت میں برابر ہیں۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ کون سا قطعہ کس کو دیا جائے، تو قرعہ اندازی کر لی جاتی ہے، اس طرح کہ قطعوں کے نمبر مقرر کر دیئے جاتے ہیں، نمبر: ۱ قطعہ فلاں کا ہے، نمبر: ۲ فلاں، نمبر: ۳ فلاں، نمبر: ۴ فلاں، پھر چار کاغذوں پر نمبر: ۱، ۲، ۳، ۴ لکھ کر گولی بنادی جائے، تاکہ یہ معلوم نہ ہو کہ اس گولی میں کس نمبر کا قطعہ لکھا ہوا ہے، پھر کسی نا سمجھ بچے کو بلا کر کہا جاوے کہ ان چاروں گولیوں کو ان چاروں پر تقسیم کر دیں، یا یہ چاروں آنکھیں بند کر کے ایک ایک گولی اٹھالیں، جس کے حصہ میں جو گولی گرے، اس میں لکھا ہوا قطعہ اس کو مل جائے۔

۱۔۔۔ غرض قرعہ آئندہ کاموں کے لئے ہوتا ہے، گزشتہ کے لئے نہیں۔ قرعہ شرعی دلیل نہیں ہے، محض

(۱) "عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أراد سفراً، أقرع بين نسائه، فأبتهن خرج سهمها خرج بها معه". متفق عليه". (مشکوٰۃ المصابيح،، کتاب النکاح، باب القسم، الفصل الأول، ص: ۲۷۹، قدیمی)

"وفى الهداية: لاحق لها فى القسم حالة السفر. ويسافر الزوج بمن شاء منهم، والأولى أن يقرع بينهم. فیسافر بمن خرجت قرعتها .. ولأنه قد يتفق بإحداهما فى السفر. وبالأخرى فى الحضر، والقرار فى المنزل لحفظ الأمتعة، أو لخوف الفتنة، أو تمنع من سفر إحداهما كثره سمنها. فتعين من يحاف صحبتها فى السفر للسفر لخروج قرعتها إلزام للضرورة الشدیده. وهو مندفع بالنافى للحرص". (مرواة المعاتب، کتاب النکاح، باب القسم، (رقم الحديث: ۳۲۳۴) / ۶ / ۳۸۰، رشیدیہ)

طہمیان کے لئے ہے (۱)۔

۲۔ عامل صاحب نے جو صورت اختیار کی ہے اس کی وجہ سے شرعاً ان دونوں شخصوں کو جادو کا مجرم

قرار دینا جائز نہیں (۲)۔

۳۔ جب وہ دونوں آدمی انکار کرتے ہیں اور قسم کھاتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کا اعتبار نہ

کیا جائے۔

۴۔ قرعہ شرعی حجت اور دلیل نہیں، عامل صاحب کو لازم ہے کہ بلا شرعی دلیل کے محض اپنے کسی عمل

پر اٹھا دے کہ ہوئے کسی کو مجرم قرار دے دیں (۳)۔ اور توبہ واستغفار کر لیں، جب وہ توبہ واستغفار کر لیں اور جن دو

(۱) "القسمۃ - شرعاً جمع نصب شائع لہ فی مکان معین، ومیبہا طلب الشرکاء أو بعضہم

الانقاع بملک علی وجہ الخصوص". (رد المحتار، کتاب القسمۃ ۲/۵۳، سعید)

"کل واحد من الشرکاء یصح بعد القسمۃ مالکاً لصفحہ بالاستقلال، ولا یبقی لأحدهم علاقۃ

فی حصۃ الآخر" (شرح المجملۃ لسلم رسم باز اللہانی، الفصل الثانی من فی احکام القسمۃ، رقم

المادۃ: ۱۱۶۲: ۱/۶۳۳، مکتبہ حقیقہ)

(۲) "وهذه الأضراب کلیها تسمی کھانۃ، وقد اکذبہم کلہم الشرع، ویبہی عن تصدیقہم وإتیانہم. واللہ

أعلم". (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکھانۃ وإتیان الکھان:

۲/۳۳۲، قدیمی)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِتْمٌ﴾ (سورة الاحمرات: ۱۲)

قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قولہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ

الظَّنِّ﴾ ای تاعدوا منه، وأصل اجتنبہ كان علی جانب منه، ثم شاع فی الساعۃ الالزام لہ، وتكریر ﴿كَثِيرًا﴾

لیحتاط فی كل طس ویضامل حتی یعلم أنه من أى القبیل، فإن من الظن ما یباح تصاعده کاطل فی الأمور

المعاشیة، ومنه ما یوجب کالظن حیث لا قاطع فیہ من العملیات کالواجبات الثابۃ بعبء دلیل قطعی، وحسن

الظن بالله عروحل، ومنه ما یحرم کالظن فی الإلهیات والنبیوات، وحیث یخالقہ قاطع وظن السوء بالمؤمنین،

ففی الحدیث: "إن اللہ تعالیٰ حرم من المسلم دمه وعرضه، وأن یظن به ظن السوء". وعن عائشۃ رضى اللہ

تعالیٰ علیہا مرفوعاً: "من أساء بأخیه الظن، فقد أساء بربہ الظن، إن اللہ تعالیٰ یقول: ﴿اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ

الظَّنِّ﴾" (روح المعانی، (سورة الاحمرات ۱۲) ۲/۱۵۶، دار احیاء التراث العربی بیروت)

آدمیوں کو جادوگر قرار دیا ہے ان سے معافی مانگ لیں (۱) اور اطمینان ہو جائے کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے، تو اب تک جو کچھ کیا غلط فہمی کی وجہ سے کیا تو ان کو معاف کر دیا جائے، ان کو سزا نہ دی جائے۔

۵ یہ عبد بھی غلط فہمی اور تاوانی کی وجہ سے کیا گیا، جب قرعہ جیت شرعی نہیں ہے تو اس سے ثابت ہو جانے کی بناء پر مجرم قرار دیکر سزا دینا جائز نہیں (۲)، اگر ان لوگوں نے قسم کھائی تھی تو اب سزا نہ دینے کی وجہ سے قسم کا کفارہ ادا کریں، جس جس نے قسم کھائی تھی کفارہ دیں، دس غریبوں کو شکم سیر و دو وقت کھانا کھلائیں، یا کپڑا پہنائیں، یا تین روزے مسلسل رکھیں (۳)، تو یہ استغفار کریں اور آئندہ کبھی ایسی قسم نہ کھائیں (۴)۔

(۱) "إن لها (أى التوبة) ثلاثة أركان: الإقلاع، والندم على فعل تلك المعصية، والعزم على أن لا يعود إليها أبداً، فإن كانت المعصية لحق آدمي، فلها ركن رابع وهو المحلل من صاحب ذلك الحق". (شرح النووى على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۳/۲، قديمي)

(۲) "صل من قطعك، وأحسن إلى من أساء إليك". (فيض القدير شرح الجامع الصغير رقم الحديث ۵۰۰۳، ۵۰۰۴، مكتبة نزار مصطفى الباز وياض)

(۳) "قال الله تعالى: ﴿فكفارتها إطعام عشرة مسكين من أوسط ما تطعمون أهليكم، أو كسوتهم، أو تحرير رقبة، فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام﴾" (سورة المائدة: ۸۹)

قال الآلوسی رحمه الله: "أى فكفارتها ذلك، ويشترط الولاء عندنا". (روح المعاني: ۱۳/۷، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۴) "عن الحارث بن سويد قال: دخلت على عبد الله أعوده وهو مريض، فحدثنا بحدیثین: حدیثاً عن نفسه، وحدیثاً عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "لله أشد فرحاً بتوبة عبده المؤمن من رجل في أرض ذوبية مهلكة معه راحلته عليها طعامه وشرابه، فنام فاستيقظ وقد ذهب، فطلبها حتى أدركه العطش، ثم قال: أرجع إلى مكان الذي كنت فيه فأنام حتى أموت، فوضع رأسه على ساعده ليموت، فاستيقظ وعنده راحلته، عليها زاده وطعامه وشرابه، فالتفت أشد فرحاً بتوبة العبد المؤمن من هذا براحلته وزاده". (الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۳/۲، قديمي)

قال الإمام النووي رحمه الله تعالى: "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الصور لا يحوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة". (شرح النووي، على الصحيح لمسلم، المصدر السابق)

۶۔ استخارہ بھی آئندہ بات کے لئے ہوتا ہے، مگر یہ بھی آئندہ بات کے لئے ہوتا ہے، دونوں جائز ہیں، عامل صاحب نے جو عمل کیا ہے وہ نہ قرعہ ہے نہ استخارہ ہے، استخارہ کی ترغیب آئی ہے، ابوداؤد شریف وغیرہ میں مذکور ہے (۱)۔

۷۔ یہ قرعہ بھی نہیں ہے، نہ شرعی حجت ہے، اس سے کسی کو مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا ہے، وہ دونوں شخص ایسی صورت میں بری ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد المحرم محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۳/۹۳ھ۔

جادو، گنڈہ وغیرہ غیر مسلم سے لینا

سوال [۹۵۹۸]: مسلمان مرد و عورت کا جادو کرنا کرانا، کافروں سے لگدے، تعویذ منتر کرنا کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلية:

جاو کرنا اور کرنا حرام ہے، اگر اس میں کوئی شی عتیدہ اسلام کے خلاف ہو تو کفر ہے۔ اور ہنود سے منکر اور گند اور تعویذ وغیرہ نہیں لینا چاہیئے کہ اس میں بسا اوقات شرک کی باتیں ہوتی ہیں، اس کی تعظیم اور اس پر اعتقاد کفر ہے:

"فإن كان في ذلك (أى السحر) رداً ما لزمه في شرط الإيمان، فهو كفر، وإلا فلا.

(١) "عن محمد بن المنكدر أنه سمع جابر بن عبد الله رضى الله تعالى عنهما قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا الاستخارة كما يعلمنا السورة من القرآن، يقول لنا: "إذا هم أحدكم بالأمر، فليركع ركعتين من غير الفريضة وليقل: اللهم إني أستخيرك بعلمك وأستقدرك بقدرتك وأسألك من فضلك العظيم، فإنك تقدر ولا أقدر وتعلم ولا أعلم وأنت علام الغيوب، إلخ". (سنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب الاستخارة، ٢١٥/١، دار الحديث لمطابق)

(٤) "وهذه الأصرب كلها تسمى كهانة، وقد اكذبهم كلهم الشرع، ونهى عن تصديقهم وإتيانهم والله أعلم." (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان ٢/٢٣٢، قديم).

فلو فعل ما فيه هلاك إنسان أو مرضه أو تفريق بينه وبين امرأته وهو غير منكر لشيء من شرائط الإيمان، لا يكفر، لكنه يكون فاسقاً ساعياً في الأرض بالفساد، فيقتل الساحر والساحرة؛ لأن علة القتل السعي في الأرض بالفساد، اهـ. شرح فقه أكبر، ص: ۱۸۷ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمد تگلوبی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۹/ صفر/ ۱۳۵۹ھ۔



الفصل الثانی فی العوذة (تعویذ کا بیان)

کیا تعویذ میں اثر ہے؟

سوال [۹۵۹۹]: کیا عامل کے جائز عمل یعنی تعویذ وغیرہ کے استعمال سے اپنے مسفر اور مفید مقاصد کی تکمیل ہو جائے، پھر اعتقاد رکھنا جائز ہے، یا مسنون طریقہ اور دعاء سے مقاصد کی تکمیل کا آرژومند رہنا شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حقیقی نفع و ضرر تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہے، مگر جس طرح غذا و دوا میں اللہ تعالیٰ نے اثر رکھا ہے، اسی طرح تعویذات میں بھی اثر رکھا ہے لیکن کسی چیز کو خداوند تعالیٰ کی طرح نفع و ضرر کا مالک تصور کر لینا جائز نہیں (۱)۔ فقط دعاء پر اعتماد کر لینا اعلیٰ مقام ہے جس کو نصیب ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۸۸ھ۔

(۱) "عن عوف بن مالک الأشجعی رضى الله تعالى عنه قال: كنا نرقى في الحاهلية، فقلنا: يا رسول الله! كيف ترى في ذلك، فقال: "اعرضوا على رقاكم، لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك"، (مشکوۃ المصابیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الأول، قبیل الفصل الثانی، ص: ۳۸۸، قدیمی)

"أن الرقى بكرة منها ما كان بغير اللسان العربي، وبغير أسماء الله تعالى وصفاته وكلامه في كنه السرلة، "لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك"، أي كفر". (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الأول، (رقیہ الحدیث: ۳۵۶۸، ۳۵۳۰) ۳۰۳/۸، ۳۰۳، رشیدیہ)

"أجمع العلماء على جواز الرقية عند اجتماع ثلاثة شروط: أن يكون بكلام الله تعالى وأسمائه وصفاته، وباللسان العربي، أو بما يعرف معناه من غيره، وأن يعتقد أن الرقية لا تؤثر بذاتها بل بذات الله =

تعویذ اور عملیات

سوال [۹۶۰۰]: ... ہمارے پڑوس میں ایک شخص رہتا ہے جو کہ تعویذ لکھ کر دیتا ہے، کوئی تعویذ زعفران سے لکھتا ہے، کوئی تعویذ سفید مرغ کے خون سے لکھتا ہے، اور کوئی تعویذ پیاز کے عرق سے لکھتا ہے، اور وہ عالم نہیں ہے۔ کیا اس کا ایسا کرنا درست ہے؟

۲ ایک کتاب ”عملیات اور تعویذات“ ہے جس میں طرح طرح کے فائدے سے بتلائے گئے ہیں، مثلاً: محبت کرنے کا عمل، دشمن پر فتح یاب ہونے کا عمل، اسی قسم کے اور بہت سے عمل بتلائے گئے ہیں اور لکھے گئے ہیں۔ کیا ان پر عمل کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... اگر وہ اس فن کو جانتا ہے تو درست ہے، اگر دھوکہ دیتا ہے، یا شریک چیزیں لکھتا ہے تو گنہگار ہے (۱)۔

۲... جو عمل کرتا ہو، اس کو لکھ کر دریافت کر لیں، وہ کتاب میرے پاس نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد وفکر، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۶/۲۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۶/۲۰ھ۔

۳ تعالیٰ۔ (فتح الباری، کتاب الطب: ۱۰/۱۹۵، دارالفکر بیروت)

(۱) ”عن عوف بن مالک الأشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کنا نرقی فی الحاہلیۃ، فقلنا: یا رسول اللہ! کیف تری فی ذلک، فقال: ”اعرضوا علیّ رقاکم، لا بأس بالرقی ما لم یکن فیہ شرک“۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الأول، قبیل الفصل الثانی، ص: ۳۸۸، قدیمی)

”أن الرقی یکره منہا ما کان بعیر اللسان العربی، وبغیر أسماء اللہ تعالیٰ وصفاته وکلامہ فی کتبہ المنزلة۔ ”لا بأس بالرقی ما لم یکن فیہ شرک“۔ ”أی کفر“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الأول، (رقم الحدیث ۳۵۲۸، ۳۵۳۰، ۳۰۳/۸، ۳۰۳، وشیدہ)

”أجمع العلماء علی جواز الرقیہ عند اجتماع ثلاثة شروط: أن یکون بکلام اللہ تعالیٰ وبأسمائه وبصفاته، وباللسان العربی أو بما یعرف معناه من غیرہ، وأن یعتقد أن الرقیة لاتؤثر بذاتها بل بذات اللہ

تعالیٰ“ (فتح الباری، کتاب الطب ۱۰/۱۹۵، دارالفکر بیروت)

خون سے تعویذ لکھنا

سوال [۹۶۰۱]: اگر پرندہ وغیرہ جیسے مرغ، بچ کے خون سے شیطان کے نام لکھ کر فتنہ بنا کر جلادیا جائے (۱) جنات وغیرہ کے اثر کو دور کرنے کے لئے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح اگر فتنے کے خون سے آیت قرآنی لکھ کر تعویذ بنایا جائے (۲) تو کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلحاً:

حروف کا بھی شریعت میں احترام لازم ہے اگرچہ ان کے مجموعہ سے کوئی قابلِ اہانت نام حاصل ہو جائے:

”إذا كتب اسم فرعون أو كتب أبو جهل على غرض، يكره أن يرموا إليه؛ لأن لفظ الحروف الحرمه، كذا في السراجية، الخ“۔ عالمگیری: ۹۸/۴ (۳)۔

وہ مسفوح نجس ہے (۴)، اس سے شیطان یا کسی اور ملعون کا نام لکھنے سے بھی احترام حرف کے خلاف ہونے کی بنا پر منع کیا جائے گا، پھر آیات قرآنی کا تو بہر حال احترام فرض ہے، اس کے ساتھ اس معاملہ کی اجازت نہیں۔ بعض عامل خون سے آیات یا اسماء لکھتے ہیں اور علا جاس کو درست کہتے ہیں کہ اضطراباً ناجائز چیز بھی جائز ہو جاتی ہے جب کہ وہ جائز طریقہ پر دفع نہ ہو سکے اور اسی ناجائز پر رفع اضطراب مفسد ہے (۵)۔ مگر یہ

(۱) ”فتیلہ: موئی، جی، جی، ہوئی، چیز تعویذ کی جی جس سے تیار یا آسیب زدہ کو دھونی دیتے ہیں“۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۳۵، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”فس: ایک قسم کی لٹخ، ایک قسم کی آبی ہلہ، روح، آتما، جان“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۵۱، فیروز سنز لاہور)
(۳) (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلۃ والمصحف وما یتبع فیہ شی من القرآن: ۳۲۳/۵، رشیدیہ)

(و کذا فی السراجیہ، کتاب الکراہیۃ، باب المتفرقات ص: ۷۶، قدیمی)

(۴) ”و دم مسفوح من سائر الحيوانات“۔ (الدر المختار، باب الأنجاس: ۳۱۹/۱، سعید)

(۵) ”یحوز للعلیل شرب البول والدم والمیئۃ للتداوی إذا أخبره طبیب مسلم أن شفاءه فیہ، ولم یجد من المباح ما یقوم مقامه“۔ (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع: ۳۸۹/۶، سعید)
(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، وفيہ =

بات کہ اضطرار کا دفعیہ اسی پر منحصر ہے بغیر حجت قاطعہ کے قابل تسلیم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶۔ رد العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بند محمد نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

مرغ کے خون سے تعویذ لکھنا

سوال [۱۹۶۰۲]: مرغ کے خون سے تعویذ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت تھانوی (نور اللہ مرقدہ)

نے بیاض یعقوبی، ص: ۱۹۴ پر اس کو ناجائز تحریر فرمایا ہے اور شامی جلد اول، مطبوعہ مصر، ص: ۱۹۴، پر نکیر کے لئے پیشانی پر سورۃ فاتحہ یا اخلاص لکھنے کو جائز لکھا ہے اور یہی ان کے نزدیک مفتی ہے۔ اس میں صحیح قول کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فتاویٰ رشیدیہ: ۹۵/۳، کتاب الحظر والإباحۃ میں آیات قرآنیہ و اسمائے الہیہ کو نجاست سے

لکھنا حرام قرار دیا ہے، مگر جس طرح حالت اضطرار میں کلمہ کفر کا تلفظ مباح ہے (۱) اسی طرح اس کی بھی اجازت ہے، نہ کہ نا اس عمل کا اور مر جانا افضل ہے (۲) فقہاء کے جائز فرمانے کا یہی مطلب ہے اور ناجائز فرمانا غلی الاصل ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۵/رجب/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۵/رجب/۶۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۶/رجب/۶۶ھ۔

= العزل وإسقاط الولد: ۵/۳۵۵، وشہدہ

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿مَنْ كَفَرَ بِنَافِلِهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أَكْرَهَ وَقُلُهُ مَطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾ (سورۃ النحل ۱۰۶)

(۲) زان اکثمہ عالی الکفر، وقلمه مطمئن بالإيمان ويؤجر لوصبر لتركه الإجراء المحرم، ومثله سائر

حقوقه تعالى. (المر المحتار). "أي يؤجر أجر الشهداء، لما روي أن عبيداً وعماراً ابتلياً بذلك، فصر حبيب

حتى قتل، فسأه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم سيد الشهداء". (رد المحتار، كتاب الإكراه، ۱۳۵/۶، سعید)

(و كذا في مجمع الأنهر، كتاب الإكراه، ۳۳۳/۲، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و كذا في الفتاوى العالمكية، كتاب الإكراه، الباب الثاني فيما يحل للمكره أن يفعل وما لا يحل، ۳۸/۵، رشیدیہ)

(۳) یعنی اسلذوق کام ناجائز ہے، البتہ صحت یا نیک کی اس کے علاوہ کوئی اور ملامت نہ ہو تو خون سے تعویذ لکھنے کی رخصت ہے۔

دا کوؤں کو تعویذ کے ذریعہ ہلاک کرنا

سوال [۹۶۰۳]: ایک گاؤں کے چند آدمی ڈاکہ زنی کے عادی ہو گئے ہیں جن سے عام لوگ بہت پریشان ہیں۔ ایسے لوگوں کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ کیا ایسے لوگ ہلاک کروینے کے قابل ہیں؟ اگر تعویذات اور عملیات سے ان کو ہلاک نہ کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ڈاکہ زنی کی اصل سے اقرآن پاک میں قتل، صلب، قطع بھی مذکور ہے (۱)، مگر اس کو جاری کرنا ہر ایک کے اختیار میں نہیں دیا گیا، بلکہ اس کے لئے ایک خاص قسم کا تسلط و غلبہ والا امیر المؤمنین ہونا ضروری ہے، اس کی زیر نگرانی یہ سزا دی جاسکتی ہے (۲)۔ لیکن جان، مال، اولاد، عزت کی حفاظت کی تدبیر اختیار کرنا ضروری ہے، اور

= تاہم اس رخصت پر عمل کرنے کی بجائے عزیت پر عمل کر کے وہ آدمی مرتد ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

"اتفق العلماء علی أن الدم حرام نحس لایزکل ولا ینتفع به". (احکام القرآن لابن العربی:

۵۳/۱، بیروت)

(وکذا فی احکام القرآن للحصاص: ۱۴۹/۲، قدیمی)

"وقد أفتی ابن الصلاح بأنه لا يجوز أن یکتب علی الکفن "یس والکھف" ونحوهما خوفاً من صدید السمیت . — فالأسماء المعظمة باقیة علی حالها، فلا يجوز تعريضها للنجاسة . نکره کتابة القرآن وأسماء الله تعالیٰ علی الدراهم والمخارِب والجدران وما یفرش، وما ذک إلا لاحترامه . . . وسحره مما فیہ إهانة، فالمنع هنا بالأولیٰ مالم ینت عن المحتشد أو یقتل فیہ حدیث ثابت".

(رد المحتار، کتاب الصلوة، قبیل: باب الشہید ۴۳۶/۲، ۴۳۷، سعید)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ یحاربون الله ورسوله ویسعون فی الأرض فساداً أَنْ یقتلوا أو یصلبوا أو تقطع أبداً بهم وأرجلهم من خلاف أو ینقروا من الأرض﴾ (سورة المائدة ۳۳)

(۲) "وأرکانه سنة علی ما تنظیمه ابن الغرس بقوله:

أطراف کل قضية قضیة حکمیة مست یلوح بعدها التحقیق

حکم، ومحکوم به وله، ومحکوم علیه، وحاکم". (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدین رحمہ

الله تعالیٰ: " (بقوله. وحاکم) هو إما الإمام أو القاضی أو المحکوم، أما الإمام، فقال علماؤنا: حکم السلطان =

اس سلسلہ میں حکومت سے تعاون کرنے کی ضرورت ہے۔ خود بھی ہوشیار رہیں، غافل نہ رہیں۔ جو شخص جان، مال، اولاد عزت کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے (۱)۔ جائز تعویذات کے ذریعہ سے اگر حفاظت ہو سکے تو شرعاً اجازت ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۴/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۴/۸۸ھ۔

تعویذ، گنڈے کے لئے نامحرم سے میل جول

سوال [۹۲۰۴]: اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جو تعویذ، گنڈے کرنے کو اپنا پیشہ بنالے اور غیر مسلم کو

= العادل پنہا۔ (رد المحتار، کتاب القضاء: ۳۵۳/۵، سعید)

”و اما شرائط جواز اقامتها، فمنها ما يعم الحدود كلها، ومنها ما يخص البعض دون البعض“.

”اما الذى يعم الحدود كلها، فهو الإمامة، وهو أن يكون المقيم للحد هو الإمام أو من ولاه

الإمام، وهذا عندنا“۔ (بدائع الصنائع، كتاب الحدود، فصل فى شرائط جواز اقامتها: ۲۵۰/۹،

دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) ”عن سعيد بن زريع رضى الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول:

”من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد، ومن قتل دون

أهله فهو شهيد“۔ (سنن الترمذی، أبواب النبیات، باب ما جاء فیمن قتل دون ماله فهو شهيد.

۲۶۱/۱، سعید)

(و كذا فى سنن النسائى، كتاب المحاربة وتحريم الدم، باب من قاتل دون دمه فهو شهيد:

۱۷۲/۲، قديمی)

(ومن أبى داود، كتاب السنة، باب فى قتال اللصوص: ۳۱۴/۲، مكتبة رحمانية)

(ومن أبى ماجة، كتاب الحدود، باب من قتل دون ماله فهو شهيد: ۱۸۵/۲، قديمی)

”ودخل فيه المغتول مدافعاً عن نفسه أو ماله أو المسلمين أو أهل الذمة، فإنه شهيد“.

(رد المحتار، باب الشهيد: ۲۴۸/۲، معبد)

(و كذا فى البحر الرائق، باب الشهيد. ۳۳۵/۲، وشيخه)

(۲) کیونکہ جائز امور کے لئے تعویذ کی شرعاً اجازت ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی کفر یا غلطی نہ ہو۔

بھی تعویذ قرآنی آیات سے لکھ کر دیوے، اور ان سے اجرت بھی لیوے، نیز نامحرم عورتوں سے بے پردگی سے ملے جلے، حتیٰ کہ نامحرم عورتوں کو مار پیٹ کر تباہ ہو؟ اور کہتا ہے کہ مجھے شیخ مدنی نے تعویذ کرنے کی اجازت دی ہے، یا ان کے خلفاء کا نام لیتا ہے، کیا اس شخص کا یہ فعل شریعت کے خلاف نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تعویذ میں قرآنی آیات یا احادیث کی دعائیں، یا ان کے اعداد لکھ کر شفا کے لئے دینا درست ہے (۱)۔ جس طرح نبض پر ہاتھ رکھ کر نامحرم کے مرض کی تشخیص کرنا درست ہے، اسی طرح اگر ضرورت پیش آئے تو علاجاً بال پکڑنا بھی درست ہے (۲)۔ تعویذات پر اجرت لینا بھی درست ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ علاج

(۱) "وعن أنس رضي الله تعالى عنه قال: "رخص رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في الرقية من العين، والحمة، والنملة".

"وكان صلى الله تعالى عليه وسلم قد نهى عن الرقي لما عسى أن يكون فيها من الألفاظ الجاهلية، فانهى الناس عن الرقي . . . والمراد بالرقية هنا ما يقرأ من الدعاء وآيات القرآن لطلب الشفاء، منها ما ورد من حديث مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجة عن أبي سعيد رضي الله تعالى عنه مرفوعاً: "بسم الله أرقيك من كل شيء يؤذيك، ومن شر كل نفس أو عين حاسد" الله يشفيك، بسم الله أرقيك". (مراقبة المسفاتيح، كتاب الطب والرقي، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۵۲۶): ۳۰۱/۸، وشيخه)

"إنما تكسره العوذة إذا كانت بغير لسان العرب، ولا يدري ما هو، ولعله يدخله سحراً وكفراً وغير ذلك. وأما ما كان من القرآن أو شيء من الدعوات، فلا بأس به". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۶۳/۶، سعيد)

(۲) "والأصل أن لا يجوز النظر إلى امرأة؛ لما فيه من خوف الفتنة، ولهذا قال عليه الصلوة والسلام: "المرأة مستورة، اهد". وينظر الطبيب إلى موضع مرضها، لهد". "وفي نظر الطبيب إلى موضع المرض ضرورة، فيرخص لهم أحياناً لحقوق الناس ودفعاً لحاجتهم، فصار كنظر الختان والمخاضة. وكذا ينظر إلى موضع الاحتقان للمرض؛ لأنه مداواة . . . وينبغي للطبيب أن يعلم امرأة إن لم يكن؛ لأن نظر الجنس أخف. وإن لم يمكن، ستر كل عضو منها سوى موضع المرض، ثم ينظر ببعض بصره عن غير ذلك الموضوع ما استطاع؛ لأن ماثل للضرورة يقتصر بقدر الضرورة". (تبيين الحقائق: ۳۰۹/۷، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، دار الكتب العلمية بيروت)

سے واقف اور ماہر ہو، قریب کرنا چاہئے (۱)۔ تاہم کے ساتھ تہائی بھی چاہئے (۲)۔ نیز ایسا کوئی کام

(۱) "عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: بعث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إلی أبی بن کعب طیباً، فقطع مہ عرق، ثم کواہ علیہ۔"

"قوله "طیباً" قال القرطبی: بدل علی أنه لا یلی عمل الشئ إلا من یعرفه" (تکملة فتح

الملہم، کتاب الطب، باب لكل داء دواء، واستحباب التداوی: ۳/۳۹۹، مکتہ دارالعلوم کراچی)

"ذاکر مالک فی "موطنہ"، عن زید بن أسلم أن رجلاً فی زمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم أصابه حرج، فاحتقن الجرح الدم، وأن الرجل دعا رجلین من بنی أنصار، فظرا إلیہ فرعما أن

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: لهما: "ایکما أطب؟" فقال: أوفی الطب خیر یا رسول اللہ!

فقال: "انزل الداء الذی أنزل الداء".

لفی هذا الحدیث أنه ینعی الاستعانة فی کل علم وصاعة بأحدق، فإنه إلی الإصابة أقرب.

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، فصل فی ہدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الإرشاد إلی معالجة

أحدق الطبیب، ص: ۷۸۱، دارالفکر بیروت)

(۲) "عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "لا تلجؤا علی الملعبات،

فإن الشیطن یجرى من أحدکم مجرى الدم". الحدیث. (مشکوٰۃ المصابیح ۲/۲۶۹، باب النظر إلی

المخطوبة، الفصل الثانی، قدیمی)

"إن الشیطن": ای کیدہ ووسوسہ "یجرى": ای یسرى "من الإنسان": ای فیہ، وقیل: عُدی

"بىجرى"، بد "من" علی تضمین معنی التمكن: ای یتمكن الإنسان فی جریانہ "مجرى الدم": ای فی

جميع عروقہ شبہ سریان کیدہ وجریان وسوسہ فی الإنسان جریان دمہ فی عروقہ وجميع

أعصابہ، فهو کناہ عن تمکنه مع إغواء الإنسان وإضلاله تمکناً تاماً وتصرفہ فیہ تصرفاً کاملاً بواسطة

نفسه الأمارۃ بالسوء الشاش: قواہا من الدم وقیل: إرادة الحقیقة، فإن الشیاطین أجسام لطیفۃ

فادرة بأفادار اللہ تعالیٰ علی کمال التصرف ابتلاء للشیر". (مرواۃ المفاتیح: ۲/۲۳۵، ۲۳۶، کتاب

الإیمان، باب الوسوسة، الفصل الأول، رشیدیہ)

"عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "إلا لا ینین

رجل عد امرأة لیب إلا أن یكون ساکحاً أو ذا محرم". رواہ مسلم. (مشکوٰۃ المصابیح ۲/۲۲۸،

کتاب السکاح، باب بیان العورات، قدیمی)

بھی نہ کیا جائے جس سے مسلمانوں کو بدگمانی پیدا ہو اور تہمت کا موقعہ نکلے۔ غیر مسلم کو قرآنی آیات لکھ کر نہ دی جائے (۱)۔ ہاں! اگر خلاف کے ساتھ ہو اور بے ادبی کا مظنہ نہ ہو تو گنجائش ہے۔

غیر مسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھگڑا پھوٹک کی اجرت لی ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا ہے (۲)۔ فقط اللہ پاک اخلاص دے۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۷/۱/۸۸ھ۔

== "عن عمر رضى الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا يخلون رجل بامرأة إلا كانا ثالثهما الشيطان". رواه الترمذى. (مشکوۃ المصابیح: ۲/۲۶۹، کتاب النکاح، باب النظر إلى المحظورة، الفصل الثاني)

وقال الحسكفى رحمه الله تعالى عليه: "الخلوة بالأجنبية حرام". (الدرا المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "وأجمعوا أن العجز لا تسافر بغير محرم، فلا تخلو برجل، شاباً أو شيخاً". (ردالمحتار، کتاب الصلوة: ۳۶۸/۱، سعید)

(۱) قال الشافعي رحمه الله تعالى: لا ينبغي للرجل أن يعرض نفسه للتهمة ولا يجالس أهل التهمة ولا يحاطلهم، فإنه يصير منهما --- وروى عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يقف مواقف التهم". (بستان العارفين، الباب الرابع والستون في النهي عن التعرض للتهمة، ص. ۵۳، رشديه)

"وذكر عن لقمان الحكيم أنه قال لابنه: يا بني! من يصحب صاحب السوء لم يسلم، ومن يدخل مدخل السوء يتهم". (تسبیہ العارفين، باب حفظ اللسان، ص: ۱۱۵، رشديه)

(۲) "عن أبي سعيد رضى الله تعالى عنه قال: انطلق نفر من أصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في سفرة سافروها، حتى نزلوا على حتى من أحياء العرب، فاستضافوهم، فأبوا أن يصبقوهم، فلذغ سيد ذلك الحي، فسعوا له بكل شيء لا يشعه شيء، فقال بعضهم: لو أتيتهم هؤلاء الرهط الذين نزلوا لعله أن يكون عند بعضهم شيء، فأتوهم فقالوا: يا أيها الرهط! إن سيدنا لذغ وسعينا له بكل شيء لا يشعه، فهل عند أحدكم من شيء؟ فقال بعضهم: نعم والله! إني لأرقى، ولكن والله! لقد استصفاكم فلم تضيّقونا، فما أنا برقيق لكم حتى تجعلوا لنا جعلاً، فصالحوهم على قطيع من الغنم، فانطلق يتنفل عليه ويقرا --- فقال بعضهم: اسمعوا، فقال الذي رقى: لاتنفلوا حتى تأتي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فذكر له الذي =

عورتوں کو عامل سے تعویذ لینا اور کابینوں سے جھاڑ پھونک کرانا

سوال [۹۶۰۵]: کیا عورتوں کو تعویذ والے، نیز کابینوں کے پاس جا کر جھاڑ پھونک کرانا شرعاً

درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناحرم سے دور رہنا چاہیے (۱)، کابین کے پاس جا کر اس سے مخفی باتیں پوچھنا تو زیادہ خطرناک ہے (۲)۔ تعویذ وغیرہ کی ضرورت ہو تو عامل سے اپنے شوہر، یا کسی محرم والد بھائی وغیرہ کے ذریعہ منگالیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۹۱ھ۔

= كان، فننظر ما يأمرونا. فليدعوا على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فذكروا له، فقال: "وما يدريك أنها رقية؟" ثم قال: "قد أصبتم، اقموا وأصروا لي معكم سهماً". فضحك النبي صلى الله تعالى عليه وسلم. (صحيح البخاري، كتاب الإجارة، باب ما يعطى في الرقية على أحياء العرب بغانحة الكتاب ۱/ ۳۰۳، قديمي)

(۱) "عن حاسر رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا لا يبش عند امرأة يسب إلا أن يكون ساكحاً أو ذا محرم". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول: ۲۶۸/۳، قديمي)

"في الأشباه: الخلوة بالأجنبية حرام". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۳۶۸/۶، سعيد)

"والحلوة بالأجنبية يكره تحريماً". (الفتاوى البيزاية على هامش الفتاوى العالمة كبرى، كتاب الكراهية، الفصل السابع في المنفقات: ۳۷۱/۶، رشديه)

(۲) "عن أنس حبره رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من أتى كاهناً فصدقه بما يقول، أو أتى امرأته حائضاً، أو أتى في دبرها، فقد برئ مما أنزل على محمد". (مشكوة المصابيح، كتاب الطب، باب الكهانة، الفصل الثاني: ۳۹۳/۲، قديمي)

الفصل الثالث فی العمليات والوظائف والأوراد

(عملیات اور وظائف کا بیان)

عملیات سے متعلق چند ضروری سوالات

سوال (۹۶۰۶) : ۱..... ایک متوسط آمدنی والا شخص جس کے کئی ذریعہ آمدنی ضروریات زندگی کے

لئے کافی ہیں، کیا مزید آرام و آرائش کے لئے نقوش و تعویذات پر معاوضہ یا نذرانہ لے سکتا ہے؟

۲... تعویذات و نقوش کو دنیاوی منافع کے حصول کی غرض سے استعمال کرنا کیسا ہے؟

۳..... کیا ضرورت مند اور مریض کو بطور تعویذ آیت تحریر کر کے دے سکتا ہے تاکہ مریض بازو پر یا گلے

میں باندھے؟ اعداد کے ذریعہ نقوش پڑ کرنے کی کیا حیثیت ہے؟ کیا عملیات میں عربی کے علاوہ دیگر زبان مثلاً

عبرانی وغیرہ غیر تائوس الفاظ کیا جاسکتا ہے؟

۴ عملیات سے جن وشیا طین کو تابع کرنا، انہیں جانا اور ہلاک کرنا یا عمل تخیر سے لوگوں کو صخر کرنا

اور ان کے دل و دماغ پر اثر انداز ہونا کیسا ہے؟

۵ ... کیا عملیات سے ہلاکت اعداء اللہ اور ان کو مختلف قسم کی مضرتیں پہونچانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... ایک قسم کا معاملہ ہے جو شخص واقف ہو اور صحیح طریقہ پر علاج کرے تو نذرانہ لے سکتا ہے (۱)۔

(۱) "عن اسی سعید الحدادی أن وهطاً من أصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انطلقوا فی سعة

سافر وھا، فزولوا بحی من العرب فاستضافوھم، فأبوا أن یضیقوھم. قال: فلدع سید ذلک الحی، فشقوا لہ

بکل شی لا ینفعہ شی، فقال بعضهم: لو ایتیم هؤلاء الرهط الذین نزلوا بکم لعل أن یکون عند بعضهم شی

نفع صاحبکم، فقال: بعضهم إن سیدنا لدغ، فہل عند أحد منکم یعنی رقیۃ؟ فقال رجل من القوم: إی

لأرہمی، ولکن استشفناکم فأیتیم أن تضیقوھا، ما أنا بواق حتی تعملوا لی جعلاً ففعلوا لہ قطیعاً من =

حبہ اللہ خلت کو نفع پہنچانا اطلاقیات ہے۔

۲۔ جائز منافع دنیویہ کے لئے جیسے دفع مرض کے لئے جائز تعویذات و نقوش کا استعمال کرنا جائز ہے (۱)۔

۳۔ آیات دے سکتا ہے (۲)، مگر تعویذات کو موم جامہ کر کے ایسے طریقہ پر استعمال کرے کہ بے وضواس کا مس نہ ہو (۳)۔ اعداد کے ذریعہ بھی نقوش دینا درست ہے۔ اعداد آیت کے یا اسمائے الہیہ کے ہوں۔ جس عبارت کا مفہوم معلوم نہیں اس کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے خواہ کسی زبان کے ہوں (۴)۔
۴۔ جنات و شیاطین کے شر سے تحفظ کے لئے جائز عملیات کرنا درست ہے (۵)۔ ان کے ذریعہ

= النساء، فأنه ففراً عليه بأتم الكتاب، وبثقل، حتى برء كأنما أنشط من عقال، فأرقاهم جعلهم الذي صالحوه عليه. فقالوا: اقتسموا، فقال الذي رقا: لا تفعلوا حتى تأتي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فنسأله، فعدوا على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فذكروا له، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أين علمتم أنها رقية؟ أحسنتم. واضربوا لي معكم بسهم". (سنن أبي داود، كتاب الإجماع، باب في كسب الأطباء: ۱۲۹/۲، إمداديه ملتان)

(۱) "ان الأمور بمقاصدها". (الأشباه والنظائر، الفن الأول، القواعد الكلية، القاعدة الثانية، ص: ۳۱، قدیمی)

(۲) "وأما ما كان من الآيات القرآنية والأسماء والصفات الرمزية والدعوات المأثورة النبوية، فلا بأس، بل يستحب، سواء كان تعويذاً أو رقية أو نشرة". (مرقاۃ المفاتیح، كتاب الطب والرقي، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۳۵۵۳: ۳۲۱/۸، رشیدیہ)

(۳) وقال الله تعالى: ﴿لَا يمسسه إلا المطهرون﴾ (سورة الواقعة: ۷۹)

"ولأساس بتعليق التعويذ، ولكن ينزعه عند الخلاء والقرآن، كذا في الغرائب". (الفتاوى العالمگیریہ، كتاب الکراهیہ، الباب الثامن عشر فی التداوی: ۳۵۶/۵، رشیدیہ)

(۴) "وأما على لغة العبرانية ونحوها، فيمتنع، لاحتمال الشك فيها". (مرقاۃ المفاتیح، كتاب الطب والرقي: ۳۲۱/۵، رشیدیہ)

(و كذا في رد المحتار. ۳۳۶/۶، معید)

(۵) (راجع رقم الحاشية: ۲)

دوسروں کو ضرر پہونچانے کے لئے عملیات کرنا درست نہیں، اس میں خطرات بھی ہیں، عملیات سے کسی کو مسخر کرنا موقوف کرنا درست نہیں (۱)۔

۵۔ اگر اللہ تعالیٰ کے شر سے بچنے کی کوئی صورت نہ ہو تو جائز عملیات کے ذریعہ بقصد تحفظ انتظام کرنا درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۹۵ھ۔

قرآن شریف کے ذریعہ چور کا نام نکالنا

سوال [۱۰۶۰]: قرآن شریف کے ذریعے چیلنج و بکر کی شخص کو مجرم اور یقینی طور پر چور بتلانا

کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

نا جائز ہے: "لا یأخذ الفال من المصحف". شرح فقہ اکبر: ص: ۱۸۳ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ

تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ حذا، صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۵۹ھ۔

(۱) البتہ دفع ظلم کے لئے ہو تو جائز ہے:

(امداد الفتاویٰ، تعویذات واعمال: ۸۹/۳، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) جائز عملیات سے مراد یہ ہے کہ اس میں الفاظ کفریہ نہ ہو اور شیاطین وغیرہ سے استدراج کی نہ ہو۔

(۳) (شرح الفقہ الاکبر، ص: ۱۳۹، مبحث: البأس من رحمة اللہ کفر، قدیمی)

(وکذا فی نوع المفتی والسائل: ۱۷۴/۳، من مجموعۃ رسائل اللکوی، إدارة القرآن کراچی)

"قال الرزکشی رحمہ اللہ تعالیٰ: ویحرم مذ الرحل إلی شی من القرآن أو کتب العلم. انتهى.

وهی إطلاق الحرمة وقفة، بل الأوجه عدمها إذا لم یقصد بذلك ما ینافی تعظیمة - والأولی أن لا

یستدرسه، ولا یتخاضه، ولا یرمیہ بالأرض بالوضع ولا حاجة تدعو لذلك. بل لو قبل: بکراهة الآخر لم

یبعد". (الفتاویٰ الحدیثیة لابن حجر المکی، مطلب فی أنه یرکوه أخذ الفال من المصحف،

ص ۳۰۷، قدیمی)

آیت قرآنی کے ذریعہ چور کا نام نکالنا

سوال (۸/ ۹۶۰): ایک شخص برابر قرآن کے ذریعہ چوروں کا نام نکالنے اور نکل جانے کو صحیح ماننا ضروری قرار دیتا ہے۔ اور ان کے نام نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کو ایک تاگے یاری میں باندھ کر لوہے کی کیل کے سچ میں لٹکا کر اس کیل کو دو شخص کیل کے دونوں سروں کو ایک ایک شہادت کی انگلی پر اٹھا لیتے ہیں اور اٹھانے کی حالت میں قرآن کیل کے سچ میں لٹکا رہتا ہے۔ اب نام نکالنے والے کا کہنا ہوتا ہے کہ جب اصل چور کا نام پرچہ پر لکھا ہوا قرآن میں ڈالا جائے گا تو قرآن گھومنے و پھر لگانے لگے گا، بس مجھ لیجئے کہ چور اصل یہی ہے جس کے نام پر گھوم گیا۔ جناب والا سے دریافت ہے کہ یہ اہانت قرآن ہے یا نہیں؟ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ حرکت قرآن کریم کے احترام کے خلاف ہے، بے ادبی ہے اور اہانت کو مستلزم ہے (۱)۔ اگر کسی کا نام نکل بھی آئے تو یہ شرعی جت نہیں، اس کے ذریعہ اس کو چور قرار دینا جائز نہیں۔ اس پیشہ کو ترک کرنا اور توبہ کرنا لازم ہے، اس سے عقائد بھی فاسد ہوتے ہیں، بہتان کا بھی دروازہ کھلتا ہے، بدگمانی بھی پھیلتی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین۔

(۱) (تقدم تخريجہ تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۲) بدگمانی سے اعادہ شریف میں ممانعت آئی ہے، لہذا ایسا کام کرنے سے بھی بچنا ضروری ہے جس سے لوگ بدگمانی کریں:

قال الفقيه رحمه الله تعالى: لا ينبغي للرجل أن يعرض نفسه للتهمة ولا يجالس أهل التهمة ولا يخالطهم، فإنه يصير منهما . . . وروى عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يقفن مواقف التهم". (بستان العارفين، الباب الرابع والستون في النهي عن التعرض التهمة، ص: ۵۳، وشيديه)

"وذكر عن لقمان الحكيم أنه قال لابنه: يا بني! من يصحب صاحب السؤل لم يسلم، ومن يدخل

مدخل السرء يتهم". (تنبيه العافلين، باب حفظ اللسان، ص: ۱۱۵، وشيديه)

چور کا نام نکالنا

سوال [۹۶۰۹]: قال نکالنا یعنی نام نکالنا جائز ہے کہ نہیں؟ جب کہ اکثر مشاہدہ میں یہ بات آگئی ہے کہ اس میں خط نام آتا ہے، دوسرے آدمی کو غلط رسوا اور بدنام کیا جاتا ہے اور اکثر چور کی دستیاب بھی نہیں ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ قال نکالنا شرعی دلیل نہیں ہے، جس کا نام نکلے اس کو چور قرار دے کر زبردستی اس سے مالی سرودھ وصول کرنا، یا اس کو سزا دینا، گرفتار کرنا، یا اس کو ذلیل اور رسوا کرنا جائز نہیں ہے (۱)۔ البتہ اس مقصد کے لئے ہو کہ چور ہوگا تو وہ ڈر کر مال واپس کر دے گا تو یہ تدبیر درست ہے، لیکن اگر وہ اس تدبیر سے نہ دے تو اس کو یقینی چور نہیں کہا جائے گا اور کسی قسم کی زیادتی کا حق نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۵/۹۹ھ۔

کافر سے جھاڑ پھونک

سوال [۹۶۱۰]: زید کہتا ہے کہ جھاڑ پھونک مریض پر کافر سے کرانا جائز ہے، مگر کہتا ہے جائز نہیں، بلکہ شرک ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کافر سے جھاڑ پھونک کرانے میں اس کا اعزاز اور اس کے ساتھ عقیدت کا اظہار ہو تو ناجائز ہے (۲)۔

(۱) "عن اسی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "المسلم احو المسلم لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یحقرہ، التقویٰ ہنہا" ویشیر الی صدرہ ثلث مرار "محسب امرء من الشر ان یحقر احیاء المسلم، کل المسلم علی المسلم حرام، دمہ ومالہ وعرضہ". (مشکوۃ المصابیح، کتاب آداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الاول: ۳۲۲/۲، قدیمی)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿لَا یُخَذِّلُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ اَوْ الْیَٰٓءِیَءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (آل عمران: ۲۸)
"ان کل ما عدہ العرف تعظیماً وحسبہ المسلمون موالاة، فهو منہی عنہ ولو مع اهل الذمة، لاسیما اذا وقع شیتاً فی قلوب ضعفاء المؤمنین". (روح المعانی: ۱۲۰/۳، (سورة آل عمران: ۲۸) =

ورنہ چاہئے جب کہ وہ چھاڑ پھونک میں شرک استعمال نہ کرے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود نفلہ۔

غیر مسلم سے آسیب کا علاج کرانا

سوال (۱۹۲۱): ایک شخص نے آسیب زدہ کا غیر مسلم سے علاج کرایا، بعد وہ اس کی تلاقی کرنا چاہتا ہے۔ آیا وہ استغفار کرنے سے عند اللہ مغفور ہو جائے گا، یا اس کی دوسری صورت ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر غلطی سے علاج کرایا ہے تو توبہ واستغفار کر لے (۲)۔ اگر وہ کلمات کفریہ وشرکیہ کے ذریعہ علاج

= دار احیاء التراث العربی بیروت

(۱) "إن الرقى يكفر منها ما كان بغير اللسان العربي، وبغير أسماء الله تعالى وصفاته وكلامه في كنية المنزلة ولا يكفر منها ما كان على خلاف ذلك كالتموذ بالقرآن وأسماء الله تعالى ...
لأبأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك: أي كفر". (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الأول،
(رقم الحديث: ۵۴۸): ۳۰۳/۸، ۳۰۴، وشیدہ)

(وكلذا في رد المحتار، فصل في اللبس: ۳۶۳/۶، سعید)

"رقية فيها اسم صم أو شيطان أو كلمة كفر أو غيرها مما لا يجوز شرعاً، ومنها ما لم يعرف معناها" (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقی: ۳۱۸/۸، وشیدہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا توبوا إِلَى اللَّهِ توبةً نصوحاً﴾ (سورة التوبة: ۸)
قال النووي: "واتفقوا أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة اهـ". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة ۳۵۳/۲، قديمي)
(وكلذا في روح المعاني تحت آية ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا توبوا إِلَى اللَّهِ توبةً نصوحاً﴾: ۱۵۹/۲۸،
دار احیاء التراث العربی بیروت)

"لو تاب عن القبيح لكونه قبيحاً، وجب أن يتوب عن كل القبيح". (روح المعاني: ۳۶/۲۵،
دار احیاء التراث العربی بیروت)

نہیں کرتا، بلکہ جائز طریقہ پر علاج کرتا ہے تو اس میں مضائقہ نہیں (۱)، جیسا کہ غیر مسلم ڈاکٹر یا طبیب سے جسمانی علاج درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۸۹ھ۔

غیر مسلم سے جھاڑ پھونک کرانا

سوال (۲۱۹): مسلمان ہندو سے منتر کرا لیتے ہیں، مسلمانوں کے لئے اس طرح کرانا جائز

ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غیر مسلم سے ایک تو علاج کرانے کے لئے یہ صورت ہے کہ وہ فن معالجہ کا ماہر ہے جیسے ڈاکٹر ہے، حکیم ہے، وید ہے (۲) کہ اس میں محض اس کی مہارت فن سے فائدہ حاصل کرتا ہے، جیسا کہ کسی دیکل غیر مسلم سے مقدمہ کی پیروی کرائی جائے، سو اس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے (۳)۔ دوسری صورت معالجہ کی یہ ہے کہ اس کو مقبول بارگاہ الہی تصور کیا جائے اور یہ عقیدہ ہو کہ اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بابرکت و مقبول ہیں، جب وہ دم کرے گا تو اللہ تعالیٰ مرض کو ختم فرمادیں گے، اس صورت میں غیر مسلم سے جھاڑ پھونک کرانا گویا کہ اس کو مقبول بارگاہ الہی قرار دینا ہے، حالانکہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے اس کا مستحق نہیں اور اس میں اس کے باوجود کافر ہونے کے بڑا اکرام و اعزاز ہے (۴)۔ اس لئے اس کی اجازت نہیں ہے، اس سے عقائد فاسد ہوتے

(۱) (تقدم تحریجہ تحت عنوان: "غیر مسلم سے سانپ کا کاٹنا جھڑوانا")۔

(۲) "وید ہندی طریقے پر علاج کرنے والا طبیب"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۱۸، فیروز سنٹر لاہور)

(۳) "وفیہ إشارة إلى أن المريض يجوز له أن يستطب بالكافر فيما عدا إبطال العبادة"۔ (رد المحتار:

۲/۳۲۳، کتاب الصوم، فصل فی العوارض المیحة لعدم الصوم، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲/۳۹۳، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: ۱/۳۶۳، کتاب الصوم، فصل فی العوارض،

دار المعرفۃ بیروت)

(۴) کافر کو کوئی ایسا منصب و مقام دینا جس سے مسلمان کی طرح اس کا اعزاز و اکرام لازم آ رہا ہو، جائز نہیں۔

=

ہیں کہ آدمی بغیر ایمان لائے بھی کفر کی نجاستوں میں ملوث ہو کر بزرگ و مقبول پارگا والسی ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المکرم و غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

حاضرات نکلوانا

سوال [۹۶۱۳]: ہمارے علاقہ میں رواج ہے کہ عامل لوگ بچوں کے ناخن میں سیاہی دے کر مؤکل یعنی جن سے جو چاہے سوال کرتے ہیں اور اس کا جواب مؤکل دیتا ہے۔ تو شرعاً یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ جنات کو جتنیہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حاضرات (۱) میں کلمات کفریہ و شرکیہ نہ ہوں نہ استمداد من غیر اللہ ہو، تو درست ہے ورنہ نہیں (۲)۔ لیکن حاضرات میں نظر آنے والی چیز یقینی نہیں ہوتی، بعض اکابر کا خیال ہے کہ وہ صرف دیکھنے والے اور عامل کے تخیل کا اثر ہوتا ہے، اس لئے اس کی وجہ سے کوئی قطعی حکم نافذ کرنا، یا کسی پر کوئی الزام عائد کرنا درست

= "عن ابی موسیٰ الأشعری رضى الله تعالى عنه قال: قلت لعمر بن الخطاب رضى الله عنه: إن لی کتاباً نصرانیاً فقال: مالک؟ فقلت: لا! ألا اتخذت حلیفاً، أما سمعت هذه الآية؟ قلت: له دینہ ولی کصابہ، لفسال: لا أکرمهم، إذ أہانہم اللہ، ولا أبغضہم، إذ أذلہم اللہ، ولا أدنہم، إذ أبعدہم اللہ". (تفسیر غرائب القرآن و روائب الفرقان علی هامش تفسیر الطبری: ۶/۶۰، دار المعرفۃ بیروت)

(۱) "حاضرات بھوت پریت کو جمع کر کے ان سے پوشیدہ حال معلوم کرنا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۶۱، فیروز سنز لاہور)

(۲) "ولأساس سألرفی مالم یکن فیہ شرک: آی الکفر". (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرفی، الفصل الاول، (رفم الحدیث: ۳۵۳۰)، ۳۰/۸، رشیدیہ)

"رقبۃ فیہا اسم صسم أو شیطان أو کلمۃ کفر أو غیرها مما لا یحوز شرعاً، ومنها مالم یعرف

معناها". (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرفی، الفصل الثانی: ۸/۳۱، رشیدیہ)

نہیں۔ جنات کو جہنم میں کرنے کے لئے کیا کرنا ہوتا ہے؟ اور اس سے کیا غرض ہوتی ہے؟ لکھ کر در یافت کریں۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد عقی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۸ھ۔

نظر بد کے لئے مریضیں جانا

سوال [۹۰۱۳]: بچہ کو یا کسی جانور مثلاً بھینس گائے کو نظر بد لگ جانے پر عورتیں عام طور پر مریض یا سات کپڑے کی کتڑیں (۱)، یا صرف سلا ہوا کپڑا لے کر بچے یا جانور کی طرف سات مرتبہ یا کچھ کم و بیش اشارہ کر کے جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیتی ہیں۔ اس طریقہ سے نظر جھاڑنا کیسا ہے؟ پھنگری وغیرہ سے بھی جھاڑتی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نظر بد اتارنے کے لئے مریضیں وغیرہ پڑھ کر آگ میں جانا درست ہے (۲)، جب کہ کوئی خلاف شرع چیز ان پر نہ پڑی جائے، مثلاً: کسی دیوی دیوتا وغیرہ کی دہائی، یا کسی جن و شیطان سے استعانت وغیرہ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۹۲ھ۔

(۱) "کتڑیں: کتڑ کی جمع، پڑ سے کی چھانٹن، دھجی"۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۹۰، فیروز سنز لاہور)

(۲) "عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: أمرنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: أن استرفی من العین"۔ (معانی الآثار للإمام الطحاوی، کتاب الکراهۃ، باب الکی هل هو مکروہ ام لا؟، بحث الرقی: ۲/۴۷۳، سعید)

"لأساس موضوع الجماحم فی الزرع والمطبوعة لدفع ضرر العین: لأن العین حق تصیب المال والأدمی والسیوان، ویظهر أثره فی ذلک عرف بالآثار"۔ (روى أن امرأة جاءت إلى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقالت: نحن من أهل الحرث وإنا نخاف علیہ العین، فأمر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أن يجعل فیہ الجماحم"۔ (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی اللیس: ۶/۳۶۳، سعید)

(۳) "ولأناس بالرقی ما لم یکن فیہ شرک: فی الکفر"۔ (مرواۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقی: ۸/۳۰۳، رشیدیہ) =

نظر بد سے حفاظت کے لئے بچوں کے چہرہ پر سیاہ داغ لگانا

سوال [۹۶۱۵]: بچوں کے چہرہ پر سیاہ داغ نظر بد سے حفاظت کے لئے لگانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کوئی شرعی چیز نہیں ہے (۱)، نظر کا لگ جانا حق اور ثابت ہے، حدیث پاک میں موجود ہے (۲)۔ اس سے حفاظت کے لئے جو علاج و تدبیر تجربہ سے ثابت ہو اس کا اختیار کرنا درست ہے جب کہ اس میں کسی ناجائز چیز کا ارتکاب نہ ہو (۳)۔ پس اگر یہ غیر مسلموں کا طریقہ و شعار ہو تو اس سے بچنا چاہیے (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۲/۹۴ھ۔

”رقية فيها اسم صنم أو شيطان أو كلمة كفر أو غيرها مما لا يجوز شرعاً، ومنها ما لم يعرف معناها.“ (مرقاة المفاتیح، کتاب الطب والرقي، الفصل الثاني: ۳۱۸/۸، رشیدیہ)

(۱) ایذا اگر تجربہ سے اس کا مفید ہونا ثابت ہو تو اس کی اجازت ہے۔

ولم یشرح السنة: ”روی أن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رأى صبياً مليحاً فقال: ”ذئبوا نونہ کیلا تصبیه العین“. ومعنی ”ذئبوا“ سوداوا ”النونة“ النقرة التي تكون في ذفن الصبي الصغير.“ (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الطب والرقي، آخر الفصل الأول: ۳۰۵/۸، رشیدیہ)

(و کذا فی زاد المعاد، فصل فی ستر محاسن من ینحاف علیہ العین، ص: ۸۰۰، دار الفکر بیروت)

(۲) ”حدثنا عبد الرزاق، نا معمر عن همام بن منبه، قال: هذا ما حدثنا أبو هريرة رضي الله تعالى عنه عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”العین حق“. (سنن أبی داؤد، کتاب الطب، باب ماجاء فی العین - ۱۸۵۲، امدادیہ ملتان)

(۳) ”وأما ما كان من الآيات القرآنية والأسماء والصفات الربانية والدعوات المأثورة النبوية فلا بأس، سل يستحب، سواء كان تعويذاً أو رقية أو نشرة.“ (مرقاة المفاتیح، کتاب الطب والرقي، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۳۵۳): ۳۲۱/۸، رشیدیہ)

(۴) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال. قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من تشبه بقوم، فهو منهم“. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قدیمی)

علم جفر کا حکم

سوال [۹۶۱]: ایک شخص ہمارے گاؤں میں آیا ہے اور وہ ہمارے گاؤں اور شہر کے دورے پر ہے۔ وہ پورہ جماعت سے تعلق رکھتا ہے اور مسلمانوں کی مسجدوں میں نماز پڑھ لیتا ہے۔ اس نے کویت دیش میں جا کر چند سال سیر کی ہے اور وہاں علم جفر کی تعلیم پائی ہے، جس کے ذریعہ یہ نئے شعبے عوام کے سامنے پیش کرتا ہے۔

یہ لوگوں کے ماضی کے حالات کسی حد تک بالکل صحیح بتاتا ہے اور کچھ مستقبل کے بھی حالات بتا دیتا ہے، جس کی وجہ سے دیندار مسلمان بھی اس کے شیدا ہو گئے۔ اور یہ دعو کہ بڑی زور سے ہر طرف پھیل رہا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ علم (جفر) صاحب اکرام و بزرگان دین کو بھی تھا، اس علم سے ان لوگوں نے کام لئے ہیں۔ اس کے اس عمل سے بہت سے مسلمانوں کے ایمان پر اثر آ رہا ہے، مگر صحیح معلومات نہ ہونے سے بہک رہے ہیں۔

نصوت: اگر اس شخص کو کسی آدمی کا نام کہہ دو تو وہ اس کے ماضی کے حالات بیان کر دیتا ہے، چاہے وہ سامنے حاضر ہو یا نہ ہو۔ بعض مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ یہ علم ناجائز ہے اور بعض اس کی تائید کرتے ہیں۔ آپس میں مسلمانوں میں اختلاف پڑ جانے کا اندیشہ ہے اور اس سے بھی زیادہ حالات بگڑنے کے امکان ہیں۔ اس لئے آپ جلد از جلد جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

علم جفر کی نہ قرآن کریم نے تعلیم دی، نہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم دی، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کو سیکھا، نہ محدثین نے اس کی طرف توجہ دی، نہ فقہاء اور اولیائے کرام نے اس کو قابل التفات سمجھا، بلکہ کتب فقہ، الأشباہ والنظائر (۱) ودرمختار (۲) وغیرہ میں اس کے سیکھنے کو منع کیا ہے۔

(۱) "تعلم العلم یكون فرض عين، وهو بقدر ما يحتاج إليه لدنہ. وفرض كفاية، وهو ما زاد عليه لنفع غيره. ومنذوباً وهو التبحر في الفقه وعلم القلب. وحراماً وهو علم الفلسفة والشعبذة والتنجيم والرمل وعلم الطييعين والسحر". (الأشباہ والنظائر، الفن الثالث، الجمع والفرق، فائدة عن الإمام البخاری،

فیما یسعی لطلب العلم، ص: ۳۶۹، قدیمی)

(۲) "واعلم أن تعلم العلم یكون فرض عين وحراماً وهو علم الفلسفة والشعبذة والتنجيم =

یہ شرعی جہت نہیں، نہ اس کے ذریعہ سے کسی کا جرم ثابت ہوتا ہے، نہ برائت۔

اگر کوئی شخص علمِ حق کے ذریعہ کسی کو چور بتائے تو اس کو چوری کی سزا دینا جائز نہیں (۱)۔ اس علم کے ذریعہ بہت سی چیزیں سامنے آ جاتی ہیں، جنات اور شیاطین سے بہت سی چیزیں معلوم کی جاسکتی ہیں، مگر یہ سب چیزیں بالکل لغو اور بیچ ہیں۔ جوگی اور پنڈت بھی ہاتھ دیکھ کر بعض صورت دیکھ کر، بعض نام سن کر بہت کچھ بتانے والے آج بھی موجود ہیں، بعض مسلمان بھی یہ سب کچھ بتا دیتے ہیں، مگر ان کی نسبت صحابہ کرام کی طرف

«والرمل». (الدر المختار). قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "فوله: والرمل) هو علم بضروب اشكال من الحطوط النقط بقواعد معلومة تخرج حروفاً تجمع، ويستخرج جملة دالة على عواقب الأمور، وقد علمت أنه حرام قطعاً، وأصله لإدريس عليه السلام: أي فهو شريعة منسوخة. وفي فتاوى ابن حجر أن تعلمه وتعليمه حرام شديد التحريم، لما فيه من إيهام العوام أن فاعله يشارك الله تعالى في غيبه". (الدر المختار مع رد المحتار، مطلب في النحيم والرمل: ۴۳/۱، سعيد)

(۱) سوال: "شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دزد (چور) کے معلوم کرنے کی ترکیب لکھی ہے اور یہاں بعض بزرگ بھی ترکیب کرتے ہیں کہ دزد معلوم کرنے کے لئے ایک آیت، بیڑہ سرخ پر لکھتے ہیں اور پھر سورہ نسن یا کوئی اور سورہ پڑھتے ہیں اور ایک چھوٹے لڑکے سے بیڑہ کو کھلاتے ہیں، وہ لڑکا اس انڈے میں دیکھ کر بتاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں چیز لئے ہوئے ہے۔ اس ترکیب سے بعض چیزیں لوگوں کو مل گئی ہیں، دزد کا پتہ لگ گیا ہے، ایسی ترکیب کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اس ترکیب پر یقین نہ کرے، قرآن کا اتباع کرے کہ یقین کرنا جائز نہیں، حالانکہ یقین یا ظن غالب پیدا کرنے کے لئے ایسا ہر پاسے۔

الجواب: نہیں، بلکہ اس لئے ہے کہ جس کا اس طرح سے پتہ لگے اس کا کھس بطریق شرعی کریں، لیکن عوام اس حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تمتہ سوال بالا

سوال: یہ کیسا ہے؟

الجواب میرے نزدیک بالکل ناجائز، اس لئے کہ عوام حد کھس سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(امداد الفتاوی، تعویذات و اعمال، عنوان مسئلہ: چور برآمد کرنے کے لئے عملیات: ۸۶/۳، ۸۸، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

کرنا غلط ہے، ان اکابر نے نہ جفر سیکھا اور نہ سکھایا، نہ اس طرف توجہ کی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود خفر لہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

جھاڑ پھونک سے سانپ کے کاٹنے کا علاج

سوال [۹۶۱۷]: ۱۔... بنگال میں سانپ کثرت سے ہوتے ہیں، اکثر کاٹ بھی لیتے ہیں۔ وقت پر علاج کرنے والا کوئی مسلمان نہیں ملتا تو بندوؤں سے علاج کراتے ہیں، وہ لوگ جھاڑ پھونک سے علاج کرتے ہیں۔ تو ان سے جھاڑ پھونک کرانا کیسا ہے؟

۲۔... بعض دفعہ یہ لوگ ہاتھ چلاتے رہتے ہیں اور پتہ لگا لیتے ہیں کہ زہر اتر گیا یا باقی ہے۔ لہذا اس پر اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟

۳۔... اگر آپ کے پاس اس کا کوئی علاج ہے تو براہ کرم تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔... اگر یہ متعین ہے کہ وہ اس جھاڑ پھونک میں شرکیہ کلمات پڑھتے ہیں تو ان سے جھاڑ پھونک کرانا جائز نہیں (۱)۔ اگر محض احتمال ہو تو مکروہ ہے (۲)۔

۲۔ یہ ایک تجربہ کی چیز ہے جس کو تجربہ ہوگا بتا سکے گا۔ کوئی شرعی اعتقاد چیز نہیں جس سے ایمان کا خطرہ ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ تمیاس الحرارة سے بخار دیکھ لیتے ہیں، یا اطباء بنفش سے بخار اور اس کی قسم معلوم کر لیتے ہیں۔

(۱) "رقية فيها اسم صم أو شيطان أو كلمة كفر أو غيرها مما لا يجوز شرعاً، ومنها ما لم يعرف معناها"

(مرفوعة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثانی، (رقم الحديث: ۳۵۵۳): ۳۱۸/۸، وشيذه)

(۲) "وإنما تكره العوذة إذا كانت بغير لسان العرب ولا يدري ما هو، ولعله بدخله سحراً أو كلفراً أو غير

ذلك". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۶۳/۲، سعيد)

(وكذا في تكملة فتح الملهم، كتاب الطب، باب الطب والمرضى والرقى: ۲۹۵/۴، مكتبہ

دارالعلوم، کراچی)

۳۔ اکتالیس دفعہ الحمد شریف مع ”۔ اللہ“، سات مرتبہ ﴿وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَفْثًا مِنْ جِبَارِينَ﴾، تین مرتبہ ﴿فَلْيَايُهَا الْكَافِرُونَ﴾، اول و آخر درود شریف سات سات دفعہ پڑھ کر دم کر دیا کریں۔ نیز پانی پر دم کر کے پلا دیں۔ اگر بے ہوش ہو تو پانی اس پر چھڑک دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۸ھ۔

غیر مسلم سے سانپ کے کاٹے کو چھڑوانا

سوال (۹۶۱۸): کافر سے سانپ کاٹے کا تھڑوانا کیا ہے جب کہ ان میں کھات کفر و شرک بھی ہوتے ہیں، دیوی دیوتاؤں کے نام ہوتے ہیں؟ اگر کوئی کافر صرف بھگوان، یارام وغیرہ کا نام لے تو کیا یہ تاویل صحیح ہے کہ وہ خدا کا نام ہے، کسی بھی لغت و زبان میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس ریت میں کلمات کفر ہوں، یا ایسے کلمات ہوں جس کے معنی معلوم نہ ہوں وہ ریت جائز نہیں (۱)۔ ہندو جھاڑ پھونک میں اپنے منتر وغیرہ بھی استعمال کرتا ہے جس میں دیوی دیوتاؤں سے استمداد مطلوب ہوتی ہے جس کا کفر ہونا ظاہر ہے۔ اور بھگوان اور رام خداوند قدس کے نام نہیں ہیں اور ان کے مشہوم سے خدائے پاک کی ذات بالا ومنزہ ہے۔ شامی: ۵/۳۵۷ میں ہے:

”وإنما تذكره العودة إذا كانت بغير لسان العرب، ولا يدري ما هو، ولعله يدخله سحراً وكفراً وغير ذلك. وأما ما كان من القرآن أو شيء من الدعوات، فلا بأس به“ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۴/۸۸ھ۔

(۱) ”رَفِیۃ فیہا اسم صم أو شیطان أو کلمۃ کفر أو غیرہا مما لا یجوز شرعاً، ومہا ما لم یعرف معناہا“

(مرفاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۳۵۵۲): ۸/۳۱۸، وشیدبہ)

(۲) (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی اللیس: ۶/۳۶۳، سعید)

”إن الرقی یمکنہا ما کان بغير اللسان العربی، وبغير أسماء اللہ تعالیٰ وصقائہ وکلامہ فی =

سفل عمل کے ذریعے سٹہ کا نمبر بتانا

سوال [۹۶۱۹]: ایک شخص عالم ہے اور بظاہر متقی پرہیزگار بھی ہے، امام مسجد بھی ہے، مگر وہ عالم سفل عمل کے ذریعے سے سٹہ کا نمبر بتاتا ہے۔ اس کے پاس اگر کوئی شخص اس کا خادم بن کر جاتا ہے اور خوشامد کرتا ہے تو عالم صاحب اس کو سٹہ کا عمل بتا دیتے ہیں۔ اور عالم صاحب یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بالکل مجبور اور مفلس ہو تو سٹہ کا عمل ایسے شخص کے لئے پڑھنا جائز ہے اور جو روپیہ نمبر لگانے کا ملے وہ جائز بتاتے ہیں۔ تو آپ شرعی رو سے بتائیے کہ ایسے عالم کا عقیدہ کیسا ہے؟ اور سٹہ کا عمل کرنا اور بتانا جائز ہے یا نہیں؟ آپ جو شریعت کا مسئلہ ہو اس کو صاف صاف تحریر کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس عالم کا یہ طریقہ غلط اور خلاف شرع ہے، ایسی آمدنی بھی حرام ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود رفیر، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

== کتبہ المنزلة . . . ولا یکره سہا ماکان علی خلاف ذلک کالتعود بالقرآن وأسماء اللہ تعالیٰ

لابأس بالرفی مالہ یکن فیہ شرک: امی کفر". (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرفی، الفصل

الأول، (رقم الحديث: ۳۵۴۸): ۳۰۳/۸، وشذیہ)

(وکذا فی شرح النووی علی الصحیح لمسلم، باب الطب والمرض والرفی: ۲/۲۱۹، قدیمی)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة النساء: ۲۹)

"عن أبي حرة الرقاشی عن عمه رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا یحل مال امرئ إلا یطیب نفس منه". (مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع،

باب الغصب، والعاریة، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

"عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لا یدخل الجنة

لحم نبت من السحت، وکل لحم نبت من السحت كانت النار أولى به". (مشکوۃ المصابیح، کتاب

البیوع، باب الکسب، مطلب الحلال، الفصل الثانی، ص: ۲۳۲، قدیمی)

عمل برائے امداد مظلومین واجرتِ تعویذ

سوال [۹۶۲۰]: زید کے دل میں خلوص ہے اور وہ خلوص نیت سے کوئی قرآنی عمل کر رہا ہے کہ اس سے وہ قوت حاصل کر کے دین و قوم کی خدمت کرے گا۔ مراء مظلومین کی امداد اور ظالمین کا خاتمہ ہے۔ زید کے لئے وہ عمل جائز ہے یا نہیں؟ تعویذ کے لکھنے والے تعویذ دینے کے بعد جو پیسہ لیتے ہیں، ان کا لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصیباً:

جب تک عمل کی پوری کیفیت سامنے نہ آنے اس کے متعلق حکم کیا لکھا جائے، نیز قرآن کریم ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے (۱)، ظالموں کے ظلم سے روکنے اور عدل کو پھیلانے کے احکام بھی موجود ہیں (۲)، دعا اور ہدوعاء بھی موجود ہے ﴿وَرَبَّنَا اطمس علی اموالہم﴾ (۳)۔ جو شخص تعویذ چاہتا ہے اور اس میں کوئی غلط چیز استعمال نہیں کرتا، غلط کام کے لئے تعویذ نہیں دیتا، اس کے لئے نذرانہ کی بھی گنجائش ہے (۴)، مگر اس کو

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تَكْوِيمُ مَوْعِدَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَشَفَاءُ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِينَ﴾ (سورۃ یونس: ۷۵)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ، وَبِهِي عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ﴾ (سورۃ الحل: ۹۰)

(۳) (سورۃ یونس: ۸۸)

(۴) "أن الرقية ليست بقربة محصنة، فجاز أخذ الأجرة عليها". (تكملة فتح الملہم، کتاب الطب، باب جواز أخذ الأجرة على الرقية بالقرآن: ۳، ۳۳۰، مکتبۃ دارالعلوم کراچی)

"حوزوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوی؛ لأنها ليست عادة محض بل من التداوی" (رد المحتار، کتاب الإجماع، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الاستیحار علی التلاوة والتھلیل ونحوہ: ۵۵: ۶، سعید)

"لا بأس بالاستیحار علی الرقی والعلاجات كلها وإن كنا نعلم أن المستأجر علی ذلك قد يدخل فيما یرقی به بعض القرآن، لأنه ليس علی الناس أن یرقی بعضهم بعضاً، فإذا استوحروا فيه علی أن يعملوا ما ليس عليهم أن يعملوا، جاز ذلك". (شرح معانی الآثار للإمام الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ، کتاب الإجارة، باب الاستیحار علی تعلیم القرآن: ۲/۲۹۷، سعید)

پیش بنانا مناسب نہیں، حبہ اللہ خدمت خلق کا مقام بلند ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۹۶ھ۔

عمل برائے گمشدہ

سوال [۹۶۲۱]: گم شدہ چیز کے لئے کوئی عمل براہ کرم تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو رکعت تہائی میں حلوۃ الحاجۃ کی نیت سے پڑھ کر درود شریف سات دفعہ، سورہ لقمان رکوع نمبر: ۳، کی آیت ﴿يَا هِيَ اِنَّا اَنْتَ﴾ سے ﴿لَطِيفُ خَبِيرٌ﴾ تک ۱۱۹/دفعہ پھر ”یا حفیظ“ ۱۱۹/دفعہ، پھر درود شریف ۱۱/دفعہ پڑھ کر دعا کی جائے کہ: اے خداے پاک! میں گنہگار ہوں، تُو غفار ہے، میں عاجز ہوں تُو قادر ہے، میں نادان ہوں تُو دانایا، میں ضعیف ہوں تُو قوی ہے، میں محتاج ہوں تُو غنی ہے، فلاں چیز بلا استحقاق کے ٹوٹنے ہی عطا فرمائی اور سب کچھ تیرا ہی دیا ہوا ہے، وہ چیز گم ہوگئی حالانکہ اس کی حاجت بھی تیری ہی پیدا کی ہوئی ہے، وہ چیز واپس عطا فرمادے، مجھے محروم نہ فرما۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۳/۹/۹۵ھ۔

کشف ارواح کا عمل

سوال [۹۶۲۲]: عمر کا بیان ہے کہ ایک عمل یا وظیفہ ایسا ہے کہ جس کے پڑھنے سے آسمان

وزمین، جنت و دوزخ، لوح و قلم کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور قبر کے حالات اور روحوں سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے معلوم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

شادی ہونے کے لئے عمل

سوال [۹۶۲۳]: ضیف خان کا لڑکا معین خان ہے جو اس وقت بالغ ہے، لیکن ایک آنکھ خراب

ہونے کی وجہ سے اس کی شادی نہیں ہوتی ہے۔ آپ دعاء کیجئے اور ایک تعویذ لکھ دیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

معین کو بتادیں کہ وہ بعد عشاء تنہائی میں دو رکعت نماز حاجت پڑھ کر ”یا بدیع العجائب بالحبر یا بدیع“ ۱۰۱/ دفعہ اول و آخر درود شریف ۷/ دفعہ پڑھ کر دعاء کیا کریں۔ حق تعالیٰ کامیاب فرمائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۹۶ھ۔

وسعتِ رزق کا عمل

سوال [۹۶۲۲]: احقر کا ذریعہ محاش کا شکاری ہے اور کچھ مقروض بھی ہے، اس لئے دعاء کریں اور وسعتِ رزق کے لئے کوئی عمل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کی سنت اور فجر کے درمیان ”سبحان اللہ وبحمدہ، وسبحان اللہ العظیم وبحمدہ، أستغفر اللہ“ سو بار، اول اور آخر درود شریف گیارہ روزانہ پڑھا کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۸/۸۷ھ۔

وسعتِ معیشت کا علاج

سوال [۹۶۲۵]: معیشت کے لئے اگر کوئی تدبیر یا عمل ہو تو تحریر فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سورہ الحمد شریف مع سبم اللہ ۳۱/ بار اول و آخر درود شریف ۱۱/ بار پابندی سے پڑھیں، حق تعالیٰ حلال روزی برکت والی دے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۸/۹۳ھ۔

دستِ غیب کا عمل

سوال [۹۶۲۶]: دستِ غیب کا عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دستِ غیب کا جو عمل آج کل رائج ہے، وہ جنات کے ذریعہ چوری ہے، لہذا ناجائز ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد المذنب لنگوئی۔

یا جبرائیل بحق یا وہاب کا وظیفہ

سوال [۹۶۲۷]: ۱۔۔۔ "یا جبرائیل بحق یا وہاب" ۳۴ طریقہ سے پڑھنا کیسا ہے؟

"قل هو اللہ أحد، یا جبرائیل" کا وظیفہ

سوال [۹۶۲۸]: ۲۔۔۔ "قل هو اللہ أحد یا جبرائیل" ہر آیت کے ساتھ مؤکل کا نام لے کر پڑھنا کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مَعَكُمْ﴾ (سورة النساء: ۲۹)

"عن عمرو بن مريث رضي الله تعالى عنه قال: خطبنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: "لا يسلح لامرئ من مال أخيه شيء إلا مطيب نفس منه". (شرح معاني الآثار للإمام الطحاوي رحمه الله تعالى، كتاب الكراهة، باب الرجل يعمو بالحائط أله أن يأكل منه أم لا؟ ۴/ ۳۵۵، قديمي)

"دستِ غیب میں یہ ہوتا ہے کہ جنات اس کام پر مسلط ہو جاتے ہیں بعض عمل میں تو دی روپیہ جس کو خرچ کر چکا ہے، وہ جہاں بھی ہو وہاں سے اٹھا لاتے ہیں اور بعض عمل میں دوسرا روپیہ جس نگدان کے ہاتھ آئے، نکال لاتے ہیں، سواں کی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص خاص اس کام کے لئے آدمیوں کو نوکر رکھے کہ چوری کر کے مجھ کو دیا کرو۔ اس نے یہی کام جنات سے لیا اور چوری کے ناجائز ہونے کا کس کو انکار ہو سکتا ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ ممکن ہے کہ وہ جن اپنے پاس سے لے آتے ہوں تو چوری کہاں ہوگی؟

سوال تو نگدان سے دوسرے احتمالات کی نفی نہیں ہو سکتی۔ دوسرے اگر اپنے ہی پاس سے لائیں تو بھی ظاہر ہے کہ خوشی سے نہیں لاتے ورنہ اوروں کو لا کر کیوں نہیں دیتے؟ محض عمل کے جبر سے لاتے ہیں تو کس کو مجبور کرنا کہ اپنا مال مجھ کو دے دے خود حرام ہے، اور اس تقریر سے تسخیرِ جنات کا ناجائز ہونا بھی مجھ میں آگیا۔" (عملیات و تقویٰات، اور اس کے شرعی احکام، دستِ غیب اور جنات سے پیسے یا کوئی اور چیز منگوانے کا حکم ص: ۱۲۰، اور تالیفات اشرفیہ عمان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ ثابت نہیں۔

۲۔ قرآن کریم جس طرح نازل ہوا اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح تلاوت فرما کر صحابہ کرام کو سنایا اور پڑھا، یا اسی طرح پڑھنا چاہیے، اس میں تغیر و تبدل کا کسی کو حق نہیں:

﴿وَإِذَا سَأَلَ عَنْ عِبَادِهِ إِيَّائِي لَآتِيهِمْ بِآيَاتِي ۚ قَالَ الَّذِينَ لَا يُحِبُّونَ لِقَاءَ نَاقَتِ بَقْرَانَ غَيْرَ هَذَا أَوْ بَدَلَهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُنْزِلَ مِنْ تِلْكَ نَفْسِي إِنْ أُنْزِعَ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۚ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ (سورۃ یونس، رکوع: ۲) (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد المذنب وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۹۵ھ۔

”ناوعلی“ کا وظیفہ

سوال [۹۶۲۹]: ”ناوعلی“ کے نام سے مشہور ایک عمل عملیات کی کتابوں میں ہے، کیا اس کو بطور وظیفہ کے پڑھنا جائز ہے۔ ناوعلی یہ ہے:

”سَاد عَلِيًّا مَظْهَرُ الْعَجَائِبِ، وَتَجِدُهُ عَوْنًا لِّكَ فِي النَّوَائِبِ كُلِّ هَمٍّ وَغَمٍّ

سینجلی یا محمد بولایت باعلی یا علی یا علی“۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناوعلی کا وظیفہ پڑھنا غلط ہے، خلاف شرع ہے، اس کو ہرگز نہ پڑھنا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد المذنب وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/۹۵ھ۔

(۱) توجہ ”اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے آیتیں ہماری واضح، کہتے ہیں وہ لوگ جن کو امید نہیں ہم سے ملاقات کی، لے آؤ گی قرآن اس کے سوا، یا اس کو بدل ڈال، تو ہمہ سے میرا کام نہیں کہ اس کو بدل ڈالوں اپنی طرف سے، میں تا بیداری کرتا ہوں اسی کی جو حکم آئے میری طرف، میں ڈرتا ہوں اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی، بڑے دن کے عذاب سے“۔ (ترجمہ شیخ الہند رسالہ سورہ یونس ۱۵)

(۲) مذکورہ الفاظ ”سَاد عَلِيًّا الْعَجَائِبِ“ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے ان سے مدد مانگی جا رہی ہے، جب کہ مدد کرنے والی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے مدد مانگنا ناجائز و حرام ہے، لہذا مذکورہ الفاظ کو بطور عیا =

عمل کو پلٹنے کا حکم

سوال [۹۶۳۰]: میری بہن کے شوہر کی دوسری بیوی نے میری بہن اور ان کے شوہر میں جدائی ڈالنے کا ایسا سخت کوئی عمل کر دیا کہ اگر اس کو پلٹا جائے تو عامل بتاتے ہیں کہ اس عمل کرانے والی کی جان کا خطرہ ہے۔ ایسی صورت میں شرعاً عمل پلٹنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے عامل سے اس کو پلٹا یا جائے جو اس عمل کے اثر کو ختم کر دے اور کفر و شرک یا کسی حرام چیز کا ارتکاب نہ کرے (۱) اور جان نہ لے لے، ہلاک نہ کر دے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۹۴ھ۔

= وظیفہ پڑھنا جائز نہیں، نیز اگر مذکورہ الفاظ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حاضر و ناظر ہونے کے عقیدے سے پڑھا جائے تو یہ شرک ہے، اور شرک کی کبھی بھی معافی نہیں ہوگی۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ﴾ (سورۃ یونس: ۴۹)

قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قولہ تعالیٰ: ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ﴾: أي لا أقدر علی شیء منہما بوجہ من الوجوہ. وتقديم الضر لما أن مساق النظم الکرم لإظهار العجز عنہ، وأما ذکر النفع فللتعمیم إظهاراً لکمال العجز. (روح المعانی، (سورۃ یونس: ۴۹): ۱۱/۱۳۰، ذرا حیاء التراث العربی بیروت)

(۱) "وقد روی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی إباحۃ الرقی کلہا مالہم یکن شرک ... عن عوف بن مالک الأشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کنا نرقی فی الجاہلیۃ فقلنا: یا رسول اللہ! کنا نرقی فی الجاہلیۃ فما نری فی ذلک؟ قال: "اعرضوا علی وفاکم، لا بأس بالرقی مالہم یکن شرک ... عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لما نبی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الرقی أتاه خالئ فقال: یا رسول اللہ! إنک نہیت عن الرقی وإنی أرقی من العقب، قال: "من استطاع منکم أن ینفع أخاہ، فلیفعل". (شرح معانی الآثار للإمام الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ، کتاب الکراہۃ، باب الکی هل هو مکروہ أم لا، مسحت الرقی: ۲/۳۲۷، ۳۲۸، سعید)

"وإنما تکرہ العودة إذا کانت بغير لسان العرب ولا یدری ما هو، ولعلہ یدخلہ سرّاً أو کفراً أو غیر ذلک". (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی اللبس: ۶/۳۲۳، سعید)

(وکلّا فی تکملة فتح الملیہم، کتاب الطب، باب الطب والمرضی والرقی: ۳/۲۹۵، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (سورۃ الأنعام: ۱۵۱) .. =

جوانی میں عملیات کرانا

سوال [۹۶۳]: سنا ہے کہ اپنے اوپر عملیات کا استعمال جوانی کی عمر میں نہ کیا جائے، کیونکہ بھٹکنے کا خوف ہے۔ یہ بات کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عملیات (تغییر وغیرہ) سے پرہیز کیا جائے، جو اعمالِ صالحہ احادیث سے ثابت ہیں، ان کو اختیار کرنے میں خطر نہیں اور وہ باعثِ خیر و برکت بھی ہیں اور موجبِ اجر و ثواب بھی ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۸۹ھ۔

لکھے ہوئے پانی کی مضرت اور اس کا علاج

سوال [۹۶۴]: اگر پانی پر کوئی شخص (جو برتن وغیرہ میں رکھا ہو) لکھ جاوے اور اس کے پینے سے گلا دکھنے لگے تو اور پانی لے کر اس کو چاقو سے تین بار کاٹ کر پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ایک ٹونکا ہے شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، اگر اعتقاد ہو کہ چاقو سے کاٹ کر پانی پینے سے گلا ٹھیک ہو جائے گا تو چونکہ یہ شرعاً کوئی علاج ہے نہ طبا۔ لکھے ہوئے پانی کو نہ شریعت نے مضرت بتایا، نہ طب نے، لہذا اس سے احتراز چاہیے۔ اگر یہ اعتقاد نہ ہو تو یہ ایک فعلِ عبث ہے اور دوسروں کے حق میں مسفہد عقیدہ، اس لئے اس سے اجتناب ضروری ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے پانی کے احترام کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا ہوگا کہ پانی کو لکھنا نہیں چاہیے اور اس میں ایک مضرت بھی جو یز کر دی کہ گلا دکھے گا، کیونکہ بلا مضرت بتائے

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (سورۃ الفرقان: ۶۸)

(۱) مثلاً ہر نماز کے بعد آیت الکرسی اور معدن کا چھٹا، اسی طرح ہر کام کی انجام دہی کے وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو دعا مانگو وہ ثابت ہیں، ان کا اہتمام کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شاید یہ مخصوص احترام نہ ہوگا، یا لکھنے سے پانی میں کچھ ذرات گرنے کی وجہ سے اس کو منع کیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد عفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۱۱/۵۴ھ۔

صحیح، سعید احمد عفرلہ، صحیح، عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۲/ذی قعدہ/۵۴ھ۔

عذاب قبر سے حفاظت کا عمل

سوال [۹۲۳]: کوئی ایسا عمل تحریر فرمائیں جس سے قبر میں عذاب نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناپاکی سے بچنا، ہمیشہ پاک رہنا (۱)، قرآن کریم کی تلاوت زیادہ کرنا، سنت کا پورا اتباع کرنا، سونے سے پہلے سورہ ملک پابندی سے پڑھنا (۲)، ہر نماز میں درود شریف کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگنے کی دعا پڑھنا جس میں "اعوذ بک من عذاب القبر" بھی ہے (۳)۔ چغل خوری سے پرہیز کرنا (۴)۔ یہ چیزیں ایسی ہیں

(۱) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: مر البنی صلی اللہ علیہ وسلم بقرین یعدبان، فقال: "إنہما لیعدبان، وما یعدبان فی کبیر، أما أحدهما فکان لا یستر من البول"، وفي رواية مسلم: "لا یستتر من البول، وأما الآخر فکان یمشی بالنمیمۃ" ثم أخذ جریدةً وطباً، فشقها بنصفین، ثم غرز فی کل قبر واحدًا. قالوا: یا رسول اللہ! لم صنعت هذا؟ فقال: "لعلہ أن یتخفف عہما ما لم یتيسر". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الطہارۃ، باب آداب الخلاء، الفصل الأول، ص: ۳۲، قدیمی)

(و کذا فی تنبیہ الغافلین، باب النمیمۃ، ص: ۹۰، رشیدیہ)

(۲) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أنه قال لرجل: ألا اتحفک بحديث تفرح به؟ قال: ہلی، قال، اقراء تبارک الذی یدہ الملک، وعلمها اهلک وجميع ولدک وصیبان بیتک وجیرانک، فإنہا المنجیۃ والمجادلة تحادل أو تخاصم يوم القيامة عند ربها لقارئها، وتطلب له أن یحییہ من عذاب النار وینجی بہا صاحبها من عذاب القبر، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لو ددت أنہا فی قلب کل إنسان من أمتی". (تفسیر ابن کثیر، سورۃ الملک: ۵۰/۸، مکتبہ دار السلام، ریاض)

(۳) "عن مسلم بن انس بکرة، قال: کان أبی یقول فی دبر کل صلاة: "اللهم انی اعوذ بک من الکفر والفقر وعذاب القبر". فکت أقرئہن، فقال: ای بنی! عن أخذت هذا؟ قلت: عنک، قال: إن رسول اللہ=

کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کے اہتمام کے برکت سے عذاب قبر سے حفاظت رہے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۹۱ھ۔



« صلى الله تعالى عليه وسلم كان يقولهن في دبر كل صلاة ». (عمل اليوم والليلة، باب ما يقول في دبر

صلاة الصبح، (رقم الحديث: ۱۱۱)، مكتبة الشيخ كراتشي)

(و كذا في سنن النسائي، كتاب الصلوة، باب التعوذ في دبر الصلوة: ۱/۹۸، قديمي)

(۳) (راجع رقم الحاشية الأولى) أعني من الصفحة المتقدمة)

باب الاُشتات

(حظر و اباحت کے مختلف مسائل کا بیان)

سبز پتوں اور شاخوں کو کاٹنا

سوال [۹۶۳۴]: سبز درختوں کو فروخت کرنا، ان کو کاٹنا، ان کے تختے نکالنا کیسا ہے، جبکہ درخت کی پتیاں تسبیح کرتی ہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

ضرورت کے لئے ایسے درختوں کو کاٹنا، فروخت کرنا، آرمہ مشین چلا کر تختے نکالنا سب درست ہے۔ سبز درختوں کی تسبیح کی وجہ سے ضروریات کو نہیں روکا جاتا، ورنہ جانوروں کو گھاس کھانا ہی منع ہو جائے گا اور سبزی کھانا بھی ختم ہو جائے گا۔ سبز شاخ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی درخت سے جدا فرما کر اس سے کام لیا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المودع محمد صالح المنجد، دار العلوم دیوبند، یکم/ربیع الاول/۸۸ھ۔

(۱) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبورین یعدیان، فقال: "انہما لیعدیان، وما یعدیان فی کبیر، أما أحدهما فكان لا یستتر من البول، وأما الآخر فكان یمشی بالتمیمة" ثم أخذ جریڈة رطبۃ، فشقہا بسیفین، ثم غرز فی کل قبر واحدۃً فقالوا: یا رسول اللہ! لم صنعت هذا؟ فقال: "لعلہ أن یخفف عنہما ما لم یمسسا". (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الجرید علی القبر ۱/۱۸۲، قدیمی)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: ۳/۱، رقم الحدیث:

۱۹۸۱)، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(وسنن النسائی، کتاب الجنائز، باب وضع الجرید علی القبر: ۱/۲۹۱، قدیمی)

پھل دار درخت کو کاٹنا

سوال [۹۲۳۵]: پھل والے درخت کو یا بغیر پھل والے درخت کو سرسبز و شاداب ہونے کی حالت میں کاٹ کر تجارت کرنا، یا اپنے ضروری کاموں میں صرف کر لینے کا کیا حکم ہے، جائز ہے یا ناجائز؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

حسب ضرورت یہ تعریف جائز ہے، بلا ضرورت نفع عام کی چیز کو کٹنا اسد منفعت اور اشاعت مال ہے۔ نیز سرسبز درخت شیع کرتا ہے (۱)، اس کو شیع سے روکتا ہے۔ اور بوقت ضرورت کٹوانے میں مضائقہ نہیں، کیونکہ درخت وغیرہ انسانوں کی ضرورت کے لئے ہی پیدا کئے گئے ہیں:

فی احکام القرآن لأبی بکر الرازی الجصاص تحت قوله تعالى: ﴿مَا فَطَعُمْ مِنْ لَبَنَةٍ﴾ الآية، "وروی عثمان بن عطاء عن أبيه قال: لما وحه أبو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ الجیش الی الشام، کان فیما أوصاهم به: "ولا تقطع شجرة مشرة". قال أبو بکر: "فأوله محمد بن الحسن علی أنهم قد علموا أن اللہ تعالیٰ سیغنیهم إياها وتصیر للمسلمین إذا غزوا أرض العرب وأرادوا الخروج، فإن الأولى أن یحرقوا شجرهم ووزروعهم ودارهم، وكذلك قال أصحابنا فی مواشیهم إذا لم یمكنهم إخراجها ذبحت ثم أحرقت. وأما ما رخوا أن یصیر فیئاً للمسلمین، فإنهم إن ترکوه لیصیر للمسلمین، جاز، وإن أحرقوه غیظاً للمشرکین، جاز استدلالاً بالآیة،

(۱) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبرین یعدبان، فقال: "إنهما لیعدبان، وما یعدبان فی کبیر، أما أحدهما فكان لا یستر من البول، وأما الآخر فكان یمشی بالمیمیة". ثم أخذ حریصة رطبة فشقیها بصفتین، ثم غرر فی کل قبر واحد. فقالوا: یا رسول اللہ! لم صنعت هذا؟ فقال: "لعله أن یحفف عنها ما لم یمس". (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الجرید علی القبر: ۱۸۴/۱، قدیمی)

قال ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ "وقد قیل: إن المعنی فیہ أن یتسح مادام رطاً، فیحصل النخفیف بمرکة التسیح وعلی هذا فیطرد فی کل ما فیہ رطوبة من الأشجار وغیرها". (فتح الباری، کتاب الوضوء، ہا: من الکبائر أن لا یستر من بولہ: ۳۲۵/۱، قدیمی)

وسما فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی أموالہ سی التظہیر“۔ احکام القرآن ۳/۵۲۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم ہانپور، ۱۸/۱۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، صحیح: عبد اللطیف، ۱۹/۱۹/۱۹۵۷ھ۔

پاکچے سے پیشاب پاخانہ وغیرہ کرنا

سوال [۹۲۳۱]: آدمی یا عورت کئی وار یا نجامہ پہنے ہوئے ہے، اس صورت میں عورت کو پیشاب، پاخانہ یا شوہر سے وطی کرنا، یعنی آدمی کا جانگیا یا ڈھیلا یا نجامہ پہن کر بغیر ازاز بند کھولے ہوئے دائیں یا بائیں ہینر اٹھا کر پیشاب یا پاخانہ یا عورت سے وطی کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیشاب بھی ہو جائے گا، پاخانہ بھی ہو جائے گا، وطی بھی ہو جائے گی، شریعت کی طرف سے اس پر پابندی نہیں، لیکن اس طرح کرنے سے کپڑا خراب ہو جائے گا اندیشہ ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: ہندو محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/۹۰ھ۔

(۱) (احکام القرآن، (سورة الحشر: ۵) ۶۳۳/۳، قدیمی)

(۲) ”عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأى اعرابیاً یبول فی المسجد فقال: ”دعوه“ حتی إذا فرغ، دعا ماء فصبه علیہ“۔ (صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب ترک النبی صلی اللہ علیہ وسلم والناس الاعرابی حتى فرغ من بوله فی المسجد: ۱/۳۵، قدیمی)

قال الحافظ فی شرح الحدیث المذكور: ”إنما ترکوه یبول فی المسجد“ — أما أن لا یقطعہ، فلا یأمن من تنجیس بدنه أو ثوبه“۔ (فتح الباری: ۱/۳۲۸، قدیمی)

”وفیه التحذیر من ملابسة البول“۔ (فتح الباری، قبیل باب ماجاء فی غسل البول

۱/۳۲۶، قدیمی)

(وکذا فی عمدة القاری، قبیل باب صب الماء علی البول فی المسجد: ۲/۱۴۷، إدارة الطاعة المیریة)

نئی صدی کا استقبال

سوال (۱۹۶۷): کیا پندرہویں صدی کے استقبال میں جلے جلوس کرنا درست ہے، کیا قرآن

و حدیث اور فقہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے، جو لوگ ایسا کریں ان کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے اس کا ثبوت دلائل شرعیہ میں کہیں نہیں ملا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ۔

(۱) مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس کے ہر کام کی بنیاد خوشنودی خداوندی، وقار اور تجیدگی پر ہو اور نئی صدی کے استقبال میں جلے جلوس اور اس قسم کے دیگر امور میں نہ خوشنودی ہے، نہ وقار، نہ تجیدگی:

"عن اہل عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لأشجع عبد الفیہ: "إن فیک لحصلین یحبہما اللہ، الحلم والأناة". رواہ مسلم."

"عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رجلاً قال للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: أو صبی فقال: "خذ الأمر بالتدبیر، فإن رأیت فی عاقبتہ خیراً، فامض به. وإن خفت غیاً، فأمسک". رواہ فی شرح المسند."

"وعن مصعب بن سعید عن أبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ - قال الأعمش: لا أعلمہ إلا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - قال: "النُّؤْدَةُ فی کل شیءٍ غیرٍ إلا فی عمل الآخرة". رواہ أبو داؤد."

"وعن عبد اللہ بن سرحس رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "السُّمْتُ الحسنُ والنُّزْدَةُ والاقتصاد جزءٌ من أربع وعشرين جزءاً من النبوة". رواہ الترمذی. (مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الحذر والتأنی فی الأمور، الفصل الثانی، ص: ۳۰، قدیمی)

قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: "الحلم" مکافاة الطامع فی الأصل، ثم يستعمل فی العفو عن الناس. قيل: والمراد به هنا عدم استعجاله وترأخيه حتى ينظر فی مصالحه "والأناة" فقیل: معاه (أی معنی الأناة): الوفاء والتثبت. وقيل: الثبات فی الطاعات. وقيل: المراد حودة نظرة فی العواقب — اهـ. (مروقة المفاتیح، کتاب الآداب، باب الحذر والتأنی فی الأمور، الفصل الأول، ۷۸۵/۸، رقم الحديث: ۵۰۵۳، رشیدیہ)

وقال: "خذ الأمر بالتدبیر" — ای بالتفکر فی ذہنہ والتأمل فی مصالحہ ومفاسدہ، =

غلط پروپیگنڈہ کی مذمت

سوال [۹۶۳۸]: مسلمان کے خلاف پروپیگنڈہ قائم کرنا اور ان مسلمانوں کے جو کہ واقعی مسلمان ہیں یعنی نماز روزہ کے پابند، اور یہ پروپیگنڈہ کرنے والے اپنے کو شریعت کا پابند کہتے ہیں اور یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ان سے نہ کوئی بولے نہ ان کی معیت وغیرہ میں شریک ہو۔ اور جب وہ لوگ سلام کرتے ہیں تو شریعت کے پابند اشخاص جو کہ اپنے کو سمجھتے ہیں تو کہتے ہیں اور سلام کا جواب نہیں دیتے۔ تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا وجہ ایسا کرنا حرام ہے (۱)، جس وجہ سے ایسا کرتے ہیں اس کی وجہ معلوم ہونے پر زیادہ تفصیل

= والنظر فی عافیة أمره۔ (مرقاۃ المفاتیح، المصدر السابق، الفصل الثانی ۸/۷۸۷، رقم الحديث: ۵۰۵۶، وشیدہ)

بادجو: اس کے اگر کوئی صرف خوشی کے طور پر بھی کرتا ہے تب بھی درست نہیں، کیونکہ اس میں کفار سے تلبہ ہے اور فضول خرچی تو ہر حال میں ہے، لہذا اس کو ترک کرنا چاہئے:

قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَسْرِقْ تَسْذِيرًا لِّإِنْ الْمَسْرُوقِ كَذَابًا﴾ (سورة الإسراء:

۲۷، ۲۶)

”عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من تشبه بقوم،

فهي منهم“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالى: ”أى من شبه نفسه بالكفار مثلاً فى اللباس

وعبره، أو بالسفاسق أو الفحار، أو ما همل التصوف الصلحاء الأبرار“ ”فهي منهم“: أى فى الإثم والحرير“۔

(مرقاۃ المفاتیح، كتاب اللباس، الفصل الثانی، رقم الحديث: ۳۳۴۷، ۱۵۵/۸، وشیدہ)

(۱) ”عن أبی ہریرۃ رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”حق المسلم

علی المسلم خمس: رد السلام، وعیادة المریض، وإتباع الجنائز، وإجابة الدعوة، وتشمیت العاطس“۔

منتقى عليه“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الجنائز، باب عیادة المریض وثواب المریض، الفصل الأول،

ص: ۱۳۳، قدیمی)

”عن أبی ایوب الأنصاری رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم“ ”لا یحل

للرجل أن یمجر أخاه فوق ثلاث لیل، یلتقیان، فیمرض هذا ویمرض هذا، وخیرهما الذی یدأ =

اور توضیح کی جاسکتی ہے کہ اس وجہ کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پنور، ۲۵/۷/۵۷ھ۔

چونکہ سوال کو سائل نے جمل رکھا اس لئے مفتی صاحب کا جواب بھی سائل کے سوال کے مطابق جمل ہے، بہتر یہ تھا کہ سائل سوال کو تشریح و تبیین سے معلوم کرتا، پس سوال کے مطابق مفتی صاحب کا جواب صحیح ہے۔

فقط والسلام۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم بہار پنور، ۲۷/۷/۵۷ھ۔

چراغ پھونک مار کر بجھانا

سوال [۹۶۳۹]: چراغ منہ سے پھونک مار کر بجھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح بھی درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۳/۸۹ھ۔

= بالسلام۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب ما ینہی عنہ من التہاجر — اھ، الفصل الأول، ص: ۳۲۳، قدیمی)

قال السلا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: "وقال اکمل الدین من أئمتنا: فی الحدیث دلالة علی حرمة هجران الأخ المسلم فوق ثلاث أيام". (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب ما ینہی عنہ من التہاجر — اھ، الفصل الأول: ۵۸/۸، (رقم الحدیث: ۵۰۴۷)، رضیدیہ)

"وعن أبی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ملعون من حارَ مؤمناً أو مکربہ". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب ما ینہی عنہ من التہاجر — اھ، الفصل الثاني، ص: ۳۲۸، قدیمی)

(۱) حدیث میں بھانا یا ملنا آج سے، کسی معین طریقہ کا ذکر نہیں۔

ردی کاغذ کا گتنا بنانا

سوال [۹۶۳۰]: موجودہ دور میں کاغذ کی افراط کے ساتھ ردی کی بھی بہت کثرت ہے، اس میں اردو اخبارات جس میں ترجمہ احادیث اور ترجمہ قرآن پاک بھی ہوتا ہے۔ نیز ہفت روزہ، اردو، فقہ یا عربی قواعد وغیرہ کے اوراق ہوتے ہیں۔ ان کا مصرف کیا ہے؟ آج کل گتنا میل گتنا بنانے کے واسطے یہ ردی خریدتا ہے اور وہ وہاں دھل کر صاف ہو کر گتنا بنانے کے کام میں آ جاتی ہے، جو انسان کی ضرورت کے کام آتا ہے اور ردی کی فروختگی میں مسلمان کو نفع بھی ہے۔ چونکہ اکثر اردو پریس اور اردو کتب خانہ مسلم آدمیوں کے ہیں اور اس میں ان کا کافی نقصان بھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ ان اوراق کی بے ادبی نہیں کرتے، مجاہد میں استعمال نہیں کرتے (۱)، ان کو دھو کر گتنا بناتے ہیں تو ان کے ہاتھ فروخت کرنا شرعاً درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العہد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۹۰ھ۔

= "عن حابر رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أطقتوا المصابيح عند الرقاد، فإن القويسقة ربما اجتوت القبيلة، فأحرقت أهل البيت". (مشكوة المصابيح، كتاب الأطعمة، باب تغطية الأولي وغيرها، قبل كتاب اللباس، ص: ۳۷۲، قديمي)
(ومسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد الله رضى الله تعالى عنه: ۳۷۸/۴، رقم الحديث: ۱۳۷۴۷)، دار إحياء التراث العربی بیروت

(۱) "وہ اوراق جو گتے کے کام آتے ہیں، وہ اگر چہ خالی اور صاف ہوں تب بھی ان کا احترام کرنا چاہیے:

"وكذا ورق الكتانة لصفائته وتقويمه، وله احترام أيضاً، لكونه آلة لكتابة العلم، ولذا علله في العائرية: بأن تعظيمه من آداب الدين. وفاداه الحرمة بالملوك مطلقاً. وإذا كانت العلة في الأبيض كونه آلة للكتابة كما ذكرنا، ويؤخذ منها عدم الكراهة فيما لا يصلح لها إذا كان قاعاً للنحاسة غير متقوم كما قدمناه". (رد المحتار، كتاب الطهارة، فصل في الاستنجاء: ۳۳۰/۱، سعيد)

(۲) "قوله: لا بأس بكراعه أخبار: أي يجعلها غلافاً لمصحف ونحوه والظاهر أن المراد بالأخبار =

تعلیم کی غرض سے بچوں سے نعت پڑھوانا

سوال [۹۶۴]: تعلیم کی غرض سے چھوٹے چھوٹے بچوں کو صبح کے وقت نعت حضور پر نور پڑھوایا جاتا ہے تاکہ بچوں کو شوق ہو اور دوسرے بچے تعلیم کے لئے آئیں۔ یہ شرعاً درست ہے، یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام مستغنیٰ قربت وسعادت ہے (۱)، بچے اور بڑے سب ہی پڑھا کریں، مگر ادب واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ایک جداگانہ تنہائی میں بیٹھ کر پڑھے، آواز ملا کر جس میں گانے اور قوالی کا طرز پیدا ہو جائے نہ پڑھیں، نعت کا بھی یہی حال ہے، ترانے کے طور پڑھنے سے اس میں لبو و لعل کی شان پیدا ہو جاتی ہے، اس سے پوری احتیاط چاہیے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد المذنب وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۱/۹۵ھ۔

= التواریخ، (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیوع: ۳۸۶/۶، سعید)

وقال العلامة الرفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قولہ: "الظاهر": إنه أشار بنقله إلی أن تصحیح الانصاف بالخالصۃ تصحیح لحوازی سبھا أيضاً۔ (تقریرات الراعی علی حاشیة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیوع: ۳۰۸/۶، سعید)

(۱) "صلی أن المسحتر عند جماعة مهم أبو العباس الميرد وأبو بكر بن العربي أن نفع الصلوة غير عائد له صلى الله تعالى عليه وسلم بل للمصلي فقط، وكذا قال السنوسي في شرح وسطاء: إن المقصود بها التقرب إلى الله تعالى لا كسائر الأدعية التي يقصد بها نفع المدعو له، اهـ. وذهب التفسيرى والقرطبي إلى أن النفع لهما، وعلى كل من القولين فهي عادة يتقرب بها إلى الله". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب: هل نفع الصلوة عائد للمصلي أم له وللمصلي عليه: ۵۱۶/۱، سعید)

(۲) "نعم إذا قيل ذلك على الملاهي امتنع، وإن كان مواعظ وحكماء للآلات نفسها لا لذلك النعتي، اهـ. وقى الملقني: وعن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه كره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنائز والرحم والتذكير، فما ظنك به عند الغناء الذي يسمونه وجداً ومحبة، فإنه مكروه لا أصل له في الدين". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۳۹/۶، سعید)

آلہ مکبر الصوت

سوال [۹۶۳۲]: ایک شخص نے ایک ایسا آلہ ایسا دیکھا ہے کہ بڑے بڑے مجمع میں (قرآن خواں، اعظم، مقرر) کی آواز تمام مجمع کے حاضرین کو اس آلہ کے ذریعہ سے بالکل آواز بخوبی قاری صاحب، واعظ مقرر صاحب کی آواز پہنچ جاوے اور کوئی فرد واحد اس کثیر مجمع میں حضرات فائض کے فیض سے محروم نہ رہ سکیں۔
استفسار طلب یہ امر ہے کہ ایسے آلہ کا استعمال ضرورت مذکورہ کے وقت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ آلہ کے جواز و عدم جواز کی دلیل کتب شرعیہ سے ہونی چاہیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس جگہ محض آواز کا ہونا مقصود ہو اور اس میں صرف حاضرین کو خطاب ہی ہو اور کوئی عبادت اس کے علاوہ نہ ہو، وہاں اس آلہ کا بھی استعمال جائز ہے کہ اصل مقصود کے حصول کا معین ہے، جب اصل مقصود مباح ہے تو اس کا وہ معین کہ جس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہ ہو وہ بھی مباح ہوتا ہے، وھذا ممالاً لمخفی علی أحد من مارس علم الفقه والحديث (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد دنگوئی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سائپور، ۱۹/۱۲/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مدرسہ ہذا، صحیح عبداللطیف، ۹/ جمادی الاولیٰ/ ۵۹ھ۔

(۱) "الضرورات تبیح المحظورات۔ الضرورات تنقذ بقدرها"۔ (قواعد الفقه، رقم القاعدة: ۱۷۰،

۱۷۱، ص: ۸۹، الصدف پبلشرز کراچی)

"امام کے پیچھے دوسری صف میں جو مبلغ کھڑے کئے جاتے ہیں کہ وہ زور سے تکبیرات کہتے رہیں تاکہ لوگوں کو تکبیرات زائد اور تکبیرات رکوع و تہود پہنچانے میں آسانی ہو، ان کے سامنے لاؤڈ اسپیکر لگا دیا جائے تو جائز ہے جس سے صرف تکبیرات لوگوں کو پہنچ جائیں اور نماز صحیح طور پر ادا ہو جائے، امام کی قرأت لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ سے نہ پہنچائی جائے۔ نماز کے بعد امام لاؤڈ اسپیکر کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھ دے تو جائز ہے"۔ (کفایات المصنفی، کتاب الحظر والإباحة،

سولہواں باب: آئینہ جواز لاؤڈ اسپیکر: ۲۰۶/۹، دار الاشاعت کراچی)

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (آلات جدیدہ، آلہ مکبر الصوت کے شرعی احکام، آلہ مکبر الصوت کا استعمال

نماز میں، ص: ۳۸، ادارۃ المعارف کراچی)

جس لاؤڈ اسپیکر پر گانے گائے جائیں، اس سے سحری کے لئے جگانا

سوال [۹۶۳]: لاؤڈ اسپیکر پر فحش گانے ہوتے ہیں، کچھ تو الیاں بھی ہوتی ہیں، اس طرح سحری کے لئے جگانا جائز ہے یا نہیں؟ شادی بیاہ کے موقع پر لاؤڈ اسپیکر لگا کر اس طرح گانے بجانا جائز ہے یا نہیں؟ اور لاؤڈ اسپیکر سے جو روپیہ کمایا جاتا ہے وہ حلال ہے یا حرام؟ کوئی عالم فاضل اگر ایسے شخص کے یہاں ٹھہرے یا کھانا کھاوے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لاؤڈ اسپیکر پر اس طرح فحش گانے گا کر سحری کے لئے جگانا ممنوع ہے، احترام رمضان کے بھی خلاف ہے، فی نفسہ بھی ناجائز ہے۔ شادی بیاہ میں بھی یہ چیز منع ہے۔ اس طرح روپیہ کمانا بھی منع ہے۔ اہل علم کو ایسے روپیہ سے دعوت قبول نہیں کرنا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب دین محمد بن عبد بنہ، ۱۷/۹/۱۴۱۰ھ۔

بجلی سے آدمی کیوں مر جاتا ہے؟

سوال [۹۶۴]: کڑک اور بجلی کیا چیز ہے، اس بجلی سے انسان یا جانور مر جاتے ہیں، اس کی اصل

چی کیا ہے؟

(۱) "ولا یحبیب دعوة الفاسق المعلن لیعلم أنه غیر راض بفسقه، وكذا دعوة من كان غالب ماله من حرام مالم یخبر أنه حلال". (فتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثانی عشر فی الہدایا والصلیافات، ۳۳۳/۵، رشیدیہ)

"إذا أهدى الرجل إلى انسان أو أضافه، إن كان غالب مال المهدى من الحرام، ينبغي له أن لا یقبل الهدیة ولا یأكل من طعامه مالم یخبر أنه حلال". (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الحظر والإباحۃ، وما یکرہ أكله وما لا یکرہ وما یتعلق بالصلیافۃ، ۳۰۰/۳، رشیدیہ)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثانی عشر فی الہدایا والصلیافۃ)

(۳۳۳/۵، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا مختصر بیان میدی میں ہے (۱) اور تفسیر فتح العزیز میں زیادہ ہے (۲)۔ یہ مسئلہ نہ فقہ کا ہے، نہ عقائد کا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۷/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۷/۹۳ھ۔

کمر کے دونوں جانب ہاتھ رکھنا

سوال [۹۶۳۵]: دونوں طرف کرپہ ہاتھ رکھنا کیسا ہے، اور دونوں ہاتھ کمر کے پیچھے بندہ کرچلنا

کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نامناسب ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۹۵ھ۔

(۱) "وأما الرعد والبرق، فسيبها أن الدخان إذا ارتفع واحتبس (الدخان فيما بين السحاب)، فما صعد إلى العلو مَرَّقَ السحاب تمزيقاً عنيفاً، فيحصل صوت هائل هو الرعد بتمزيقه. وإن اشتعل الدخان (لما فيه من الدهية) بالحركة، كان برقاً (إن كان لطيفاً، وينطفي بسرعة) وصاعقة (إن كان غليظاً، ولا ينطفي حتى يصل إلى الأرض، وإذا وصل إليها فرسما صار لطيفاً ينفذ في المتخلل ولا يحرقه. ويذب الأجسام المندمجة فيذبب الذهب والفضة في الصرة مثلاً، ولا يحرقها إلا ما احترق من الذوب. وربما كان كثيفاً غليظاً جداً، فيحرق كل شيء أصابه، وكثيراً ما يقع على الجبل، فيدخه دكاً". (الميدى، ص ۹۷، مير محمد كتب خانہ)

(۲) (تفسیر عزیزی، (سورة البقرة: ۱۹): ۲۱۶-۲۲۳، سعید)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: نهى أن يصلي الرجل مختصراً". (صحيح البخاري، كتاب التهجّد، باب الحصر في الصلوة: ۱/۱۶۳، قديمي)

قال العيني رحمه الله تعالى: "الحصر وضع اليد على الخاصر. وقد فسرہ الترمذی بقوله: والاختصار هو أن يصح الرجل يده على خاصرته في الصلوة. وكأنه أراد نفس الاختصار المنهَى عنه، =

کیڑے کھڑوں کی پیدائش

سوال [۱۹۲۶]: جس طریقے سے انسان کی پیدائش کے پہلے اس میں روح کا فرشتہ روح ڈال دیتا ہے، اسی طریقے سے کیا کیڑے کھڑے، حیوانی، یا اسی طریقے کے جاندار، کیا ان میں بھی روح ڈالی جاتی ہے، یا یونہی پیدا ہو جاتے ہیں جیسے اناج میں ہو جاتے ہیں، میسر ہو جاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کیڑے کھڑے بھی سب باذن خداوندی پیدا ہوتے ہیں، خود بخود پیدا نہیں ہوتے (۱)۔ تفصیلی کیفیت پیدائش کی معلوم نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد مفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۵/۹۴ھ۔

غلامی کو ناپسند کرنا

سوال [۱۹۲۷]: اگر کوئی شخص اسلام کے دستور ”غلامی“ کو ناپسند کرتا ہو اور اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہو تو وہ مسلمان باقی رہ جائے گا یا کافر ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ناپسندیدگی اصل حقیقت کے نہ معلوم ہونے کی وجہ سے ہے، جیسا کہ دیگر اقوام آج کل ناپسند کرتی

= والا فحقیقة الاختصار لا تنقید بكونها فی الصلوة ... أما الحکمة فی النهی عن الخصر فقیل: لأن إبليس أبسط مختصراً، قيل: لأن اليهود تكفر من فعله، فنهى عنه كراهةً للتشبه بهم“. (عمدة القاری، باب الخصر فی الصلوة: ۴/۲۹۷، إدارة الطباعة المنبرية)

(والصحيح لمسلم مع شرحه للنووی، باب كراهة الاختصار فی الصلوة: ۲۰۶/۱، قديمی)

(وكذا فی فتح الباری، باب الخصر فی الصلوة: ۱۱۳/۳، قديمی)

”وكره الشخص - وضع اليد على الخاصرة - للنهي، ويكره خارجها تنزيهاً“. (الدر المختار،

كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب: مكروهات الصلوة: ۶۳۲/۱، سعيد)

(وكذا فی الهداية مع النواية، كتاب الصلوة: ۱۳۰/۱، شركت علمية وادبية)

(۱) قال الله تعالى: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (سورة الأنعام: ۱۰۲)

ہیں اور وہ حقیقت سے واقف نہیں، اب بجائے اس کے کہ ایسے شخص کے لئے کوئی سخت حکم حاصل کریں، آپ اس کو حقیقت سمجھائیں تاکہ وہ دیگر اقوام کا اتباع چھوڑ کر اسلام کا اتباع کرے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمد بن غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

دوسرے کی دیوار پر اپنے مکان کی بنیاد رکھنا

سوال [۹۶۳۸]: زید کی دیوار جس کے نیچے سے پانی زید کے مکان کا ٹکا کرتا تھا اور دونوں مکانوں میں حد فاصل تھی، اس پر عمر نے اپنے مکان کی بنیاد رکھی ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ بیواؤ تو حروا۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ دیوار زید کی ملک ہے تو زید کی دیوار پر عمر کو اپنے مکان کی بنیاد رکھنا بغیر زید کی اجازت کے ناجائز ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد بن غفرلہ عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ربیع الثانی/۱۴۲۳ھ۔

(۱) "و بحسن بنا قبل الشروع فی شرح احادیث العنق ان نورد ههنا مقابلةً وجيزةً نبحت فيها عن حقيقة الرق ومكانته في الإسلام، فإنه قد كثر الشعب على المسلمين من قبل أصحاب الغرب ومقلديهم في إباحة الرق، وقد زعمه الناس في هذا الزمان وصمةً على جبين الدين، ومثارةً للشبه ضد الإسلام، ولا حول ولا قوة إلا بالله العظيم. اهـ". (تكملة فتح الملهم: كتاب العنق، الرق في الإسلام: ۲۶۳/۱، مكتبة دارالعلوم كراچی)

(۲) "لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه". (شرح المجلة، المقالة الأولى (رقم المادة ۹۶)، ص: ۶۱، مكتبة حنفية كوثه)

"و كذا لو كان مسيل ماء سطحه إلى دار رجل وله فيها ميزاب قديم، فليس لصاحب الدار منع عن مسيل السماء. اهـ". (الفتاوى العالمية، كتاب الشرب، الباب الثاني في بيع الشرب وما يوصل بذلك ۳۹۳/۵، وشيذه)

(و كذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب إحياء الموات، فصل في الشرب: ۳/۳۰، المكتبة العفارية)

خدا کے واسطے معافی مانگنے پر معاف نہ کرنا اور روپے لے کر معاف کرنا

سوال [۹۶۴۹]: جہاں خدا اور رسول کا واسطہ مانگنے پر معافی نہ ہو سکے، وہاں چند روپے دے کر معاف کر دیا، آپ اس بارے میں کیا صلاح دیتے ہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی شخص سے کوئی قصور ہو جائے اور وہ معافی مانگے تو اعلیٰ بات یہ ہے کہ اس کو معاف کر دیا جائے، خاص کر جبکہ وہ اللہ کے واسطے معافی مانگے: ﴿وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا﴾ (۱)۔ خدا کے نام پر معافی مانگنے سے معاف نہ کرنا، روپے لے کر معاف کرنا بڑی پست حوصلگی کی بات ہے، البتہ اگر کسی نے مالی نقصان کیا ہو تو اس نقصان کا معاوضہ لینا درست ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱/۹۳ھ۔

”إنشاء اللہ“ کہنا

سوال [۹۶۵۰]: عبادت کے کام میں جیسا کہ میں نے اعلان کیا کہ ”إنشاء اللہ تعالیٰ“ کل سے عصر کی نماز ۵ بجے ہوگی۔ یہ ”إنشاء اللہ“ کہنا کیسا ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:
مستحب ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد وغفرلہ۔

= (و کذا فی الدر المختار، کتاب إحصاء الموات، فصل فی الشرب: ۶/۳۶۳، سعید)

(۱) قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ، وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (سورة التور. ۲۲)

(۲) ”لو أنشأ مال غيره تعدياً، فقال المالك: أجزت أورشيت، لم يروا من الصمان“. (الدر المختار مع رد المختار، كتاب المأذون: ۶/۱۹۸، سعید)

(۳) قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَلِكُمْ غَدًا. إِلَّا أَنْ يَأْتِيَ اللَّهُ﴾ (سورة الكهف: ۲۳، ۲۴)

قال العلامة الألوسی رحمه الله تعالیٰ: ”وجوز أن يكون المستثنى منه أعم الأوقات أى لا تقولن ذلك فى وقت من الأوقات إلا فى وقت مشيئة الله تعالیٰ ذلك القول منك“. (روح المعانى، (سورة=

”خدا اور رسول کو منظور ہو تو“ کہنا کیسا ہے؟

سوال [۱۶۶۵]: ”اگر یہ کام خدا اور اس کے رسول کو منظور ہو جائے ہو تو ہو جاوے گا“ ایسا کہنا

کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرک ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد ونگوئی عنہ اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/صفر/۶۸ھ۔

بخشن بخاری شریف

سوال [۱۶۶۲]: رسم و رواج کے مطابق بخشن بخاری شریف منایا جا رہا ہے اور ہر طالب علم سے

چالیس روپے لیتے ہیں، بعض طلبہ تو ایسے بھی ہیں جو ناشتہ وغیرہ بھی نہیں کرتے ہیں، تقریباً تین سال سے یہ بخشن منایا جا رہا ہے۔ نیز روپے ناظم انجمن یا ناظم رقم کو نہ دینے کی وجہ سے انجمن کے کچھ افراد کہتے ہیں کہ تمہارا نام انجمن سے خارج کر دوں گا۔ ان وجوہات کے پیش نظر لڑکے خائف ہو کر روپے ادا کرتے ہیں، اور ان روپیوں سے تمام انجمن والے بریائی پلاؤ وغیرہ نوش کرتے ہیں۔ کیا یہ فعل شرعاً درست ہے؟ اور ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس پر عمل ہوا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی نیک کام کی توفیق ہو تو اس پر بطور شکر کے اگر احباب و فقراء کو کچھ کھانا دیا جائے تو ناجائز نہیں، مشہور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سورۃ بقرہ یاد کر لی تو ایک اونٹ ذبح کر کے اعزہ واقرباء

= (الکھف: ۲۳) ۲۳۸/۱۵، دار احیاء التراث العربی بیروت

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿مَا كَانَ لَنَا أَنْ نَشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (سورۃ یوسف: ۳۸)

”عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رجل: نارسول اللہ! انی الدب اکبر

عند اللہ“ قال: ”ان تدعو لنا ذللاً وهو خلقک“۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الکبائر، الفصل

الأول، ص: ۱۶، قدیمی)

کو کھلا یا (۱)۔

نہیں جو صورت سوال میں درج ہے اس میں قیاحت زیادہ ہے، بعض غریب طلباء میں جن میں وسعت نہیں، ان سے چندہ لیا جائے وہ شرم کی وجہ سے انکار نہ کر سکیں، یاد دیاؤ ذال کر ان سے وصول کیا جائے اور وہ مجبور ہو کر دین تو ایسا پیرے لیا اور اس کو کھانا شرعاً درست نہیں، حدیث شریف میں ہے:

"لا یحل مال امرء مسلم إلا بطیب نفس منہ" (۲)۔

اور قنایہ عالمگیری میں ہے:

"لا یجوز لأحد من المسلمین أن يأخذ مال أحد بغير سبب شرعی" (۳)۔

نیز اس میں تقاضہ ہے اور ریا ہے، اس لئے اس کی اجازت نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاء العبد محمد قنوی، دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۱۴۰۶ھ۔

(۱) "مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: تعلم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ البقرة فی النبی عشرة سنة، فلما ختمها، نحر جزواً". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبی، مقدمة المؤلف، باب کیفیة التعلیم والفقہ، لکتاب اللہ تعالیٰ، وسنة نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وما جاء أنه سهل علی من تقدم العمل به دون حفظه: ۳۰/۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) (کنز العمال، القرع الثانی فی احکام الايمان: ۳۹۷/۱، مکتب التراث الاسلامی حلب)

(ومجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب البیوع، باب الغصب: ۱۷۳/۴، دارالفکر بیروت)

"عن أبي حرة الرقاشی عن عمه رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال. قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "ألا! لا تطلموا، ألا! لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منہ". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والغارۃ، الفصل الثانی، ص: ۴۵۵، قدیمی)

(۳) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۱۶۷/۲، رشیدیہ)

(وکنذا فی الحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی العزیر، ۶۸/۵، رشیدیہ)

(۴) "وعن شداد ابن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال. سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "من صلی برائی فقد أشرك، ومن صام برائی فقد أشرك، ومن تصدق برائی فقد أشرك". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب الرباء والسمعة، الفصل الثالث، ص: ۴۵۵، قدیمی)

"عن محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "إن أحرف ما =

کھانا کھاتے وقت چارپائی کی پائنتی کی طرف بیٹھنا

سوال [۹۶۵۳]: زید کہتا ہے کہ چارپائی پر بیٹھ کر پائنتان کی طرف بیٹھ کر کھانا چاہیے، جو لوگ سر ہانے بیٹھ جاتے ہیں ان کا منہ پائنتی کی طرف ہوتا ہے، لہذا یہ رزق کی توہین ہے، سو اس طرح کھانا جائز ہے۔ کیا زید کا خیال ٹھیک ہے؟

چارپائی پر غسل کرنے سے کیا وہ ہمیشہ کے لئے نجس ہوگئی؟

سوال [۹۶۵۴]: ۲۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ کسی نے چارپائی پر بیٹھ کر غسل کیا تھا، سو یہ گندگی کی چیز ہوئی، اس پر بیٹھ کر کھانا درست نہیں۔ مدلل جواب سے نوازیں۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔۔۔ یہ چیز عرفاً کھانے کی توہین نہیں سمجھی جاتی، اس لئے اس کو ناجائز کہنا صحیح نہیں۔

۲۔۔۔ یہ بات بلا دلیل ہے، اگر کسی تخت یا فرش پر کسی نے غسل کیا ہو تو کیا اس کی وجہ سے وہ تخت یا فرش نجس ہو کر کبھی پاک نہیں ہو سکے گا، اور اس کی وجہ سے ہر جگہ کا ہر تخت اور ہر فرش ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بالکل نجس ہو جائے گا؟ زمین پر تو قضاے حاجت فرمانا سرتک صحیح احادیث سے ثابت ہے (۱) تو کیا کسی زمین پر بھی کھانا کھانا جائز نہیں ہوگا۔

«أخاف عليكم الشرك الأصغر». قالوا: يا رسول الله! وما الشرك الأصغر؟ قال: «الرياء». (مشکوٰۃ

المصابيح، باب الرياء والسمعة، ص: ۳۵۶، قدیمی)

(ومستند الإمام أحمد بن حنبل حديث محمود بن لبيد رضى الله تعالى عنه، (رقم الحديث: ۳۳۱۱۹):

۵۹۶/۶، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۱) «عن المغيرة بن شعبة رضى الله تعالى عنه قال: كنت مع النبي صلى الله عليه وسلم في سفر فقال:

"يا معيرة! خذ الأداة". فأخذتها، ثم خرجت معه، فانتطلق رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى توارى

عسى، فقصصى حاجته، ثم جاء وعليه جبة شامية". (الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب المسح على

الخصفين: ۱۳۳/۱، قدیمی)

(وسنن ابن ماجه، أبواب الطهارة، باب ما جاء في المسح على الخفين، ص: ۴۱، قدیمی)

نیز سوال نمبر: ۱ میں صرف سر ہانے بیٹھ کر کھانا کھانے کو منع کیا ہے، پائنتی کی طرف بیٹھ کر سر ہانے کی طرف کھانا رکھ کر کھانے کی اجازت دی ہے، اس کی کیا وجہ ہے، کیا وہ حصہ گندہ نہیں ہوا، استغفر اللہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عثمانی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۹۲ھ۔

کسی کی بات کا ثنا

سوال [۹۶۵۵]: جب دو شخص گفتگو کر رہے ہوں تو تیسرے شخص کو درمیان میں بات کا ثنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کوئی شخص بات کرتا ہو تو بلا وجہ بات نہ کاٹی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

اپنی بات کو اونچا رکھنا

سوال [۹۶۵۶]: اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول کی راہ کے خلاف چل کر اپنی بات کو اونچا رکھے

اور اپنے فلاں بہنوئی کی بات کو گرانا چاہتا ہو کسی وجہ سے، تو وہ شخص کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ شخص گنہگار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۹۲ھ۔

(۱) ”مکاتیب: یکے را از سخا، شنیدم کہ می گفت: ہرگز کسی جمل خود اقرار کردہ است، مگر آنکس کہ چون دیگرے در سخن باشد، بچنان تمام با گفتن سخن آغاز کند مشغول“

سخن را سرست امے خرد مند وین

میاور سخن در میان سخن

عداوند تدبیر و فرهنگ و هوش

نگوید سخن تانہ بیند خموش“

(گلستان سعدی، باب چہارم، حکایت نمبر: ۷، ص: ۱۳۱، قدیمی)

آب حیات

سوال (۹۶۵۷): آب حیات کیا چیز ہے، آیا اس کے اجزاء ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کتب حدیث و تفسیر میں اس کا وجود مذکور ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ میں آب حیات کی تفصیل ہے (۱)۔ فقط سبحانہ تعالیٰ اعظم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۳/۹۰ھ۔

کیا لڑکے والا افضل ہے لڑکی والے سے؟

سوال (۹۶۵۸): کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ لڑکے والے کا درجہ اعلیٰ ہے اور لڑکی والے کا درجہ لڑکے والوں سے کم ہے۔ کیا شرعاً بھی درجہ میں تفاوت ہے؟

حافظ علی احمد تھان، گاؤں سیتا پور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان باتوں کی وجہ سے شرعاً درجہ نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے، یہ درجہ کافروں کا تجویز کر دے (۲)۔ فقط واللہ اعظم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۶/۹۲ھ۔

(۱) ”وروی عیثمۃ بن سلیمان من طریق جعفر الصادق عن أبیہ أن ذا القرنین کان له صديق من الملائكة، فطلب منه أن یذله علی شی یطول به عمره، فذله علی عین الحیات وهي داخل الظلمة، فسار إليها والخضر علی مقدمته، فظفر بها الخضر ولم یظفر بها ذو القرنین“. (فتح الباری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب حدیث خضر مع موسی علیہما السلام: ۵۳۶/۶، قدیمی)

”مجمع البحارین وعندها عین تسمى عین الحیة لا تصیب شیئاً إلا حی“. (تفسیر الخازن (سورة الکہف ۴۱/۳، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

”وقال سفیان یزعم ناس أن تلك الصخرة عندها عین الحیة لا یصیب ماءها شیئاً إلا عاش“. (التفسیر المظهری ۳۸/۶، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(و کذا فی تفسیر العثماني، ص: ۵۴۱، تاج کمپنی کراچی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يَهَبْ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَّا لَهُ نَاصِبٌ وَلَمْ يَشَاءِ الذِّكُورُ﴾. (سورة الشوری: ۲۵) =

شاگرد سے احکام کے کپڑے دھلوانا

سوال [۹۶۵۹]: اگر کوئی استاد اپنے شاگردوں سے احکام کے کپڑے دھلواتا ہے تو وہ کپڑے شاگردوں کے لئے دھوتا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ عام لوگوں نے اس کو چند بار تسمیہ کی۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ نامناسب ہے، شرم و حیا کے بھی خلاف ہے، بچوں پر بھی اس کے بُرے اثرات پڑیں گے۔
فی اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نابالغ شاگرد سے خدمت لینا

سوال [۹۶۶۰]: ۱۔ ایک معلم صاحب جو کہ پیش امام بھی ہیں، کیا وہ اپنے کسی شاگرد نابالغ سے وضو کے لئے پانی منگا کر طہارت کر سکتے ہیں، جیسا کہ وہ روز ایسا ہی کرتے ہی اور اسی وضو سے نماز بھی پڑھاتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

۲۔ بہت سے لوگ جو کہ دستکار ہیں، وہ اپنے چھوٹے چھوٹے شاگردوں سے جو کہ نابالغ ہیں ان سے پانی منگا کر پی سکتے ہیں، وہ خود آرام کرتے ہیں اور شاگرد بے چارے پگھلا جھٹکتے رہتے ہیں۔ کیا ان کا یہ طریقہ درست ہے؟

الجواب سامداً ومصلیاً:

۱۔ ان کی تربیت کے لئے اور سلیقہ سکھانے کے لئے پانی منگانا اور اس پانی سے وضو کرنا اور اس وضو

= وقال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلَكُمْ شُعوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا﴾، إن أكرم عند الله أتقاكم ﴿رسورة الحجرات ۲۶﴾

”واسب هذا المساق أن يدل في البيان من أول الأمر على أنه تعالى فعل لمحض مشيئة سبحانه لا مدخل لمشيئة العبد فيه، فلذا قدمت الإناث وأحرت الذكور كأنه قيل: يخلق ما يشاء يهب لمن يشاء، من الإناسي ما لا يهبوا، ويهب لمن يشاء منهم ما يهبوا، فقد كانت العرب تعد الإناث نلاء“ (روح المعاني، سورة النور، ۵۳/۲۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

سے نماز پڑھنا، چاہا سب درست ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وثاق فوطیٰ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کام لیتے اور وہ اس وقت تا بائغ تھے (۱)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کے لئے پانی لا کر دیا جب کہ وہ تا بائغ تھے (۲)۔

۲۔ اس کا حکم بھی نمبر: ۱ سے معلوم ہو گیا، لیکن بچوں پر زیادہ بوجھ ڈالنا نہیں چاہیئے، جس سے وہ اکٹا کر پریشان ہو جائیں، خاص کر یہ صورت کہ وہ پگھکا جھلنے رہیں اور استاد آرام سے سوتے رہیں، اس سے غالب گمان یہ ہے کہ وہ اکٹا جاتے ہوں گے۔ اگر استاد ان سے خدمت لیں تو ان کو انعام بھی دینا چاہیئے جس سے وہ خوش ہو جائیں اور ان کی علمی اور اخلاقی تربیت بھی کی جائے، ان کو ہنر بھی سکھایا جائے کہ یہ ان کا حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۴/۹۰ھ۔

چھوٹے بچوں سے خدمت لینا

سوال [۹۶۶]: معتمد بہار شریعت نے لکھا ہے کہ: ”معلمین کو تا بائغ لڑکوں سے پانی بھروا کر

(۱) ”عن أم سلمة رضي الله تعالى عنها، أنها قالت: يا رسول الله! انس خادمك، ادع الله له، قال: ”اللهم أكثر ماله وولده، وبارك له فيما أعطيته، إلخ“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب المناقب والفضائل، باب جامع المناقب، الفصل الأول، ص: ۵۷۵، قدیمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالى: ”انس بن مالک بن الصمر الخزرجی کنیتہ ابو حمزہ، قدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وهو ابن عشر سنین، وانتقل الی البصرة فی خلافة عمر رضي الله تعالى عنه لیفیه الناس وهو آخر من مات بالبصرة من الصحابة سنة إحدى وتسعين“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب والفضائل، باب جامع المناقب، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۶۴۰۸): ۵۷۸/۱۰، رشیدیہ)

(۲) ”عن عید اللہ بن ابی یزید عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما، أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخل الخلاء، فوضعت له وضوءاً، قال: ”من وضع هذا؟“ فأخبر، فقال: ”اللهم فقهه فی الدین“ (صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء: ۲۶/۱، قدیمی)

(ومسند الإمام احمد بن حنبل رحمه الله تعالى، مسند عبد اللہ بن عباس رضي الله تعالى عنهما، (رقم الحدیث: ۳۳۶۹): ۵۹۲/۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

استعمال کرنا جائز نہیں۔“ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن چھوٹے بچوں کو استاذ کے پر دیا جاتا ہے تو ان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی ہوتی ہے، ام لئے ان سے اس قسم کا کام لینا جن سے خدمت کا سلیقہ اور عادت ہو جائے اور اپنی بڑائی طبیعت میں نہ آئے درست ہے۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی خدمت لینا ثابت ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر دس سال کی تھی جب ان کی والدہ نے خدمت اقدس میں لا کر پیش کر دیا تھا، یہ خدمت کیا کرے؟ تھے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۸۸ھ۔

امرد کی تعریف

سوال [۹۶۶۲]: امرد کے کچے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کی لپٹیں معمولی سی ہوں اور داڑھی نہ نکلے ہو، یا اس سے قبل ہی اس قابل ہو کہ عورتوں کو اس کی طرف رغبت (شہوت) ہوتی ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۰ھ۔

(۱) ”عن أم سليم رضي الله تعالى عنها، أنها قالت: يا رسول الله! أنس خادمك، ادع الله له، قال: ”اللهم أكثر ماله وولده، وبارك له فيما أعطيته، الخ“ (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب المناقب والفضائل، باب جامع المناقب، الفصل الأول، ص: ۵۷۵، قدیمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”أنس بن مالک بن الصر الحزرجی کتبتہ أبو حمزہ، قدم السی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وهو ابن عشر سنین وانتقل إلى البصرة في خلافة عمر رضى الله تعالى عنه ليفقه الناس وهو آخر من مات بالبصرة من الصحابة سنة إحدى وتسعين“ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب والفضائل، باب جامع المناقب، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۶۲۰۸)۔

۵۷۸/۱۰، رشیدیہ)

(۲) ”أمرد هو الشاب الذي طر شاربہ ولم تنبت لحینہ“ - وهذا شامل لمن نبت عذاره، بل بعض =

امرد سے خط و کتابت

سوال [۹۶۶۳]: امرود سے خط و کتابت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضرورت ہو تو درست ہے، قندہ ہو تو پرہیز کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

امرد کو کن کن سے احتراز کرنا چاہیے؟

سوال [۹۶۶۴]: امرود کو کن کن لوگوں سے احتراز کرنا چاہیے، مثلاً: ناموں، چچا وغیرہ کے بارے میں

کیا حکم ہے؟ ممانعت یا عدم ممانعت کا حکم اشخاص و افراد کے اعتبار سے ہوگا، یا حکم سب کے حق میں برابر ہوگا، یعنی حکم کا تعلق ثبوت پیدا ہونے والے، یا نہ ہونے سے ہے، یا امرود کی ذات سے ہے کہ وہ مشغنی ہے؟ اگر حکم کا تعلق مشغنی سے مان لیا جائے تو ظاہر ہے اس کے لئے ہر آن و ہر لمحہ برابر نہ ہوگا۔

= الفسقة يفضلہ على الأُمرد حالى العذار .. وأن ابتدأه من حين بلوغه سناً تشبه النساء

والمراد من كونه صبيحاً أن يكون جميلاً بحسب طبع الناظر ولو كان أسوداً؛ لأن الحسن يختلف باختلاف الطباع. (رد المختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في النظر إلى وجه الأُمرد، ۴۰۷/۱، معيد)

(۱) "فحل النظر منوط بعدم خشية الشهوة" اھ۔ (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "قال ابن القطان: "أجمعوا على أنه يحرم النظر إلى غير الملتحى بقصد التلذذ بالظر، وتمتع البصر بمحاسنه، وأجمعوا على جوازہ بغير قصد اللذة، والناظر مع ذلك آمن الفتنه". (رد المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۴۰۷/۱، معيد)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۹۱، دار المعرفة بیروت)

(و کذا فی النہر الفائق، کتاب الصلوة، باب شروط الصلاة ۱/۸۳، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

جس جس سے فتنہ کا اندیشہ ہو (۱)۔ اہل امر سے حکم کا تعلق ہے اور افراد اور اشخاص سے بھی تعلق ہے، افراد و اشخاص اپنا محاسبہ کرتے رہنا کریں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۰ھ۔

خود داری کا مفہوم

سوال [۹۶۶۵]: اسلام میں خود داری کا کیا مفہوم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

خود داری کا مفہوم ہے: ”اپنی حیثیت کے موافق کام کرنا، ایسے کام سے بچنا جس سے ذلت پیش آئے“۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۴/۹۱ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۴/۹۱ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) ”فحل النظر موطن بعدم حشبة الشهوة“ (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”قال ابن القطن: ”أجمعوا على أنه يحرم النظر إلى غير الملتصحي بقصد التلذذ بالنظر، وتمنع الصبر بمحاسبته. وأجمعوا على جوازه بغير قصد التلذذ، والناظر مع ذلك آمن الفتنة.“ (رد المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة، ۱/۳۰، سعيد)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، ۱/۱۹۱، دار المعرفة بیروت)
(و کذا فی النہر العائق، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة ۱/۱۸۳، رشیدیہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يُنْزِلُ الْمُنَافِقِينَ فِي جَهَنَّمَ﴾ (سورة النور: ۳۰)

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں“ یعنی جس عضو کی طرف مطلقاً دیکھنا ناجائز ہے اس کو بالکل نہ دیکھیں اور جس کو فی نفسہ دیکھنا جائز ہے، مگر شہوت سے جائز نہیں اس کو شہوت سے نہ دیکھیں۔ ”اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں“ یعنی ناجائز محل میں شہوت رانی نہ کریں جس میں زنا اور نواظت سب داخل ہے۔“ (بیان القرآن: ۵/۸، حصہ دوم، سعید)

کتاب الرهن

(گروہ رکھنے کا بیان)

توسیع مدت رہن پر معاوضہ لینا

سوال ۱۹۶۶۱: زید نے اپنا ایک مکان بکر کے پاس با قبضہ مبلغ تین سو روپے پر دو سال کے لئے رہن رکھ دیا۔ اور فتح رہن کی تاریخ مقرر کر کے دستاویز پر تحریر کر دیا: ”اگر متعینہ وقت پر نہ دے سکا تو یہ رہن نامہ بیع نامہ تصور ہوگا۔“ جب مدت رہن ختم ہونے لگی تو زید نے مزید تین سو روپے بکر سے لے کر فتح دین کی تاریخ میں اضافہ کر لیا۔ اور جب مزید توسیع قریب الختم ہونے کو آئی تو پھر مبلغ دو سو روپے بکر سے لے کر پھر دستاویز تحریر کر دی کہ: ”اگر میں ۱۹۶۳ء تک فتح رہن نہ کروں تو یہ رہن بیع نامہ ہوگا۔“ چنانچہ ۶۴ء شروع ہو گیا، اب زید چاہتا ہے کہ مکان بکر سے واپس لے لے۔ تو شرعاً اس کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تحریر رہن کی تاریخ گزر جانے پر بیع نامہ تصور کرنے کی تصریح شرعاً صحیح نہیں، شرعاً بیع نہیں (۱)، زید قرض واپس کر کے مکان بصورت رہن واپس لے سکتا ہے (۲)، بکر نے اس مدت رہن میں مکان سے نفع حاصل

(۱) ”البيع یسقط بإيجاب و قبول“ (شرح المحللہ لمسلم رستم باز، ص: ۷۵، (رقم المادة: ۱۶۷)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) ”وإذا طلب دينه، أمر بإحضار الرهن، فإذا حضره أمر الراهن بتسليم كل دينه أولاً، ثم أمر المرتهن بتسليم الرهن“، (ملئقی الأبحر مع مجمع الأنهر: ۳/۴، کتاب الرهن، غفاریہ کوئٹہ)

”و یؤمر المرتهن بإحضار رهنه، والراهن بأداء دينه أولاً“، (البحر الرائق: ۸/۳۳۷، کتاب الرهن، رشیدیہ)

”وإذا طلب المرتهن دينه، يؤمر بإحضار الرهن؛ لأن قبض الرهن قبض استيفاء، فلا يجوز أن =

کیا تو وہ ناجائز ہوا، سورہ ہوا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حرر والعبید محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۰/۸۹ھ۔

مکان مرہون میں رہنا

سوال [۹۶۶]: ایک شخص نے ایک مکان بعض مبلغ آٹھ سو روپیہ گروی رکھا ہے، تقریباً چھ سات برس کا عرصہ ہو گیا ہے گروی رکھے ہوئے، اور گروی رکھنے والا اس مکان میں کبھی خود رہتا ہے اور کبھی اپنے رشتہ دار کو رکھتا ہے۔ اور مکان اس درجہ کا ہے کہ اگر کرایہ پر دیا جائے تو کم از کم چار سو روپیہ کرایہ پر چڑھ سکتا ہے۔ اب یہ دریافت کرتا ہے کہ آیا اس گروی رکھنے والے کو مکان مذکور میں اس طرح بود و باش کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر در صورت ناجائز ہونے کے مکان مالک کو دیدے اور اپنا روپیہ وصول کر لے اس سے تو جو نفع اس نے چھ سات برس کے زمانہ میں مکان سے حاصل کیا ہے، اس کا معاوضہ شرعاً دینا پڑے گا یا نہیں اور اگر نہیں دے تو اس کا مواخذہ شرعاً ہوگا یا نہیں؟ یسوا نوحروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرتبہ کو مکان مرہون میں رہنا ناجائز ہے، اگر اس مکان میں رہے گا تو غاصب کہلائے گا اور گنہگار ہوگا اور ایسی صورت میں منافع غصب کا تاوان لازم نہیں:

”أو عقد كبيت الرهن إذا سكنه المرتهاين، ثم بان للغير معدلاً للإجارة، فلا شيء عليه، اھ۔“ در مختار۔ قال الشامي: ”(قوله: فلا شيء عليه): لأنه لم يسكنها ملئزماً لها لئاجر، كما لو

= يفتض ماله مع قيام الاستيعاء؛ لأنه يتكرر الاستيعاء على اعتبار الهلاك في يد المرتهاين وهو محتمل، وإذا أحصره أمر الراهن بتسليم الدين أولاً، فيتعين حقه كما تعين حن الراهن تحقيقاً للتسوية كما في تسليم المبيع والتمن: يحصر المبيع ثم يسلم التمن أولاً“۔ (الهداية: ۵۱۷/۳، كتاب الرهن، مكثہ شرکت علمہ ملتان)

(۱) ”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”كل قرض جر منفعة، فهو ربا“۔ (فيض القدير:

۳/۸۷، (رقم الحديث: ۶۳۳۶)، مكثہ نزار مصطفى الباز، رياض

(وكذا في الهداية ۳/۸۷، كتاب الكراهية، فصل في البيع، شرکت علمہ ملتان)

رهنہا المالك سکنها المرتن، اھ۔ رد المحتار: ۱۸۱/۵ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوئی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار بنور، ۴/۷/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۴/رجب/۵۶ھ۔

مرہون سے نفع اٹھانا

سوال [۹۶۲۸]: عام طور پر راہن مرتہن کے درمیان یہ بات طے شدہ ہوتی ہے کہ مرتہن مرہونہ چیز سے فائدہ حاصل کرے، مثلاً: مکان کا کرایہ اور زمین کی پیدوار سے فائدہ اٹھائے، لیکن یہ بات ناجائز بھی سمجھی جاتی ہے۔ کتاب ”منہج المفتی والمستفتی“ اردو ”فتاویٰ عزیزی، ص: ۵۹، ۶۰“ پر حسب ذیل عبارت مطالعہ سے گزری:

”مرفقیر کے نزدیک تحقیقی بات یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں رواج و عادات کے موافق ”ہبہ“ کے لفظ کو ”باحث“ یعنی فائدہ اٹھانے کی اجازت دینے میں سمجھا چاہئے۔ پس روپ داس نے جو باقی شاہ کو اپنی مرہونہ زمین کے محصول اور پھلوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیدی۔

اور اس پر دو شاہد دلائل کرتے ہیں: ایک یہ کہ فقہ کا مقرر کیا ہوا قاعدہ ہے کہ

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، ۲۰۸/۶، کتاب الغصب، سعید)

”و لا یضمن مسافع ما غصبه، سواء سکنه أو عطله، إلا فی الوقف. قال فی المجمع: و کذا السکنی بتأویل العقد لما تقدم عن القنبة من سکنی الموتین بتأویل عقد الرهن“. (مجمع الأنهر: ۹۳/۳، کتاب الغصب، غفرایہ کوئٹہ)

”لا یقال: إن الغاصب نلزمه أجره المغصوب إذا كان معداً للاستغلال كما إذا كان وفقاً أو مال ینیم، أما نقول: إنما نلزمه الأجرة فی المعدّ للاستغلال إذا لم یکن الغاصب بتأویل عقد كعقد الرهن فی مستلئنا، فإن كان كذلك، لا نلزمه الأجرة انقافاً“. (شرح المحلة لخالد الأناسی، ص ۱۹۳، رقم المادة: ۷۵۰)، حقانیہ پشاور)

(و کذا فی تبیین الحقائق، ۳۳۷/۶، کتاب الغصب، دار الکتب العلمیہ بیروت)

”العادة محكمة“ جیسا کہ ”الأشياء والنظائر“ میں موجود ہے (۱) اور عرف وعادت اس امر کو ثابت کر رہے ہیں کہ راہن مرتبن کو نفع اٹھانے کی اجازت دیتا ہے تو اس کو بھی عرف اور عادت پر قیاس کرنا چاہئے۔

دوسرے یہ کہ فقہ کا باندھا ہوا قاعدہ ہے کہ ”عقود اور معاملات میں معافی کا اعتبار ہے نہ الفاظ کا“ (۲)۔

اس واسطے فقہ لوگ بہہ بالعوض کو بیع کے حکم میں شمار کرتے ہیں۔ مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ جس بات کو ناجائز سمجھا جا رہا ہے، وہ جائز ہے“ (۳)۔
مہربانی فرما کر آپ ہر دو صورتوں کا حکم بیان فرمائیں تاکہ الجھن رفع ہو۔

(۱) (الأشياء والنظائر، الفن الأول، القاعدة السادسة، ص: ۹۳، قدیمی)

(۲) ”العبارة في العقود للمقاصد والمعاني لا للألفاظ والمباني“۔ (قواعد الفقه، ص: ۹۱، (وقم القاعدة:

۱۸۳)، المصداق پبلشرز)

(۳) مستقنی نے فتاویٰ عزیزی (اردو) کی عبارت کو یا تو بہت اختصار سے نقل کیا ہے اور یا اس کے سامنے والا ترجمہ ہمارے ہاں کے ترجمہ میں فرق ہے، بہر حال دونوں کا مفہوم ایک جیسا ہے، لہذا فتاویٰ عزیزی کی کجولہ عبارت اس طرح ہے:

”لیکن فقیر کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں موافق رواج وعادت کے لفظ بہہ سے مراد اباحت سمجھنا چاہیے، یعنی ایسی صورتوں میں مقصود یہ ہوتا ہے کہ راہن کی اجازت ہوتی ہے کہ مرتبن ٹی مرہونہ سے نفع اٹھائے تو روپ داس گسائن نے جو باقی شاہ مرتبن کو نفع اپنی زمین مرہونہ کا اور پھل درختوں کا دے دیا تو اس سے مراد یہ تھی کہ روپ داس گسائن راہن نے یہ اجازت دے دی ہے کہ باقی شاہ مرتبن زمین مرہونہ کے منافع اور درختوں کے پھل سے فائدہ اٹھائے، اور امر کے لئے دلیل یہ ہے کہ اصول فقہ میں ثابت ہے کہ العادة محكمة یعنی عادت حکم آنے والی ہے، ایسا ہی کتاب الأشیاء والنظائر میں موجود ہے اور باعتبار عرف وعادت کے یہی امر مروج ہے کہ راہن کہہ دیتا ہے کہ ٹی مرہونہ کے منافع مرتبن کے لئے مباح ہیں تو اس مسئلہ میں بھی عرف وعادت کے موافق ایسا ہی سمجھنا چاہیے، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ بھی اصول فقہ میں ثابت ہے کہ ”العبارة في العقود للمعاني لا للألفاظ“ یعنی معاملات میں جو الفاظ مستعمل ہوں تو ان معاملات میں ان الفاظ سے جو اصل مقصود ہوا کرتا ہو اسی کا اعتبار ہوگا، صرف الفاظ کی جانب لحاظ نہ ہوگا۔ اسی واسطے یہ کہتے ہیں بہہ بالعوض کے بارہ میں فی الواقع بیع کا حکم ہے۔“ (فتاویٰ عزیزی، مسائل رہن، رہن زمین کی ایک صورت، ص: ۵۳۶، ۵۳۷، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ قائدہ اٹھانا بالکل ناجائز ہے، خواہ رابن نے صراحۃً اجازت دیدی ہو یا عرفاً رواج ہو، جن لوگوں نے اجازت رابن کے بعد جائز سمجھ لیا ہے ان پر علامہ شامی نے رد المحتار میں روکیا ہے (۱) اور مولانا عبدالحی نے مستقل ایک رسالہ اس مسئلہ پر لکھا ہے جس میں قطعاً ناجائز قرار دیا ہے اور کتب فقہ کی عبارات کو نقل کیا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/محرم الحرام/۱۴۱۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/محرم الحرام/۱۴۱۸ھ۔

مالک کی اجازت سے رہن سے نفع اٹھانا

سوال [۹۶۶۹]: اشیائے مرہونہ سے مالک کی اجازت سے نفع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو ہدایہ کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے: "ولیس للمرتهن أن يتنفع بالرهن لا باستخدام ولا مسكی

(۱) "لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجود وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الرها؛ لأنه يستوفي دينه كاملاً، فيبقى له المنفعة فضلاً، فيكون رها، وهذا أمر عظيم". (الدر المختار: ۳۸۲/۶، كتاب الرهن، سعيد)

(۲) "وقد اغترّ كثير من علماء عصرنا ومن سبقنا بظاهر عبارات الفقهاء أنه يجوز الانتفاع للمرتهن بالإذن، فأفتوا به مطلقاً من دون أن يفرقوا بين المشروط وغيره، ومن دون أن يتأملوا في أن المعروف كالمشروط، فضّلوا وأصلّوا. وقد التزمْتُ أنا من مدة مديدة أنني كلما سُئلت من الانتفاع بالإذن، أحسّ الكراهة، لتعسّی مہم أن الإذن عندهم يكون مشروطاً حقيقةً أو عرفاً، والإذن المجرد عن شوب الاشتراط الحقيقي والعرفي نادراً قطعاً". (مجموعة رسائل اللكنوي، الملک المشحون فی الانتفاع بالمرہون ۱۲/۳، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاوی الکاملیہ، ص: ۲۳۳، کتاب الرهن، حقایہ پشاور)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: ۲۳۶/۳، کتاب الرهن، دار المعرفۃ بیروت)

(و کذا فی شرح المحلۃ لحال الدال الاناسی: ۱۹۶/۳، ۱۹۷، (رقم المادۃ ۷۵۰)، مکتہ حبیہ کوئٹہ)

اس کے ساتھ ہی طے کرنا کہ میں روپے لگان اسی ایک ہزار روپے سے لیا جائے گا تو یہ اجارہ ہوگا، ایک عقد میں دو معاہدے کرنا (ایک رہن، دوسرا اجارہ) شرعاً درست نہیں (۱)۔ ذیہ کو چاہیے کہ اس معاہدے کو فسخ کر دے، پھر قرض

= يستوفى دينه كاملاً، فبقی له المفعلة فضلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم. (الدر المختار ۶/۲۸۲، کتاب الزہن، سعید)

”وقد اعتز كثير من علماء عصرنا ومن سبقنا بظاهر عبارات الفقهاء أنه يجوز الانتفاع للمرتهن بالإذن، فافتا به مطلقاً من دون أن يفرضوا بين المشروط وغيره، ومن دون أن ينأملوا في أن المعروف كالمشروط، ففضلوا وأحلوا. وقد التزمنا أنا من مدة مديدة أني كلما سُئلت من الاستفاد بالإذن، أجبت الكراهة، لعلني منهم أن الإذن عندهم يكون مشروطاً حقيقة أو عرفاً، والإذن المجرد عن شوب الاشتراط الحقيقي والعرفي نادر قطعاً“. (مجموعة رسائل اللكنوي، الفلك المشحون في الانتفاع بالمرهون: ۱۳/۳، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ الکاملیة، ص ۲۳۳، کتاب الزہن، حقانیہ پشاور)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: ۲۳۶/۳، کتاب الزہن، دار المعرفة بیروت)

(و کذا فی شرح المجلة لخالد الأناسی: ۱۹۶/۳، ۱۹۷، (رقم المادة: ۷۵۰)، حقانیہ پشاور)

(۱) ”عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود عن أبيه رضى الله تعالى عنه قال: نهى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن صفقین فی صفقة“. (إعلاء السنن ۱۳۰/۱۷۷، کتاب البیوع، باب النہی عن بیعتین فی بیعة، إدارة القرآن کراچی)

البتہ اگر عقد رہن کے بعد عقد اجارہ کریں تو یہ جائز ہے، لیکن اس صورت میں رہن کا معاملہ باقی نہیں رہتا:

”أما الإحارة فالمتستاجر إن كان هو الراهن، فهي باطلة. وإن كان هو المرتهن وحدد

القبض للإجارة = بطل الزہن، والأجرة للمرأه“. (رد المختار: ۵۱۱/۲، کتاب الزہن، سعید)

”و کذا لک لو استأجره المرتهن، صحت الإجارة وبطل الزہن إذا جدد القبض للإجارة“.

(الفتاویٰ العالمگیریة، ۳۶۵/۵، الباب الثامن فی تصرف الراهن، رشیدیہ)

سوال ”ایک شخص نے دوسرے شخص کے پاس اپنی زمین سو روپے کے عوض گروی رکھی اس شرط پر کہ میں برس

کے بعد ہم روپیہ دے کر زمین واپس کریں گے اور اس درمیانی مدت میں جو کچھ پیداوار کا منافع ہو وہ اپنے تصرف میں لائے اور مانگذا رہی ادا کرے۔“

جواب ”رہن کی یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں، کیونکہ زمین میں مرتبہ وقف حق میں ہوتا ہے اور شرط اشاعہ منقضی =

کا معاملہ مستقلاً ایک ہزار کے ساتھ رہے اور زمین کو جدا گانہ کرایہ پر لے لے اور اس کا معاملہ جدا گانہ بیس روپے طے کرے اور یہ بھی طے کرے کہ عمر اس قرض کو قسط وار ادا کر دیا کرے، مثلاً: بیس ۲۰/ روپے کی قسط تجویز کر لی جائے، عمر جب قسط ادا کرے، زید اُسے وصول کر کے کرایہ زمین لگان میں عمر کو دے دیا کرے تو اس طرح یہ معاملہ درست ہوگا، زمین اس صورت میں رہن نہیں ہوگی، صرف کرایہ پر ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

انقضاء بالمرہون

سوال [۹۶۷۱]: ۱۔ روپیہ قرض دیکر زمین رہن رکھ کر استفادہ کرنا اور لگان گورنمنٹ کو خود ادا کرتے رہنا یہ جائز ہے یا نہیں؟
۲۔ بعض لوگوں کی عادت یہ ہے کہ روپیہ قرض دے کر پھر اس قرض کو زرخوہ کو زمین کھیتی کرنے کے لئے ۵، ۱۰/ من کے بدلہ میں لکھ دیتے ہیں خواہ زمین میں کچھ پیداوار ہو یا نہ ہو۔ یہ کیسا ہے؟
۳۔ بعض لوگ رہن رکھ کر استفادہ کرنے کی وجہ سے کچھ عرصہ سالا نہ روپیہ اس سے کاٹ دیتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ یہ صورت جائز نہیں (۲)۔

= إلی الربا ہے، مرہون کے منافع اور زائد راہن کی ملکیت میں اسی طرح کا نفع بھی راہن کے ذمے پس مرتبن زمین مرہون کی آمدنی یا جانور مرہون کے دودھ میں سے صرف اس قدر لے سکتا ہے جس قدر زمین کا سرکاری لگان ادا کرنا پڑے۔ (کفایات المحققین، کتاب الدیون، در باب ثقلی رہن، مرتبن کارہن رکھی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا: ۱۳۱/۸، دلو الإشاعت کراچی)

(۱) "وکذلک لو استأجره المرتین، صحت الإجارة وبطل الرهن إذا جدد القبض للإجارة". (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الثامن فی تصرف الراهن: ۳۶۵/۵، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الزہن: ۵۱۱/۲، سعید)

(۲) "لا یحل لہ أن یشفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن لہ الراهن، لأنه أذن لہ فی الربا، لأنه یسوق فی دینہ، کاملاً، فینقی لہ المنفعة فصلاً، فیکون ربا، وهذا أمر عظیم". (الدر المختار: ۳۸۲/۲، سعید)

کتاب الزہن، سعید

۲۔ ۱۰۵/۱ من غداً ربحی حساب سے قرض میں محسوب کر لیں تو درست ہے، ورنہ نہیں، یعنی غلہ وصول کرتے وقت جو نرخ ہو اس نرخ سے قیمت لگا کر یہ سمجھیں کہ گویا ہم نے اپنے قرض میں سے اتنا وصول کر لیا (۱)۔

۳۔ ایسی زمین کا جو کچھ سالانہ کرایہ بغیر کسی دباؤ کے ہوتا ہے، اگر اتنی مقدار وصول کردہ روپیہ سے کاٹ دیں تو جائز ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۸۹ھ۔

= "وقد اعتز كثير من علماء عصرنا ومن سبقنا بظاهر عبارات الفقهاء أنه يجوز الانقطاع للمرتهن بالإذن، فأفتوا به مطلقاً من دون أن يفرقوا بين المشروط وغيره، ومن دون أن يتأملوا في أن المعروف كالمشروط، فضلاً وأصلوا. وقد التزمنا أنا من مدة مديدة أني كلما سُئِلت من الانقطاع بالإذن، أجبت الكراهة، لعلني منهم أن الإذن عندهم يكون مشروطاً حقيقة أو عرفاً، والإذن المجرد عن شوب الاشتراط الحقيقي والعرفي نادر قطعاً". (مجموعة رسائل اللكنوي، الفلک المشحون فی الانقطاع بالمرهون: ۱۲/۳، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی الفتاوی الکاملیہ، ص: ۲۳۳، کتاب الرهن، حقایقہ پشاور)

(وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: ۲۳۶/۳، کتاب الرهن، دار المعرفۃ بیروت)

(وکذا فی شرح المحلۃ لخالد الأتاسی: ۱۹۶/۳، ۱۹۷، (رقم المادۃ: ۷۵۰)، حقایقہ پشاور)

(۱) "قال الحموی فی شرح الکسر نقلاً عن العلامة المقدسی عن جده الأشقر عن شرح القدوری الأخطب: إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس کان فی زمانهم لمطابق عہم فی الحقوق، والفتویٰ الیوم علی جواز الأخذ عند القدرة من أني مال کان" (رد المحتار، کتاب الحجر: ۱۵۱/۶، سعید)

(۲) یہ رہن کا معاملہ نہیں بلکہ اجارہ کا ہوا کہ قرض دینے والا جو کہ کرایہ دار بھی ہے، مقرض کی زمین کا کرایہ اپنے قرض میں محسوب کر سکتا ہے

"وأما الإحارة، فالمستأجر إن كان هو الراهن، فهي باطلة - وإن كان هو المرتهن وحدد

القبض للإحارة - بطل الرهن، والأجرة للرهن". (رد المحتار: ۵۱۱/۶، کتاب الرهن، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمگیریۃ: ۳۶۵/۵، الباب الثامن فی تصرف الراهن، رشیدیہ)

انتفاع بالمرہون

سوال [۹۶۷۲]: مرجعہ زمین سے نفع حاصل کرتا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح رہن رکھے ہوئے بارغ کے پھل وغیرہ جو فصل میں پیدا ہوتے ہیں جس کے پاس رہن رکھا ہوا ہے، استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کے پاس جوٹی رہن رکھی جائے اس کو اس شی سے نفع حاصل کرنا منع ہے، کیونکہ یہ سود کے حکم میں ہے، خواہ وہ شی زمین ہو، یا بارغ ہو، یا مکان وغیرہ ہو، سب کا حکم یکساں ہے:

قال المحقق في رد المحتار: "ثم نقل عن الأقوال: "ثم نقل عن التهذيب أنه يكره للمرتهن أن ينفع بالمرهون وإن أذن له الراهن. قال المصنف: وعليه يُحمل ما نقل عن محمد بن أسلم من أنه لا يحل للمرتهن ذلك ولو بالإذن؛ لأنه روي. قلت: تعليله يفيد أنها تحريمية، فتأمل، اهـ".
در مختار: ۵/۳۳۶ (۱) - فقط والله سبحانه تعالیٰ اعلم۔

موروثی زمین کو رہن رکھنا

سوال [۹۶۷۳]: کسی زید نے (ووقف کھیت چمنی پانچ بیگہ پختہ جس کا منافع بصورت لگان ۳۰

(۱) (رد المحتار، ۵۴۲/۶، کتاب الزہن، فصل فی مسائل متفرقة، سعید)

"يكره للمرتهن أن ينفع بالمرهون وإن أذن له الراهن. قال في المنح: لأنه أذن له في المرهون؛ لأنه يستوفي دينه كاملاً، فتبقى له المفعة فضلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم. وجزم في رد المحتار بما في جواهر الفتاوى. من أنه إن كان مشروطاً، صار قرضاً جَرَّ فيه مفعةٌ وهو ربا، وإلا يكون مشروطاً فلا بأس. قلت: والعالم من أحوال الناس أنهم إنما يريدون عند الدفع الانتفاع، ولو لاء لما أعطاه الدرهم، وهذا بمنزلة المشروط. لأن المعروف كالمشروط، وهو مما يعين المفع. (شرح المحلة لحال الاناسي: ۱۹۶/۳، رقم المادة ۷۵۰)، مكتبة حقايقه پشاور)

(وکنڈا فی مجموعۃ رسائل اللکنوی۔ الفلک المشحون فی الانتفاع بالمرہون، ۱۲/۳، إدارة القرآن، کراچی)

(وکنڈا فی الفتاوی الکاملیہ، ص. ۲۳۳، کتاب الزہن۔ حقايقه، پشاور)

(وکنڈا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الزہن، ۲۳۶/۳، دار المعرفۃ بیروت)

سالانہ تخمینہ ہوتا ہے، داخلی رہن رکھ دیا یعنی مالک اراضی مثلاً: بکر کو دوسروں سے دیدے، کھیتوں پر قبضہ کر لیا اس شرط پر کہ جس وقت میرا روپیہ دوسو ذین ادا کر دو گے، میں کھیت چھوڑ دوں گا اور منافع خود (یعنی زید) لینا رہوں گا۔ اس عقد رہن پر باقاعدہ ضابطہ عدالت گورنمنٹ پورا کیا گیا یعنی رجسٹری وغیرہ کی گئی۔ مالک اراضی مسکنی بکر کی ملک کا شکار نہ تھی، وہ ایک زمیندار کا مالگذا تھا۔ اس عقد رہن کے انعقاد کا زمانہ تخمیناً دس سال ہے، کچھ دنوں سے تخمیناً چار سال سے جب کہ مسکنی بکر کی مالی حالت بہت خراب ہوئی، زمیندار کو مال گزاری بھی زید ہی ادا کرتا ہے۔

یہ صورت مسئلہ کی ہے، اس میں صرف دو سوال ہیں:

۱۔ آیا شرعاً عقد رہن یعنی داخلی رہن (جس صورت سے سمجھا گیا) جائز ہے یا ناجائز؟

۲۔ اگر ناجائز ہے تو اب شرعی تدارک کیا ہے؟ مفصل سمجھایا جائے۔ زید تو یہ کہنے کو تیار ہے۔ اب تک ملک رہن نہیں ہوا۔ بکر دوسروں سے ادائیں کر سکتا۔ زید دس سال سے منافع کما رہا ہے۔ نیز چار سال سے مالگذاری بھی زمیندار کو دیتا ہے جو تخمیناً ۱۸ روپے ہے۔

المستفتی: مہدی حسن، کانپور، محلہ بیکن گنج، مدرسہ مظہر العلوم۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کھیت کسی اور شخص کی ملک ہے، بکر کے پاس اس کی موروثی کاشت ہے اور بکر نے بعض دوسروں سے قرض زید کے پاس اسے رہن رکھ دیا اور زید نے دس سال اس کی آمدنی حاصل کی اور چار سال مالگذاری نمبر ۱۸، بھی ادا کی۔ اس تمام قضیہ میں تین چیزوں کا حکم فقہی شطب ہے: کھیت قرض، دوسو روپیہ، مالگذاری ۱۸ روپے معاملہ فاسد و فاسد ہے، اس لئے تینوں چیزوں کا حکم لکھا جاتا ہے۔

کھیت کا بصورت موجودہ نہ زید کو رکھنا جائز ہے نہ بکر کو، اس کا فوراً چھوڑ دینا واجب ہے (۱)، اس کے

(۱) "عن المسائب بن یزید عن أبیہ وحی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "لا یأخذ أحدکم عصا أخیه لاعاً جاداً، فمن أخذ عصا أخیه، فلیردھا إلیہ".

"وعن سمرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "علی الید ما أخذت حتی تردی".

(مشکوۃ المصابیح، ص: ۲۵۵، باب الغصب والعاریۃ، قدیمی)

بعد مالک کو اختیار ہے، خواہ خود کاشت کرے، یا اپنی رضامندی سے زید، بکر وغیرہ کسی کو کاشت پردے، یا بیع، ہبہ، جودل چاہے کرے (۱)، کیونکہ موردی ناجائز ہے۔ لہذا بکر غاصب ہے، اس کو جائز نہیں کہ کسی دوسرے کے کھیت کو غصب کر کے کسی کے پاس رکھ دے۔ اور دس سال تک جو زید نے آمدنی حاصل کی ہے، اپنا خرچہ بیع وغیرہ اس میں سے نکال کر باقی کو غرباء و مساکین پر صدقہ کر دے کہ یہ ملک غبیث ہے (۲)۔ اور جس قدر آمدنی بکر نے بغیر مالک کی رضامندی کے اس کھیت سے حاصل کی ہے، اس کا بھی یہی حکم ہے۔

قرض دوسروں پر یہ بدستور باقی ہے، بکر کے ذمہ اس کا ادا کرنا واجب ہے، ادا کرے یا معاف کرائے۔ مالکذاری نمبہ: ۱۸، زید نے اگر بکر کے کہنے پر بطور قرض ادا کی ہے تو اس کو بھی بکر سے وصول کر سکتا ہے، اگر تہر عاوا حسان ادا کی ہے تو اس کے وصول کرنے کا حقدار نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد کنگوئی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۳/۸/۵۸ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبد اللطیف، ۲۳/۸/۵۸ھ۔

= "و حاكمه وجوب الإنم إن علم، و وجوب رد عيه في مكان غصبه إن كانت باقية". (ملفئ
الأحر مع مجمع الأنهر: ۷۸/۳، كتاب الغصب، غفاريه كوئنه)

(۱) "كل ينصرف في ملكه كيف شاء". اهـ. (شرح المحلة لسليم رستم باز، ص: ۶۵۳، (رقم
المادة: ۱۱۹۲)، مكتبه حفيه كوئنه)

(۲) "و ما نقص منه: أي من العفار (مفعله كسكاه): أي سكنى الغاصب في الدار المغصوبة (و زرعه)
في الأرض المصوبة (عنه): أي النقصان. و يأخذ الغاصب رأس ماله و هو الدر و ما عزم من
النقصان و ما أنفق على الأرض، و يتصدق بالفضل". (مجمع الأنهر: ۸۱/۳، كتاب الغصب،
غفاريه، كوئنه)

"و بر دونه على أربابه إن عرفوهم، و إلا يتصدقوا به: لأن سبل الكسب الحث التصديق إذا
نعد الرد". (البحر الرائق: ۳۶۹/۸، كتاب الكراهية، فصل في البيع، رشديه)

(و كذا في رد المحتار، كتاب الحظر و الإباحة، فصل في البيع: ۳۸۵/۶، سعيد)

(و كذا في تبين الحقائق: ۶۰/۷، كتاب الكراهية، فصل في البيع، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "الصماتات تجب إما يأخذ أو يتوسط، و إلا لم تجب". (قواعد الفقه، ص: ۸۹، الصدف پشزور) =

کھیت کا رہن

سوال [۹۶۷]: ۱۔... نے اپنا کھیت رہن رکھا اس شرط سے کہ میں بخشی مالگنداری زمیندار کو ادا کرتا ہوں اس قدر مہن ادا کر دیا کرے، یا سال میں اس قدر کٹ جایا کرے گا، یعنی رہن کو مہن ادا کر دیا کرے۔ جب پنانے کے لئے روپیہ ہو جائیں تو پنانے کی صورت میں بقیہ روپیہ ادا کر لے (۱)۔ اور مالگنداری لے لینے کی صورت میں سب روپیہ ادا کر کے اپنا کھیت واپس لے لیوے۔ تو کیا صورت مذکورہ جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کیوں؟ جو بھی صورت ہو مدلل معذرت تحریر فرمادیں؟

۲۔... اگر کوئی صورت جواز کی ہو تو اس کو ضرور تحریر فرمائیں۔

نصیم الدین بستوی غفرلہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔... یہ معلوم نہیں کہ اس کھیت کی پیداوار کس کے پاس رہے گی راہن کے یا مہن کے، اگر مہن کے پاس رہے گی تو ناجائز ہے، "لأن كل قرض حر نفعاً، فهو ربوا" (۲)۔

۲۔... جواز کی صورت یہ ہے کہ مالگنداری حسب دستور راہن کے ذمہ رہے اور پیداوار جو کچھ ہو وہ

= "والأصل أن كل ما يطلب به الإنسان بالحس والملازمة، يكون الأمر بأدائه مثبتاً للرجوع من غير اشتراط الضمان، ومالا فله، إلا إذا شرط الضمان". (رد المحتار: ۵/۴۰۲، کتاب الہیۃ، باب الرجوع فی الہیۃ، سعید)

"وكل ما وجب على أحدهما فإذا الأخو، كان متبرعاً، إلا أن يأمره القاضي به، ويجعله ديناً على الآخر". (رد المحتار: ۶/۳۸۶، کتاب الرهن، سعید)

(۱) "پنانا: وصول کرنا، آپ پاشی کرتا، چیت ڈلوانا، سودا کرنا، لین دین کرنا"۔ (فیروز اللمعات، ص: ۲۷۷، فیروز سنز، لاہور)

(۲) (فیض القدیر ۱/۳۳۸، (وقم الحديث: ۶۳۳۶)، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

"كل قرض حر منفعۃ، فهو ربوا". (إعلاء السنن: ۱۳/۴۹۸، ۱۳۹۹، إدارة القرآن کراچی)

"كل قرض حر نفعاً حرام". (الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۱۶۶، سعید)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب الکراہیۃ، قبیل مسائل متفرقة: ۳/۷۱، مکتبۃ شرکت علمیہ ملتان)

مرتبہ اپنے پاس محفوظ رکھے، پھر رابن قرض ادا کرے اور کھیت پیداوار مرتبہ سے وصول کر لے (۱)، یا مرتبہ اس کھیت کو بطور اجارہ رابن سے لے لے، اجرت خشکی اور آبرو سے اور میعاد اجارہ پوری ہونے پر کھیت واپس کر دے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعظم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

زمین رابن پر دینے کی صورت

سوال [۹۶۷]: ایک شخص اپنی زمین کسی کے پاس بالعوض سوروپیہ یا دوسروپیہ رکھتا ہے اس شرط پر کہ میں زمین تمہارے قبضہ میں دیتا ہوں اور جو کچھ پیداوار ہوگی، تم کھاؤ پیو، اور سالانہ جو کچھ پیداوار ہوگی اس کے عوض دس روپیہ سالانہ سوروپیہ میں اور دوسروپیہ میں بیس روپیہ سالانہ مجرا کر لینا، گویا میں نقد روپیہ نہیں دوں گا، گویا دس سال کو میں نے زمین تم کو دیدی، اس کے بعد زمین میری ہوگی، خواہ زمین میں کچھ پیداوار ہو یا نہ ہو، میں: مددائیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر میں بیچ میں بقیہ روپیہ ادا کر دوں تو زمین میری ہو جائے گی۔ اس قسم کا لین دین کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱) "الزوائد الذی یولد من المروہون" کو لد المداہنہ والشمروہ واللس والصوف والوبر والاراش یکون للراہن، لئولودہ من ملکہ غیر اہ (یکون مرہوناً مع الأصل)۔ (شرح المحلۃ لسلیم رستم باز، ص: ۳۹۳، رقم المادۃ: ۷۵/۷۱، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی رد المحتار ۶/۵۲۱، کتاب الزہن، فصل فی مسائل متفرقہ، سعید)

(و کذا فی مجمع التیہر ۴/۳۰۳، کتاب الزہن، فصل: زہن عصیر، عاریہ کوئٹہ)

(۲) "أما الإجارة فالمستأجر إن كان هو الراهن، فهي باطلة۔ وإن كان هو المرتهن وجذد القرض

للإجارة بطل الزہن، والأجرة للراهن"۔ (رد المحتار ۵۱۱/۶، کتاب الزہن، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ ۵/۳۶۵، الباب الثامن فی تصرف الراهن، رشیدیہ)

اس صورت میں عقد اجارہ صحیح ہوگا، مگر عقد رابن باطل ہو جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں، کیونکہ یہ رہن کی صورتیں ہیں اور رہن میں راہن کو یا مرتہن کو انتفاع کا حق نہیں ہوتا، کما هو مصروح فی کتب الفہم۔ جواز کی صورت یہ ہے کہ زمین اجارہ پر دیدی جائے اور مدت اجارہ متعین کر کے جس قدر روپیہ کی ضرورت ہے بطور اجرت پیشگی وصول کیا جاوے اور اس مدت تک وہ شخص کھیتی وغیرہ کر کے زمین سے نفع حاصل کر کے پھر واپس کر دے: "لیس للرهن انتفاع بالرهن، اھ۔" مراۃ: ۱/۳۸۹ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد شگوری عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱/۷ ربیع ۱۴۲۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/۷ ربیع ۱۴۲۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/۷ ربیع ۱۴۲۳ھ۔

(۱) (ملفقی الأبحر مع مجمع الأنهر: ۴/۳۷۳، کتاب الرهن، غفریہ کوئٹہ)

"والغالب من أحوال الناس أنهم يريدون عند الدفع الانتفاع، ولو لاه لما أعطاه الدراهم، وهذا بمنزلة الشروط؛ لأن السعروف كالمشروط، وهو مما يعين المبيع." حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المحتار: ۳۳۴، کتاب الرهن، دار المعرفۃ بیروت

"لا يحل له أن ينفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن، لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفى ديمه كاملاً، فسقى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم." (رد المحتار: ۶/۳۸۴، کتاب الرهن، سعید)

(و کذا فی شرح المحللہ لخالل الأتاسی: ۱۹۶/۳، ۱۹۷، (رقم المادۃ: ۷۵۰)، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(و کذا فی مجموعۃ رسائل اللکنوی، الفلک المشحون: ۱۲/۳، (ادارۃ القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ الکاملیۃ، ص: ۲۴۳، کتاب الرهن، حقانیہ پشاور)

"وأما الإحارة، فالمستاجر إن كان هو الراهن، فهي باطله وإن هو المرتهن وجحد

الفصل للإحارة بطل الرهن، والأجرة للراهن." (رد المحتار: ۵/۱۱۶، کتاب الرهن، سعید)

"وكذلك لو استأجر المرتهن، صحت الإحارة، وبطل الرهن إذا جدد الفسخ للإحارة"

(الفتاویٰ الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۵/۳۶۵، الباب الثامن فی تصرف الراهن، رشیدیہ)

ربین اور اجارہ

سوال [۹۶۷]: زید نے بکر کے پاس کچھ زمین ربین رکھی اس شرط پر کہ زمین کا لگان بکر دے گا اور اس زمین کے علاوہ کچھ پیسے اور مزید بکر زید کو دیتا ہے اور اس زمین کا نصف غلہ بکر لیتا ہے۔ اب زید بکر سے زمین واپس لینا چاہے تو وہ کس شرط پر اور کس طرح لے سکتا ہے؟

مسئلہ مذکورہ کے بارے میں جس طرح آپ حضرات کو زمت دی گئی تھی، اسی طرح ایک دوسرے مفتی صاحب سے بھی جواب منگایا گیا تھا، اب چونکہ دو فتووں میں بظاہر تعارض ہے، جو ہمارے لئے موجب تشویش ہے۔ اس لئے براہ کرام تشویش کا ازالہ فرمائیں۔

الجواب: من جانب مدرسه شمس العلوم

”صورت مسئلہ میں ایسا معاملہ کرنا شرعاً حرام ہے۔ مسلمانوں کو سود کا لین دین کرنا اور سودی معاملات سے مطلقاً احتراز کرنا لازم ہے۔ جو صورت سوال میں درج ہے، یہ بھی سودی معاملہ ہے، مرتہا جو نفع زمین مرہون سے انکار ہے ہیں اور سب کو اپنے تصرف میں لار ہے ہیں وہ بھی سود ہے، کیونکہ شریعت کا قاعدہ مقرر ہے کہ وہ قرض جس سے نفع حاصل کیا جائے رہا ہے، لقولہ علیہ السلام: ”کل قرض جز نفعاً، فہو ربوا“ (۱)۔

عام طور پر لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب وہ قرض دیتے ہیں تو اس سے نفع حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہاں تک کہ اگر نفع کی امید نہ ہو تو قرض نہیں دیں گے، یہ امر ممنوع ہے۔

”والغالب من أحوال الناس إنما يريدون عند الدفع الانتفاع، ولو لاه لما أعطاه الدراهم، وهذا بمنزلة الشرط؛ لأن المعروف كالمشروط، وهو مما يعين المسموع إلى آخره، كذا في المضمرات“ (۲)۔

سرکاری محصول (لگان) بذمہ راہین ہوتا ہے، مرتہا جس سے یہ شرط کرنا کہ مرتہا

(۱) (فیض القدیر، (رقم الحدیث: ۲۳۳۶) ۹/۳۸۸، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

(۲) (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: ۳/۳۳۳، کتاب الوہن، دار المعرفۃ بیروت)

محصول ادا کرے یا نکل ناجائز ہے:

”و نفقة الرهن والخراج والعشر على الراهن“. الدر المختار. ”وقال الشامي عس المصح: ”إنه لا يحل: أي للمرتهن أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن للمرتن... ثم رأيت في حواشر الفناوي: إن كان مشروطاً، صار قرضاً فيه منفعة، وهو ربوا، اهـ“ (۱)۔ ”ليس للمرتن أن ينتفع الرهن لاستخدام ولا سكنى ولا لس“ (۲)۔

زمین رکھنے والے نے خواہ نفع اٹھانے کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو، ہر حال میں حرام ہے۔ زید کو چاہئے کہ مرتن سے اپنی زمین واپس لے لے اور جو رقم لی ہے قرض ہے، کل کو ادا کریں۔ اور جو غلطہ مرتن نے استعمال کیا ہے، کل رقم سے قیمت لگا کر اس کو منہا کر کے زید سے رقم وصول کر لیں ورنہ رہا ہوگا۔ اگر زید اپنی زمین کو کرایہ پر دینا چاہتا ہے تو پھر سے عقد کرے اور مرتن قبضہ چھوڑ کرے۔

رہن کے ساتھ اجارہ جمع نہیں ہو سکتا، کما فی الدر المختار:

”بحالاف الإجارة والبيع والهبة والرهن من المرتن ومن أجنبي إذا باشر أحدهما بإذن الآخر حيث يخرج عن الراهن“۔ وفي الشامي: ”أما الإجارة، فالمستأجر إن كان هو الراهن، ففيه باطل... وإن كان هو المرتن وجدد القبض للإجارة، بطل الرهن“ (۳)۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: احقر محمد شعیب بھگل پوری
خادم مدرسہ علوم ضلع بیتا پور۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۴۸۷/۶، کتاب الرهن، سعید)

(۲) (رد المحتار: ۳۸۲/۶، کتاب الرهن، سعید)

(۳) (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۱۱/۶، کتاب الرهن، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

من دار العلوم دیوبند :

یہاں کے فتوے میں بھی رہن کے نفع اٹھانے کو حرام لکھا ہے (اس لئے کہ وہ سود ہے) (۱)۔ جب اجارہ کا معاملہ کر لیا تو رہن کا معاملہ ختم ہو گیا (۲)، پہلے قبضہ عیشیت مرتب تھا، جب رہن ختم کر دیا اور اجارہ کا

(۱) "ولیس للمرتہن الانتفاع بالرهن ولا إجارته ولا إعارته: أى ليس للمرتہن الانتفاع باجاره أو بإعارة إذا لم يكن له الانتفاع بنفسه، فلا يكون مالکاً لتسلیط الغير عليه إلا بإذن الراهن. وفي المسح وعن عبدالله بن محمد بن مسلم السمرقندی - وكان من كبار علماء سمرقند -: أن من ارتهن شيئاً لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه، وإن أذن الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفى دينه كاملاً فتبقى له المنفعة التي استوفى فضلاً فيكون ربا، وهذا أمر عظيم". (منظى الأبحر مع مجمع الأنهر: ۳/۲۷۳، كتاب الرهن، غفاريہ كوثہ)

"والغالب من أحوال الناس أنهم يريدون عند الدفع الانتفاع، ولو لاه لما أعطاه الدرهم، وهذا بمسئلة الشرط؛ لأن المعروف كالمشروط، وهو مما عين المنع". (حاشية الطحطاوى على الدر المختار: ۳۳۴، كتاب الرهن، دار المعرفة بيروت)

"لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفى دينه كاملاً، فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم". (رد المحتار: ۶/۳۸۲، كتاب الرهن، سعيد)

(وگذا فی شرح المحلۃ لحالہ الأناسی: ۳/۱۹۶، ۱۹۷، (رقم المادۃ: ۷۵۰)، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(وگذا فی مجموعۃ رسائل الذکوی، الفلک المشحون: ۳/۱۲، (إدارة القرآن کراچی)

(وگذا فی الفتاوی الکاملیۃ، ص ۲۴۳، کتاب الرهن، حقانیہ پشاور)

"وأما الإجارة فالمستأجر إن كان هو الراهن، فهي باطلة - وإن كان هو المرتهن وحده

القض للإجارة بطل الرهن، والأجرة للرهن". (رد المحتار ۶/۵۱۱، كتاب الرهن، سعيد)

(۲) "و كذلك لو استأجره المرتهن، صحت الإجارة وبطل الرهن إذا جدد القبض للإجارة". (الفتاویٰ

العالمگیریۃ ۵/۳۶۵، الباب الثامن فی تصرف الرهن، رشیدیہ)

(وگذا فی الغایۃ شرح الہدایۃ علی هامش فتح القادیر: ۹/۱۱۷، کتاب الرهن، مصطفیٰ البانی الحلبي مصر)

معاملہ کر لیا تو پھر قفہء تحشیہ مستاجر ہو گیا، رہن اور اجارہ کو جمع نہیں کیا گیا اور بحالت رہن اجازت نہیں دی گئی۔
الحاصل جو صورت انتفاع بالرہون یا جمع بین الرہن والا جارہ حرام و ممنوع ہے، اس کی اجازت نہیں دی گئی اور
جس صورت کی اجازت دی گئی ہے (اجارہ محض) وہ ممنوع نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۰ھ۔

ضمان مرہون میں کونسی قیمت معتبر ہوگی اور امانت کو رہن رکھنا

سوال (۹۶۷): زید کی بیوی کو طلاق ہوئی، زید کے سارے کپڑے کے والد نے کچھ قرضہ اپنی
معرفت سے دلوا دیا تھا۔ انہوں نے کہا یہ روپیہ ادا کرو تو فیصلہ ہوگا۔ اس کے بعد یہ بات قرار پائی کہ اس کے عوض
میں کچھ زیور کسی کے پاس جمع کر دیا جائے، روپیہ ادا ہونے پر زیور واپس لے لیا جاوے گا، لہذا ایک پان طلائی
ایک تولہ، ایک گلو بند طلائی، دونوں چیزیں ایک صاحب کے پاس جمع کر دی گئیں۔ تقریباً تین سال کے بعد وہ
روپیہ زید کے سارے ادا کر دیا۔ اسی دوران جن صاحب کے پاس وہ امانت رکھا تھا، کچھ پریشانیاں آئیں اور
انہوں نے اپنے زیور کے ساتھ امانت کی وہ چیزیں بھی گروی رکھ دیں، پھر ان کی حالت خراب ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا
کہ زیور بنیا کے یہاں ڈوب گیا۔

اب تقریباً بارہ سال کا عرصہ ہو گیا، اس وقت سونے کا بھاؤ تقریباً ایک روپیہ تھا۔ اس دوران جن
صاحب کے پاس زیور جمع تھا ان کے لڑکوں نے زید کے داماد کے پاس کام کیا، اس کے ۱۲۲/ روپے ان کے داماد
پر باقی رہ گئے، جب ان سے مانگے گئے تو زید نے کہا کہ ہمارا زیور آپ کے پاس ہے، اس کے حساب میں مجرا
کر لینا۔ اس کو بھی تقریباً پانچ برس ہو گئے۔ اب زید اپنا زیور لینا چاہتا ہے، امانت دار کہتا ہے کہ زیور جس وقت دیا
تھا، اُس وقت جو سونے کا بھاؤ تھا وہ میں دوں گا۔ زید کہتا ہے کہ اس وقت سونے کا جو بھاؤ ہے اس حساب سے
میں لوں گا۔ اس بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس وقت روپیہ رہن کا معاملہ ختم کیا جا رہا ہے اس وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا، امانت دار کو حق نہیں تھا
کہ وہ امانت کو اپنی ضرورت کے لئے رہن رکھ دے، ایسی صورت میں اس کے ذمہ ضمان لازم ہے۔ اگر زیور

ذوب گیا اور بن میں ختم کر دیا گیا تو اس کی موجودہ قیمت لازم ہوگی، امانت دار موجودہ قیمت دے کر بری الذمہ ہو جائے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدۃ وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۹۳ھ۔

بیع ورہن کی ایک صورت

سوال [۹۶۷۸]: علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کیا فرماتے ہیں:

سراج الحسن صاحب مرحوم ایک زمین پر اپنا مکان تعمیر کراتے ہیں، تعمیر کے بعد اس زمین کا بیع نامہ اپنی بیوی کے نام کراتے ہیں۔ بعد مدت طویل کے سراج الحسن صاحب کا انتقال ہو جاتا ہے اور بیوی دو صاحبزادے اور لڑکی مسماۃ فاطمہ بیگم ان کے وارث ہوتے ہیں۔ بڑے صاحبزادے کی نالائقی کی بنا پر کچھ عرصہ بعد مسماۃ شفیق النساء زوجہ سراج الحسن مرحوم تنہا رہن رکھتی ہیں اور فاطمہ بیگم اور عین الحسن کے دستخط بھی رہن نامہ پر کر جاتی ہیں۔

کچھ عرصہ بعد مسماۃ شفیق النساء مکان کو فروخت کر دیتی ہیں، جس کے محرک اعلیٰ مسمیٰ عین الحسن ہوتے ہیں، اس وقت بیع نامہ پر صرف عین الحسن کی طرف سے ہوتی ہیں اور بیع نامہ مسماۃ کی طرف سے ہوتا ہے۔ بوقت بیع نامہ لڑکی مسماۃ فاطمہ بیگم بالغ اور شادی شدہ ہے اور عین الحسن اور عین الحسن بھی بالغ ہیں، عین الحسن کی عمر اس

(۱) "الودیعة متى وحب ضمانها، فإن كانت من المثليات تضمن بمثلها، وإن كانت من القيميات تضمن بغيتها يوم لزوم الضمان". (شرح المحلة لسليم رستم باز، ص: ۴۶، (رقم المادة: ۸۰۳)، مكتبة حنفية كوثه)

"(وإن القطع المثل) بأن لا يوجد في السوق الذي يباع فيه. وإن كان يوجد في السوق (فغيبته يوم الخصومة) أي وقت القضاء، وعند أبي يوسف رحمه الله تعالى: يوم الغصب، وعند محمد رحمه الله تعالى: يوم الانقطاع. ورجحنا". (الدر المختار مع رد المحتار: ۸۳/۶، كتاب الغصب، سعيد)

(وکذا فی نبیین الحقائق: ۳۱۷/۶، کتاب الغصب، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی شرح المحلۃ لخالد الأناسی: ۲۹۶/۳، حقایقہ پشاور)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۷۸/۳، ۷۹، کتاب الغصب، غفرایہ کوثہ)

وقت ۱۹/ سال کی ہوتی ہے۔ عرصہ دو سال بعد مسماۃ فاطمہ بیگم و شمس الحسن کی طرف سے مقدمہ دائر کیا جاتا ہے کہ والدہ کو ہم لوگوں کے حصے پہنچنے کا کوئی حق نہیں ہے، لہذا ہم لوگوں کو ہمارا حصہ ملنا چاہئے۔ مسمیٰ شمس الحسن کا دعویٰ ہے کہ ہم تاباغ تھے اور مسماۃ فاطمہ بیگم باوجود باغی کے اپنا حق طلب کرتی ہیں۔

امور قابل تسخیر حسب ذیل ہیں:

- ۱- رہن نامہ پر مسماۃ فاطمہ بیگم اور عین الحسن کے دستخط ہیں اور رہن کا مضمون یہ ہے کہ ”مکان میں تین تہا مالک ہوں اس میں کسی کا کوئی حصہ نہیں ہے، محض اطمینان مہاجن کے لئے ان لوگوں کے دستخط کرائے جا رہے ہیں، لیکن جب بیعت نامہ ہوتا ہے تو دستخط صرف عین الحسن کے ہوتے ہیں اور بیعت نامہ پر فاطمہ بیگم کی دستخط نہیں ہے اور کچھ عرصہ بعد مسماۃ شفیق النساء (جو اصل بائع ہیں) اور فاطمہ اور شمس الحسن کی طرف سے دعویٰ ہوتا ہے۔
- ۲- مدعیان کہتے ہیں کہ بیعت نامہ ناجائز ہے، لہذا ہمارا حصہ ملنا چاہئے۔
- ۳- شمس الحسن اپنی ناہائی کا بھی عذر پیش کرتے ہیں اور سابق رہن نامہ پر ان کے دستخط بھی نہیں ہیں۔
- ۴- دعویٰ بیع کے دو سال بعد ہوا ہے۔

۱۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ از روئے شرع والدہ جو حیثیت متولی ہیں، اول رہن بعدہ بیع کرتی ہے اور صرف تین تہا رہن اور بائع بنتی ہے، اس کا رہن اور بیع کل کی طرف سے صحیح ہوا یا نہیں، جب کہ تمام حضرات دو سال تک خاموش رہے؟

۲۔ اگر شرعی حیثیت سے بیع باطل یا فاسد ہے اور استحقاق صحیح ہے تو مشتری کو روپیہ واپس ملنا چاہئے یا نہیں؟

۳۔ زمین تین تہا شفیق النساء کے نام سے خریدی جاتی ہے، اس سے مکان کی ملکیت پر کیا اثر پڑے گا، حالانکہ مکان سراج الحسن مرحوم کی ذاتی رقم سے بنایا گیا ہے؟

نوٹ: مدعیان کی نیت ہے کہ بذریعہ عدالت اپنے حصہ پر قابض ہو جائیں اور روپیہ نہ دیں۔ اور وہ لوگ اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مکان کے مالک ہمارے والد تھے، بعد اوقات والد سراج

الحسن مرحوم ہماری والدہ مسماۃ شفیق النساء کو تنہا بیع و رہن کا کوئی حق نہیں ہے، لہذا ہم لوگوں کا حصہ ملنا چاہئے۔
(ب) مدعا علیہم زمین کے بیعت نامہ اور رہن نامہ کے مطابق بیع کو جائز سمجھتا ہے اور حصہ دینے پر تیار نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو اعتراض تھا تو رہن نامہ پر دستخط کیوں کیا؟ جب کہ تنہا ملکیت مسماۃ شفیق النساء نے اس میں لکھ دی تھی۔

(ج) اصل بائع بھی یعنی مسماۃ شفیق النساء بھی عدالت میں بیعت نامہ سے انکار کر رہی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم کو دھوکہ دے کر ایسا کیا گیا (یہ خلاف واقعہ ہے)۔ اصل بات یہ ہے کہ مدعیان مفت میں قبضہ چاہتے ہیں۔
(د) اگر سچی گواہی دی جاتی ہے تو مدعا علیہم کا وکیل کہتا ہے کہ مقدمہ ہار جاؤں گا، بلکہ ہمیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ مسماۃ شفیق النساء نے خود اپنے روپے سے مکان تعمیر کرایا ہے، لیکن اس وقت گواہوں کو اللہ نے کچھ دینی امور کی طرف سے مائل کر دیا ہے، وہ لوگ غلط گواہی کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اب شرعاً یہ بتلایا جائے کہ سچی گواہی دینے سے ایک شخص کا روپیہ مفت میں ڈوبتا ہے، لہذا اگر صاحب حق کا حق دلانے کے لئے جھوٹ بول سکتے ہیں یا نہیں اور یہ کہ بیع و رہن کا کیا حکم ہے اور دعویٰ کیسا ہے؟ قدرے تفصیل ہو تو زیادہ بہتر ہے۔
بندہ: محمد شفیع آلہ آبادی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ سراج الحسن مرحوم نے بیوی کے نام بیعت نامہ کر دیا ہے خواہ بیوی کی زمین میں مکان بنایا ہے اور صرف تعمیر کا بیعت نامہ کیا ہو اور زمین کی بیوی پہلے سے مالک ہو، یا زمین بھی سراج الحسن کی ہو اور زمین تعمیر ہر دو کا بیعت نامہ بیوی کے نام بعض دین مہر کیا ہو تو زوجہ اس کی تنہا مالک ہے (۱)، اس کو ترکہ سراج الحسن جو بیہ کر کے دیگر ورثہ کا مطالبہ میراث کرتا ہے محل ہے (۲)، تنہا شفیق النساء کو اس کے رہن و بیع کا پورا پورا اختیار ہے (۳)۔ ایسی

(۱) "إن الملكية نصبت بمجرد العقد إذا استجمع البيع شرط العقد والصحة والبرور والنفاذ"

(شرح المحلة لحالہ الاثناسی: ۳۵۷/۲، حقایقہ پشاور)

(۲) اس لئے کہ یہ اب مرحوم کا ترکہ نہیں رہا، قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "لأن التركة ماترکہ المیت من

الأحوال صافياً عن تعلق حق العبر بعین من الأموال" (رد المحتار: کتاب الفرائض: ۷۵۹/۶، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۳۶۵/۹، رشیدیہ)

(۳) اس لئے کہ وہ اس کی مالک بنی اور مالک کو اپنی ملک میں ہر قسم کے جائز تصرف کرنے کا اختیار۔ فی المحلة: "کل =

صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مسماۃ نے حیثیت متولی رہن یا بیع کیا ہے، خاص کر جب کہ رہن نامہ میں تنہا مالک ہونے کی تصریح بھی ہے اور دوسروں کے دستخط کی وجہ حصول اطمینان ظاہر کی گئی ہے۔

شروع سوال میں مسماۃ کے نام بیع نامہ کا ذکر ہے اور صفحہ ۳۰ (ب) کے حاشیہ پر مذکور ہے کہ اس کا ثبوت نہیں تو وہ بیع نامہ کہاں گیا، بیع نامہ پر باندہ کے دستخط کافی ہیں، کسی اور کے دستخط کی ضرورت نہیں۔ عین الحسن کے دستخط نہ ہوتے تب بھی بیع نامہ صحیح تھا۔ بیع نامہ کے ناجائز ہونے کی وجہ مدعیان کیا بیان کرتے ہیں، حالانکہ عین الحسن کے اس پر دستخط ہیں، اتنی مدت تک مدعیان کیوں خاموش رہے۔ درمختار مسائل شفی میں مذکور ہے کہ اگر کسی زمین کو فروخت کیا جائے اور بائع کے اقارب اس پر سکوت کریں اور پھر اس بیع کو فسخ کرانا چاہیں کہ یہ بیع ہماری مرضی کے خلاف ہوئی ہے تو ان کا قول معتبر نہیں ہوگا (۱)۔

امید ہے کہ اس تحریر میں سوال کے تمام اجزاء کا جواب آگیا تاہم نمبر وار جواب بھی تحریر ہے:

۱۔ صورت مسئلہ میں والدہ تنہا مالک ہے، کیونکہ سراج الحسن مرحوم نے یہ مکان بعوض مہر مسماۃ کے نام بیع کیا ہے اور قاطعہ بیگم اور عین الحسن بھی رہن نامہ پر اس کے گواہ ہیں، لہذا مالک ہونے کی حیثیت سے اس کو بیع اور رہن کا پورا اختیار ہے (۲)۔

۲۔ بیع کے باطل اور فاسد ہونے کی کوئی شرعی وجہ نہیں، لہذا نہ بیع فسخ کی جائے گی، نہ روپیہ مشتری کو واپس دلایا جائے گا (۳)۔

”یتصرف فی ملکہ کیف شاء“۔ (شرح المجملہ لسلمیہ رستم، ۱/۲۵۴، (رقم المادة: ۱۱۹۲)، کتاب القسمۃ، مکہ حقیہ کوئٹہ)

(۱) ”ہاع عقاراً أو حیواناً أو ثوباً، وابنه أو امرأته أو غیرهما من اقاربه حاضر یعلم به، ثم ادعی الامن مثلاً أنه ملکہ، لا تسمع دعواه“۔ (الدبر المختار، مسائل شفی: ۶/۴۴۲، ۴۴۳، سعید)

(و کذا فی الأشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة الثانية: ۱/۱۸۰، دار الفکر بیروت)

(۲) ”کل یتصرف فی ملکہ کیف شاء“۔ (شرح المجملہ لسلمیہ رستم، ۱/۲۵۴، (رقم المادة: ۱۱۹۲)، کتاب القسمۃ، مکہ حقیہ کوئٹہ)

(۳) ”البيع السالف یفید الحکم فی الحال إذا کان البيع لازماً نافذاً و لیس لأحد المتبايعین الرجوع عنه“۔

(شرح المجملہ لسلمیہ رستم باز، ص: ۲۱۱، (رقم المادة: ۳/۴۵۳، مکہ حقیہ کوئٹہ)

۳ اگر مساقہ شفیق النساء کے نام زمین خریدی اور اس کو دیدی گئی ہے اور پھر اس کی اجازت سے سراج الحسن مرحوم نے اس پر مکان تعمیر کیا ہے تو وہ مکان مساقہ ہی کا ہے، البتہ جو رقم تعمیر میں صرف ہوئی ہے وہ مساقہ کے ذمہ ہے، پھر اگر بعض مہر سراج الحسن نے ساقط کر دی تو اب کسی کو اس کے طلب کرنے کا اختیار نہیں (۱)۔ اور اگر بغیر اجازت تعمیر کیا ہے تو وہ مساقہ کا ہی ہے اور مساقہ کے ذمہ وہ خرچ شدہ رقم بھی واجب نہیں۔ اور اگر سراج الحسن نے وہ مکان اپنے لئے تعمیر کیا ہے تو وہ تعمیر سراج الحسن کی ہے، لیکن جب کہ وہ مساقہ کو بعض مہر دیدیا تو وہ مکان بھی مساقہ کا ہو گیا، اگر مساقہ کو نہ دینا تو مساقہ کو اختیار تھا کہ اس مکان کو مہر کرانے کا مطالبہ کرتی (۲)۔

نوٹ: یہ ظلم ہے (۳)۔

(ب) مدعی علیہم کا جواب تو بظاہر صحیح ہے۔

(ج) کیا سارے کاغذ دھو کر لئے گئے اور کیا اس کاغذ پر کوئی گواہ موجود نہیں، اگر شرعی گواہ موجود ہیں تو ان کی گواہی قبول ہوگی اور مساقہ کا انکار غیر معتبر ہوگا (۴)۔ اور کیا رہن نامہ بھی دھو کر دیکر لایا گیا ہے؟

(۱) قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "لأن التركة ماتركة الميت من الأحوال صالیا عن تعلق حق الغير بعین من الأموال"۔ (رد المحتار، کتاب الفرائض: ۵۹/۶، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۳۶۵/۹، رشیدیہ)

"کل یتصرف فی ملککے کیف شاء"۔ (شرح المحلة لسلیم رستہ: ۲۵۳/۱، رقم المادة: ۱۱۹۲)

(۲) کتاب القسمہ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(۳) "عمر دار زوجته باذنہا فالعمارة لها والنفقة دين عليها، لصحة أمرها. ولو عمر لنفسه بلا إذنہا، فالعمارة له. ويكون غاصاً للعرة فيؤمر بالتفريع بطلبها ذلك، ولها بلا إذنہا، فالعمارة لها، وهو يلوع في البناء فلا رجوع له"۔ (الدر المختار، مسائل شتى: ۷۶/۷، سعید)

قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ، وَتَدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾۔ (سورة البقرة: ۱۸۸)

(۴) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "البينة على المدعى واليمين على المدعى عليه"۔ (مشکوٰۃ المصابيح، باب الأقضية والشهادات: ۳۲/۴، قدیمی)

"وإذا صححت الدعوى سأل القاضي المدعى عليه عنها، فإن اعترف قضى عليه، وإن أنكر سأل =

(د) اگر حق کا فیصلہ اور ظلم سے نجات اسی پر موقوف ہے تو گواہوں کو تو یہ اور تعزیراً کذب کی اجازت ہے، صریح جھوٹ سے احتراز کریں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ربیع الاول/۱۴۱۷ھ۔

جب تک بیعت نامہ اور رہن نامہ سامنے نہ ہو اور گواہوں کے بیانات نہ ہوں، اس وقت تک فریقین کی تصدیق و تکذیب مشکل ہے، معاملہ طے کرنے والوں کو سب جزوؤں کو غور سے دیکھ کر فیصلہ کرنا چاہئے۔ سوال سے کچھ متعارض باتیں ظاہر ہوتی ہیں، اس لئے جوابات صرف سوالات کے مطابق لکھ دیے گئے ہیں، اصل حقیقت کے بدلنے سے جوابات بھی بدل جائیں گے۔ اول فیصلہ کرنے والے تحقیقات کریں، اس کے بعد اگر کسی مسئلہ میں اشکال ہو تو تحقیق کر لی جائے۔

سعید احمد غفرلہ، ۱۰/ربیع الاول/۱۴۱۷ھ۔

رہن کی واپسی ورثائے راہن کے لئے

سوال [۹۱۷۹]: زید نے اپنا مکان بعوض تین سو روپے پانچ سال تک کی مدت کے لئے بعوض

تین سو روپے ماہوار خالد کو رہن رکھ دیا اور اس رہن نامہ کے اندر تحریر ہے کہ اگر اس مدت مقررہ میں رقم ادا نہ ہوئی تو رہن نامہ کو بیع نامہ تصور کیا جائے۔ اگر جواب نفی میں ہے تو ورثائے شرعی زید کے فوت ہونے پر مکان بیع کرنا چاہیں تو کیا بیع کا حق ہوگا؟

= المدعی البینۃ؛ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام: "أَلْكَ بَيْنَهُ؟" فَقَالَ لَا فَقَالَ "لَكَ بِمِثْلِهِ". وَإِنْ أَحْضَرَهَا

فَصِي بَهَا". (الہدایۃ، کتاب الدعوی: ۳/۴۰۱، إمدادیہ ملتان)

(۱) "التعريض والتورية: إطلاق لفظ ظاهر في معنى وخفي في آخر مع إرادة خفية، وهو ضرب من الغرر والخدع قال العلماء فإن دعنا إليه مصلحة شرعية واجبة على خداع المخاطب، أو حاجة لامتدوحة عليها إلا سالكذب، فلا بأس بالتعريض. وإن لم تدع إليه مصلحة كذلك، كرهه". (الفتاوى الحديثة، مطلب: في التعريض والتورية، ص. ۱۹۷، قديمي)

(و کذا فی تفسیر ابن کثیر: ۳/۱۳، سہیل اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب النکاح: ۳/۷۵، ۷۷، سعید)

الجواب حامداً ومصلحاً:

یہ رہن ہے، بیع نہیں، نہ رہن رکھتے وقت نہ پانچ سال گزرنے پر، نہ یہ قرض واپس کروے اور اپنا مکان لے لے، چاہے فروخت کروے (۱)، قرض جتنا لیا ہے اسی قدر واپسی ہوگی، زیادہ کی نہیں (۲)۔ زید کے بعد اس کے ورثہ کو بھی اس کا حق حاصل ہوگا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۸۸ھ۔



(۱) "توقف بيع الرهن رهنه على إحاطة مرتهنه أو قضاء دينه، فإن وجد أحدهما، نفذ". (الدر المختار:

۵۰۸/۲، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن والجنابة عليه، سعيد)

(وكلًا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۶۲/۵، كتاب الرهن، الباب الثامن في تصرف الرهن، وشيخه)

(۲) قرض پر زیادتی بغیر کسی عوض کے وصول کرنا سو ہے جو کہ حرام ہے:

"كل قرض جر نفعاً حرام". (الدر المختار: ۱۶۶/۵، كتاب الميوع، فصل في القرض، سعيد)

(۳) "قيد بالركة، لأن الإرث يجري في الأعيان المالية، أما الحقوق فمتنهما ما يورث كحق حبس المبيع

وحبس الرهن، ومنها مالا يورث كحق الشفعة و شرط الخيار". (رد المحتار: ۷۲۲/۶، كتاب

الفرائض، سعيد)

"مات الراهن، باع وصيه رهنه بإذن مرتهنه وقضى دينه ثقبامه مقامه"

(الدر المختار: ۵۱۹/۶، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن، سعيد)

کتاب الفرائض

الفصل الأول فی التركة وتصرف المیت فیہا

(ترکہ اور میت کے تصرف کا بیان)

اپنی جائیداد کو اپنی زندگی میں ورثاء پر تقسیم کرنا

سوال (۹۶۸۰): ۱۔ ... زید ابھی حیات ہے لیکن بطور حفظ مآل تقدم کما سند و اہل میں بھٹکا و فساد نہ ہو۔

اس لئے زندگی ہی میں اندازہ سے تقسیم جائیداد فرما رہے ہیں، درست ہے یا نہیں؟

۲ کیا زید چونکہ ابھی حیات ہے اس لئے ساری جائیداد اس کی ملک ہے، اس لئے اپنی زندگی میں جس کو چھٹنا چاہے دینے کا شرعاً مجاز ہے یا نہیں؟ ایسا کرنے پر ورثاء راضی نہیں ہیں۔

۳ اگر شرعی طور سے تقسیم ہی حیات میں بھی ضروری ہے تو حسب ذیل حالات میں جو درج ذیل ہیں۔ براہ کرم جس کا جو شرعی حق دیا جانا چاہیے، تحریر فرما دیا جائے تو سب کو ان کے حق کے موافق حق کی تقسیم کر کے زید اور اس کے ورثاء عند اللہ مآل جور ہو سکیں۔ رہبری چاہتے ہیں۔

زید کی دو بیویاں ہیں ایک کا نام حفیظہ بیگم مرحومہ ہے جس کے سطن سے ۴/۳ مرد و ولد ہیں اور دو لڑکیاں ہیں جو بالغ ہیں، ان میں سے دو لڑکیوں کی شادی ہو گئی۔ نیز زید کی دوسری بیوی جو حیات میں ان کا نام بی پاشا جہاں ہے، ان کے سطن سے ۳/۳ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں جن میں سے ایک لڑکی بالغ ہے اور شادی بھی ہو گئی ہے، باقی دو لڑکے اور لڑکیاں نابالغ ہیں۔

ترکہ کی تقسیم میں لڑکے کو کتنا حصہ ملے گا اور لڑکی کو کیا اور بیوی کا کیا حصہ ہوتا ہے۔ نیز مرحوم بیوی کا حصہ بھی لکھا جاتا ضروری ہے یا نہیں۔ اگر لکھا جانا ضروری ہے تو پھر اس حصہ کے حقدار اس کے سطن سے پیدا ہونے والی اولاد ہو سکتی ہے یا کل ورثاء میں؟ زید اس کو تقسیم کرنے کا مجاز ہے۔ براہ کرم اس کا جواب جلد از جلد

مطلوب ہے۔ فقط۔

عبدالحلیم عفی عنہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید اپنی زندگی میں اپنی مملوک کو جائیداد میں تصرف کا حق ہے (۱)، جس کو جس قدر مناسب سمجھے دے دے، کسی کو اعتراض کا حق نہیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ کسی ہونے والے وارث کو طبعی رنج کی وجہ سے ضرر پہونچانا مقصود نہ ہو (۲)، اس لئے ایسی حالت میں حقیقی بہ قول کے مطابق لڑکی کو بھی لڑکے کے برابر حصہ دیا جائے (۳)۔ آنحواں حصہ نکال کر موجودہ بیوی کو دیا جائے (۴)، بقیہ کو گیارہ حصے بنا کر ہر دو بیویوں سے پیدا شدہ لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر دے دیا جائے (۵)۔ مرحومہ بیوی کا کوئی حصہ نہیں (۶)، لیکن اگر اس کا مہربانی ہو،

(۱) "او لكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيفما شاء." (شرح المحلة لسلمیہ رسم. ۱/۶۳۳،

رقم المادة: ۱۱۶۲)، کتاب الشركة، الفصل الثامن فی أحكام القسمة، دارالکتب العلمیہ بیروت

"وأما ما يرجع إلى الوهاب، فهو أن يكون الوهاب من أهل الهبة وكونه من أهلها أن يكون حرّاً عاقلاً بالغاً مالکاً للموہوب." (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الهبة، الباب الأول: ۳/۳۷۴، رشیدیہ)

(۲) "ولو وهب رجل لأولاده في الصحة وأراد تفضيل البعض على البعض عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى: لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى: أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار، سوى بينهم." (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الهبة، الباب السادس فی الهبة للصغير: ۳/۳۹۱، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الهبة: ۴/۳۹۰، رشیدیہ)

(۳) "وفي الخلاصة: المختار الصواب بين المذكور والأثنى في الهبة." (البحر الرائق، کتاب الهبة: ۴/۳۹۰، رشیدیہ)

(و کذا فی حلاصة الفتاویٰ، کتاب الهبة: ۳/۴۰۰، رشیدیہ)

و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الهبة، الباب السادس فی الهبة للصغير: ۳/۳۹۱، رشیدیہ)

(۴) اس لئے کہ جب میت کی اولاد موجود ہو تو بیوہ کو آنحواں حصہ ملے گا، قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۵) (راجع رقم الحاشية: ۳)

(۶) مرحومہ بیوی کو جس اس لئے نہ ملے گا کہ وارث کا مورث کی میت کے وقت زندہ ہونا شرط ہے اور وہ زندہ نہیں =

ادانہ کیا گیا ہو، نہ اس نے معاف کیا ہو تو اس کے ورثاء کو ملے گا (۱)، جن میں خود شوہر بھی حصہ دار ہے (۲)۔
فیض اللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۶ھ/۳/۲۔

مملوکہ اور سرکاری زمینوں میں وراثت

سوال [۹۶۸۱]: باپ کے انتقال کے بعد اس کی زرعی زمین میں لڑکی بھی مستحق میراث ہوگی، یا ساری زمین لڑکے کو مل جائے گی؟ سوال اس لئے پیدا ہوا کہ زرعی زمینوں کی مالک غالباً حکومت ہوگئی ہے، یہ زمینیں اب افراد کی ملک نہیں ہیں، تو اگر لڑکا ساری زرعی زمین خود لے لے اور اپنی بہن کو کچھ نہ دے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟ باغ اور باغ کی زمین اور مکان اور مکان کی زمین کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو زمین منکب سرکاری ہے اور اس نے برائے کاشت کرایہ پر کسی کو دی ہے تو وہ اس کی ملک نہیں ہوگئی، اس کے انتقال پر اس زمین میں وراثت جاری نہیں ہوگی (۳)، بلکہ جس کو سرکار دے گی اس کو اس میں حق کاشت حاصل ہوگا۔ یہی حال باغ اور گھر کی زمین کا ہے۔ جو زمین کسی کی مملوکہ ہے، اس میں

= "وشروطه ثلاثة: موت مورث... ووجود وارثه عند موته حياً". (ردالمحتار، کتاب الفرائض ۶/۵۸، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الفرائض: ۳۹۳/۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱) "كما أن أعبان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم". (شرح المحلة، (رقم المادة: ۱۰۹۲): ۶/۲۱۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۳) "يبدأ من تركه المييت الخالية عن تعلق حق الغير بعينها كالرهن والعبد الحائس والمبيع المحبوس بالنفس والدار المستأجرة". (الدر المختار). "لأن التركة في الاصطلاح ماتركة العين من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال". (ردالمحتار: ۶/۵۹، كتاب الفرائض، سعید) =

وراثت جاری ہوگی (۱)۔ اور لڑکی کو حصہ نہ دینا ظلم اور غصب ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد مختار، دارالعلوم دیوبند۔

مال شرکت کی وراثت

سوال [۹۶۸۲]: جس وقت حسین بخش واللہ بخش کے تینوں لڑکوں نے ایک جائیداد مساوی حصہ پر خرید کی تھی تو اس وقت حسین بخش واللہ بخش دونوں بمائی زندہ تھے، کچھ عرصہ کے بعد یکے بعد دیگرے انتقال ہوئے۔ تو ایسی صورت میں یہ جائیداد جو کہ تینوں فریق نے مساوی طور پر خرید کی ہے کیسے تقسیم ہونی چاہئے؟ فقط والسلام۔

محمد ضیف، راجپور،

ضلع دھرم دون، ۲۱/فروری/۵۳ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جائیداد خریدتے وقت حسین بخش واللہ بخش زندہ تھے اور پھر بعد میں ان کا انتقال ہوا تو اس سے تقسیم

(و کذا فی البحر الرائق: ۳۶۵/۹، کتاب الفرائض، وشہیدہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳۷۱/۷، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱) (تقدم تخریجه تحت المسئلة السابقة)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

”عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من قطع میراث وارثہ، قطع اللہ میراثہ من الجنة“ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۰۶، باب الوصایا، الفصل الثالث، قدیمی)

”البس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي، وإن أخذه ولو على ظن أنه ملكه، وجب عليه ردہ“، (شرح المحلة لسليم رستم ناز: ۶۲/۱، رقم المادة: ۹۷)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

او کذا فی البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۲۸/۵۔ وشہیدہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الحدود، باب حد الفذف، فصل فی التعزیر: ۲۰۶/۱۔ وشہیدہ)

پر کوئی اثر نہیں پڑتا (۱)، اس جائیداد کے برابر ۳/۳ حصہ کر کے تینوں لڑکوں کے درمیان کو بیٹے جاویجئے (۲)۔ اگر ان کے درمیان میں اللہ بخش و حسین بخش بھی ہیں یعنی ان کا انتقال لڑکوں کے بعد میں ہوا ہے تو ان کو بھی حصہ ملے گا، ہر ایک کے انتقال کے وقت جس قدر درمیان اس کے زندہ رہے (۳)۔ اگر سوال میں اس کی تفصیل ہوتی تو پوری طرح جائیداد کی تقسیم اور اس کے حصص کا حال معلوم ہو جاتا، اب جس قدر سوال ہے اس قدر جواب ہے (۴)۔

قسط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد و گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۳/۶۳ھ۔

(۱) واضح رہے کہ یہاں وقت ہے کہ جائیداد سب بیٹوں کی ہو، والدین کا حصہ اس میں نہ ہو۔

”(سنن) فی إخوانہ خمسة سبعہم وکسبہم واحد وعائلتہم واحدة حصلوا سبعہم وکسبہم أموالاً، فهل تكون الأموال المذکورة مشترکة بیہم أخصاصاً؟

الحواب: ما حصله الإخوان الخمسة سبعہم وکسبہم یكون بیہم أخصاصاً“۔ (تنقیح الفتاویٰ

الحامدیہ، کتاب النرکۃ: ۱/۹۵، مکتبہ مبینہ مصر)

(۲) ”القسمۃ سبباً طلب الشركاء أو بعضهم الانتفاع بملکہ ... و رکنتها هو الفعل الذی یحصل بہ الإفراد والتمیز بین الأنصاء — وحکمها تعین نصیب کل من الشركاء علی حدة“۔

(الدر المختار ۲۰/۲۵۳، کتاب القسمۃ، سعید)

”وأما بتقسیم العین الواحدة وتعیین کل حصۃ شائعة بکل جزء من أجزائها فی قسم منها

کقسمۃ العرصۃ الواحدة بین اثنين، ویقال لہا: قسمۃ تفریق وقسمۃ فرد“۔ (شرح المحلۃ لسلیم رسم ناز: ۱/۶۱۸، (رقم المادۃ: ۱۱۵)، کتاب الشركۃ، الباب الثانی فی القسمۃ، مکتبہ حبیہ کوئٹہ)

وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۵/۲۰۳ کتاب القسمۃ، الباب الأول فی تفسیرها و بیان ماہیۃ القسمۃ الخ، رشیدیہ)

(۳) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَأُولَیْہِ لَکُلِّ وَاحِدٍ مِّمَّہَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ﴾ (سورۃ النساء: ۱۱)

(۴) ”وشروطہ ثلاثۃ: موت مورث حقیقۃً أو حکماً، ووجود وارثہ عند موته حیاً۔ والعلم بحیۃ

الإرث“۔ (رد المختار: ۶/۷۵۸، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنہر: ۳/۳۹۳، کتاب الفرائض، مکتبہ غفریہ کوئٹہ)

کیا بیوی کے مرنے پر مہر بھی ترک ہے؟

سوال [۹۶۸۳]: اگر بیوی نے مہر محاف نہ کیا ہو اور شوہر کی طرف سے ادا بھی نہ کی گئی ہو، اسی درمیان بیوی کا انتقال ہو جائے تو مہر کا کیا ہوگا جب کہ شوہر پر واجب ہے، کیا غریبوں، مسکینوں میں مہر کی رقم تقسیم کر دینے سے مہر ادا ہو جائے گی؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مہر مرحومہ بیوی کا ترکہ قرار دیا جائے گا اور حسب حصص شرعیہ ورثاء پر تقسیم ہوگا جیسا کہ اور ترکہ تقسیم ہوتا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۵/۱۴۰۱ھ۔

مرحومہ زوجہ کا مہر ترکہ میں داخل ہے یا نہیں؟

سوال [۹۶۸۴]: زید نے اپنے نکاح کے فوراً بعد اپنی زوجہ کا مہر ادا نہیں کیا، ارادہ بھی تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو ادا کر دوں۔ زید صاحب اولاد ہے، مگر زید کی زوجہ کا انتقال ہو گیا۔ اب زید کیلئے ادا کی گئی مہر میں کیا مسئلہ ہے؟ وہ سجد یا درسد کو مہر دینے کیلئے تیار ہے۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر آب ترکہ زوجہ بن گیا ہے (۲)، اب اس میں شرعی میراث جاری ہوگی، ایک چوتھائی کا مستحق

(۱) "کما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الذین الذی له فی ذمة آخر مشترکاً بینهم علی قدر حصصهم". (شرح المجلة لسلمیہ رسم: ۶۱۰/۱، رقم المادة: ۱۰۹۲)، کتاب الشریکة، الفصل الثالث، حنفیہ کوئٹہ

"یبدأ من ترکه المیت الخالیة لأن التركة فی الاصطلاح ما ترکه المیت من الأموال صافیاً عن تعلق حق الغير بعین من الأموال". (رد المحتار: ۷/۵۹، کتاب الفرائض، سعید)
(وکتا فی البحر الرائق: ۳۶۵/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) "کما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الذی له فی ذمة آخر مشترکاً بینهم علی قدر حصصهم". (شرح المجلة لسلمیہ وستم ناز: ۶۱۰/۱، رقم المادة: ۱۰۹۲)، کتاب الشریکة، الفصل الثالث فی الدیون المشتركة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

شوہر ہے (۱)، وہ خود رکھ لے اور بقیہ اولاد کو دیدے۔ اگر سب لڑکے ہیں تو سب کو برابر دیدے، اگر لڑکی بھی ہے تو دو برابر لڑکے کو، اگر لڑکی کو دیدیا جائے (۲)۔ یہ اس وقت ہے کہ زوجین کے والدین میں سے کوئی زندہ نہ ہو، ورنہ سب کی تفصیل لکھ کر ہر ایک کا حصہ دریافت کر لیں۔ پورا مہر بغیر دیگر ورثاء کی اجازت کے از خود مسجد وغیرہ میں دینے کا حق نہیں، اپنا حصہ جس طرح چاہے کرے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۱۴۰۶ھ۔

ایک بیٹے کو روپیہ دینے کے بعد دیگر ورثاء کا اس میں حق

سوال [۹۲۸۵]: ایک شخص نے انتقال کیا، ان کا ایک لڑکا بیان کرتا ہے کہ والد صاحب نے مجھ کو ایک ہزار روپے دیئے تھے اور فرمایا تھا کہ تم اپنے فلاں کام میں لاؤ اور ہم کو واپس نہ دینا۔ اور یہ بیان ان کا اپنے والد کے انتقال کے بعد ہے، مگر متوفی کے کاغذات میں مستعار لکھے ہوئے نکلے تو اس صورت میں وارثانِ متوفی مذکور کے حکم شرعی معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

نیز اگر گواہان کے ذریعہ متوفی کے مرض الموت کا یہ ثبوت مل جائے کہ متوفی نے اب مرض الموت میں واپس لینے کا ارادہ ترک کر دیا تھا، یا معاف کر دیا ہے تو کیا یہ فعل متوفی کی وصیت سمجھا جائے گا یا کیا؟ اور یہ بات کہ وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی، متوفی کوئی عالم نہیں تھے کہ اس بات کو جانتے۔ کیا اس صورت میں اس فعل کو عیث سمجھا جائے گا؟

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهَا وَلَدٌ فَلَكُمْ الرِّبْعَ مِمَّا تَرَكَ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِي﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۳) "لا يحوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه". (شرح المجلة لسليم رستم باؤ: ۶۰/۱، رقم المادة: ۹۶)، مكتبة حنفية كوئٹہ

(و كذا في الدر المختار: ۶/۲۰۰، كتاب الغصب، سعيد)

"كلٌ يتصرف في ملكه كيف شاء". (شرح المجلة لسليم رستم: ۱/۲۵۳، رقم المادة: ۱۱۹۳)

(۱۱۹۳)، كتاب التركة، الباب الثالث في أحكام الأملاك، مكتبة حنفية كوئٹہ

"لأن الملك مامن شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص". (رد المحتار: ۳/۵۰۲، أول

كتاب النيوخ، مطلب في تعريف المال والملك، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دیگر ورثاء کو اس لڑکے کا یقین ہے کہ والد نے بحالتِ صحت وہ روپیہ دیا، واپس لینے کے لئے نہیں دیا، بلکہ ہرہ کر دیا ہے تب تو وہ روپیہ محض اس لڑکے کا ہے، دیگر ورثاء کا اس میں کوئی حق نہیں (۱)۔ اگر یقین نہیں اور اس کے پاس ثبوت شرعی بھی نہیں تو پھر وہ ترکہ شمار ہوگا اور سب ورثاء اس میں شریک ہوں گے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المودعنا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پنور، ۱۰/شوال/۱۴۰۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۰/شوال/۱۴۰۷ھ۔

اچنی جائیداد مدرسہ کو دینا

سوال [۹۶۸۶]: ہمارے گاؤں میں ہمارے بزرگ حاجی بیوروے خان کی کچھ زمین زائد ہے اور

(۱) "بمملک الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت المملک"۔ (شرح المجملہ لتسلیم رستم: ۳/۱، رقم المادة: ۸۶۱)، کتاب الہیۃ، الباب الثالث فی احکام الہیۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ) "لا یجوز لأحد أن یتصرف فی مملک غیرہ بلا إذنہ أو وكالة منه أو ولاية علیہ، وإن فعل کان ضامناً"۔ (شرح المجملہ لتسلیم رستم: ۲۱/۱، رقم المادة: ۹۶)، المقالة الثانية فی بیان قواعد الفقہیہ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۲۹۰/۵، کتاب الہیۃ، وشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳/۳، کتاب الہیۃ، الباب الأول، وشیدیہ)

(۲) "عن عمرو بن شعب عن أبیہ عن جدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن السی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فی خطبہ: "البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ"۔ (جامع الترمذی: ۲۳۹/۱، أبواب الأحکام، باب ما جاء أن البینۃ علی المدعی، معبد)

"فإذا صححت الدعوی من المدعی، سأل القاضی المدعی علیہ"۔ فإن اعترف بدعواه، قضی علیہ بها، لأنه غیر منهم فی حق نفسه. وإن أنکر سأل المدعی البینۃ لإثبات ما ادعاه، فإن أحضرها، قضی بها لظهور صدقها"۔ (الباب فی شرح الكتاب: ۱۲۲/۳، کتاب الدعوی، قدیمی)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳۳۵/۷، کتاب الدعوی، وشیدیہ)

ان کے آگے پیچھے لڑکا لڑکی کچھ نہیں، ہاں اتائے، بچے، پوتے، بھتیجے موجود ہیں۔ اب حاجی صاحب اپنی یہ زمین مدرسہ یا مسجد میں دینا چاہتے ہیں۔ سوال طلب یہ مسئلہ ہے کہ آیا وہ اپنی جائیداد مدرسہ یا مسجد میں دے سکتے ہیں یا نہیں، یا پوتے وغیرہ کو دین؟ اور ہمارے گاؤں کی مسجد قریب ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ دور کے بھتیجے ضرورت مند نہیں اور ان کو محروم کر کے نقصان پہونچانا بھی مقصود نہیں تو حاجی صاحب کے لئے بہتر یہ ہے کہ اپنی جائیداد اپنے مدرسہ یا مسجد کے لئے وقف کر دیں (۱) تاکہ صدقہ جاریہ بن جائے، ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایک تہائی کی وصیت مدرسہ مسجد کے لئے کر دیں، بقیہ ورثاء کو مل جائے گا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد و غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۹۰ھ۔

(۱) "الوقف" وسبہ إرادة محبوب النفس في الدنيا بين الأحياء، وفي الآخرة بالثواب، يعني بالنسبة من أهلها ومحلها المال المتقوم، وركنه الألفاظ الخاصة: كإرضى هذه صدقة موقوفة مؤبدة على المساكين ونحوه". (الدر المختار: ۳/۳۳۹، كتاب الوقف، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۵/۳۱۸، كتاب الوقف، رشيد)

(۲) "عن عامر بن سعد عن أبيه رضى الله تعالى عنه قال: مرضت عام الفتح حتى أضعفت على الموت، فعادني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقلت: أي رسول الله! إن لي مالا كثيرا وليس يرثني إلا ابنة لي أفأتصدق بثلثي مالي؟ قال: "لا" قلت: فالشطر؟ قال: "لا" قلت: فالثلث؟ قال: "الثلث، والثلث كثير، أن تذر ورثك أغنيا، خير من أن تذرهم عائلة يتكففون الناس". (مسند ابن ماجه، أبواب الوصايا، باب الوصية بالثلث: ۲/۱۹۳، قديمي)

"وتحوز الوصية بالثلث للأجنبي عند عدم المانع وإن لم يجز الوارث ذلك لا الرابضة عليه". (الدر المختار). "هل الوصية بأقل من الثلث أولى أم تركها؟ قالوا: إن كانت الورثة فقراء ولا يستغنون عما يرثون، فالترك أولى لما فيه من الصدقة، وقال عليه السلام: "أفضل الصدقة على ذي الرحم الكاشح". ولأن فيه رعاية الفقير والعقربا. وإن كانوا أغنياء يستغفون بتضييعهم، فالوصية أولى". (رد المحتار: ۶/۶۵۱، كتاب الوصايا، سعيد)

اپنا پیسہ وارث کو دے یا مدرسہ میں؟

سوال [۹۶۷۸]: ایک آدمی کے پاس ترکوۃ کارو پیہ آیا، وہ آدمی ناچنا تھا اور پیروں سے معذور تھا، موصوف نے وہ روپیہ کسی اور آدمی کے پاس بطور امانت رکھ دیا اور پھر ان کا انتقال ہو گیا۔ مرحوم کا کوئی وارث نہیں ہے، صرف مرحوم کا ایک بھانجا حیات ہے اور مرحوم کے نزدیک وقت نزاع امین بھی نہیں تھا اور نہ مرحوم نے کسی دوسرے کے لئے کوئی وصیت کی۔ تو اب امین یہ رقم مدرسہ میں دے یا بھانجا کو دے یا غریب کو دے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھانجا ایک قسم کا وارث ہے، اگر اس سے قریب ترکوئی مستحق وارث نہیں تو بھانجا کو دیدے (۱)، مدرسہ میں دینے کا حق نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب وغفرلہ، دارالعلوم، یوہند، ۱۸/۵/۹۲ھ۔

غیر وارث کو کچھ جائیداد دینا

سوال [۹۶۸۸]: ۱۔ اس مسئلہ کے بارے میں حکم شرع سے مطلع کریں: ایک عورت سماءہ حبیبہ جو کہ لا قلدہ ہے، اس کے مندرجہ ذیل رشتہ دار ہیں:

حبیبہ

حقیقی والدہ شوہر حقیقی بھائی ۳ حقیقی بہن ۲

حبیبہ کے مذکورہ بالا رشتہ داروں میں سے ہر ایک مالدار ہے۔ حبیبہ چاہتی ہے کہ ایک دوسرے غیر رشتہ

۱ (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۹۱/۶، کتاب الوصایا، الباب الأول، وشیدہ)

(۱) "وحملۃ القول فیہ کما فی الصنف الأول وهو أنهم إما أن یفاوتوا فی تدرجۃ أولاء، فإن تفاوتوا قدم الأقرب ولو أنسی کبنت أخت وابن بنت أخ". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الأرحام: ۷/۹۳، سعید)

"ثم یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثتہ". (الدر المختار: ۷/۶۱، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۷/۳۳، کتاب الفرائض، وشیدہ)

دار کو جو کہ صاحب حاجت ہے اس کو کچھ حصہ فی سبیل اللہ دینا چاہتی ہے۔ اور حبیبہ وصیت نہیں کرنا چاہتی ہے، بلکہ اپنی زندگی میں کچھ ثواب کی نیت سے دوسرے حاجت مند کو دینا چاہتی ہے، لیکن اس کے بعض رشتہ دار کہتے ہیں کہ ہم رشتہ داروں کی موجودگی میں غیر رشتہ دار کو حصہ دینا ناجائز اور گناہ ہے۔ از روئے شرع فیصلہ سے مطلع فرمائیں، کہ رشتہ داروں کی موجودگی میں غیر رشتہ دار کو فی سبیل اللہ حصہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر دے سکتی ہے تو اپنی ملکیت میں سے کتنی مقدار دے سکتی ہے؟

۲۔ اگر یہہہ کرنا اور دیدینا درست ہے تو رشتہ دار کا اس میں رکاوٹ ڈالنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حبیبہ کو اختیار ہے کہ اپنی تدرستی اور صحت میں اپنی ملکیت میں سے کسی حاجت مند کو فی سبیل اللہ کچھ دیدے اور اس پر اس کا قبضہ کر اڑے، رشتہ داروں کو روکنے کا اختیار نہیں (۱) اور جب کہ حبیبہ کا مقصود رشتہ داروں کو محروم کرنا نہیں ہے، بلکہ ثواب حاصل کرنے کے لئے غریب کی حاجت کو پورا کرنا مقصود ہے اور رشتہ دار سب مالدار ہیں تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے:

”أما شر الطلحا فأنواع يرجع بعضها إلى نفس الركن وبعضها يرجع إلى الواهب وبعضها يرجع إلى الموهوب، أما ما يرجع إلى الواهب، فهو أن يكون الواهب من أهل الهيئة، وكونه من أهلها أن يكون حراً عاقلاً بالعباد مالكا للموهوب، إلخ“۔ فتاویٰ عالمگیری: ۴/۸۸۴ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد عقی عتہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۸۸ھ۔

(۱) ”کُلُّ مَنْ يَصْرِفُ فِي مِلْكِهِ كَيْفَ شَاءَ“۔ (شرح المجملہ لسلمیہ رستم ۱/۲۵۳، (رقم المادة: ۱۱۹۲)، کتاب الشریکۃ، الباب الثالث فی احکام الاملاک، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

”لأن المملک مامن شانه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص“ (رد المحتار: ۵۰۲/۳، أول کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والمملک، سعید)

”و لكل واحد منهم أن يتصرف فی حصته كيفما شاء“۔ (شرح المجملہ لسلمیہ رستم ۱/۲۵۳، (رقم المادة: ۱۱۹۲)، کتاب الشریکۃ، الفصل الثامن فی احکام تقسمة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) (فتاویٰ العالمگیری: ۳/۳۷۳، کتاب الہیۃ، الباب الأول، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۵/۶۸۷، کتاب الہیۃ، سعید)

لجواب حامداً ومصلياً:

جج کو جاتے وقت والدہ عبد الکریم کو اپنا وارث درج کرایا تھا اور اختیارات سپرد کر دئے تھے، اس کا حاصل تو یہ تھا کہ اگر اس سفر سے واپسی نہ ہو سکی تو والدہ عبد الکریم کو میرا مال و پیریا جائے، یہ مطلب نہیں کہ فی الحال ہیر کر کے ان کو مالک بناو یا، ورنہ واپسی پر خوقا بعض و مالک ہونے کا کوئی حق نہیں تھا، بلکہ والدہ عبد الکریم کے بعد ان کے ورثا کو وہ حق پہنچتا، اور محبوب الرحمن ان کے وارث نہیں، اس لئے اگر محبوب الرحمن نے مرض الموت میں زہانی بیہ عبد الکریم کو کیا ہے اور قبضہ بھی کر دیا ہے تب بھی یہ وصیت کے حکم میں ہے، لہذا بعد ادائے دین وغیرہ ایک تہائی ترکہ کا مستحق باعتبار وصیت عبد الکریم ہے (۱)۔

بقیہ دو تہائی کے حقدار محبوب الرحمن کے والد (عبد الرحمن) کے داوا (شاد علی) کے بھائیوں (سردار علی ومصطفیٰ سی) کی اولاد اور اولاد میں جو قریب ترین مردوں گے، وہ برابر کے حقدار ہوں گے (۲)، ماموں زاد بھائی کی لڑکیاں مستحق نہیں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۴/۱۰/۹۳ھ۔

- (۱) "وَأَمَّا لَوْ وَهَبَ وَسَلَّمَ لِعَبْرِ الْوَرْثَةِ، فَإِنْ حَرَجَ الْمُوْهَبُ مِنْ ثُلُثِ مَالِهِ، صَحَّتْ الْهَبَةُ. وَإِنْ لَمْ يَخْرُجْ وَلَمْ تُجْزَ الْوَرْثَةُ الْهَبَةَ، فَإِنَّمَا تَصَحُّ فِي مَا يَخْرُجُ مِنَ الثُّلُثِ". (شرح المجملہ لسلیم رستم باز: ۱/۳۸۳، (رقم المادہ: ۸۷۹)، کتاب الہبۃ، الفصل الثانی فی ہبۃ المریض، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)
- (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۳۰۰، کتاب الہبۃ، الباب العاشر فی ہبۃ المریض، رشیدیہ)
- (۲) "الْأَقْرَبُ لِلْأَقْرَبِ بِرَحْمَتِ اللَّهِ بِقَرَبِ الدَّرَجَةِ". (السراجی، ص: ۱۳، باب العصبۃ، سعید)
- (و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۷/۷۷۳، کتاب الفرائض، فصل فی العصبۃ، سعید)
- (و کذا فی الشریفۃ شرح السراجیہ، ص: ۳۹، باب العصبۃ، سعید)
- (۳) چونکہ ماموں زاد بھائی کی لڑکیاں ذوی الارحام میں سے ہیں اور عصہ کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام وارث نہیں ہوں گے، لہذا ماموں زاد بھائی کی لڑکیاں مستحق نہیں ہیں:

"إِنَّمَا يَرِثُ ذَوُو الْأَرْحَامِ إِذَا لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ الْفَرَائِضِ مِمَّنْ يَرِثُ عَلَيْهِ، وَلَمْ يَكُنْ عَصَةً". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۹۵، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، رشیدیہ)

"هُوَ كَسَلٍ قَرِيبٍ لَيْسَ بِذِي سَهْمٍ وَلَا عَصَةٍ، وَلَا يَرِثُ مَعَ ذِي سَهْمٍ وَلَا عَصَةٍ".

(الدر المختار: ۶/۷۹۱، کتاب الفرائض، باب توريث ذوی الارحام، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنہر: ۳/۵۲۲، کتاب الفرائض، فصل فی ذوی الارحام، مکتبہ غفرانیہ کوئٹہ)

الفصل الثانی فی مایتعلق بدين المیت و أمانته

(میت کے قرض اور امانت کا بیان)

میت کے ذمہ قرض ہو تو اس کا حکم

سوال [۹۶۹۰]: ایک شخص کا انتقال ہو گیا اس حال میں کہ اس کے اوپر کافی قرض تھا، اس کی اولاد کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہمارا پاپ فلاں کا مقروض تھا، اب قرض خواہ اپنا دیا ہوا قرض اس کی والدہ سے مانگتا ہے، تو اولاد نہ تو انکار ہی کرتی ہے اور نہ ہی اقرار۔ بتایا جائے کہ اس متوفی مقروض کا آخرت میں کیا حال ہوگا، نیز اولاد کا سب کچھ جانتے ہوئے کیا ہوگا؟ اور ان کی شرعی حیثیت اب کیا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرض خواہ کے پاس اگر قرضہ کا شرعی ثبوت ہے، یا میت کی اولاد کو قرض کا علم ہے تو میت کے ترکہ سے اولاد کا قرض ادا کرنا ضروری ہے، قرض ادا ہونے کے بعد جو کچھ بچے اس کے ایک تہائی سے میت کی وصیت پوری کی جائے اگر کوئی وصیت کی ہو (۱)۔ اس کے بعد وراثہ شرعی طریقہ پر یہ تقسیم کرنے کے حقدار ہوں گے، اس سے پہلے حقدار نہیں ہوں گے، اگر قرض ادا نہیں کریں گے تو ظالم ہوں گے (۲)۔

(۱) "ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العاد". (الدر المختار). وقال ابن عابدین رحمه الله تعالى: "هو ما كان ثاباً بالیسة مطلقاً أو بإقرار، ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقي، ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته". (الدر المختار ۶۰/۷، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالیہ المکیہ: ۴/۷۲، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها و فیما یبذل بالترکة، رشیدیہ)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "مطل العی ظلم". (سنن أبي داود ۳۷۵۲، کتاب البوع، باب فی المطل، دار الحديث ملتان)

اگر میت نے کچھ نہیں چھوڑا تو ورثاء کے ذمہ اس قرض کا ادا کرنا ضروری نہیں، تاہم اگر اولاد کو اپنے والد کو آخرت کے مواخذہ سے بچانے کی فکر ہو تو اس کا قرض ادا کریں (۱)۔ اگر اتنا ترکہ چھوڑا جس سے قرضہ ادا کر دیا جائے تو آخرت میں اس میت کی پکڑ نہیں ہوگی، اگر اتنا ترکہ نہیں چھوڑا، پکڑ ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۵/۸۸ھ۔

(۱) "والمصراة سالدین دین له مطالب من جهة العباد فلا يلزم الورثة أدائها إلا إذا أوصى بها أو

تبرعوا بها من عندهم". (تبیین الحقائق: ۳/۷۲، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳۶۶/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۷۶۰/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) "عن أبي هريرة رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "نفس المؤمن

معلقة بدينه حتى يقضى عنه". (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۵۳، کتاب البیوع، باب الإفلاس والإنظار،

الفصل الثاني، قدیمی)

"عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك قال: كان معاذ بن جبل رضى الله تعالى عنه شاباً سحياً،

وكان لا يمسك شيئاً، فلم يزل يدان حتى أغرق ماله كله في الدين، فأتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم

فكلمه ليكلم غرماءه، فلو تركوا لأحد فتركوا للمعاذ، لأحل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فباع

رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لهما ماله حتى قام بغير شيء". (مشکوٰۃ المصابیح، المصدر السابق)

"عن أبي سعيد الخدري رضى الله تعالى عنه قال: أتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بحازة ليصلي

عليها، فقال: "هل على صاحبكم دين؟" قالوا: نعم، قال: "هل ترك لك من وفاء؟" قالوا: لا، قال: "صلوا

على صاحبكم". قال علي بن أبي طالب رضى الله تعالى عنه عليّ دينه يا رسول الله! فنقدم فصلى عليه".

وفي رواية معناه وقال: "فك الله وهاتك كما فككت رهان أخيك المسلم، ليس من عند مسلم

يقضى عن أخيه دينه إلا فك الله رهانه يوم القيامة". (مشکوٰۃ المصابیح، المصدر السابق)

(وصحيح البخارى: ۳۰۵۱، كتاب الحوالة، باب إذا حال دين الميت على رجل، قدیمی)

قال الحافظ العیسی رحمہ اللہ تعالیٰ: "وقال بعض أهل العلم: يجب على الإمام أن يقضى من

بیت المال ذین الفقراء اقتداءً بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فإنه قد صرح بحوب ذلك عليه حيث =

جبکہ یہ صورت ہے کہ اگر وہ لڑکا قرضہ ادا نہ کرتا تو وہ مکان باقی نہیں رہ سکتا تھا اور وہ مکان قرض میں لگ جاتا اور وراثہ کو کسی طرح ترک نہ چاہیے؟ بیواؤں کو حروا۔

فتاویٰ عامر حسن، محلہ شاہ ولایت صاحب، سہارنپور، یکم/ اگست/ ۱۳۹۰ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر باپ کے کہنے پر بطور قرض ادا کیا ہے یعنی مثلاً: باپ نے یہ کہا تھا کہ اتنا روپیہ میرے ذمہ ملاں شخص کا قرض ہے جس کے عوض میں میرا یہ مکان منقول ہے تو یہ قرض میری طرف سے ادا کروے اور اتنا روپیہ بجائے اس شخص کے میرے ذمہ واجب ہے اور اب میں تیرا مقروض ہوں تب تو وہ روپیہ لڑکا باپ کے ترکہ سے وصول کر سکتا ہے، روپیہ کی ادائیگی تقسیم ترکہ سے مقدم ہے، لڑکے کو حق ہے کہ پہلے اپنا قرضہ وصول کر لے اس کے بعد ترکہ تقسیم کرے (۱)۔

مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس روپیہ کے قرض ہونے کا شرعی ثبوت موجود ہو، یا وراثہ سب اس کو تسلیم کریں (۲)۔ اگر لڑکے نے بطور قرض وہ روپیہ باپ کی طرف سے نہیں ادا کیا، بلکہ محض تبرع اور احسان کیا ہے تو اب اس کو ترکہ سے وصول نہیں کر سکتا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدہ محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۱۰/۵۸ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ شوال/ المکرم/ ۵۸ھ۔

(۱) "لم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد، ثم تقدم وصيته من ثلث ما نقي، لم يقسم الباقي بعد

ذلك بين ورثته". (الدر المختار: ۶/۶۰، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكبرى: ۶/۳۳، كتاب الفرائض، وشيديه)

"كفّن الوارث الميّت أو قضى دينه من مال نفسه، فإنه يرجع ولا يكون متطوعاً".

(الدر المختار: ۶/۷۱، ۷۱، ۷۱، كتاب الوصايا، فصل في شهادة الأوصياء، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۳/۲۳، كتاب الوصايا، الفصل السادس في تصرفات الوصي، وشيديه)

(۲) "لم تقدم ديونه ويقدم دين الصحة". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "هو ما

كان ثابته مألوفاً، أو بالإقرار في حالة الصحة". (رد المختار: ۶/۶۰، كتاب الفرائض، سعيد)

(۳) "تعتقد الهيئة بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات والتبرع لا يتم إلا =

مرحوم کا قرضہ مسجد میں دینا

سوال [۹۶۹۲]: زید عمر سے قرض لیتا ہے اور کسی مجبوری کی وجہ سے اس کو ادا نہیں کر پاتا، اب عمر مر جاتا ہے، اور کچھ دن بعد خود زید بھی مر جاتا ہے، اب زید کے ورثاء اس قرض کو ادا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ قرض کس کو ادا کیا جائے گا، کیا اس قرض کو مدرسہ، مسجد، یا مسجد کے کسی مکان میں لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کسی بیوہ، یتیم، محتاج کو دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نے قرض لیا تھا، اس کے ورثاء کے ذمہ لازم ہے کہ مقدار قرض مرحوم کے ترکہ سے اس شخص کے ورثاء کو دیں جس سے قرض لیا تھا (۱)، کسی اور بیوہ، یتیم، محتاج، مدرسہ، مسجد کو دینا کافی نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۱۴۰۵ھ۔

= سالفیض، (شرح المسجلة لسلمیہ رستم باز: ۱/۳۶۲، (رقم المادة: ۸۳۷)، کتاب الہیۃ، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

”من وہب لأصوله وفروعه فلیس له الرجوع“ (شرح المسجلة لسلمیہ رستم باز:

۱/۳۷۶، (رقم المادة: ۸۶۶)، کتاب الہیۃ، الباب الثالث، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۵/۴۰۳، کتاب الہیۃ، باب الرجوع فی الہیۃ، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳/۳۸۵، کتاب الہیۃ، الباب الخامس فی الرجوع فی الہیۃ، رشیدیہ)

(۱) ”یبدأ من تركة الميت الحالية عن تعلق حق الغير بتجهيزه ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العاد“ (الدر المختار: ۶/۶۰۶، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۶/۴۳۷، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(وکذا فی الاحتمار لتعلیل المختار: ۲/۵۵۳، ۵۵۴، کتاب الفرائض، مکتبہ حقایقہ پشاور)

(وکذا فی النزاهة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۲/۳۵۳، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(۲) مالی ترکہ رکھتا ہو تو ہے، البتہ ان کی اجازت کے بغیر اس میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں۔

”لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذن“ (شرح المسجلة لسلمیہ رستم باز: ۱/۲۰۶ =

میت پر دعوائے ذین

سوال [۹۶۹۴]: شخصے بر میت بعد از تقسیم ترکہ بین الورثاء، یا قبل از تقسیم آن دعوائے ذین می کند، ومتوفی در باب دین مذکور هیچ اظہارے عند الموت نکرده، ورثائے میت ہم عدم علمیت ذین را اظہار می کنند، ومدعی بینہ و دیگر کد ام لیوتے ندارد. پس درین حالت ہر مدعی حلف خوردن لازم است یا ہر ورثائے میت یا دعویٰ اوشان غیر مسموع است؟ از جواب جلد مشرف فرماید. فقط.

(مولوی) محمد عثمان بلوچ، ہتم مدرسہ اراعلوم کراچی، ۲/ جمادی الاولیٰ/ ۱۳۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

”ولو أن رجلاً قدم رجلاً إلى القاضي، وقال: إن أباً هذا قد مات، ولي عليه ألف درهم ديس وإن لم تكن للمدعي يبة وأراد استحلاف هذا الوارث، يستحلف على العلم عند علمائنا رحمهم الله تعالى: ”بالله ما تعلم أن لهذا على أبيك هذا المال الذي ادعى وهو ألف درهم ولا شيء منه“ فإن حلف انتهى الأمر، وإن نكل يستوفى الدين من نصيبه. وفي الخاتمة: في ظاهر الرواية فإن كان هذا الوارث المدعي عليه أقر بالدين على الأب أو أنكر، فلما حلف نكل حتى صار مقراً بالدين، إلا أنه قال: لم يصل إلى شيء من تركة الأب، فإن صدقه المدعي في ذلك، فلا شيء له، وإن كذبه وقال: لا بل وصل إليه ألف درهم أو أكثر دراهم، وأراد أن يحلف يحلعه على الثبات: ”بالله ما وصل إليك من مال أبيك هذا الألف ولا شيء منه“ فإن نكل لزمه القضاء، وإن حلف لاشيء عليه، اه“. فتاوى هندية: ۳/ ۴۰۰، كتاب أدب القاضي، الباب الخامس والعشرون (۱)۔

= (رقم المادة ۹۶۹۴)، مكتبة حنفية كوتله

(و كذا في الدر المختار: ۲۰۰/۶، كتاب الغصب، سعيد)

(۱) (الفتاوى العالمكيريّة: ۳/ ۳۰۶، ۳۰۷، كتاب أدب القاضي، الباب الخامس والعشرون في إثبات

الوكالة والوراثة والدين، رشيدية)

اگر میت در ترکہ مال گذاشتہ است، و مدعی بر دعویٰ خود بیّنہ نمی دارد، و ورثاء اقرار دین نمی کند، پس مدعی را حق است کہ از ورثاء حلف ستاند، اگر حلف کنند دعوائے مدعی ساقط خواهد شد. و اگر انکار کنند، دعویٰ لازم خواهد شد. والبسٹ
 میں الخانیۃ (۱) والہندیۃ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوئی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۵/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، عبداللطیف، ۲۵/ جمادی الاولیٰ/ ۵۶ھ۔

ورثاء اور غرماء کے درمیان مصالحت

سوال [۹۶۵]: شامی، جلد چہارم، فصل فی اتقارح میں ہے کہ جب ترکہ میں دین علی الناس ہو، تو

= (و کذا فی الدر المختار: ۵/۵۸۵، کتاب الدعوی، باب دعویٰ النسب، سعید)

(و کذا فی جامع الفصولین ۳۸/۴، الفصل الثامن والعشرون فی مسائل التركة والورثة والذین فی التركة، اسلامی کتب خانہ کراچی)

(۱) (فتاویٰ قاضی حان علی شامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲/۳۲۱، ۳۲۲، کتاب الدعوی، باب البین برشیدیہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب أدب الفاضی، الباب الخامس والعشرون فی إثبات الوكالة والورثة والذین ۳۰۶/۲، ۳۰۷، رشیدیہ)

ترجمہ سوال

کوئی شخص ورثاء میں ترکہ تقسیم ہونے کے بعد، یا قبل تقسیم، میت پر دین کا دعوائے کرتا ہے اور مرحوم نے موت کے وقت اس کا کوئی اقرار بھی نہیں کیا، ورثاء بھی دین سے عدم غلیت کا اظہار کرتے ہیں اور مدعی گواہ وغیرہ کوئی ثبوت نہیں رکھتا، اس صورت میں مدعی پر حلف لازم ہے یا ورثاء سے میت پر، یا اس کا دعویٰ ہی ناقابل سماعت ہے؟ جواب سے جلد مشرف فرمادیں۔ فقط۔

خلاصہ جواب:

اگر میت نے ترکہ میں مال چھوڑا ہے اور مدعی اپنے دعویٰ پر گواہ نہیں رکھتا، اور ورثاء دین کا اقرار نہیں کرتے تو مدعی کو حق ہے کہ ورثاء سے حلف لیوے، اگر حلف کر لیں تو مدعی کا دعویٰ ساقط ہو جائے گا، اگر حلف سے انکار کریں تو دعویٰ لازم ہو جائے گا۔ فقط۔

صلح کے جائز ہونے کے چار حیلے ہیں، جن میں سے حیلہ کاٹھ کو ”حسن الحیل“ لکھا ہے، حالانکہ جو ضرر حیلہ ثانیہ میں ہے وہ بعینہ ثالث میں بھی ہے یعنی ”النقد خیر“ من النسبیۃ“ (۱)۔

تو اب ثالث کا ثانیہ سے احسن ہونا سمجھ میں نہیں آتا، لہذا ہندہ کی رائے ناقص میں حیلہ ثانیہ کا حاصل یہ ہے کہ ”مُصالح کا حصہ، دین سے تبرعاً پورا کر دیں اور اس کے حصہ میں غرماء پر رجوع نہ کریں“ غالباً اسی لئے حیلہ ثانیہ میں ”وأحالہم بحصۃ“ پر محشی لکھتے ہیں: ”لما محل لهذه الجملة ههنا“ (۲) پس اس حیلہ میں دو ضرر ہیں: ایک وہی جو حیلہ اولیٰ میں ہے اور دوسرا ”النقد خیر“ من النسبیۃ“ (۳) یعنی مُصالح کو حصہ نقد مل گیا اور باقی ورثاء کو ان کا حصہ سیدھے ملے گا اور ثالث میں صرف ”النقد خیر“ من النسبیۃ“ (۴) کا ضرر ہے، یعنی مُصالح کو قرض فی الحال دیتے ہیں اور اس قرض کو، نیز اپنے حصہ کو غرماء سے سیدھے وصول کریں گے۔

حیلہ اولیٰ میں بھی اگرچہ ایک ہی ضرر ہے، مگر وہ ثالث کے ضرر سے زیادہ ہے، اور ثانیہ میں دو ضرر ہیں، لہذا ثالث احسن الحیل ہوا اور اب وہ میں کوئی ضرر نہیں۔

مگر ایک اعتراض اب بھی باقی ہے، وہ یہ کہ مُصالح بہر صورت صلح تو دین کے سوا باقی ترکہ پر کرتا ہے تو حیلہ اولیٰ میں ورثاء اپنا حصہ قرض پورا لیتے ہیں اور مُصالح اپنے حصہ سے غرماء کو بری کرتا ہے تو اس میں ضرر مُصالح کا ہے نہ کہ ورثاء کا، بعینہ یہی ضرر مُصالح ثانیہ و رابعہ میں بھی ہے کہ وہ اپنا حصہ دین وصول نہیں کرتا، مگر

(۱) ”وبطل الصلح إن أخرج أحد الورثة وفي التركة ديون بشرط أن تكون الديون لبعيتهم؛ لأن تسليمك الدين من غير من عليه الدين باطل. ثم ذكر لصحته جيلاً، فقال: وصح لو شرطوا إبراء الغرماء منه أي من حصته؛ لأنه تسليمك الدين ممن عليه، فيسقط قدر نصيبه عن الغرماء، أو قضاوا نصيب المُصالح منه تبرعاً منهم وأحالهم بحصته، أو أقرضوه قدر حصته منه وصالحوه عن غيرهم بما يصلح بدلاً وأحالهم بالقرض على الغرماء وقبلوا الحوالة، وهذه أحسن الحيل، ابن كمال. والأوجه أن يسعوه كفاً من تسر أو نحوه بقدر الدين، ثم يحلهم على الغرماء“. (الدر المختار: ۶۳۲/۵، ۶۳۳، کتاب الصلح، فصل فی التخرج، سعید)

(۲) (رد المختار: ۶۳۴/۵، کتاب الصلح، فصل فی التخرج، سعید)

(۳) وہ ہے تسلیمک الدین من غیر من علیہ الدین اور یہ باطل ہے، ثانی بحوالہ بالا۔

(۴) بحوالہ بالا۔

ثانیہ میں ورثہ کا بھی ضرر ہے، یعنی ”لقد خیر من النسینة“ اور یہی ضرر ورثہ کا ثالث میں بھی ہے۔

فرضیکہ اولیٰ و درجہ میں صرف مصالح کا ضرر ہے اور ثالث میں صرف ورثہ کا اور ثانیہ میں جائین کا، پس ثانیہ احسن الخُل ہو گا چاہے، لیتحقق المساوات۔ آج کتاب اپنی تحقیقی ممتق کے فیصلہ سے مطلع فرماویں۔
فقط والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حیلہ ثالثہ کا ”احسن الخُل“ ہونا صاحب درمختار نے ابن کمال سے نقل کیا ہے، لیکن سب الاثر: ۳۱۹/۲ میں اس کے احسن ہونے پر اشکال بھی کیا ہے: ”قلت: ولا يحلو أيضاً عن ضرر التفدية“ (۱)۔

اسی اشکال کو شامی نے حیلہ رابعہ کے اوپر ہونے کی وجہ سے پیش کیا ہے: ”(قوله: والأوجه)؛ لأن فی الأخيرة لا يحلو عن ضرر التقدیم فی وصول مال، ابن مفلح، اھ۔“ شامی: ۶۶۴/۴ (۲)۔

نیز علامہ زبیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی اس کا اعتراف ہے، مگر ذبہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اولیٰ اور ثانیہ سے ثالثہ کے اوپر ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے:

”وإن شرطوا أن يبرأ العرماء منه: أي من الدين، صح؛ لأنه إسقاط أو تمليك للدين ممن عليه الدين، وكل ذلك حائر. وقال صاحب الهداية: وهذه حيلة الحوار، وأخرى: أي حيلة أخرى: أن يعجلوا قضاء نصيبه متبرعين. ثم قال: في الوجهين ضرر نقيّة الورثة، والأوجه أن يقرضوا المصالح مقدار نصيبه ويصالحوا عما وراء الدين، ويحيلهم على استيفاء نصيبه من العرماء، وهذا في الوجهين ظاهر؛ لأنهم إذا أعطوا المصالح شيئاً بمقابلة الدين أو قدر الدين ولم يحصل لهم الدين، فقد حصل لهم ضرر ديوى، وليس في الصورة الثالثة مثل ذلك من الضرر؛ لأنهم وإن حرج منهم قدر الدين لكن حصل لهم الدين بمقابلته، فانتفى عنهم إلا ضرر الغد،

(۱) (الدر المنطقی شرح الملتنقی المعروف بسکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر ۳۳۰/۳، کتاب

الصلح، باب الصلح فی الدین، مکتبہ غفرانہ کوئٹہ)

(۲) (رد المحتار ۶۳۳/۵، کتاب الصلح، فصل فی التحارج، سعید)

فإن العین حیرٌ من الدین، اھ۔“ زبلی: ۵/۵۱ (۱)۔

اس کے بعد حلیہ رائیہ کو اویج کہا ہے اور ”وَأَحَالَهُمْ بِحَصَّتِهِ“ سے صاحب الدرر پر ردِ مقصود ہے:

”[قولہ: وَأَحَالَهُمْ بِحَصَّتِهِ] ذکرہ رداً علی صاحب الدرر، ونفعه المصنف حت قالاً:

ولا یحییٰ قبہ: أی هذا الوجه من الضرر ببقية الورثة، ولكنه لا يرجع عليهم بما أحالهم به،

فيكون الضرر عنهم مرتين، اھ۔“ صُحطاوی، ص: ۳۶۰ (۲)۔

حلیہ ثانیہ میں جو ضرر ہے، اس میں فقہاء کی عبارتیں و طرح کی ملتی ہیں: ایک: ”النفق حیرٌ من

النسبة“۔ دوسری: ”عدم رجوع الورثة علی الغرماء“ چنانچہ تکملاً فتح القدیر میں ہے (۳)۔ اور

حاشیہ عنابہ شرح ہدایہ: ۵۴/۷ میں اسی کو حق کہا ہے (۴)، کفایہ میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور اس کی

(۱) (تبيين الحقائق للزبلي رحمه الله تعالى عليه: ۵/۵۱۱، ۵۱۲، کتاب الصلح، باب الصلح فی

الدین، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) (حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار: ۳/۳۶۰، کتاب الصلح، فصل فی التخرج، دار المعرفة

للطباعة والنشر بیروت)

(۳) ”وإذا كان فی التركة ذین علی الناس، فأدخلوه فی الصلح علی أن یخرجوا المصالح عنه ویکون

الدین لهم، فالصلح باطل؛ لأن فیہ تملیک الدین من غیر من علیہ، وهو حصۃ المصالح. وإن شرطوا أن

یسراً الغرماء منه ولا یرجع علیهم بنصيب المصالح فالصلح جائز؛ لأنه إسقاط وهو تملیک الدین ممن

علیہ الدین . . . وأخری: أن یحلوا قضاء نصیبہ متبرعین، وفی الوجهین ضرر سفیة الورثة“، (فتح

القدیر ۸/۳۳۲، کتاب الصلح، فصل فی التخرج، رشیدیہ)

(۴) ”[قولہ: وفی الوجهین ضرر ببقية الورثة] لعدم رجوعهم علی الغرماء، کذا فی الکفایة وشرح تاج

الشريعة وقالوا: . . . أما فی الوجه الأول: فإن بقية الورثة لا یمکنهم الرجوع علی الغرماء، وفی

الوجه الثاني لو رد النقد علیهم بمقابلة الدین الذی هو نسبة، والنقد خیرٌ من النسبة، انتهى. وقال بعض

الفضلاء بعد نقل المعنی الأول عن الکفایة: وهذا هو الحق، لاما فی سائر الشروح من لروء الدین

بالنسبة فی الصوره الثانيه إذ لا نسبه عند التبرع، فلیتأمل، انتهى“، (العنایة شرح الہدایہ علی . . .

فتح القدیر ۸/۳۳۲، کتاب الصلح، فصل فی التخرج، مصطفى البابی الحلبي مصر)

وجہ بیان کی ہے۔ "بذلًا لنسبته عند النزع" (۱)۔ اور علتِ اوّلیٰ کے متعلق حاشیہ عنایہ میں ہے "أقول فيه حجت" (۲)۔

اس تقدیر پر حلیہ اوّلیٰ و ثانیہ ہر دو میں ورثاء کو حصہ مصالح میں غرماء پر رجوع کا حق نہیں ہوگا، اور ثانیہ میں مزید براں یہ کہ مصالح کا حصہ دین اپنے پاس سے تبرعاً دینا ہوگا، البتہ مصالح کے حق میں ثانیہ احسن ہے اوّلیٰ سے کیونکہ اوّلیٰ میں مصالح کو کچھ حصہ دین نہیں ملتا اور ثانیہ میں بقیہ ورثاء سے مل جاتا ہے اور حلیہ ثالثہ میں بقیہ ورثاء کو بھوش قرض مصالح غرماء پر رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے اور وہ بدل قرض کے مستحق ہو جاتے ہیں تو گو مصالح کا حصہ دین اور اپنا حصہ دین سب کچھ غرماء سے وصول کرتے ہیں، کوئی حق مالی فوت نہیں ہوتا، صرف وصولیابی میں تاخیر ہوتی ہے اور اتنی بات میں ثالثہ و رابعہ ہر دو شریک ہیں، پھر رابعہ کے آجہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ "والأوجه: أي الأيسر والأخف، اهـ"۔ ط (۳)۔

الحاصل: اوّلیٰ میں حصہ و حق مصالح غرماء سے قطعاً ساقط ہے اور بقیہ ورثاء کو بھی اس میں رجوع علی

(۱) "أقوله: وفي الوجهين ضرر بقية الورثة لعدم رجوعهم على الغرماء، كذا في الكفاية وشرح تاج الشريعة. وقالوا: أما في الوجه الأول: فإن بقية الورثة لا يمكنهم الرجوع على الغرماء، وفي الوجه الثاني لزوم النقد عليهم بمقابلة الدين الذي هو نسيئة، والنقد خير من النسيئة، انتهى. وقال بعض الفضلاء بعد نفل المعنى الأول عن الكفاية: وهذا هو الحق لا ما في سائر الشروح من لزوم النقد بالنسيئة في الصورة الثانية إذ لا نسيئة عند النزع، فليتأمل، انتهى". (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير: ۳۴۲/۸، كتاب الصلح، فصل في النخارح، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۲) "أقول: وفيه بحث، لأن ما ذكره إنما يفيد ثبوت الفائدة للغرماء لا لبقية الورثة، فإن قيل: إذا لم يبق للمصالح على الغرماء حق سهيل للغرماء أداء حصص بقية الورثة، فيحصل من هذه الجهة فائدة لبقية الورثة - قلنا: إن حصل لهم فائدة من تلك الجهة، يحصل لهم الضرر من جهة أن حصة المصالح لا تصير لهم". (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير: ۳۴۲/۸، كتاب الصلح، فصل في النخارح، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۳) (حاشية الطحطاوى على الدر المختار: ۳/۳۶۰، كتاب الصلح، فصل في النخارح، دار المعرفة، بيروت)

الغرماء کا حق نہیں، البتہ اپنا حصہ دین پورا لیں گے، اس میں مصالِح کا نقصان ظاہر ہے۔ ثانیہ میں مُصالح اپنا حصہ دین پورا بقیہ ورثاء سے وصول کر لے گا اور ورثاء اس میں رجوع علی الغرماء نہیں کریں گے، کیونکہ انہوں نے مُصالح کے ساتھ غرماء کے ساتھ تبرع کیا ہے، اس میں ورثاء کا نقصان ظاہر ہے۔ ثالث میں مصالِح کو بھی حصہ دین مل جاتا ہے اور بقیہ ورثاء کے پاس سے بھی کچھ مفت خرچ نہیں ہوا، بلکہ جو کچھ دیتے ہیں وہ قرض ہے جس کو بذریعہ حوالہ غرماء سے وصول کر لیں گے، اگر نقصان ہے تو صرف سیرہ کا ہے اور یہ انہوں نے، لہذا یہ احسن الخیل ہوا (۱)۔

راہجہ میں رجوع علی الغرماء کی وجہ سے سیرہ ضرور ہے جیسا کہ ثالث میں تھا، لیکن بیع ہونے کی وجہ سے قرض کے معاملہ سے نجات ہے اور حق نہ مُصالح کا ضائع ہوتا ہے، نہ بقیہ ورثاء کا، اس لئے یہ اچھا ہے۔ — هذا ما عندی واللہ أعلم بحقیقة الحال۔

حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۰/محرم/۶۶ھ۔

(۱) "وصح لو شرطوا إبراء الغرماء منه: أى من حصته؛ لأنه تملك الدين ممن عليه الدين، فيسقط قدر نصيبه عن الغرماء، أو قضوا نصيب المصالح منه: أى الدين تبرعاً منهم وأحالهم بحصته، أو أقرضوا قدر حصته منه: أى الدين تبرعاً منهم وأحالهم بحصته، أو أقرضوا قدر حصته منه وصالحوه عن غيرهم بما يصلح بدلاً وأحالهم ما تقرض على الغرماء وقبلوا النحوالة، وهذه أحسن الحيل. والأوجه أن يبيعوا كفاً من ثمر أو نحوه بقدر الدين، ثم يحيلهم على الغرماء". (الدرا المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "لأن في الأولي ضرر للورثة، حيث لا يمكنهم الرجوع على الغرماء بقدر نصيب المصالح، وكذا في الثانية؛ لأن السقط خير من النسبة". (الدرا المختار: ۶۳۳/۵، كتاب الصلح، فصل في النحرار، سعید)

"قال رحمه الله تعالى: "(وإن شرطوا أن يبرأ الغرماء منه): أى من الدين (صح)؛ لأنه إسقاط أو تملك للدين ممن عليه الدين، وكل ذلك جائز. وقال صاحب الهداية: وهذه حيلة الجواز، وأخرى أى حيلة أخرى أن يعجلوا قضاء نصيبه متبرعين، ثم قال: وفي الوجهين صرر ببقية الورثة والأوجه أن يقرضوا المصالح مقدراً نصيبه وبصالحوه عملاً وراء الدين ويحيلهم على استيفاء نصيبه من الغرماء، وهذا =

ورثاء اور غرما کی مصالحت پر اشکال

سوال [۹۶۹۱]: میت کا دین ہو کسی پر تو جواز صلح کے قبل اربو میں سے تیسرے حیلہ کا احسن الخلیل ہونا سمجھ میں آ گیا، مگر رابع کا اوپر بمعنی ”ایسر ہونا“ سمجھ میں نہیں آتا، کیونکہ اس میں مصالح کا ضرر ظاہر ہے، ثالث میں تو مصالح اپنا حصہ قرض پورا وصول کر لیتا ہے، رابع میں صرف ایک مشت کھجور کے بدلہ میں اپنا دین ان کے حوالہ کرتا ہے اور اسے بالکل کچھ نہیں ملتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اوپر اگر بمعنی ”انفع للمصالح“ ہوتا تب بھی حیلہ اولیٰ کے مقابلہ میں صحیح ہوتا، اگرچہ تاخیر و ثالث کے مقابلہ میں صحیح نہ ہوتا، لیکن یہ اوپر بمعنی ”الایسر والأخف فی حق الوثرۃ“ ہے، ہو ہذا ظاہر (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دسین مہر مقدم ہے میراث کی تقسیم پر

سوال [۹۶۹۲]: مسنی محمد یسین مرحوم متوفی کے ایک لڑکا دو لڑکیاں، ایک بالغا ایک نابالغہ، ایک زوجہ وارث ہیں، لیکن زوجہ بعض دسین مہر مبلغ پانچ ہزار روپیہ کی دعویدار ہے اور ترکہ متوفی پانچ ہزار سے بہت کم ہے۔ تو اس صورت میں ترکہ متوفی تمام زوجہ کو بعض دین مہر دیا جائے گا، یا جمیع ورثاء میں تقسیم ہوگا، اگر تقسیم ہوگا

= الروحیں ظاہر؛ لانہم إذا أعطوا المصالح شیئاً بمقابلۃ الدین أو قدر الدین ولم يحصل لهم الدین، فقد حصل لهم ضرر ذنبوی، ولیس فی الصورة الثالثة مثل ذلك من الضرر؛ لانہم وإن حرج منهم قدر الدین، لکن حصل لهم الدین بمقابلتہ، فانتفی عنهم الضرر لا ضرر النقد، فإن العین خیر من الدین، والأوجہ مہ أن یبعوه کفلاً من تمر أو نحوه بقدر الدین، ثم یحیلهم علی الغرماء أو یحیلهم ابتداءً من غیر بیع شنی لیفسدوه له، ثم یأخذ لأنفسہم“۔ (تبیین الحقائق: ۵/۵۲، کتاب الصلح، باب الصلح فی الدین۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(۱) ”والأوجہ: ای الأیسر لهم والأخف“ (حاشیۃ المطحطاوی علی الدر المختار: ۳/۳۶۰، کتاب الصلح، فصل فی التصالح، دار المعرفۃ بیروت لبنان)

تو شرعاً ہر وارث کو کس قدر پہونچے گا؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائیں۔

سعید احمد ازنگوہ۔

الجواب حامداً ومصلباً:

صورت مسئلہ میں متوفی کا کل ترکہ زوجہ کو بعض دین مہر دیا جائے گا اور وراثہ کو کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ قرآنہ کی ادائیگی شرعاً وراثہ کے حق پر مقدم ہے:

فی السراجی، ص: ۳: "قال علمائنا رحمهم الله تعالى: لتعني بركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير، ثم تفضي دينه من جميع ما بقي من ماله، ثم نقد وصاياہ من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته، الخ" (۱)۔ بشرطیکہ زوجہ نے معاف نہ کیا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمد ونگوہی عفا اللہ عنہ، محسن مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر العلوم، ۹/ جمادی الثانیہ/ ۱۴۵۲ھ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمن غفرلہ، صدر المدرسین۔

صحیح: سعید احمد، صدر مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یو پی۔

ودیعت کاروپہ وفات مودع پر اس کی مرضی کے خلاف صرف کرنا

سوال [۹۱۹۸]: زید نے اپنی ضرورت کے لئے اپنے ایک عزیز مثلاً جمال سے کچھ قرض مانگا، جمال نے کہا کہ میری والدہ کاروپہ ایک صاحب کے پاس رکھا ہوا ہے جو میری معرفت ہی امانت رکھوایا تھا، وہ میں تم کو دلانے دیتا ہوں اس کو تم خرچ کرلو، جب ضرورت ہوگی تم ادا کرویتا۔ اس طرح جمال اور جمال کے بھائی کمال نے وہ روپیہ زید کو دیدیا اور زید نے اس کو اپنی ضرورت میں خرچ کر لیا۔

اس کے کچھ عرصہ کے بعد جمال وکمال کی والدہ نے اور جمال کے بڑے بھائی عقیل نے زید سے کہہ

(۱) (السراجی فی المیراث، ص: ۳۰۲، سعید)

(و کذا فی الدر المختار: ۶/ ۷۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/ ۳۳۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

کہ جو روپیہ جمال نے تم کو دیا ہے وہ تم اپنے پاس رکھنا، اور جب ہماری پوتی و بھتیجی (ہندہ) جو یتیم ہے اس کا عقد ہو جائے تو اس بھتیجی کو دیدینا، ہم میں سے کسی کو شہ دینا۔

اس گفتگو کے بعد جمال کی والدہ کا انتقال ہو گیا (جن کا روپیہ تھا) اور عقیل صاحب پاکستان چلے گئے، ان سے زید کی کوئی خط و کتابت بھی نہیں رہی، اور عقیل صاحب بہت بیمار و غیرہ بنے گئے۔ جمال کے چھوٹے بھائی کمال سے زید کی سخت مخالفت ہو گئی، یہاں تک کہ کمال نے زید سے ملنا اور گفتگو کرنا بھی پسند نہیں کیا اور سخت ناراض ہو گیا۔

اب جمال اور کمال اور عقیل کی بھتیجی کا نکاح ہونے لگا تو اس ہندہ لڑکی کی والدہ جمال و کمال کی بھالہ کا خط زید کے پاس ایک عزیز کی معرفت آیا کہ جو روپیہ تمہارے پاس ہندہ کی دادی نے رکھوایا تھا وہ اس وقت دیدو تا کہ ہندہ کا نکاح کر دیا جائے اور ضروری کاموں میں خرچ ہو سکے۔

زید نے ان عزیز کو یہ جواب دیدیا کہ ہندہ کی والدہ سے کہا کہ مجھ سے تو یہ کہا گیا تھا کہ نکاح کے بعد دینا۔ ہندہ کے چچا جمال نے جنھوں نے یہ روپیہ زید کو ابتدا دیا تھا، زید سے کہا کہ وہ روپیہ اس وقت دیدو، میں ہی ہندہ کا نکاح کر رہا ہوں۔ زید نے یہ سوچ کر کہ جمال ہی کی معرفت یہ روپیہ میرے پاس آیا تھا، اور جمال ہی اس لڑکی کا ولی بھی ہے، روپیہ کی اصل مالکہ والدہ جمال کا انتقال ہو چکا، ان کے دوسرے بیٹوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے جو ان سے معلوم کر سکوں، اور لڑکی کی والدہ بھی اس وقت روپیہ لینا چاہتی ہے اور چچا بھی کہہ رہے ہیں اس لئے زید نے وہ روپیہ جمال کو واپس کر دیا۔

اب ہندہ کا شوہر زید کو پریشان کرتا ہے کہ تم نے وہ روپیہ جمال کو کیوں واپس کیا، وہ تو بعد نکاح ہندہ کو دینا چاہتے تھا، تم ذمہ دار تھے تم روپیہ مجھے دیدو۔ زید نے کہا کہ جن لوگوں نے میرے پاس روپیہ رکھا تھا ان کے مانگنے پر میں نے واپس کر دیا۔ ہندہ کا شوہر کہنے لگا کہ ہندہ کی والدہ نے کوئی پرچہ نہیں لکھا تھا کہ تم روپیہ واپس کر دو، لڑکی کے چچا جمال نے دھوکہ سے ان کی طرف سے پرچہ لکھ کر بھجوا دیا تھا۔

زید نے کہا کہ مجھے یہ پتہ بھی نہیں تھا کہ یہ پرچہ جعلی بنا کر بھیجا گیا ہے کہ لڑکی کی والدہ اور اس کے چچا جمال جب دونوں اسی وقت روپیہ واپس لینا چاہتے ہیں تو مجھے کیا حق ہے، اصل مالک روپیہ کا زندہ نہیں ہے جو ان سے رائے لیتا، ان کے دواڑکوں سے معلوم نہیں کر سکتا تھا، اس نے جمال ہی کے کہنے سے اور لڑکی کی والدہ کی

رضامندی سمجھ کر وہ پیسے واپس کر دیا۔

ہندہ کے شوہر نے اور اس کے ہمدرووں نے زید کے ساتھ زیادہ سختی کی، اس کی ایک کافی قیمتی چیز چرا کر لئے گئے اور یہ کہا کہ جب تم روپیہ دیدو گے تو یہ چیز ملے گی، تم پر ذمہ داری یہ تھی کہ نکاح کے بعد لڑکی کو روپیہ دیتے، ہمال کو روپیہ کیوں دیدیا؟ اگر ایسی حالت میں میرے اوپر اس رقم کی لڑکی ہندہ کو دوبارہ لڑائی ضروری ہوگی تو میں وہ رقم ادا کروں گا، اس وقت میری چیز واپس کر دو۔

دریافت طلب یہ ہے کہ ان حالات میں کیا زید پر یہ واجب ہے کہ وہ رقم جو ہمال وغیرہ نے زید کو دی تھی اور زید نے ہمال کو واپس کر دی، اب زید وہ رقم اپنے پاس سے وہ بارہ ہندہ کو ادا کرے؟ جو حکم ہو مطلق کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندہ کا شوہر اس روپیہ سے بالکل بے تعلق ہے اس کو مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں، اس نے زید کی جو چیز چوری کر کے رکھ لی ہے اس کا واپس کرنا ضروری ہے (۱)۔ اگر ہندہ اس پر رضامند تھی کہ اس کے چچا نے وہ روپیہ اس کی شادی کی ضروریات میں صرف کر دیا تو اب زید کے ذمہ دوبارہ وہ روپیہ ہندہ کو دینا لازم نہیں (۲)۔ زید نے بھی غلطی کی کہ اصل مالک ہندہ کی دواہی کی ہدایت پر عمل نہیں کیا اور شادی سے قبل روپیہ ہندہ کے چچا کو دیدیا، اس کو چاہئے تھا کہ نہ چچا کو دیتا نہ والدہ کو، بلکہ شادی کے بعد براہ راست ہندہ کو دیتا۔ اب اگر ہندہ اس پر رضامند (۱) قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ، وَتَدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لَنَأْكُلُوا مِنْهُمَا

من أموال الناس بالباطل وأنتم تعلمون﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

”أَكُلَ الْمَالِ بِالْبَاطِلِ عَلَى وَجْهِهِ: أَحَدُهُمَا أَخَذَهُ عَلَى وَجْهِ الظُّلْمِ وَالسَّرِقَةِ وَالْخِيَانَةِ وَالْعُصْبُ وَمَا جَرَى مَجْرَاهُ، وَالْآخَرُ مِنْ جِهَةِ الْمُحْظُورِ ...“ وقد انتظمت الآية حظر الأكل من هذه الوجوه كلها“، (أحكام القرآن للجصاص: ۳۴۳/۱، قديمی)

(۲) ”أَجَسْبَى أَنْفَقَ عَلَى بَعْضِ الْوَرْتَةِ فَقَالَ: أَنْفَقْتُ بِأَمْرِ الْمُوصَى وَأَقْرَبَهُ الْوَصِيُّ وَلَا يَعْلَمُ ذَلِكَ إِلَّا بِقَوْلِ الْوَصِيِّ بَعْدَ مَا أَنْفَقَ، يُقْبَلُ قَوْلُ الْوَصِيِّ ...“ وفيه: قال: أَنْفَقَ عَلَى أَوْ عَلَى عِيَالِي أَوْ عَلَى أَوْلَادِي، ففعل، قيل: يرجع بلا شرطه، وقيل: لا. ولو قضى دينه بأمر، رجع بلا شرطه، وكذا كل ما كان مطالباً به من جهة العباد“، (الدر المختار: ۳/۳۱۷، ۳۱۸، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في أمر غيره بالإنفاق، سعيد)

نہیں کہ جو روپیہ اس کی وادی نے اس کے لئے تجویز کیا تھا وہ اس کی شادی میں صرف ہو گیا اور وہ مطالبہ کرتی ہے تو زید ہندو کو روپیہ دے (۱) اور جو روپیہ اس کے چچا اور والدہ کو دیا تھا وہ ان سے واپس لے لے (۲)۔

یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ ہندہ کی وادی نے اس روپیہ سے اپنی ملک ختم کر کے ہندہ کو اس کا مالک بنا کر زید کے پاس بطور امانت رکھا اور زید کو امین قرار دیا ہو، لیکن صورت واقعہ میں ایسا نہیں معلوم ہوتا، بلکہ زید متروک ہے، ہندہ کی وادی کا اور قرض کی ادائیگی کی یہ صورت تجویز کی ہے کہ ہندہ کی شادی کے بعد اس کو دیدیا جائے، پھر وادی کا انتقال ہو گیا تو وہ روپیہ سب وادی کا ترکہ بن گیا جس میں شرعی وراثت جاری ہوگی (۳) اور ورثاء میں جب لڑکا موجود ہے تو پوتی کا کوئی حق نہیں (۴)، وہ جمال اور اس کے بھائی بہن کا حق ہے، ہندہ کا اس میں کوئی حصہ نہیں، نہ ہندہ کی والدہ کا نہ ہندہ کے شوہر کا (۵)۔ اگر جمال کی کوئی بہن نہیں تو سب

(۱) " (وصح ضمان الولی مہرہا ولو المرأة صغیرة) ولو عاقداً لآلہ سغیر"۔ (الدر المختار)۔ وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: " (قوله: وصح ضمان الولی مہرہا): آی سواء کان ولی الزوج أو الزوجة، صغیرین کانا أو کبیرین، أما ضمان ولی الکبیر مہرہا فقہراً لآلہ کالآجنبتی۔ ثم إن کان بأمرہ، رجع، وإلا لا۔" (رد المحتار ۳/۱۳۰، کتاب النکاح، باب المہر، مطلب فی ضمان الولی المہر، سعید)

(۲) "لا یجوز لأحد أن یتصرف فی ملک غیرہ بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية علیہ، وإن فعل کان ضاماً"۔ (شرح المحلۃ لسلیم رستم باز: ۶۱/۱، رقم المادۃ: ۹۶)، المقالۃ الثانیۃ فی بیان القواعد الفقہیۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(و کذا فی الدر المختار: ۳۰۰/۶، کتاب الغصب، سعید)

(۳) "کما أن أعبان المتوفی المتروکۃ عنہ مشترکۃ بین الورثۃ علی حسب حصصہم، کذلک یکون الدین الودی لہ فی ذمۃ آخر مشترکاً بینہم علی قدر حصصہم"۔ (شرح المحلۃ لسلیم رستم باز: ۶۱/۱، رقم المادۃ: ۱۰۹۴)، کتاب الشرکۃ، الفصل الثالث فی الدیون المشترکۃ، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ

(۴) "الأقرب فالأقرب یرتجحون بقرب الدرجۃ، أعنی أولہم بالمیراث جزء المیت آی البنون، ثم بنوہم وإن سفلوا" (السرائج فی المیراث، ص: ۱۳، باب العصباء، سعید)

(۵) "و یتستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابۃ، والسب وهو الزوجیۃ، والولاء" (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۴۷/۶، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفہا و ہما یعلق بالترکۃ، رشیدیہ)

بھائیوں کو برابر ملے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۲/۸۸ھ۔

میت کی امانت و رثاء کو دی جائے

سوال [۹۶۹۹]: ۲۴، ۲۵/ سال کی عمر کا لڑکا اپنے باپ سے خواہو کر اپنے چچا کے یہاں رہنے لگا اور مرتے وقت اپنے دوست کے پاس چھ روپیہ امانت چھوڑ گیا، امانت رکھنے والے کے والد اور دو بھائی موجود ہیں۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ میرا لڑکا تمہارے پاس مبلغ تیس روپے نقد چھوڑ کر مرا ہے اور یہ روپیہ میرے حوالہ کرو، جس سے پاس امانت رکھی تھی وہ روپیہ دینے سے انکار کرتے ہیں، کیونکہ اگر اقرار کریں تو تیس روپے دینے پڑیں گے۔ اگر امانت رکھنے والا مبلغ چھ روپے سے پوشیدہ کسی مدرسہ کے اسباب میں لگا دیں تو اس کے ذمہ سے ساقط ہوگا یا نہیں، اگر یہ روپیہ مدرسہ میں دینے سے ادا نہ ہو تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس چھ روپے کا مدرسہ میں دینا، یا اور کسی کام میں خرچ کرنا جائز نہیں، بلکہ مرنے والے کے رثاء کو دینا ضروری ہے (۲)، اگر دو تیس روپے کا دعویٰ کرے تو ثبوت پیش کرے، بغیر ثبوت کے تیس روپیہ کا دعویٰ شرعاً معتبر نہیں اور نہ اس کے ذمہ دینا ضروری ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) بھائی چونکہ عصب ہیں اس لئے ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں عصب تمام ترکہ کے مستحق ہیں:

”العصبۃ من يأخذ جمیع المال عند الفرائض وما أبقتہ الفرائض عند وجود من له الفرض“.

(تبیین الحقائق: ۴۸۵/۷، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۳، کتاب الفرائض، باب العصبۃ، وشیدیہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنْ لَمْ يَأْمُرْكُمْ أَنْ تُزِدُوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ (سورۃ النساء: ۵۸)

”لا یحوز لأحد أن یتصرف فی ملک غیرہ بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية علیہ، وإن فعل کان ضامساً“.

(شرح المسجلة لتسلیم ومنتم باز: ۱/۶۱، (رقم المادۃ: ۹۶)، المقالة الثانية فی بیان القواعد

الفقهیة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۳) ”عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله تعالى عنه أن النسي صلى الله تعالى عليه وسلم قال

فی خطبته: ”البیة علی المدعی، والیمین علی المدعی علیہ“. (جامع الترمذی: ۲۳۹/۱، أبواب =

حررہ العبد محمد منگوبی غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۱۱/۶۰ھ۔

اُترا قرا میں اندیشہ ہے تو اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اتنی رقم ان کو کسی طرح دے دی جائے، اطلاع کی ضرورت نہیں ہے (۱)۔ باقی جوابات صحیح ہیں۔
سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۱۱/۶۰ھ۔

میت کا مہر بیوی کے سامنے رکھنے سے ادا ہو گیا

سوال [۱۷۰]: قمر الدین کے یہاں ایک لڑکا، دوسری لڑکی تھی، لڑکی کی شادی کرنے کے بعد سامان جہیز دیکر رخصت کیا۔ محمد عمر کی شادی قمر الدین نے کی، لیکن بچپن میں ہی عمر کی بیوی کا انتقال ہوا۔ قمر الدین کے انتقال کے بعد محمد عمر کا نکاح ماموں صاحب نے کیا، اس بیوی کے دو بچے پیدا ہوئے لڑکی کا انتقال ہو گیا، لڑکا حیات ہے، لیکن چار سال کا تھا کہ اس کے والد محمد عمر کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اس کی پھوپھی مع سامان کے لڑکے اصغر کو اپنے گھر لے گئی اور پرورش کرنے پر اپنی پوتی سے نکاح کر دیا اور پانچ چار سال لڑکی نکاح میں رہی، اس کے بعد لڑکی کے باپ نے سچہ تہمت یا الزامات لگا کر لڑکی کو آذایا طلاق حاصل کر لی ہے، لیکن بیوی کی زبانی معلوم ہوا کہ جو مہر بندہ بھی تھی وہ لڑکی کے سامنے رکھا تو لڑکی نے بخوشی واپس لوٹا کر معاف کر دیا۔

اگر اب رہا سامان و مکانات کا معاملہ یہ ہے کہ قمر الدین اور فرزند محمد عمر کی یہ میراث تھی، لیکن حیات اصغر کو پھوپھی صاحبہ تمام سامان گھر کا لے کر اپنے سرسرا چلی گئی اور مکان مسجد کو بیہ یا، جب کہ اصغر جوان ہو گیا تھا اور اس شرط پر دیا کہ میراث حق ہے، تم بھی اپنا حق وو۔ اب مکان میں اور سامان میں وہ حقدار ہے یا نہیں؟ اگر حقدار

= الأحکام، باب فی ان الیسة علی المدعی، سعید

(۱) و جب اذا غنق سے، اگر نے میں دلی سے کا اعتبار ہوتا ہے

”نوی الزکاة إلا انه سماء قرضا، جاز فی الأصح! لأن العبرة للقلب لا للسان“

(الدر المختار، ۶۰/۳۳، کتاب الخشی، مسائل شعی، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، ۱۰/۱، کتاب الزکاة، الباب الأول، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الزکاة، ۲/۳۷۰، رشیدیہ)

ہے تو وہ اپنا سامان چھو بھی سے لے سکتا ہے اور مکان بھی لے سکتا ہے؟ آیا پھو بھی کو بھی کچھ حق پہونچے گا یا نہیں، اگر پہونچے تو اس کا طریقہ تقسیم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب شوہر نے مہر کا روپیہ ادا کرنے کے لئے بیوی کے سامنے رکھ دیا اور بیوی نے بخوشی وہ روپیہ شوہر کو دیدیا اور دونوں کو اس کا اقرار ہے تو مہر ادا ہو گیا (۱)۔ قمر الدین کے انتقال پر لڑکی اور لڑکا محمد عمر دونوں وارث ہیں، لڑکی کا اکہرا حصہ ہے اور لڑکے محمد عمر کا دوہرا حصہ ہے (۲)۔ محمد عمر کے انتقال پر اسی شرح کے ساتھ لڑکا (اصغر) اور لڑکی دونوں وارث ہیں، چھو بھی کو قمر الدین کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا وہ اس میں حقدار نہیں (۳) اگر چہ اپنے والد کے ترکہ میں حقدار ہے۔ چھو بھی صاحبہ نے بچہ کی پرورش کی بہت اچھا کیا، ان کو اجر ملے گا، لیکن قمر الدین اور محمد عمر کی متروکہ جائیداد، روپیہ، مکان، سامان کسی چیز میں بھی ان کو تصرف ملا نہ کرنے کا حق نہیں (۴)۔

(۱) "للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق . . . و ليس لأحد من أوليائها أب ولا غيره الاعتراض عليها". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۱۶/۱، کتاب النکاح، باب المہر، وشدیدہ)

"الصخلبة رفع الموانع بأن يضع المال بين يدي المولى بحيث لو مذهبده أخذه، فحينئذ يحكم القاضى بأنه قبضه، وكذا في ثمن البيع وبدل الإجارة". (رد المحتار، کتاب العتق، باب العتق علی جعل بالضم وفتح، المال: ۲۷۶/۳، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۳۳/۴، کتاب العتق، باب العتق علی جعل، وشدیدہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمُ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنثِي﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۳) واضح رہے کہ جب میت کی اولاد موجود ہو تو "اشت" یعنی میت کی بہن کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔

"ويسقط بهو الأعيان وهم الإخوة لأبوين بالامن وابنه وبالأب وفي الحد خلاف". (الفتاویٰ

العالمگیریہ: ۴۵۳/۲، کتاب الفرائض، الباب الرابع فی الحجب، وشدیدہ)

(۴) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

"عن أنى حرة الرفأشى عن عمه رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه

وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۵۵)

کتاب البیوع، باب القصب والعاریة، الفصل الثانی، قدیمی)

محض ان کے مکان مسجد میں دینے سے وہ مکان مسجد کا نہیں ہوا (۱)، ہاں اگر اس نے بالغ ہونے کے بعد، بخوشی مسجد میں دیا ہے تو وہ مسجد کا ہو گیا۔

اصغر کو پورا حق حاصل ہے کہ اپنے باپ دادا کا پورا سامان پھوپھی صاحبہ سے واپس لے لے، مگر چونکہ پھوپھی صاحبہ نے اس کی پرورش کی شادی کی، اس لئے ان کے احسان کو فراموش نہیں کرنا چاہیے، ان کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی سے پیش آئے اور اپنی وسعت کے موافق مالی خدمت بھی کرتا رہے، ویسے بھی پھوپھی صاحبہ کا رشتہ ایسا ہے کہ ان کی خدمت کرتے رہنا چاہیے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدہ محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۷/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۷/۸۹ھ۔



”لا يجوز لأحد أن ينصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل، كان ضامناً“۔ (شرح المسحلة لسليم وسم ناز: ۲۱/۱، (رقم المادة: ۹۶)، المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية، مكتبة حنفية كوتنه)

(۱) ”ومن شرائطه (أي شرائط الوقف): الملك وقت الوقف حتى لو غصب أرضاً، فوقفها، ثم ملكها، لا يكون وقفاً“۔ (مجمع الأنهر ۳۰/۵۶۷، كتاب الوقف، غفاريہ كوتنه)

”رجل وقف أرضاً لرجل آخر في بزم سماه، ثم ملك الأرض، لم يجز، وإن أجاز المالك، حاز عندما“۔ (الفتاوى العالمگیریہ ۳/۳۵۳، كتاب الوقف، الباب الأول، وشیدیہ)

(۲) قال الله تبارك وتعالى: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ، وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ﴾ (سورة النحل: ۹)
”عمر ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إن من أشر الناس صلة الرجل أهل و ذابيه بعد أن يولي“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، ص: ۳۱۹، كتاب الأدب، باب السر والصلة، الفصل الأول، قدیمی)

”روی ابو یعلیٰ فی مسنده وابن حبان فی صحیحہ: ”من أحب أن يصل أمه في قبره، فليصل إخوان أمیه من بعده“۔ (مرقاۃ المفاتیح شوح مشکوٰۃ المصابیح: ۸/۶۵۳، كتاب الأدب، باب السر والصلة، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۹۱۷)، وشیدیہ)

الفصل الثالث فی وصیۃ المیت وإقراره (میت کی وصیت اور اقرار کا بیان)

وصیت بحالت سکران

سوال (۱۹۷۰): زید کے تین فرزند ہیں: ۱۔ رسول خان جو کہ انتقال کر چکے ہیں۔ ۲۔ محمد خاں۔ ۳۔ سکندر خاں، یہ دونوں زندہ ہیں۔ ان بھائیوں کے درمیان اپنے والد کا ایک مکان ہے، اس مکان میں مرحوم رسول خان کی زوجہ رہتی تھی۔ رسول خان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ مرحوم رسول خان کی زوجہ کے انتقال کے وقت سکندر خان نے مذکورہ بالا مکان اپنی دختر مسماۃ عابدہ بی بی کے جبکہ ان کی شادی نہیں ہوئی تھی وصیت نامہ اس کے نام ایک دوسری جگہ اپنی مرضی سے کرالیا، گل صاحب بی بی زوجہ رسول خان اس وقت حالت سکران میں تھی اور ان کی لاعلمی میں ان کے ہائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا نشان کرالیا، اور یہ وصیت نامہ جبکہ عابدہ بی بی کی شادی ہوگئی تب ان کے ہاتھ میں چلا گیا۔ اب عابدہ بی بی مذکورہ بالا مکان کو لینا چاہتی ہے۔

عابدہ بی بی کی والدہ کے بعد سکندر خان نے دوسری شادی کی ہے، زوجہ ثانی کے لڑکے سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں اور محمد خان کے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہے، کیا یہ مکان صرف عابدہ بی بی کو ملے گا یا سب کا حصہ ہوگا، اگر سب کا حصہ ہوگا تو کتنا حصہ ملے گا؟ کیا حالت سکران میں جو انگوٹھا کا نشان کرایا یہ قابل قبول ہوگا یا نہیں، اور نشان لینے والا گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سکران اور لاعلمی کی حالت میں نشان انگوٹھا لگانے سے ملکیت کا دعویٰ کرنا شرعاً غلط ہے (۱)، یہ تدبیر

(۱) "یسلم فی الہیۃ رضا الواہب، فلا تصح الہیۃ الثنی وقعت بالجبر والإکراہ"۔ (شرح المجملۃ لسنن

رستم۔ ۴/۱، (رقم المادۃ: ۸۵۹)، کتاب الہیۃ، حنفیہ کوئٹہ

(وکلذہ فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱۰۹/۶، کتاب الوصایا، الباب الرابع، فصل فی اعتبار حالۃ الوصیۃ، رشیدیہ)

بالکل بیکار ہے، دھوکہ پے گناہ ہے (۱)۔ والد کے انتقال کے وقت اگر تین لڑکے موجود تھے تو تینوں برابر کے حقدار ہیں (۲)۔ تنہا ایک لڑکے کی بیوی مالک نہیں نہ اس کے دینے سے وہ سب مکان کی کوئل سکتا ہے (۳)۔ وہ تو اپنے شوہر سے حصہ پانے کی مستحق ہے (۴)۔ اگر ایک لڑکے کا انتقال پہلے ہو چکا تھا اور والد کے انتقال پر دو لڑکے زندہ رہے تو وہ دونوں برابر کے حقدار ہیں (۵)۔ مرحومہ لڑکے کی بیوی بالکل بے حق ہے (۶)۔ فقط والد سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۲/۹۲ھ۔

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

”عن اُبی ہریرۃ رضى اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”من حمل علیہنا السلاح فلیس منا، ومن عشنا فلیس منا“۔ (الصحيح لمسلم: ۷/۱، کتاب الإیمان، باب من عشنا، قدیمی)

(۲) ”العصبة: وهم کل من لیس له سهم مقدر، وأخذ ما بقى من سهام ذوی الفروض. وإذا انفرد، أخذ جميع المال“۔ (الفتاویٰ العالیہ المکیہ: ۶/۳۵۱، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصات، رشیدیہ)
(وکذا فی الاختیار لتعلیل المحصر: ۲/۵۶۴، کتاب الفرائض، فصل فی العصات، مکتبہ حقایق، پشاور)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۳۸۵، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۳) جب کہ یہ مکان تینوں بھائیوں کے درمیان مشترک تھا، ہذا ایک لڑکے کی بیوی کسی کو نہیں کر سکتی، ”لا يجوز لأحد أن ينصرف فی ملک غیرہ بلا إذنه“۔ (شرح المحلة لسلمیہ رستم باز: ۱/۶۱، (رقم المادة: ۹۶)، المقالة الثانية فی القواعد الفقہیہ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۲۰۰، کتاب العصب، سعید)

(۴) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلِئِنْ رُبِعَ مِمَّا تَوَكَّمُ عَنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلِئِنْ لَمْ يَنْسَلْ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دِينَ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۵) (راجع رقم الحاشیة: ۴)

(۶) بیہدشتی شرعی وارث نہیں ”ویمسحق الإرث بإحدى عصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والنسب =

وارث کے لئے وصیت

سوال [۹۷۰۲]: اگر کوئی شخص کسی متقی، عابد و زاہد کی وصیت و مسلک و طریقہ عمل کے خلاف وراثت وغیرہ میں سب تصرف وراثہ کرے تو خائن و غاصب کہلائے گا کہ نہیں؟ اور اس وصیت کے مطابق وراثہ میں حقدار کو حق نہ ملنے پر حق تلفی ہوگی کہ نہیں؟ اور ایسا شخص غاصب کہلائے گا کہ نہیں؟ اور اس کے اس فعل سے موصی کو روق تکلیف ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مستحق کو اس کا حق نہ دینا اس پر خود بے جا قبضہ و تصرف کرنا غصب ہے (۱)، موصی کو شرعی وصیت کے بعد اس کے خلاف کرنے سے موصی کو روقی اذیت کا مظنہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد المذنب و غفر لہ واراہلہ واولادہ یومئذ، ۱۱/۳/۹۱ھ۔

= وهو الرجوع، والبراءة. (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۳۷، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعريفها ولبیما يتعلق بالركة، وشدیدہ)

(وكذا في الدر المختار: ۶/۷۲۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۲/۵۵۵، كتاب الفرائض، مكتبه حقایقہ پشاور)

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

”عن ابي حرة الرقاشي عن عمه رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: “أَلَا لَا تَنْظَلِسُوا، أَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطَيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ“ (مشکوٰۃ المصابیح، ۱/۲۵۵، کتاب البیوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثانی، قدیمی)

”لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه۔ وإن فعل كان صانماً“ (شرح المحلة: ۱/۲۱، ۲۲، رقم المادة: ۹۶، ۹۷)، مكتبه حقایقہ کوئٹہ)

(وكذا في الأشباه والمظائر، كتاب الغصب، الفن الثاني، القوائد: ۲/۳۳۳، رقم القاعده: ۱۷۱۳، إدارة القرآن کراچی)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۱، كتاب الغصب، سعيد)

وصیت بحق و ارث

سوال [۹۷۰۲]: خلاصہ سوال یہ ہے کہ حاجی تنخوا لا ولد تھے، جو کچھ ان کے پاس روپیہ تھا وہ ان کی ذاتی کمائی کا تھا اور ان کا اپنے بھائی سے کوئی تعلق نہیں، جب ان کی طبیعت خراب ہوئی تو جس کے پاس روپیہ امانت تھا ان کو بلا کر کہا کہ میرا تمام روپیہ صرف میری بیوی کو دیا جائے، وہی مالک ہے۔ کیا یہ ہدایت حاجی تنخوا کی شرع کے مطابق ہے؟ ترکہ ۸۰۰ روپیہ ہے۔

۲۔ حاجی تنخوا کے بعد ان کی بیوی مالک بن گئی اور اپنی زندگی میں وہ کل مال خرچ کرتی رہی، جب حاجی تنخوا کی بیوی بیمار ہوئی تو کوئی پُرسان حال نہ رہا، صرف حاجی تنخوا کی بہن کی لڑکی شہزادی نے خدمت کی، بیماری میں انھوں نے کہا کہ میرا کل روپیہ زیور وغیرہ سب شہزادی کو دے دیا جائے، پھر ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ ان کا انتقال ہوتے ہی حاجی تنخوا کے بھائی نور حاجی تنخوا کی بیوی کے بھائی کا لڑکا حقدار بن کر سامنے آگئے کہ ہم بھی وارث ہیں۔

بہر حال ان سب نے مل کر ایک تحریر لکھ دی کہ اگر ہمارا حق شرعاً لکھا ہے تو ہم مسجد شریف ہاپون میں وقف کرتے ہیں۔ یہ تحریر حاجی تنخوا کی بیوی کے بھائی کا لڑکا اور شہزادی نے مل کر لکھ دی ہے۔ حاجی تنخوا کے بھائی نقد روپیہ کا مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارا حصہ ہم کو دو، ہم ایصالِ ثواب کریں گے۔ اس مسئلہ کا شرعی حکم کیا ہے؟ فقط۔ اس تحریر سے مال وقف ہو یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ بیوی شرعی وارث ہے اور شریعت کا حکم یہ ہے کہ شرعی وارث کے لئے جو وصیت کی جائے وہ اس وقت معتبر ہوتی ہے کہ دوسرے ورثاء بھی اجازت دیدیں، ورنہ وہ معتبر نہیں ہوتی (۱)۔ پس اگر حاجی تنخوا کے بھائی

(۱) "عن یونس بن راشد عن عطاء عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال "لا تجوز وصیۃ لوارث إلا أن یشاء الورثۃ"۔ قال ابن قطن فی کتابہ: ویونس بن راشد قاضی حران، قال أبو زرعة۔ لا بأس به۔ وقال البخاری: کان مرجئاً۔ وکان الحدیث عنده حسن" (تصیب الرایۃ للزیلعی: ۳/۳۰۳، کتاب الوصایا، رقم الحدیث: ۸۰۷۰)، مؤسسة الریان بیروت لسان

"(ولا لوارثه وقاتله مباشرة) لاتسبیاً کما مر (إلا بإجازة ورثته) لقوله عليه السلام: "لا وصیۃ =

نے بھی اس وصیت کی اجازت دی ہے تو حاجی تنہو کی کل رقم اور کل ترکہ ان کی بیوی کا ہو گیا، اگر اجازت نہیں دی تو بیوی صرف ایک چوتھائی ترکہ کی حقدار ہے (۱) اور بقیہ کے حق بھائی ہیں (۲) مثلاً: اگر کل ترکہ ۸۰۰/ ہے تو بیوی کو بعد ادا کے میر و غیرہ اس میں سے ۲۰۰/ ملے گا اور بقیہ ۶۰۰/ بھائی کا ہے، دوسرے بھائی کی اولاد اس میں حقدار نہیں (۳)۔

۲۔ حاجی تنہو کی بیوی مرحومہ کو اپنے کل مال کی وصیت کا حق نہیں، صرف ایک تہائی کی وصیت کا حق ہے (۴)، پس ایک تہائی ترکہ تو حسب وصیت شہزادی کو دیا جائے، بقیہ مرحومہ کے بھائی کے لئے ہے، بشرطیکہ = لوارث إلا أن یجوزھا الورثة۔ یعنی عند وجود وارث آخر کما یفیدہ آخر الحدیث۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۶۵۵، ۶۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

(۱) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿ولهن الربع مما ترکتم إن لم یکن لکم ولد﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) بھائی عصہ ہے اور زوی الفروض کے بعد نہ پکال مال کا مستحق ہوگا:

"قال رحمہ الله: (ثم الأخ لأب وأم، ثم الأخ لأب، ثم ابن الأخ لأب وأم، ثم ابن الأخ لأب. وإنما قدموا على الأعمام، لأن الله تعالى جعل الإرث في الكلالة للإخوة عند عدم الولد والوالد. (تبيين الحقائق، کتاب الفرائض: ۷/۳۸۶، دار الكتب العلمية بیروت)

"العصبة من يأخذ جميع المال عند الفرائض وما أبقت الفرائض عند وجود من له الفرض المقدّر". (تبيين الحقائق: ۷/۳۸۵، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بیروت)

(۳) بیوی کے بھائی کی اولاد شرعاً وارث نہیں ہے، اس لئے مستحق میراث نہیں۔

"ويستحق الإرث بإحدى حصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسب وهو الزوجية، والولاء". (الفتاوىٰ العالمگیریہ: ۶/۳۳۷، کتاب الفرائض، وشیدیہ)

(وگذا فی الدر المختار: ۶/۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(۴) "(و کسبہ غیر وارث وقت الموت)". (الدر المختار). وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(وقت الموت): أي لا وقت الوصية، حتى لو أوصى لأخيه وهو وارث ثم ولد له ابن، صحت الوصية للأخ ولو أوصى لأخيه وله ابن. ثم مات الابن قبل موت الموصي، بطلت الوصية". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الفرائض: ۶/۶۳۹، سعید)

اس سے قریب ترکوئی اور وارث نہ ہو (۱)۔ حاجی تنو کے بھائی کو اس ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا (۲)، جو کچھ ان سب نے وعدہ کیا ہے اس کو پورا کرنا چاہیے (۳)۔

شہزادی نے جو خدمت مرحومہ کی کی ہے، حق تعالیٰ کے یہاں اس کی بڑی قدر ہے، اس کو چاہیے کہ مرحومہ کے ترکہ کو اس خدمت کا معاوضہ نہ سمجھے، مرحومہ کے بھائی کے لڑکے نے اگر خدمت نہیں کی تو بہت بڑی حق تلفی کی (۴)، لیکن اس حق تلفی کی وجہ سے وہ شرعی میراث سے محروم نہیں ہوگا (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرر العبد محمد عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۱/۸۵ھ۔

وارث کے حق میں وصیت

سوال [۹۷۰۴]: مسماۃ بندہ کے زوج کا انتقال ہوا، اس کے والد نے دوسری جگہ نکاح ثانی مسمیٰ

(۱) چونکہ مرحومہ کے بھائی کا بیٹا یعنی ابن الأخ عصہ ہے اور عصہ وہی الفروض کے نہ ہونے کی صورت میں کل مال کا مستحق ہوتا ہے (کما تقدم، فلیراجع، ص: ۱۸۵، رقم الحاشیہ: ۲)

(۲) شہر کا بھائی مرحومہ کا وارث نہیں ہے (کما تقدم، فلیراجع، ص: ۱۸۵، رقم الحاشیہ: ۳)

(۳) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ (سورۃ الإسراء: ۳۴)

(۴) "عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "الرحم معلقة بالعرش تقول: من وصلنی وصلہ اللہ، ومن قطعنی قطعہ اللہ" متفق علیہ۔ (مشکوۃ المصابیح: ۲/۱۹، کتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الأول، قدیمی)

"الرحم" قال السیوطی: أي رحم الأقارب کیف كانوا "من وصلنی" .. "ومن قطعنی"

والقطع عبارة عن الغضب علیہ والإعراض عنه (مراجعة المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح:

۸/۲۵۸، رقم الحديث: ۴۹۲۱، کتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الأول، وشیدیہ)

(۵) میراث چونکہ متعین من جانب اللہ ہے، حق تلفی سے ساقط نہیں ہوتا۔

"الإرث حصری لا یسقط بالإسقاط"۔ (تکملة رد المحتار: ۱/۵۰۵، کتاب الدعوی، مطلب

واقعة الفتوی، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۷۷، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی مجمع الزہیر: ۳/۴۹۳، کتاب الفرائض، غفر لہ کوئلہ)

زید سے کر دیا، بعد اس کے ہندہ کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ ہندہ کو کچھ شرع نہ کہ باپ سے مکان کرائی پہنچا ہندہ کے زوج ثانی نے جو اس کا منہ بنا ہو گی کا چھوڑ دیا اور کرائی اپنی کرایہ پر دیگر گزریات کرتے رہے، مرمت کرائی نواب خود کرتا رہا، اس کی آمدنی سے جدید کرائی ہی کرتا رہا، اسی کی آمدنی سے شوہر ثانی نے کچھ روپیہ جمع کر کے بلا اطلاع زوجہ ثانیہ نے اپنی دختر جو زوجہ اولی سے تھی، کچھ زمین خرید کر کے اس کے نام کر دی اور جمع شدہ باقی کسی شخص کے پاس امانت رکھ دیا۔

اتفاق سے بیمار ہو گیا، حالت بیماری میں جس کے پاس روپیہ رکھا تھا اس نے کہا کہ اپنا روپیہ لے لو، اس نے کہا کہ اگر میں مر جاؤ تو یہ روپیہ میری دختر جو زوجہ اولی سے ہے اس کو دے دینا۔ اس نے یہ کہا کہ تم جس کو چاہو اپنے سامنے دیدو۔ دینے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ زید کا انتقال ہو گیا، ہندہ کا زید سے جس وقت نکاح ثانی ہوا تھا اس کے پاس اس وقت کوئی ترکہ ذاتی یا پدری نہیں تھا، صرف مزدوری پر گزار تھا، مرتے وقت بھی کوئی ترکہ نہیں چھوڑا سوائے زوجہ ثانیہ کے مال کے، اور جو اس میں اضافہ ہوا ہے وہ اسی کے مال سے ہوا ہے، البتہ محنت اور مزدوری ضرور اس نے کی ہے، ایسا ہی زوجہ ثانیہ کا نان و نفقہ اس کے ذمہ تھا۔ ایسی صورت میں ترکہ زید کے وارث کو پہنچتا ہے کہ نہیں اور وصیت شرعاً جاری ہوگی یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے انتقال کے وقت جو کچھ زید کی ملکیت میں تھا، وہ اس کے ورثا کو بقدر حصص شرعیہ پہنچے گا (۱) اور لڑکی بھی چونکہ وارثہ ہے اس لئے اس کو میراث ملے گی، وصیت اس کے حق میں جائز نہ ہوگی، ہاں اگر دوسرے ورثاء بڑے یعنی بالغ ہوں اور وہ اس وصیت کی اجازت دے دیں تو وصیت جاری ہو سکتی ہے (۲)۔

(۱) قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: "بدأ من ترکة المیت". (الدبر المختار). وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "الترکة فی الاصطلاح: ما ترکہ المیت من الأموال صافیاً عن تعلق حق الغیر بعین من الأموال" (رد المحتار: ۷/۵۹۶، کتاب الفرائض، معبد)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۷/۴۷۱، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) "ولا تحوز (أی الوصیة) بما زاد علی الثلث إلا أن یحیزہ الورثاء بعد موتہ وهم کفار ولا تحوز الوصیة للوارث إلا أن یحیزها الورثة". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۹۰/۶، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

۱۰ جو مالی زوجہ ثانیہ کا تھا اگر زوجہ ثانیہ نے وہ مال بہرہ کر کے زید کا اس پر باقاعدہ قبضہ نہیں کرایا تھا تو وہ زوجہ ثانیہ کی ملک ہے (۱)، اس کو زید کا ترکہ تصور کر کے زید کے ورثاء میں تقسیم نہیں کیا جائے گا:

"لا وصیة لوارث إلا أن یحیزها الورثة یعنی عند وجود وارث آخر، اھ"۔ رد المحتار:
۵/۵۷۵ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ ہذا، ۱۱/۸/۵۵ھ۔
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف۔

چچا زاد اور پھوپھی زاد میں تقسیم ترکہ اور وصیت

سوال [۹۷۰]: عبد البارخان نے انتقال کیا، ترکہ میں بڑی جائیداد و مکانات چھوڑے۔ ورثاء میں ذوی الفروض کوئی نہیں، صرف چچا زاد اور پھوپھی زاد بھائی ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

مرحوم کے چچا زاد بھائی ہیں اور پھوپھی زاد بھائی ہیں، چچا زاد بہنوں میں کس طرح تقسیم ہوگا؟ نیز عبد البارخان مرحوم چونکہ لا ذلہ تھے، ان کی بیوی بھی اکثر بیمار رہتی تھی، اس لئے موجودہ ذوی الارحام نے ان کی بھر پور خدمت کی، انھوں نے کچھ مطالبات بھی پیش کئے ہیں، مرحوم نے ان سے کچھ دیئے اور مدد کرنے کا تذکرہ بھی کیا تھا اور اپنی حیات میں ان کی مدد کرتے تھے اور آئندہ بھی مدد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اندریں صورت کیا ذوی الارحام کو ترکہ سے حصہ مل سکتا ہے؟

نوت: موجودہ ورثاء کا کیسے مسئلہ ہوگا؟ دریافت طلب یہ ہے کہ موجودہ ورثاء اپنی رضامندی سے تقسیم ترکہ کا معاملہ کسی کمیٹی کے سپرد کریں اور کمیٹی کو اختیار دیں، اپنی صوابدید کے مطابق یہ کمیٹی ترکہ کی تقسیم اس طرح کرے کہ ترکہ سے ذوی الارحام کو ان کی خدمات کا صلہ مل جائے، یا دینی مدرسہ میں کمیٹی ترکہ کچھ دیدے جس مدرسہ کی مرحوم نے مدد کی ہو۔ کیا کمیٹی کو یہ اختیار ہے؟

(۱) "یسلمک الموهوب له الموهوب بالقض، فالقبض شرط لثبوت الملك"۔ (شرح المحلة:

۱، ۳، ۷، رقم المادة ۸۶۱)، کتاب الہیۃ، الباب الثالث، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(و کذا فی الدر المختار ۲۹۰/۵، کتاب الہیۃ، سعید)

(۲) (الدر المختار ۲۵۶/۶، کتاب الوصایا، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مرحوم کے ذمہ کوئی قرض ہو تو اول اس کو ادا کیا جاوے، پھر اگر کوئی وصیت کی ہو ذوی الارحام کے لئے یا مد رسد وغیرہ کے لئے تو ایک تہائی ترکہ سے اس کو پورا کیا جاوے (۱)، پھر جو کچھ بچے وہ صرف دو چچازاد بھائیوں کو نصف نصف دیدیا جاوے (۲)، چچازاد بہنوں اور پھوپھیوں کی اولاد (یعنی مذکورہ سب کی اولاد) کو اس ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا۔

ذوی الارحام نے جو خدمت کی اس کا اجر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت میں ملے گا (۳)، اس کے عوض دنیا میں میراث میں حصہ نہیں۔ مرحوم نے جو کچھ جس جس کو دینے اور وعدہ کرنے کا ارادہ کیا تھا، اب اس ارادہ کو وراثت سے پورا کرنے کا حکم نہیں (۴)۔ حصہ مساوی جب دونوں چچازاد بھائیوں کو ان کا حصہ مل

(۱) "تتعلق بركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقصير، ثم تفضي ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السر اجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۵۹/۶، ۷۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفيما يتعلق بالتركة: ۳۴۷/۶، رشیدیہ)

(۲) "النعصة من يأخذ جميع المال عند انفراذه، وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض المقتدر". (تبیین الحقائق: ۳۸۵/۷، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

"واتسايرت ذوا الارحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرث عليه ولم يكن عصبه". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۹/۶، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۷۱/۶، کتاب الفرائض، باب توريث ذوی الارحام، سعید)

(۳) قال الله تبارک وتعالى: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾ (سورة التوبة: ۱۲۰)

(۴) مرنے کے بعد مال، جائیداد سب وراثہ کی طرف منتقل ہو جائے گا اور میت کی ملک نہ رہے گا، تو میت کے صرف دینے کے ارادہ سے وہ مستحق نہیں ہوئے، الا یہ کہ وصیت کی ہو تو وہ ملک میں جاری ہوگی، یا وراثہ اور خود تہرعاً مرحوم کے ارادے کی تکمیل کریں۔

"والإرث في الشروع: انتقال مال الغير إلى الغير على سبيل الخلافة". (الفتاویٰ العالمگیریہ =

جائے، پھر وہ مرحوم کی نیت پوری کرنے اور مرحوم کے ذوی الارحام کے ساتھ خیر خواہی کرنے اور مرحوم کو ثواب پہنچانے کے لئے اپنی صوابدید کے مطابق جتنا بھی ویں گے، اس سے ان کو بھی ثواب ہوگا اور ذوی الارحام کی بھی خیر خواہی ہوگی، اور مدرسہ کی بھی مدد ہوگی، جس سے مرحوم کو بھی اجر و ثواب ملے گا (۱)۔

کسی کمیتی یا انجمن کے حوالہ اگر اس تقسیم کو کیا جائے تو وہ بھی بطریقہ مذکورہ پر تقسیم کر دے، بحیثیت وراثت نہ ذوی الارحام کو دے نہ مدرسہ کو دے، دونوں وارثوں کو برابر دیدے (۲)، پھر وہ دونوں اپنے اپنے حصہ میں اپنی رائے کے مطابق تصرف کریں، جس جس کو جتنا چاہیں ویدیں (۳)۔ فقط وانذہما نقالیٰ العلم۔
حررہ العبد المذنب عبد الوار العلوم دیوبند، ۲۲/۴/۹۰ھ۔

لڑکی کے حق میں وصیت

سوال [۹۷۰۶]: مجھ کو ایک مسافر نے مبلغ ۵۰/ نقد اور کچھ سونے چاندی کی چیزیں بطور امانت دی اور یہ وصیت کی کہ اس میں سے میری چھوٹی بیٹی کے لئے کان اور ہاتھوں میں زیور بنوا دینا اور باقی سب لڑکے کو

= ۶۷۷، کتاب الفرائض، وشیدہ

(۱) "الأصل أن كل من أتى بعبادة ما، له جعل ثوابها لغيره وإن نواها عند الفعل لنفسه، لظاهر الأدلة".
(الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "أي سواء كانت صلافة، أو صوماً، أو صدقة، أو فراءة، أو ذكراً، أو طواصلاً، أو حراً، أو عسرة، أو غير ذلك وجميع أنواع البر - اهـ".
(رد المختار على الدر المختار: ۵۹۵/۲، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب في إهداء ثواب الأعيان للغير، سعيد)

(وگذا فی نیبیس الحنفی: ۳۱۹/۲، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۲) "ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته: أي الذين ثبت إوتهم بالكتاب أو السنة أو الإجماع".
(الدر المختار: ۷۶۱/۶، ۷۶۲، کتاب الفرائض، سعيد)

(وگذا فی السراجی، ص: ۳۰۳، سعيد)

(۳) "ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصه كيف ماشاء". (شرح المحلّة: ۶۳۳/۱) (رقم المادة: ۱۱۶۲)، کتاب المشرکة، الفصل الثامن، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

دیدیتا۔ اس پر میں نے یہ دریافت کیا کہ دوسری لڑکیوں کو بھی دیا جائے یا نہیں جو کہ شادی شدہ ہیں، اس نے کہا کہ میں سب کو دے چکی، ان کی شادی مکروہی، صرف ان ہی کو دینا ہے جن کا میں ذکر کر چکی ہوں۔

اس کے کچھ دن بعد وہ سماعہ فوت ہو گئی اور عرصہ ایک دو ماہ بعد چونکہ سونا گراں ہو گیا تھا، میں نے ان کو فروخت کر دیا تاکہ ان کا زیادہ فتنع ہو جائے، صرف اس غرض سے میں نے اس چیز کو فروخت کر دیا۔ اب میرے پاس ان کی کل رقم ۳۳۳ روپے کی ہے۔

لہذا التماس ہے کہ آپ مجھ کو مطابق حکم خداوندی آگاہ کر دیجئے، تاکہ میں اس کے مطابق ادا کروں، تاکہ میرے ذمہ کوئی معاوضہ نہ رہے۔

نوٹ: اس عورت کی کل تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔

محمد ابراہیم بقلم خود، بازار غنہ سہارنپور، مورخہ ۴/ جنوری/ ۱۹۳۷ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکی شرعاً وارث ہوتی ہے اور وارث کے لئے شرعاً وصیت ناجائز ہے (۱)، البتہ اگر دوسرے سب وارث اجازت دیدیں اور وہ بڑے یعنی بالغ ہوں تو وصیت درست ہو سکتی ہے، ورنہ شش دوسرے ترکہ کے اس میں بھی وراثت جاری ہوگی، کذا فی الشامی، ص: ۵۷۵ (۲)۔

(۱) "عن یونس بن راشد، عن عطاء عن عکرمۃ، عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "لا تجوز وصیۃ لوارث إلا أن تشاء الورثۃ". قال ابن قطن فی کتابہ: ویونس بن راشد فاضی حوران، قال أبو زرعة: لا بأس بہ، وقال البخاری: کان مرجئاً، وکان الحدیث عندہ حسن". (نصب الرایۃ للزیلعی: ۳/ ۳۰۳، کتاب الوصایا، (رقم الحدیث: ۸۰۷۰)، مکتبۃ موسسۃ الریان بیروت، لبنان)

"عن اسی أمانة الباهلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول فی خطبۃ عام حجة الوداع: "إن اللہ تبارک وتعالیٰ قد أعطی کل ذی حق حقہ، فلا وصیۃ لوارث" (جامع الترمذی، أبواب الوصایا، باب ما جاء لا وصیۃ لوارث. ۳۴/۲، سعید)

(وسنن أبی داؤد، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الوصیۃ للوارث: ۳/ ۳۰، إمدادید ملتان)

(۲) "ولا لوارثه وقاتله مباشرة إلا بإجازة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: "لا وصیۃ لوارث إلا أن =

اگر اس عورت کے ماں باپ اور شوہر موجود نہیں تو اس کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ کل ترکہ پانچ سہام قرار دے کر ایک ایک تینوں لڑکیوں کو اور دو سہام لڑکے کو دے دیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵

۳ لڑکیاں

لڑکا

۳

۲

حررہ العبد محمد نگوئی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۹/شوال/۱۴۵۵ھ۔

لڑکی کے لئے وصیت یا ہبہ

سوال [۹۷۰۷]: اگر کوئی آدمی اپنی تمام جائیداد اپنی لڑکی کے نام تندرستی کی حالت میں کر دے جیسا کہ پنجاب میں رواج ہے کہ لڑکی کو باپ کے مرنے کے بعد کچھ نہیں ملتا۔ آیا یہ فعل درست ہے یا نہیں، اور اس لڑکی کو اس کی آمدنی کھانی جائز ہے یا نہیں؟ یا اس نے لڑکی کے نام تمام جائیداد وصیت کر دی تو اس وصیت سے یہ تمام جائیداد اگر مل جائے تو پھر اس کی آمدنی کا کیا حکم ہے؟ اور اگر وہ اپنی زندگی میں نصف جائیداد لگا دے اور

= یُحْبِزُهَا الْوَرِثَةُ اھ" وہم کبار عقلاء، فلم تحز إجازة صغیر ومحتون"۔ (الدر المختار مع

رد المختار: ۶/۲۵۵، ۶۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۹/۲۱۲، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۹۰، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(۱) واضح رہے کہ بیٹا اور بیٹی دونوں مل کر عصب ہیں اور ذوی القروض کی عدم موجودگی میں کل مال معہ بکریا جائے گا۔

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْوَرِثَةِ لِلْأُنثَىٰ﴾ (سورة

النساء: ۱۱)

"وإذا احتلقت البنون والبنات، عصب البنون البنات، فيكون للأنثى مثل حظ الأنثيين" (الفتاویٰ

العالمگیریہ: ۶/۳۳۸، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی القروض، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۷/۳۸۰، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

نصف عصبہ کے لئے چھوڑ دے اور وہ لڑکی اپنی خوشی سے باپ کے مرنے کے بعد کہہ دے کہ میں حصہ چھوڑتی ہوں، اس کو جو عصبہ میں سے نصف ملتا تھا۔ شریعت کے لحاظ سے اس لئے کہ ترکہ تو مرنے کے بعد ہی تقسیم ہوتا ہے، تو اس کا حکم تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہالت صحت وتندرستی اگر باقاعدہ ہبہ کر کے لڑکی کا قبضہ کرا دے تو بلاشبہ ہبہ صحیح ہوگا، اور لڑکی مالکہ ہو جائے گی اور آمدنی اس کے لئے درست ہوگی (۱)، لیکن دیگر ورثاء و مستحقین کو نقصان پہونچانے کی نیت سے ایسا کرنا گناہ ہے (۲)، لہذا جس قدر کی وہ مستحق ہوتی اس قدر دینا چاہیئے۔

اگر اپنی زندگی میں تقسیم نہیں کیا، بلکہ یہ کہہ دیا کہ میرے مرنے کے بعد نصف ترکہ لڑکی کو دیا جائے، اور نصف کسی دوسرے مستحق کو، تو شرعی حکم یہ ہے کہ یہ وصیت ہے اور وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی جب تک کہ دیگر ورثاء راضی نہ ہوں (۳)۔ لہذا اگر لڑکی صرف ایک ہے اور لڑکا کوئی نہیں تو شرعاً وہ نصف ہی کی مستحق

(۱) "بمملک الموهوب له الموهوب بالقض، فانقبض شرط لثبوت الملك". (شرح المجلة:

۱/۴۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، کتاب الہبۃ، الباب الثالث، حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۶۹۰/۵، کتاب الہبۃ، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۴۷۳، کتاب الہبۃ، الباب الأول، رشیدیہ)

(۲) "وفی فتاویٰ قاضی خان: لا بأس بنقبض بعض الأولاد فی المحبة . . . و کذا فی العطایا إن لم یقصد به الإضرار، وإن قصد فسوی بینهم". (الدر المختار: ۶۹۶/۵، کتاب الہبۃ، سعید)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی حان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۴۷۳، کتاب الہبۃ، فصل فی ہبۃ الوالد لولدہ، رشیدیہ)

(۳) "عن یونس بن راشد عن عطاء، عن عکرمۃ، عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لا تجوز وصیۃ لوارث إلا أن تشاء الوارث". قال ابن قطان فی کتابہ: "یونس بن راشد قاضی حران، قال أسو زرعۃ: لا بأس بہ، وقال البخاری: کان مرجئاً، وکان الحدیث عندہ حسن" (نصب الرایۃ للزیلعی: ۳/۴۰۳، ۴۰۵، (رقم الحدیث: ۸۰۷۰)، مؤسسة الریان بیروت)

"عن أبی أمامۃ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

ہے، چاہے یہ وصیت کرتا، چاہے نہ کرتا۔ اگر وہ نصف سے کم کی مستحق تھی، مثلاً دو یا زیادہ لڑکیاں ہیں، یا لڑکا بھی موجود ہے تو ایسی حالت میں وہ نصف کی مستحق نہیں، بلکہ کم کی مستحق ہے، استحقاق سے زیادہ میں وصیت کا نفاذ دیگر وراثہ کی اذن پر موقوف ہے (۱)۔

اگر کوئی وارث کہہ دے کہ میں اپنا حق میراث چھوڑتا ہوں تو اس سے اس کا حق ساقط نہیں ہوتا: ”تو قال الوارث: تركت حقى، لم يبطل حقه؛ إذ المثلث لا يبطل بالترك“۔ اشیاء (۲)۔ لیکن اگر قبضہ کرنے کے بعد اپنا حصہ کسی وارث کو پہرہ کر دے تو درست ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی حفظہ اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، ۲۳/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۰۶ھ۔

= یقول فی خطبۃ عام حجة الوداع: ”إن الله تبارک وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث“ (جامع الترمذی، أبواب الوصایا، باب ما جاء لا وصية لوارث: ۳۲/۲، سعید)
(وسنن أبي داود، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الوصية للوارث: ۴۰/۲، إمدادیہ ملتان)
”ولا لوارثه وقاتله مباشرة إلا باجازه ورضاه، لقوله عليه الصلاة والسلام: ”لا وصية لوارث إلا أن یحیزها الورثة - اهـ“ وهم كبار عقلاء، فلم تجز إجازة صغیر ومجنون“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۲۵۵، ۶۵۶، کتاب الوصایا، سعید)
(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۲۱۴، کتاب الوصایا، رشیدیہ)
(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۹۰، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)
(۱) قال الله تبارک وتعالى: ﴿إِن كَانَ كُن نِسَاءً فُوقَ النَّبِيِّ، فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ، وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

”وأما النساء، فالأولى البنت، ولها النصف إذا انفردت، وللثنتين فصاعداً الثلثان“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۳۸، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)
(۲) (الأشیاء والنظائر: ۳/۵۳، باب ما یقبل الإسقاط من الحقوق وما لا یقبله وبیان أن الساقط لا یعود، إدارة القرآن کراچی)
(وکذا فی جامع العصولین: ص: ۴/۴۰، الفصل الثامن والعشرون فی مسائل التركة والورثة والدين، إسلامی کتب خانہ کراچی)

(۳) جب ہر وارث کو اس کا حصہ سے دیا تو وہ وارث اس حصہ کا مالک بن جاتا ہے اب اگر وہ اس حصہ کو کسی کو پہرہ کر دے تو اس کا =

وارث اور اجنبی کے لئے وصیت

سوال [۹۷۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

عبداللطیف کے والد مطیع اللہ نے اپنے فرزند عبداللطیف کو اپنے مکان سے علیحدہ کر دیا اور اپنے ساتھ سے اور بلا کسی چیز دیئے ہوئے صرف عبداللطیف کے جسم پر جو کپڑا تھا وہی تھا۔ والد سے علیحدہ ہونے پر عبداللطیف اپنے پھوپھا صاحب کے مکان پر گئے اور دس روز وہاں رہے۔ بعدہ عبداللطیف کے دادا صاحب جو کہ اپنے بیٹے مطیع اللہ صاحب سے علیحدہ رہتے تھے وہ آکر عبداللطیف کو اپنے ہمراہ مکان پر لے گئے اور اپنے ہمراہ ایک سال رکھا اور اپنے پاس سے کھانے پینے کا سامان اور پرورش کیا۔

عبداللطیف نے جو کمائی کی اور کام کیا، عبداللطیف کے دادا صاحب ان کو جمع کرتے رہے اور جب ایک سال ہو گیا تو عبداللطیف کی بیوی عبداللطیف کے ساتھ رہنے کے قابل ہوئی، اس وقت عبداللطیف کے دادا صاحب نے عبداللطیف کو ان کی کمائی دے کر عبداللطیف کو اپنے ہمراہ سے علیحدہ کر دیا۔ اب وہ کھانے کمانے لگے اور دادا صاحب نے انتقال کیا۔

بعدہ عبداللطیف کی دادی صاحبہ جو سوتیلی دادی تھی، وہ عبداللطیف کے ہمراہ آکر رہنے لگی اور عبداللطیف کے دادا صاحب کا جو سامان تھا گھر سے لے کر عبداللطیف کے والد مطیع اللہ صاحب اٹھا کر لے گئے اور ایک پائی بھی سوتیلی ماں کو نہیں دیا۔

اب عبداللطیف اپنی سوتیلی دادی کو ساتھ لیکر کھاتے کھاتے رہے مع بیوی۔ اور بچے کے اور اپنی کمائی

= یہ بہرہ کرنا درست ہے

رحل قال لعبرہ: هذه الأمة لك قال أبو يوسف رحمه الله تعالى: هذه هبة جائزة يملكها إذا قبض. (فتاویٰ قاصی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الہبۃ، فصل فیما یکون ہبۃ من الألقاظ وما لا یکون: ۲۶۱/۳، وشہدہ)

”وأما ما يرجع إلى الواهب، فهو أن يكون الواهب من أهل الهبة، وكونه من أهلها أن يكون حراً عاقلاً بالغاً سالماً للموهر“. (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الہبۃ، الباب الأول فی تفسیر الہبۃ و رکبھا وشرائطہا وأنواعہا وحکمہا فیما یکون ہبۃ من الألقاظ وما یقوم مقامہا وما لا یکون: ۲۷۳/۳، وشہدہ)

سے عبد اللطیف نے ایک مکان بھی خرید لیا جس میں مکان کے علاوہ عبد اللطیف کے پاس سات سو تیس روپے تھے، بقیہ بدتن وغیرہ اور تمام گھر سستی اور زیورات۔ وہ زیورات جو کہ عبد اللطیف کے والد مطیع اللہ صاحب نے اپنی بہو کو بنوایا تھا اس زیور کی قیمت پانچ سو پچاس تھی۔ عبد اللطیف کے والد مطیع اللہ صاحب نے لے لی تھی۔

بعدہ عبد اللطیف نے انتقال کیا اور عبد اللطیف کی کمائی کا زیور جو تھا وہ بھی مطیع اللہ صاحب نے سمیٹ لیا اور اٹھا کر لے گئے، کیوں کہ عبد اللطیف نے اپنی زندگی میں اپنے بچھو بچا کے صاحبزادے احمد اللہ کو یہ وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد میرے والد مطیع اللہ صاحب میرا سامان اور زیورات وغیرہ نہ لینے پائے اور میرے بیوی اور بچے اور وادی کو دیا جاوے، لیکن عبد اللطیف کی وفات کے بعد ان کے والد مطیع اللہ صاحب تمام سامان اٹھا کر لے گئے اور اس پر قبضہ کیا۔ چھوڑا عبد اللطیف نے وفات بعد فرزند محمد شریف عمر سات سال کو اور بیوی کو اور وادی کو۔

سائل: حاجی محمد ابراہیم محمد عبد اللہ، امیا کی منڈی، مکان نمبر: ۵۰/۷۲، شہر بنارس۔

الجواب هو الموفق للضوابط حامداً ومصلحاً ومسلماً:

صورت مسئلہ میں بعد تجہیز و تخیل وادائے دین و مہر وغیرہ (۱) از کل مال عبد اللطیف کا ایک ٹکٹ ترکہ حسب وصیت سویٹل وادی کو ملے گا (۲) اور بقیہ دو ٹکٹ ترکہ چوبیس سہام ہو کر ورثاء کے درمیان تقسیم ہوگا، اس

(۱) "تعلیق بشرکۃ المیت حقوق اربعۃ مرتبۃ: الاول یبدأ بتکفینہ وتجهیزہ من غیر تبدلہر ولا تغیر، ثم تُقسَمُ دیونہ من جمیع ما بقی من مالہ، ثم تُنفذ وصایاہ من ثلث ما بقی بعد الدین، ثم یقسم الباقی بین ورثتہ". (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، معید)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض ۷/۵۹۹، ۷۶۱، معید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفہا و قیما بتعلیق بالترکۃ: ۷/۳۳۷، رشیدیہ)

(۲) "ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقى بعد تجهیزہ و دیونہ، ثم یقسم الباقی بین ورثتہ". (الدر المختار: ۷/۷۶۰، ۷۶۱، کتاب الفرائض، معید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۷/۳۳۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

طرح کہ چار سہام والد کو ملیں گے (۱) تین سہام زوجہ (۲) کو اور سترہ سہام لڑکے کو ملیں گے (۳)۔ والد کے متعلق ترکہ سے محروم ہونے کی جو وصیت کی ہے وہ شرعاً لغو اور ناقابل عمل ہے (۴)۔

وصیت وارث کے حق میں بغیر اجازت دیگر ورثاء کے نافذ نہیں ہوتی (۵)، وصیت کا حق صرف ایک

(۱) واضح رہے کہ جب میت کی اولاد ہو تو باپ کو سترہ لڑکے اور چوبیس کا سترہ چار ہے:

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَالْأَبُوهُ لِلْكَلِّ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ﴾

(سورۃ النساء: ۱۱)

"أما الرجال فالأول الأب، وله ثلاثة أحوال: الفرض المحض، وهو السدس مع الابن وابن

الابن وإن سفل". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۳۸/۶، کتاب الفرائض، وشیبہ)

(۲) میت کی جب اولاد موجود ہو تو زوجہ کو تین (۳ اشواص حصہ) ملے گا اور چوبیس کا آٹھواں حصہ تین ہے:

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلِلنِّسَاءِ مِمَّا تَرَكَتُمْ﴾ (سورۃ النساء: ۱۱)

(۳) لڑکا چونکہ عصبہ ہے تو زوجہ الفروض کو حصہ دینے کے بعد باقی تمام جائیداد عصبہ کو ملے گی:

"العصبۃ من يأخذ جميع المال عند انفراده وما أبقتہ الفرائض عند وجود من له الفرض

المقدر". (تبیین الحقائق: ۲۸۵/۷، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی الدر المختار: ۷۴/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی السراجی، ص: ۳، سعید)

(۴) چونکہ میراث جبری حق ہے اختیاری نہیں ہے کہ اسقاط قبول کرے:

"الإرث جبرئ لا یسقط بالإسقاط". (تکلمۃ رد المحتار: ۵۰۵/۱، مطلب: واقعة الفتوی،

کتاب الدعوی، سعید)

"وهذا العلم مختص بحالة الممات، وغیرہ بالحیاءة أو باعتبار أسباب الملك، فإنها حبریة أو

اختیاریة، فالأول المیراث والثنائی غیرہ من أسباب الملك". (تبیین الحقائق: ۷۴/۷، کتاب

الفرائض، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۳۹۴/۳، کتاب الفرائض، غفراریہ کوئٹہ)

(۵) "عن یونس بن راشد، عن عطاء، عن عکرمۃ، عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن النبی صلی اللہ

علیہ وسلم قال: "لا تحوز وصیۃ لو ارث إلا أن تشاء الورثۃ". قال ابن قطن فی کتابہ: "یونس بن راشد"

ٹمٹ کر کہیں ہوتا ہے، اگر اس سے زائد میں کی جائے تو ورثہ کی اجازت پر موقوف رہتی ہے، ایک ٹمٹ میں بہر حال نافذ ہوگی، خواہ ورثہ راضی ہوں یا نہ ہوں (۱)۔ اگر کل مال میں وصیت کی جائے تب بھی ایک ٹمٹ میں نافذ کرنا لازم ہے (۲)۔

اگر ایک ٹمٹ کے اندر اندر کسی معین ثنی کی وصیت کی جاوے جس میں وارث اور اجنبی دونوں کو شریک کیا جاوے یعنی: صحیفہ وصیت سے مانع موصی لڑکی ہو، نہ کہ موصی بہ کی تخصیص تو اس صورت میں حصہ اجنبی کی

= قاضی حرائق، قال: أبو زعنة: لا بأس به، وقال البخاري: كان مرجحاً، وكان الحديث عنده حسن".
(نصب الرأية للسريسي: ۳/۳۰۳، كتاب الوصايا، (رقم الحديث: ۸۰۷۰)، مكتبة مؤسسة
الروان، بيروت)

"عن أبي أمامة الساهلي رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول في خطبة عام حجة الوداع: "إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث".
(جامع الترمذی، أبواب الوصايا، باب ما جاء في الوصية لوارث: ۳۲/۲، سعيد)

(وسنن أبي داود، كتاب الوصايا، باب ما جاء في الوصية للوارث: ۳۰/۴، إمداده ملتان)
"ولا لوارثه وقاتله مباشرة إلا بإجازة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: "لا وصية لوارث إلا أن يحيزها الورثة - اهـ" وهم كبار عقال، فلم تجز إجازة صغير ومحمون". (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۶۵۵، ۶۵۶، كتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۴۱۴، كتاب الوصايا، رشيدية)
(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/۹۰، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيدية)

(۱) "ولو أوصى رجل بربع ماله ولآخر نصف ماله، إن أبجارت الورثة، فنصف المال للذي أوصى له بالنصف، والربع للموصى له بالربع، والباقي للورثة على فرائض الله تعالى. ولو لم يجر الورثة، تصح من الثلث، فيكون بينهما على سبعة أسهم أربعة للموصى له بالنصف وثلاثة للموصى له بالربع". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الثالث هي الوصية بثلث المال إلح: ۶/۹۷، رشيدية)

(۲) "وتجوز بالثلث للأحسن عند عدم المانع وإن لم يجر الوارث ذلك لا الريادة عليه، إلا أن تحوز ورثته بعد موته". (الدر المختار: ۶/۶۵۰، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۴۱۴، كتاب الوصايا، رشيدية)

وصیت درست ہوگی اور حصہ وارث کی وصیت باطل ہوگی (اگر دیگر ورثہ اجازت نہ دیں) (۱)، یہی عمل ہے، ہدایہ کی اس عبارت کا، ”ومن أوصى لأجنبي ولوارثه، فلأجنبي نصف الوصية، وتبطل وصية الوارث، اه“ (۲)۔ اور ”نصف الوصية“ کی تفسیر ”الثلت“ ہدایہ میں مذکور نہیں۔ فتح القدیر (۳) عنایہ وغیرہ میں بھی نہیں، اسی وجہ سے ملتقی الأبحر میں موسیٰ بکوٹین قرار دیا اور شرح میں وارث کے ساتھ قاتل کو بھی ذکر کیا:

”وان أوصى بعين لوارثه أو فاته، ولأجنبي، فلأجنبي نصفها ولا شيء للوارث، اه“.

مسکب الأنهر: ۷۰۲/۲ (۴)۔

اور مجمع الأنهر میں ”نصفها“ کی تفسیر کا مرجع متعین کیا ہے: ”أى نصف العين، اه“ (۵) یعنی جس معین شئی کی وصیت میں اجنبی کے ساتھ وارث کو بھی موسیٰ قرار دیا ہے، ایسی صورت میں اس اجنبی کو اس معین شئی کا نصف حصہ ملے گا۔

درر الحکام، ص: ۴۳۷، شرح غرر الأحکام میں اس جزئیہ کو ”الف“ کے ساتھ ذکر کیا ہے:

”وفى بأنف لوارث وأجنبي له نصفه وخاب الوارث يعنى: إذا أوصى لوارثه ولأجنبي، فلأجنبي نصف الوصية، وتبطل وصية الوارث؛ لأنه أوصى بما يملك الإيصاء به وبما لا يملك،

(۱) ”ولو أوصى لوارثه ولأجنبي، صح فى حصّة الأجنبي، ويتوقف فى حصّة الوارث على إجازة الورثة، إن أجازوا، جاز، وإن لم يجيزوا، بطل“، (الفتاوىٰ العالمگیریة: ۹۰/۶، کتاب الوصایا، الباب الأول، شیدیہ)

(۲) (الهدایة: ۶۶۳/۳، کتاب الوصایا، باب الوصیة بثلث المال، إمدادیہ ملتان)

(۳) واضح رہے کہ فتح القدیر میں یہ تفسیر ہے: البتہ عنایہ کی عبارت یوں ہے:

”ومن أوصى لأجنبي ولوارثه ظاهر وهذا بخلاف ما إذا أقر بعين أو دين لوارثه ولأجنبي، حيث لا يصح فى حق الأجنبي كما لا يصح فى حق الوارث“۔ (العنایہ علی الہدایہ علی هامش فتح القدیر: ۳۵۵/۱۰، کتاب الوصایا، باب الوصیہ بالثلث، مصطفىٰ البابى الحلبي مصر)

(۴) (مسکب الأنهر وملتقى الأبحر: ۳۳۲/۳، کتاب الوصایا، باب الوصیة بالثلث، غفاریہ کوئٹہ)

(۵) ”وان أوصى بعين لوارثه ولأجنبي، فلأجنبي نصفها: أى نصف العين، ولا شيء للوارث“ (مجمع الأنهر، باب الوصیة بالثلث: ۳۳۲/۳، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

فصح فی الأول لا الثانی، اھ" (۱)۔

یہاں پر "نصف الوصیۃ" کا مصداق "نصف الألف" ہے جیسا کہ مفتی الزاہر میں "نصف العین" تھا اور بعض کتب میں لفظ "شیء" مذکور ہے۔

"ولو أوصی لأجنبی ولوارثہ بشیء ولا وارث له غیرہ، ثم مات، فیکون له: أی للأجنبی نصف الوصیۃ، وبطل وصیۃ الوارث. وإن کان وارث غیرہ، فإن أجاز، لا یبطل أبصاً، اھ." (قولہ: نصف الوصیۃ، الخ)۔ "لأنه أوصی بما یملک وبما لا یملک، فصح فی الأولی، وبطل فی الثانی، بخلاف ما إذا أوصی لحنی ومیت؛ لأن المیت لیس بأهل للوصیۃ، فلا یصح مزاحماً، فیکون الكل للحنی والوارث من أهلها، ولهذا یصح بإجازة الوصیۃ، فافترقا، اھ." فتح المعین: ۵۷۳/۳ (۲)۔ والسطف فی تکملة بحر الرائق: ۴۸۲/۸ (۳)۔

یہاں "نصف الوصیۃ" کا مصداق "نصف الشیء" یا "الموصی بہ" ہے جس عبارت ہر ایک میں "نصف الوصیۃ" کی تعین "الثلث" اور پھر اس پر قیاس کر کے وارثین کی صورت میں "ثلث الثلث" کی تفریع صحیح نہیں (ثلث الثلث کا مصداق تین قرارو یا بھی کچھ میں نہیں آیا، کیونکہ جب بارہ کو ایک ٹکٹ مانا ہے تو اس کا ٹکٹ ۳/ ہوتا ہے، تین نہیں ہوتا) بسوط (۴)۔

(۱) (رد المحتار شرح غرر الأحکام، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالثلث، ص: ۴۳۷، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۲) (فتح المعین: ۵۳۷/۳، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلث المال، سعید)

(۳) "وان أوصی لأحدھما بجمیع ماله وللآخر بثلث ماله ولم تجز الورثۃ، فثلثہ بیھما نصفان، وهذا عند أسی حیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ. قال رحمہ اللہ: ولا یضرب الموصیٰ له بأكثر من الثلث --- ولہ أن الموصیٰ له یضرب بما یتحققہ وهو لا یتحقق ماوراء الثلاث إلا بإجازة الورثۃ، ولم توجہ." (البحر الرائق: ۲۴۳/۹، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلث المال رشیدیہ)

(۴) "ولو ترک خمسۃ سنین وأوصی لأحدھم بکمال الثلث مع نفسه وأوصی لأجنبی بثلث ما بقی من الثلث، فإن الأجنبی یاخذ سہ جميع المال؛ لأنه لا مزاحمة للوصیۃ للوارث مع الوصیۃ للأجنبی، فیأخذ الأجنبی کمال حقہ کأنہ لم یوص لأحد غیرہ، وثلث ما بقی من الثلث، وهو ثلث الثلث إذا لم یکن =

فتاویٰ عالمگیری (۱)، قاضی خان وغیرہ (۲) کتب فقہ میں بھی جزیہ مسئلہ کی نظیریں

موجود ہیں۔

”سئل فی امرأة أوصت لولديها: زيد وهند، ولأختها الثلاثة بجميع ما تملكه، ثم ماتت عن ولديها المذكورين وحلفت تركة ولم يحيز أوصيتها لهم هل تفقد الوصية للأخوة من الثلث؟“

الجواب: نعم! ولو أوصى لوارثه ولأجنبي، صحت في حصه الأجنبي، ويتوقف في حصه الوارث على إجازة الورثة، فإن أجازوا، جاز، وإن لم يحيزوا، بطل. ولا تعتبر إجازتهم في حياة الموصى حتى كان لهم الرجوع بعد ذلك. خاتمه، من فصل من تجوز الوصية ومن لا تجوز، اه. تنقيح الفتاوى الحامدية: ۳۱۵/۲ (۳)۔

دیکھئے اس صورت میں دو وارث ہیں جن کو اجنبی کے ساتھ وصیت میں شریک کیا ہے اور کل مال کی وصیت کی ہے تو یہاں محفید وصیت سے مانع دو چیزیں ہیں: موصی پر یعنی کل مال، اور موصی نہ یعنی اجنبی کے ساتھ وارث کی شرکت۔ تو یہاں دونوں چیزوں کی رعایت کی گئی ہے، موصی لہ کی رعایت سے وارث کے حق میں

= ہناك وصية أخرى. (المبسوط للسرخسي، كتاب العين والدين، باب الوصية بأكثر من الثلث، الخ: ۱۵/۱، ۱۱، حبيبہ كوئٹہ)

(۱) ”ولو أوصى لوارثه ولأجنبي، صح في حصه الأجنبي، ويتوقف في حصه الوارث على إجازة الورثة، إن أجازوا، جاز، وإن لم يحيزوا، بطل.“ (الفتاوى العالمكبرية: ۹۰/۲، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشیدیہ)

(۲) ”ولو أوصى لوارثه ولأجنبي، صح في حصه الأجنبي، ويتوقف في حصه الوارث على إجازة الورثة، إن أجازوا، جاز، وإن لم يحيزوا، بطل. ولا تعتبر إجازتهم في حياة الموصى حتى كان لهم الرجوع بعد ذلك.“ (فتاویٰ قاضی حان علی ہامش الفتاویٰ العالمکبریہ: ۳۹۶/۳، فصل فیمن تجوز وصيته وفیمن لا تجوز، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(۳) (تسلیح الفتاویٰ الحامدیہ: ۳۱۵/۲، کتاب الوصایا، مطلب: أوصى لوارثه ولأجنبي في حصه الأجنبي، مکتبہ میمنیہ مصر)

بلا اجازت نافذ نہیں کی گئی، موصیٰ ہر کسی رعایت سے صرف ایک ٹکٹ میں نافذ کی گئی ہے جو کہ مقصود بالسوال ہے اور اسی کو ”حصہ“ لانا چاہیے۔ ”جواب میں کہا گیا ہے۔

اسی طرح صورت مسئلہ میں ایک ٹکٹ سوتیلی دادی کو ملے گا جو کہ ناجہبی ہے، اور اس کے ساتھ دو وارث وصیت میں شریک ہیں ان کے حق میں بغیر اجازت و رثاء وصیت نافذ نہیں ہوگی، بلکہ ”حصہ الوارث“ دو ٹکٹ حسب میراث تقسیم ہوگا، جس کی تفصیل اوپر مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم والسلام۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/شوال/۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۵/شوال/۶۹ھ۔

وارث کے حق میں وصیت

سوال [۹۷۰۹]: زید کا انتقال ہوا، اس نے کافی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ چھوڑی اور وارثان حقیقی

میں ایک بھائی، ایک اہلیہ، چار بہنیں چھوڑی ہیں۔

بیوی اور بھائی نے بیماری کے زمانے میں زید پر دباؤ ڈالا کہ ہمارے نام وصیت نامہ لکھ دو، زید نے مجبور ہو کر اپنے بھتیجے کے نام وصیت نامہ لکھ دیا اور اہلیہ کے نام بھی۔ اس وصیت نامہ پر بھتیجے، اہلیہ اور ایک بہن کے دستخط ہیں۔ اگر وصیت نامہ کو صحیح مان لیا جائے تو بھائی اس وصیت شدہ جائیداد کے علاوہ مزید حصہ لینے کا حقدار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بیوی شرعی وارث ہے، اس کے حق میں وصیت معتبر نہیں جب تک دیگر ورثاء اجازت نہ دیں (۱)۔

(۱) "حدثنا هشام بن عمار، ثنا اسمعيل بن عياش، ثنا شرحبيل بن مسلم الحولاني: سمعت أبا أمامة الباهلي رضي الله تعالى عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: "إن الله أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث". (مسند ابن ماجه، ص: ۱۹۵، كتاب الوصايا، باب لا وصية لوارث، قديمي)

"عن عطاء عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال

"لا تحوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة". (نصب الرأية للزيلعي، ۳/۳۰۳، كتاب الوصايا، رقم =

تختہ کے حق میں جو وصیت کی ہے، اگر وہ جراثی گئی ہے تو وہ بھی معتبر نہیں (۱)، اگر رضامندی سے وصیت کی، پھر بعد میں یہ کہہ دیا کہ بھائی یہ تمہارا حق وراثت ہے، خواہ تم اس کو اپنے لئے رکھو خواہ اپنے لئے لے کر دو، تمہارا حق پھر نہیں ہے، تو گویا عرض میراث قرار دیکر وصیت کی ہے، یہ بھی شرعی اعتبار سے لغو اور بیکار ہے۔ ابھی بھائی میراث کا مستحق ہی نہیں ہوا تو پھر اس کے عوض کا کیا محل ہے (۲)۔ نیز اس اعتبار سے گویا کہ بھائی کے حق میں

= الحدیث: (۸۰۷۰)، مکتبۃ مؤسسة الریان بیروت لبنان

"ولا لوارثه وفاتته مأسرة إلا بإجازة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: "ولا وصية لوارث إلا أن یحییها الورثة"۔ "وهم كبار عقلاء، فلم یجز إجازة صغیر ومجنون"۔ (الدرا المختار مع رد المحتار: ۶۵۵/۲، ۶۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴۱۲/۹، کتاب الوصایا، وشیدہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۹۰۶/۶، کتاب الوصایا، الباب الأول، وشیدہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲۱۲/۹، کتاب الوصایا، وشیدہ)

(۱) کسی سے اس کا مال جراثی لینا جائز نہیں

"عن أبی حرة الرقاشی عن عمه رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ألا! ألا تظلموا، ألا! لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه"۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ۲۵۵/۱، کتاب البیوع، باب الفصب والعاریة، الفصل الثانی، قدیمی)

(و کذا فی شرح معانی الآثار للإمام الطحاوی ورحمہ اللہ تعالیٰ، کتاب الکراہیۃ، باب المرجل یمر بالحائط أنه أن یأکل منه أم لا؟: ۳۷۵/۲، سعید)

"لیس لأحد أن یأخذ مال غیره بلا سب شرعی، ولو أخذه ولو علی ظن أنه ملكه، وجب علیه رده" (شرح المسحولة لسلیم رستم: ۶۲/۱، (رقم المادة: ۹۷)، المقالة الثانية فی القواعد الفقهیة، مکتبہ حقیہ کوئٹہ)

(۲) اس لئے کہ میراث تو مرنے کے بعد جاری ہوتی ہے، نہ کہ زندگانی میں:

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "قوله. وهل الإرث الحی من الحی أم من المیت"۔ ای قبیل الصوت فی آخر جزء من أجزاء حیاته، والأول قول زفر ومشایخ العراق، والثانی المعتمد، والثانی قول الصاحبین۔ (الدرا المختار مع رد المحتار: ۵۹۸/۶، کتاب القرائن، سعید)

وصیت کی ہے جو کہ شرعی وارث ہے، لہذا معتبر نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
ترجمہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۹۵ھ۔

وارث کے حق میں وصیت

سوال [۹۷۱۰]: سید عبدالاحد صاحب مرحوم نے اپنی وفات سے قبل جائیداد وغیرہ کے متعلق وصیت کی، ان کی وصیت استثناء کے ساتھ ملحق کر دی گئی ہے، ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمائیں کہ آیا اس وصیت کا نفاذ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ہو سکتا ہے تو کس طرح پر؟ مدلل ارشاد فرمائیں۔
۲۔ متوفی کے جملہ ورثاء کی قبرست بھی اسی کے ساتھ ملحق ہے۔ جائیداد کی تقسیم کس طرح ہوگی اور کن لوگوں کو حصہ مل سکتا ہے؟

المستفتی: محمد مرتضیٰ عفی عنہ، ۲۸/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۲۶ھ۔

= (و کذا فی البحر الرائق: ۳۶۳/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۳۹۳/۳، کتاب الفرائض، مکتبہ غفراریہ کوئٹہ)

(۱) "حدثنا هشام بن عمار، ثنا اسمعيل بن عياش، ثنا شرحبيل بن مسلم الغولاني: سمعت أبا أمامة الباهلي رضي الله تعالى عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: "إن الله أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث". (سنن ابن ماجه، ص: ۱۹۵، كتاب الوصايا، باب: لا وصية لوارث، قديمي)

"عن عطاء عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال:

"لا تحوز وصية لوارث إلا أن نشاء الورثة". (نصب الرأية للزيلعي: ۳۰۳/۳، كتاب الوصايا، رقم الحديث: ۸۰۷)، مکتبہ مؤسسۃ الریان بیروت لبنان)

"ولا لوارثه وقاتله مباشرة إلا بإجازة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: "لا وصية لوارث إلا

أن يحيرها الورثة" . اهـ" وهم كبار عفا، فلم تجز إجازة صغير ومجنون". (الدر المختار مع رد المختار: ۲۵۵/۶، ۲۵۶، كتاب الوصايا، سعيد)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴۱۲/۹، کتاب الوصايا، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۹۰/۶، کتاب الوصايا، الباب الأول، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲۱۲/۹، کتاب الوصايا، رشیدیہ)

سید عبدالاحد مرحوم ولد سید ہدایت حسین مرحوم، ساکن مجھو امیر نے اپنی تاریخ انتقال سے تقریباً ۷۰ ماہ قبل مندرجہ ذیل وصیت زبانی مجھ سے اور اسحاق سلمہ سے رو برو دیگر وارثان واقرباء کے کی تھی، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- ”نوریدہ زہرہ بی بی دختر متوفی کی ولیہ زمانہ نابالغیت میں اس کی ماں ہاجرہ بی بی بیوہ متوفی رہیں گی۔

۲- ہذریعہ وصیت زبانی حسب ذیل جائیداد، حسب ذیل وارثان کی تنہا ملکیت ہوگی، ہاجرہ بیوہ متوفی۔
جملہ زمینداری کا ایک ٹکٹ (علاوہ حصہ شرقی) بقیہ وارثان و حقداران۔

۱: جملہ حصہ اندر ہانچہ قلمی واقع مجھو امیر،

۲: جملہ حصہ اندر ہانچہ واقع مجھو اشانی۔

۳: جملہ حصہ مکان موجودہ مع آگواڑہ و بچھواڑہ (۱)۔

۴: جملہ سامان منقولہ اندر مکان علاوہ سامان مندرجہ۔

(ب) زہرہ بی بی دختر متوفی (علاوہ حق شرعی جائیداد کے) سنگہ رودان ۱/ عدد (۲) پتیلا کلاں ایک عدد، لگن کلاں ایک عدد (۳)، سینی ایک عدد (۴)، دھچکی خوردو عدد، اگالدان دو عدد (۵)، فرش بدری ایک عدد (۶)، گلاس بدری ایک عدد (۷)، ٹفشتری تانبہ ۳/ عدد (۸)، کشتی چینی ایک عدد (۹)، قاب چینی

(۱) ”آگواڑہ مکان کا سامنے والا حصہ بچھواڑے کی ضد“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۱، فیروز سنز لاہور)

”بچھواڑہ عقب خانہ، گھر کی پشت مکان کی پیٹھ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۸۲، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”سنگہ رودان، سنگہ راجی چیزیں رکھنے کا صندوق یا چادری“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۴، فیروز سنز لاہور)

(۳) ”لگن ٹشٹ، طاس، پرات، بپ، شمدان، گردان“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۶۱، فیروز سنز لاہور)

(۴) ”سینی: دھات کا تانبہ خوان یا کشتی“۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۳۰، فیروز سنز لاہور)

(۵) ”اگالدان: پیک دھن تھوکے کا برتن“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۵۹، فیروز سنز لاہور)

(۶) ”فرش بدری فرش بچھوٹا، بستر بچھانے کی چیز، پوریا، تالیچہ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۲۸، فیروز سنز لاہور)

بدری: چھوٹی تھیلی: (فیروز اللغات، ص: ۱۸۸، فیروز سنز لاہور)

(۷) ”گلاس بدری گلاس، پانی پینے کا برتن، ساغر، شیشہ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۰۴، فیروز سنز لاہور) =

ایک عدد (۱)، روپیہ اندر سیونگ پاس بک ۶۷/ روپیہ (۲) ملکیت زہرہ بی بی۔

۳- کھیت نمبر ۵۹۸ دوازی، ۸ ہجڑ آٹھ سوہ (۳) علاوہ بقیہ جائیداد غیر منقول حسب قانون شرع محمدی جملہ حقداران کو ملے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن کے حق میں وصیت کی ہے وہ شرعی وارث ہیں، وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی: "لا وصیۃ لوارث"۔ الحدیث (۴)، لیکن اگر دیگر ورثاء بالغ ہوں اور وہ اس وصیت کی اجازت رضامندی سے دیں تو ان کی مرضی کے موافق نافذ ہو سکتی ہے (۵)۔

(۸) "طشتری: برکاتی، چھوٹی قرآن، پرچ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۷۸، فیروز سنز لاہور)

(۹) "کشتی چینی: کشتی، تاؤ، بیڑی، سفینہ، ڈونگا، ایک قسم کی بیالی"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۱۳، فیروز سنز لاہور)

(۱) "قاب چینی: بڑی رکابی، تال"۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۳۲، فیروز سنز لاہور)

(۲) "سیونگ پاس بک: عوام کی بچت کارڈ پر مبنی ادارہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۳۰، فیروز سنز لاہور)

"پاس بک، Pass Book، بک کی کتاب"۔ (The English to English Dictionary, Page: 636, Feroz Sons Lahore)

(۳) "ہوا: ایک گھٹے کا بیسواں حصہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۰۴، فیروز سنز لاہور)

(۴) "حدثنا هشام بن عمار، ثنا إسماعیل بن عیاش، ثنا شرحبیل بن مسلم الحولانی: سمعت أبا أمامة الساهلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول فی خطبہ عام حجة الوداع: "إِنَّ اللّٰهَ أَعْطٰی کُلَّ ذی حَقِّ حَقَّهُ، فَلَا وَصِیَہَ لَوَارِثٍ". (سنن ابن ماجہ: ۱۹۵/۲، کتاب الوصایا، باب: لا وصیۃ لوارث، قدیمی)

(و جامع الترمذی، أبواب الوصایا، باب الوصیۃ لوارث: ۳۲/۲، سعید)

(وسنن أبی داؤد، کتاب الوصایا، باب ماجاء فی الوصیۃ للوارث: ۴۰/۲، إمدادیہ ملتان)

(۵) "ولا لوارثہ" إلا بإجازة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: "لا وصیۃ لوارث إلا أن یجیزها الورثة وهم كبار عقلاء". فلم تجز إجازة صغیر". (الدر المنختار: ۶۵۶/۲، کتاب الوصایا، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲۱۲/۹، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

باقی سو تیلی ماں، سو تیلی بہن (۱)، خالہ (۲)، چچا زاد بھائی، بہن سب محروم رہیں گے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/رجب/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

بھانجے، بھتیجے، پھوپھی، قربانی اور ایصالِ ثواب کے لئے وصیت کرنا

سوال [۹۷۱]: مسماۃ زینب کا انتقال ہوا جس کے ورثاء دو بھائی اور ایک بہن موجود ہیں ترکہ

۱۳۹/ روپیہ ہیں نیز وصیت کی کہ ۳/ بھانجے کو دینا اور ۲۵/ بھتیجے کو دینا ۲۰/ قربانی وغیرہ میں خرچ کرنا جس کا

== (و کذا فی شرح معانی الآثار، کتاب الفرائض، باب الرجل یموت وبتروک بنتاً و اخناً و عصبۃ سواھا:

۴/۶۷، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۴۸، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۱) واضح ہو کہ سو تیلی ماں اور سو تیلی بہن اس لئے محروم ہیں کہ وراثت کے اسبابِ ملا شمس سے کوئی سبب پائے نہیں جاتا:

"وبسحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية،

والولاء". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۴۷، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۶/۷۲۳، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) خالہ ذوی الارحام میں سے ہے اور ذوی الفروض و عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام کو حصہ نہیں ملے گا

"وانما يرث ذوو الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرث عليه ولم يكن

عصبه". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۵۹، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۶/۷۹۱، کتاب الفرائض، باب نورث ذوی الارحام، سعید)

(۳) چچا زاد بھائی، بہن اس لئے محروم ہیں کہ ان کا درجہ بعد میں ہیں اور عصبہ میں یہ قانون ہے کہ قرب کے ہوتے ہوئے بعید کو

حصہ نہیں ملے گا

"الأقرب فالأقرب یترکون بقرب الدرجة". (المراجعی، ص: ۱۳، سعید)

"وبقدم الأقرب فالأقرب منهم". (الدر المختار: ۶/۷۷۷، کتاب الفرائض، فصل فی

العصبات، سعید)

ثواب مجھ کو پہنچا دینا، ایک جوڑا اور تیس سیر گہیوں پھوپھی کو دینا۔ تو یہ وصیت اور ترکہ کس طرح پر تقسیم کریں؟ فقط والسلام۔

سعید احمد کھیزہ افغانوی، ۵۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دو بھائی اور ایک بہن بالغ ہیں اور اس وصیت کی اجازت دیتے ہیں تو حسب وصیت سماء زینب ۷۲/ کو مصارف مذکورہ پر صرف کر دیا جائے (۱)، آگے کچھ بچا ہی نہیں جو رثناء پر تقسیم کیا جائے اور مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئے۔

اگر اس وصیت کی اجازت نہیں دیتے تو اس میں سے ایک ثلث کو یعنی ۲۱/ پیسہ سے ۱/ پیسہ مصارف مذکورہ بیان کردہ وصیت کے موافق صرف کر دیا جائے (۲) اور بقیہ دو ثلث یعنی ۳۲/ پیسہ اور ۱/ پیسہ کا دو تہائی کو پانچ سهام بنا کر ایک بہن کو اور دو سهام دونوں بھائیوں کو تقسیم کر دیا جائے (۳) اور چھبیر و تین اور دین کی

(۱) "ولا تجوز بما زاد علی الثلث إلا أن یجیزہ الورثة بعد موثہ وہم کبار"۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ:

۹۰/۶، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(وکلذا فی البحر الرائق: ۲۱۲/۹، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(وکلذا الدر المختار: ۶۵۶/۶، کتاب الوصایا، سعید)

(۲) "ولا تصح بما زاد علی الثلث ولا لقاتلہ ووارثہ إن لم تُجرِ الورثة --- وفیہ: وبشرط أن یکون المجز من أهل التبرع بأن یکون بالغاً عاقلاً"۔ (تبیین الحقائق: ۳۷۶/۷، ۳۷۷، کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیہ بیروت)

"لم تمشذ وصایاہ من ثلث ما بقی بعد الدین، ثم یقسم الباقی بن ورثتہ"۔ (السرائح،

ص ۳۰، سعید)

(۳) قال الله تبارک وتعالی: ﴿یوصیکم الله فی أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین﴾ (سورۃ النساء: ۱۱)

"إذا احتلظ البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فیکون للابن مثل حظ الأنثیین"۔ (تبیین

الحقائق: ۳۸۰/۷، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور انکی حنفیہ وصیت اور تقسیم ترکہ پر مقدم ہے (۱)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۵/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبداللطیف، ۱۹/ جمادی الاولیٰ/ ۵۶ھ۔

بیٹی کے حق میں وصیت اور بیٹی اور مرحوم کے بھائی کے درمیان تقسیم ترکہ کہ

سوال ۱۲۱۹۷: واقعات اس طرح ہیں کہ قاضی فضل الرحمن صاحب کے دوڑے کے ہیں: قاضی جمل حسین، قاضی خلیل الرحمن۔ قاضی جمل حسین کی اولاد میں ایک لڑکی مسماۃ بدر النساء ہے، اور خلیل الرحمن کے لڑکے اور لڑکیاں ہیں، قاضی جمل کی لڑکی مسماۃ بدر النساء کا عقد قاضی خلیل الرحمن (یعنی چھوٹے بھائی) کے لڑکے جمیل احمد سے ہوا تھا، لیکن آپس کے اختلافات کی بناء پر جمیل احمد نے بدر النساء کو طلاق دیدی، اپنی اولاد کو بھی ساتھ لے گیا، اور جمیل احمد نے دوسری جگہ عقد کر لیا۔

قاضی فضل الرحمن کی چھوڑی ہوئی جائیداد میں دونوں بھائی: جمل حسین و خلیل الرحمن ۱/۲، برابر کے حصہ دار ہیں جس کا ذکر سرکاری کارڈ میں بھی ہے۔ قاضی فضل الرحمن صاحب مرحوم کی چھوڑی ہوئی جائیداد کے علاوہ سرکاری کارڈ میں قاضی جمل حسین کی فنی جائیداد اور بھی ہے۔

قاضی جمل حسین فوت ہو گئے اور فوت ہونے کے بعد میں ان کی بیٹی بدر النساء کو طلاق دیدی گئی۔ قاضی خلیل الرحمن حیات میں، اور قاضی جمل حسین نے اپنے مرنے سے قبل حیات میں ایک وصیت نامہ بھی تحریر کیا کہ میرے مرنے کے بعد میری لڑکی مسماۃ بدر النساء کو میری مشترکہ جائیداد، غیر مشترکہ جائیداد کی وارث ہوگی۔ مسماۃ بدر النساء کے گزراوقات کا ذکر یہ اس کے والد مرحوم قاضی جمل حسین کی مشترکہ و غیر مشترکہ جائیداد بھی ہے۔

۱۔ تحریر فرمائیں کہ مسماۃ بدر النساء کا اس مشترکہ جائیداد میں کتنا حق اور حصہ ہے جو کہ دونوں بھائی جمل حسین مرحوم و خلیل الرحمن حیات کا برابر حصہ ہے۔

۲۔ مسماۃ بدر النساء کا اس جائیداد میں کتنا حق پڑو پچتا ہے جو کہ اس کے والد مرحوم قاضی جمل حسین کی

(۱) "ببدأ من تركه الميت بتجهيزه، بعم التكاليف ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العاد

ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقي ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته". (الدر المحتار)

نئی یعنی بھائی سے علیحدہ اور جائیداد ہے، جس کا سرکاری کارڈ میں وجود ہے، اور کیا اس نئی جائیداد میں خلیل الرحمن کا بھی کوئی حق پہنچتا ہے یا نہیں؟

۳۔ مسماۃ بدر النساء نے ابھی عقد نہیں کیا ہے، اور اگر عقد کر لے تو کیا وہ مشترکہ جائیداد اور غیر مشترکہ جائیداد میں اس کا حق رہے گا یا نہیں؟

۴۔ مسماۃ بدر النساء کے گزراوقات کی ذمہ داری خلیل الرحمن پر عائد ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ قاضی قجل حسین نے اپنے انتقال پر اگر صرف یہی دو وارث چھوڑے: ایک لڑکی مسماۃ بدر النساء اور ایک بھائی قاضی خلیل الرحمن، تو قاضی قجل حسین مرحوم کا ترکہ - بعد اوائے حقوق متفقہ مد علی الارث: ذین وغیرہ (۱) - دو حصہ بنا کر نصف ان کی لڑکی مسماۃ بدر النساء کو ملے گا (۲) اور نصف ان کے بھائی قاضی خلیل الرحمن کو ملے گا (۳)۔

(۱) "تتعلق بفرقة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقصير، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته." (السراجی فی المیراث، ص: ۳، ۲، سعید)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۷/۵۹، ۷۶، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: ۷/۳۳۷، رشیدیہ)

(۲) قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"وأما لبنات الصلب فأحوال ثلث: النصف للواحدة والثلاثين للثلثين فصاعداً." (السراجی فی المیراث، فصل فی النساء، ص: ۷، سعید)

"وأما النساء فالأولى البنت، ولها النصف إذا انفردت، وللبنين فصاعداً الثلثان." (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۷/۳۳۸، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی الزاویۃ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۷/۳۵۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۳) بھائی چونکہ عصبیہ ہے، ذوی القروض کو حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ تمام جائیداد عصبیہ کو ملے گی: =

قاضی قتل حسین کو جو کچھ اپنے والد کے ترکہ سے ملا ہے، اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی۔ جو کچھ ان کی ذاتی پیدا کردہ جائیداد وغیرہ ہو، اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی (۱) یعنی مشترکہ جائیداد کے ۱/۴، میں آدھا پدر النساء کا ہے اور آدھا قاضی فلیل الرحمن کا اور نجی میں بھی ان دونوں کا آدھا آدھا ہے۔

۳۔ عقد کر لینے سے بھی وہ محروم نہیں ہوگی، بلکہ حسب تحریر بالا والد کی کل مملوکہ متروکہ سے نصف کی حقدار ہے گی (۲)۔

۴۔۔۔۔۔ جب مسماۃ بدر النساء کے والد کا چھوڑا ہوا ترکہ (مشترکہ اور نجی) اتنا ہے کہ اس میں سے وہ نصف کی حقدار ہے اور وہ اس کے گذراوقات کے لئے کافی ہے تو اس کی ذمہ داری (نان ونفقہ) قاضی فلیل الرحمن کے ذمہ نہیں ہے اور وہ اپنا حصہ وصول کر کے اپنے مصارف کا انتظام کرے (۳)۔

= وأما العصبۃ بنفسہ فکل ذکر لا تدخل فی نسبہ إلی المیت أنثی، وهم أربعة أصناف - - - - -
جرء انبیہ: ای الإحوة، ثم یومع وإن سفلوا“۔ (السراجی فی المیراث، باب العصبات، ص: ۱۳، سعید)
”العصبۃ من یأخذ جمیع المال عند انفراذه وما أبقتہ الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر“۔ (تبیین الحقائق: ۴/۵۸۵، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۶/۳۵۱، کتاب الفرائض، باب العصبات، وشیدیہ)
(وکذا فی مجمع الأنهر: ۳/۵۰۳، کتاب الفرائض، غفرایہ گوئٹہ)
(۱) ترکہ سے ملا ہوا خود کمایا ہوا، سب چونکہ میت کی ملکیت شمار ہوگی لہذا تمام اشیاء میں میراث جاری ہوگی:
”لأن الشریکۃ فی الاصطلاح. ما ترکہ المیت من الأموال صافیاً عن تعلق حق العبرین من الأموال“ (الدر المختار: ۶/۵۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وإن كانت واحدة فلها النصف﴾ (سورة النساء: ۱۱۰)
”ثم شرع فی الحجب فقال: لا یحرم ستة من الورثة بحال ألتة: الأب والأم والابن والبنت۔
ای الأسوان والوالدان والزوجان“۔ (الدر المختار، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات: ۶/۵۷۹، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الفرائض، الباب الرابع فی الحجب: ۶/۳۵۲، وشیدیہ)

(۳) تدرست دوتا اور غیر عازر، بالغ شخص کا فقہ اپنے ذمہ ہے، چاہے مرد ہو یا عورت۔

”وتحب (ای النفقة) أيضاً لكل ذی رحم محرم صغیر أو أنثی مطلقاً ولو كانت الأنتی بالغة“ =

اگر وہ ترکہ قاضی قلیل الرحمن کے قبضہ میں ہے تو ان کے ذمہ لازم ہے کہ نصف خود رکھ کر نصف بدر النساء کے حوالہ کر دیں اور اوائے حق کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں (۱)۔ بھتیجی اور مرحوم بھائی کی نشانی ہونے کی حیثیت سے وہ بہر صورت احسان و مروت کی مستحق ہے۔ لڑکے نے اگرچہ طلاق دیدی ہے اور وہ بہو نہیں رہی، لیکن بھتیجی تو اب بھی ہے، اس سے غافل نہ ہوں بلکہ ہمیشہ اس کے ساتھ شفقت کا معاملہ کریں (۲) اور اس کی اولاد کو اس سے کھیت چدا رکھ کر اس کے دل کو نہ تڑپائیں (۳)۔

= صحیحۃً او کاذباً دکرأ بالغا لکن عاجزاً عن الکسب۔ (الدر المختار)۔ وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”(قوله مطلقاً) سواء كانت بالغة او صغيرة، صحیحۃً او زمنۃً۔ والمراد بالصحیحۃ القادرۃ علی الکسب، لکن لو كانت مکتسبۃً بالفعل کالقائمة والمغسلۃ، لانفقۃ لها۔“ (رد المحتار: ۶۳/۳، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی نفقة قرابة غیر الأولاد من الرحم المحرم، سعید) (وکذا فی الفتاویٰ العالِمِکِبرِیۃ: ۵۲۶/۱، کتاب الطلاق، باب النفقات، فصل فی نفقة ذوی الارحام، رشیدیہ)

(وکذا فی الہدایۃ: ۳۳۶/۲، کتاب الطلاق، باب النفقة، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(۱) ”ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”مطل العنی:“ ای تأخیرہ أداء الدین من وقت الی وقت ”ظلم“ فإن المظل مع أداء ما استحق أداءہ وهو حرام من التمكن ولو کان غنیاً، ولکنہ لیس ممسکناً، جاز له التأخیر الی الإمكان۔“ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب البیوع، باب الإفلاس والإنظار، الفصل الأول: ۱۱۹/۶، رشیدیہ)

(۲) ”عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”الرحم معلقۃ بالعرش تقول: من وصلنی وصلہ اللہ، ومن قطعنی قطعہ اللہ۔“ (مشکوۃ المصابیح، ص: ۳۱۹، کتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الأول، قدیمی)

”وعن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”الراحمون یرحمہم الرحمن، ارحموا من فی الأرض یرحمکم من فی السماء۔“ (مشکوۃ المصابیح، ص ۳۴۳، کتاب الأدب، باب الشفقة والرحمة، قدیمی)

(۳) ”عن أبی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من فرق بین والدۃ ولولدها، فرق اللہ بینه وبين أحبہ يوم القيامة۔“ رواہ الترمذی۔“

تنبیہ: قاضی مجل حسین نے اپنی لڑکی کے حق میں مشترکہ، غیر مشترکہ جائیداد کی جو وصیت کی وہ شرعاً معتبر اور لازم نہیں ہے، ہاں اگر قاضی خلیل الرحمن صاحب رضامندی سے اس کی اجازت دیں تو مسماۃ بدر النساء کل کی حقدار اور مالک ہو جائے گی (۱)۔ فقہرہ الفقہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

حررہ العبد محمود غفلی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۰ھ۔

وصیت ایک تہائی ترکہ سے نافذ ہوتی ہے

سوال [۹۷۱۳]: ایک بوڑھیا عورت ہے اس کی تین لڑکیاں ہیں، سب سے بڑی لڑکی کے ایک فرزند اور ایک لڑکی ہے۔ بوڑھیا اپنی نانی کے یہاں بود و باش کر رہی ہے۔ بوڑھیا مرتے وقت سولہ روپے چھوڑ گئی

”و عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: وحب لی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غلامین اخیون فبعثت اُحدهما، فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”یا علی! ما فعل علامک؟“ فأخبرته، فقال: ”زُدهُ زُدهُ“۔ ”وعنه: أنه فرق بین جاریة وولدها، فنهأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک، فرد البیع“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۹۱، کتاب النکاح، باب النفقات وحق المملوک، الفصل الثانی، قدیمی)

(۱) ”عن یونس بن راشد، عن عطاء، عن عکرمہ، عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”لا تمجوز وصیة لوارث إلا أن تشاء الورثة“۔ قال ابن قطان فی کتابہ: ویونس بن راشد قاضی حوران، قال أبو زرعة: لا بأس بہ وقال البخاری: کان مرجئاً، وکان الحدیث عنہ حسن“۔ (نصب الرایۃ للزیلعی: ۳/۳۰۳، کتاب الوصایا، (رقم الحدیث: ۸۰۷۰)، مؤسسة الریان بیروت لبنان)

”عن أنس أمامة الباهلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول فی حصة عام حجة الوداع: ”إن اللہ تبارک وتعالیٰ قد أعطی کل ذی حق حقہ، فلا وصیة للوارث“۔ (جامع الترمذی، أبواب الوصایا، باب: لا وصیة للوارث: ۳۲/۴، سعید)

(وستن أنس داؤد، کتاب الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث: ۳/۳۰، إمدادیہ ملتان)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۶۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲/۲۱۴، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

ہے اور یہ وصیت کر گئی ہے کہ یہ روپیہ تم کو نہیں دیتی ہوں اور نہ جس کے گھر میں بلکہ یہ روپیہ کسی کام میں صرف کر دیا جائے یہ بوڑھیا کی وصیت ہے۔ اب اگر یہ روپیہ کسی مدرس کے کام میں صرف کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں، یا اس مدرس کے مدرس جو صاحب نصاب ہیں، ان کو تنخواہ میں دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ روپیہ اس بوڑھیا کے کل ترکہ کا ایک تہائی حصہ، یا اس سے کم ہے تب تو اس کی وصیت کے موافق مدرسہ میں خرچ کرنا درست ہے (۱)۔ اگر ایک تہائی سے زائد ہے تو اس زیادہ کو مدرسہ میں دینا وراثہ کی اجازت پر موقوف ہے، اگر سب وراثہ بالغ ہوں اور اجازت دیں تب تو مدرسہ میں خرچ کرنا صحیح ہوگا۔ اگر اجازت نہ دیں یا وہ نابالغ ہوں تو درست نہیں (۲)۔ جب وہ روپیہ مدرسہ کے مقیم کو مدرسہ کی ضرورت کے لئے دیا جائے تو اس کو تنخواہ میں صرف کرنا بھی صحیح ہے اگرچہ مدرس صاحب نصاب ہو (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۶/۶/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۶/۶/۶۱ھ۔

(۱) "عن عامر بن سعد، عن أبيه قال: مرصاً أشفى فيه، فعاده رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: فقال: يا رسول الله! إن لي مالا كثيراً وليس يرثني إلا ابنتي، أفأنصدق بالثلثين؟ قال: "لا". قال: فبالشطر قال: "لا". قال: فبالثلث؟ قال: "الثلث، والثلث كثير، إمك إن تنوك ورتك أغنياء خير من أن تدعهم عائلةً يسهلفون الناس". (سنن أبي داود: ۳۹۵/۲، كتاب الوصايا، باب ما جاء فيما لا يجوز للموصي في ماله، دار الحديث ملتان)

(۲) "ونجوز بالثلث للأجنبي وإن لم يجر الوارث ذلك لا الزيادة عليه، إلا أن نجيز ورتنه بعد موته وهم كبار". (الدر المختار: ۶/۶۵، كتاب الوصايا، سعيد)
(وكذا في البحر الرائق: ۲۱۳/۹، كتاب الوصايا، رشديه)

(وكذا في نبييل الحقائق: ۷/۳۷۷، ۳۷۷، كتاب الوصايا، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "وأما صدقة التطوع، فيجوز صرفها إلى الغني؛ لأنها تجرى مجرى الهبة". (بدائع الصنائع:

۳۷۶/۲، كتاب الزكوة، فصل في الذي يرجع إلى المؤدى إليه، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في التاتار حانية: ۲/۴۵۵، كتاب الزكوة، باب من توضع الزكوة فيه، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۲/۳۳۵، كتاب الزكوة، الفصل الثامن في من توضع الزكوة فيه، غفر له كونه)

وصیت ایک تہائی میں

سوال [۱۶۷۱]۔ صوفی عبدالعزیز بنیاد ہوئے، انھوں نے وصیت کی کہ عبداللہ اتم اس زمین کو بونا کھانا اور نصف آمدنی مسجد کو دینا اور نصف تم رکھتا۔ اب عبدالعزیز کا بھتیجا پاکستان سے آیا ہے اور اس زمین کا مطالبہ کرتا ہے، مگر عبداللہ کہتے ہیں کہ یہ زمین مسجد کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ وصیت وقف درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرض الموت میں جو ہبہ یا وقف کیا جائے وہ وصیت کے حکم میں ہوتا ہے (۱) اور ایک تہائی ترکہ میں معتبر مانا جاتا ہے، لہذا اگر عبدالعزیز نے مرض الموت میں وصیت کی ہے تو ایک تہائی میں سے نصف آمدنی مسجد کیلئے ہوگی اور نصف عبداللہ کے لئے (۲)۔ دو تہائی عبدالعزیز کے وارث کی ہوگی۔ اگر وارث صرف ایک بھتیجا ہے تو وہی مستحق ہوگا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۱/۸۵ھ۔

(۱) "عن عامر بن سعد عن أبيه رضى الله تعالى عنه قال: مر حدث عام الفتح، حتى أشغبت على الموت، فعادنى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت: أرى رسول الله! إن لى مالا كثيراً وليس برئى إلا ابتدأ لى، أفأصدق بثلثى مالى؟ قال: "لا" قلت: فالشطر؟ قال: "لا" قلت: فالثلث؟ قال: "الثلث، والثلث كثير، أن سدر ورثتك أغنياء حيز من أن تدروهم عائلة يتكفون الناس". (سنن ابن ماجه، أبواب الوصايا، باب الوصية لوارث، ۱۹۴/۲، قديمی)

(۲) "وأما لو وهب وسلم لغير الورثة، فإن خرج الموهوب من ثلث ماله، صحب الهبة" (شرح المحلة، ۳۸۳/۱، کتاب الہبۃ، الفصل الثانی فی ہبۃ المریض، (رقم المادۃ: ۸۷۹)، ممکنہ حقیقہ کوئٹہ)

"وإن أوصى بجميع ماله ولاخر بثلث ماله ولم تجز الورثة، فثلثه بينهما بصفان" (الحرر الوائق، ۳۲۳/۹، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلث المال، وشدیدہ)

(وکنذا فی الدر المختار، ۶۶۷/۶، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلث المال، سعید)

(وکنذا فی تبییس الحقائق، ۳۸۷/۷، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلث المال، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) واضح رہے کہ بھتیجا نصیب ہے اور ذوی الفروض کی مدد میں جو دگی میں حصہ بیکل ترکہ ملے گا۔

وصیت اور تقسیم ترکہ

سوال [۹۷۱۵]: ایک مرتبہ میری والدہ نے فرمایا کہ چاول خرید لو، شاید کہ نفع ہو۔ بہن نے کہا کہ رقم میری ہوگی منافع آپ کا، جس کو منظور کر لیا۔ خریداری ہوئی، مگر قیمت گر گئی، نقصان سے فروخت کر دیئے گئے۔ ماہ رمضان میں موسم برسات میں والدہ کا غیر پھسل گیا، کافی چوٹ آئی، تدبیر کی گئی مگرفاقہ نہیں ہوا، جب طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو والدہ سے کہا گیا کہ کچھ کھنا ہو تو کھو۔ تو انھوں نے کچھ رقم کے بارے میں وصیت کی کہ چاول کی رقم سے اتنا فلاں اور اتنا فلاں کو اور کچھ زیور اور نقد والدہ کے بھی تھے، کچھ رقم دارالعلوم دیوبند کے لئے بھی بتلائی جس کو وہ چکا ہوں۔ تو اب میں اس وصیت پر کیسے عمل کروں جبکہ چاولوں میں خسارہ ہوا؟

والدہ مرحومہ کی ذاتی رقم ۱۹۵ روپے اور دو زیور اور مال موجود ہے، اور وصیت کی رقم کی کل میزان ۱۱۵ روپے ہوتے ہیں۔

۲۔۔۔ جو زمین بٹائی پردی گئی ہو (۱) اس کی تقسیم ہر چیز میں ہوگی، یا صرف ملہ میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔۔۔ جبکہ چاول کی رقم آپ کی تھی اور والدہ کے لئے صرف نفع کا وعدہ تھا اور نفع نہیں ہوا، بلکہ خسارہ ہوا تو والدہ صاحبہ کی یہ وصیت شرعاً واجب العمل نہیں (۲)، آپ ان کو ثواب پہنچانے کے لئے جو کچھ بھی

= "العصۃ من باخذ جمیع المال عند انفراذه، وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض

المفقور"، (تبیین الحقائق: ۴۸۵/۷، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی الدر المختار: ۷/۴۷۲، کتاب الفرائض، فصل فی العصابات، سعید)

(وکذا فی السراجی فی المیراث، ص: ۳، سعید)

"وأما العصۃ بنفسه، فکل ذکر لا تدخل فی سببه إلی المیت أنفی، وهم أربعة أصناف

ثم جزء أبیه - أی الإحوة، ثم بقولهم وإن سفلوا"، (السراجی فی المیراث، ص: ۱۳، سعید)

(۱) "بٹائی پیداوار کی وہ تقسیم جو چارہ دار اور مالک زمین میں قرار پائے"۔ (فیروز القات، ص: ۸۰، فیروز سنز، لاہور)

(۲) اس لئے کہ یہ وصیت دوسرے کی ملک کی ہے اور دوسرے کی ملک میں وصیت باطل ہے۔

"ومن أوصی بصیب ابنه أو غیره من الورثة، فالوصیۃ باطلۃ؛ لأنه وصیۃ بمنال العبر"۔ (اللباب =

دیں گے ان کو بیع ہوگا (۱)۔ جو کچھ ترکہ ان کا (زیور یا نقد وغیرہ) ہے۔ اس میں سب ورثاء کا حصہ ہے، ورثاء کی تفصیل معلوم ہونے پر سب کا حصہ لکھا جاسکتا ہے۔ ورثاء اگر سب بالغ ہوں اور اس بات پر رضامند ہوں کہ ان کے ترکہ سے وصیت پوری کی جائے تو اس کی بھی اجازت ہے (۲)، یہ بھی درحقیقت وصیت کی شرعی تحفیز نہیں، بلکہ ایصالِ ثواب ہے۔

۲..... بہتر صورت یہ ہے کہ ہر چیز میں بیانی کی جائے (۳)، پھر کوئی فریق اس میں سے کوئی چیز نہ لینا

= فی شرح الکتاب ۲۲۶/۵، کتاب الوصایا، قدیمی

(و کذا فی الدر المختار ۲۶۹/۶، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالثلث، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ ۹۹/۲، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(۱) "الأصل فی هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة، صلاحاً كان أو صوماً، أو حجاً، أو صدقةً، أو قراءة قرآن، أو الأذکار إلى غیر ذلك من جميع أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت وينفعه وعن انس رضي الله تعالى عنه: أنه سأل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إنا نتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعوا لهم، فهل يصل ذلك إليهم؟ قال: "نعم" .. اهـ۔ (تبیین الحقائق ۳/۲، ۳۲۰، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، دار الكتب العلمية بیروت)

(و کذا فی الدر المختار ۵۹۵/۲، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب فی إهداء ثواب الأعمال للغير، سعید)

(۲) "ولا تحوز بما زاد علی الثلث إلا أن یحیزها الورثة بعد موته وهم كبار"۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۹۰/۶، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۲۵۶/۶، کتاب الوصایا، سعید)

(و کذا فی النحر الرائق ۲۱۳/۹، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(۳) "ثم یقسم الساقی بعد ذلك بین ورثته بالکتاب، والسنة والإجماع"۔ (الدر المختار ۷۱/۶،

۷۲، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی السراخی فی المبراث، ص: ۳، سعید)

چاہے تو اپنا حصہ دوسرے فریق کو قیسمہ دیدے یا بلا قیمت ہی شرعی طور پر دے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدہ محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: ہندہ محمد نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۶/۸۷ھ۔

مال وصیت کے بارے میں اختلاف

سوال (۱۰۷۷): عبدالمید کے بھائی (چھوٹے زاد) تصور علی حاجی جس کے بچپن ہی میں والدین فوت ہو گئے تھے، اس کی پرورش میرے ہی والدین نے کی اور اس کو پڑھایا لکھایا، جوان ہونے پر اس کی شادی بھی کر دی تھی۔ یہ لا ولد تھا، یہ بیمار ہوا اور مجھ کو بلوایا، میں اس کے پاس آیا، میری موجودگی میں یہ فوت ہو گیا، اس کا گور، جنازہ کر یا (۲)۔ کفن دفن کرنے کے بعد چند آدمی جو کہ دنیا دار ہیں، مجھ کو یہ کہا کہ میرے والد کی جو نقدی رقم ہے یا سامان پکا کنواں ہے وہ سب مرنے والا مسجد میں دے گیا۔ میں نے کہا مجھ کو تو یہ بتلا یا تھا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب تیرا ہے، مگر ان لوگوں نے مجھ کو قطعی جواب دیدیا۔ آیا میرا حق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ اپنے حق میں وصیت کے مدعی ہیں، وصیت کا حکم یہ ہے کہ وہ ایک تنہائی ترکہ میں نافذ ہوتی ہے، جبکہ ورثاء اس کو تسلیم کر لیں (۳) یا وصیت پر شرعی دلیل موجود ہو (۴)۔ نیز کسی ایک وارث کے حق میں معتبر اس

(۱) "کمل واحد من الشركاء یصبح بعد القسمة مالکاً لخصه بالاستقلال، ولا یبقى لأحدہم علافۃ فی

حصۃ الآخر، ولكل واحد منہم أن یتصرف فی حصۃ کیفما شاء"۔ (شرح المجملۃ لسلم رسم ہاز:

۱/۶۳۳، (رقم المادۃ: ۱۱۶۲)، کتاب الشریکۃ، الفصل الثامن فی أحكام القسمة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) "گور: قبر"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۲، فیروز سنز، لاہور)

(۳) "ثم یتصدق وصایاہ من ثلث ما بقی بعد الدین"۔ (المراجعی فی المیراث، ص: ۳، سعید)

(و کذا فی الدر المختار: ۶/۷۶۰، کتاب القرائن، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنہر: ۳/۳۹۵، کتاب القرائن، غفریہ کوئٹہ)

(۴) "ادعی علی میت حقاً أو شیئاً مما کان بیدہ، فأقر الوارث بہ، لزمہ فی حصۃ"۔ (جامع الفصولین:

۳۳/۲، الفصل التاسع والعشرون، اسلامی کتب خانہ کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق: ۷/۳۶۹، کتاب الدعوی، رشیدیہ)

وقت ہوتی ہے جبکہ دیگر ورثاء اس پر راضی ہوں اور اجازت دیدیں (۱)۔ نہیں مرحوم کے ورثاء جس کے حق میں وصیت کو تسلیم کر لیں، اس کو ایک تہائی ترکہ دیا جائے گا (۲)، بقیہ دو تہائی ورثاء کا ہوگا (۳)، ورثاء کی تفصیل آپ لکھیں تو سب کے حصہ متعین کر دئے جائیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ انعام اللہ بن عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۸/۹۲ھ۔

میراث کی ایک صورت اور وصیت نامہ

سوال (۱) ۹۷۱: زید کا انتقال ہو گیا ہے جس نے پسماندگان مندرجہ ذیل چھوڑے: تین بیٹے اور دو بھینجیاں، نیز دو حقیقی بھانجے اور دو بھانجیاں۔ مسئلہ یہ ہے کہ زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا، کس کو کس قدر حصہ ملے گا؟ جبکہ زید کی مندرجہ ذیل وصیتیں بھی ہیں اور زید کا تعلق ایک مدرسہ سے تاویلات رہا ہے:

وصایا:

۱۔ ”میرے پاس سچو دہات کے برتن ہیں (۴) جو میری ملک نہیں بلکہ مدرسہ

(۱) ”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”لا تحوز وصیة لوارث إلا أن

تشاء الورثة“، (نصب الرایة: ۳/۳۰۴، (رقم الحدیث: ۸۰۷۰)، کتاب الوصایا، مؤسسة الریاء، بیروت)

”ولا لوارثه وقالته مباشرة إلا بإجازة وورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: ”لا وصیة لوارث إلا

أن یحیلها الورثة“۔ - وهم كبار“، (الدر المختار: ۶/۶۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

(و کذا فی المحررات: ۲/۲۱۴، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(۲) ”ثم نفذ وصایاه من ثلث ما بقی بعد الدین“، (السرائح فی المیراث، ص: ۳، سعید)

(و کذا فی الدر المختار: ۶/۶۰، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۳/۳۹۵، کتاب الفرائض، غفرایہ کوئٹہ)

(۳) ”ثم یقسم الباقي بعد ذلك بین ورثته“، (الدر المختار: ۶/۷۲، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی المحررات: ۲/۳۱۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی السرائح فی المیراث، ص: ۳، سعید)

(۴) ”دعوات و دعوتی جو ہر جس میں کھلے گی شہادت ہو جیسے سونا، چاندی“۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۵۹، فیروز سنٹر لاہور)

کے ہیں۔

۲- تمام کچے برتن میرے ہیں جن کو چاہیں دیئے جائیں۔

۳- دو چار کتابوں کے علاوہ سب کتابیں میری ہیں جن کو حسب استعداد ضرورت مند لوگوں کو دیدی جائیں، جن میں میرا خادم عمر بھی شامل ہے۔

۴- میرے نئے پرانے کپڑے کسی ایک شخص کو نہ دیئے جائیں، بلکہ ضرورت مندوں کو دے دیئے جائیں۔

۵- بڑا صندوق میرا ذاتی ہے، چھوٹا صندوق مدرسہ ہے جو بغیر استعمال کے رکھا ہے۔

۶- دو عدد یوریوں میں کپڑے ہیں، کچھ کٹے ہوئے کچھ بغیر کٹے، وہ بھی میرے نہیں ہیں، نیز لکڑی کا صندوق اور چار پائی بھی میری نہیں ہے۔

۷- میرے روپے کا حساب بکرو خالہ دو شخصوں کو معلوم ہے، اگر کسی بھائی کا قرضہ ہو تو وہ گواہوں کے ساتھ ان دونوں سے لے لے۔

۸- میرے خرچ کے علاوہ جو کچھ بچے وہ مدرسہ کو دیدیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جواشیاء زید کی ملک نہیں بلکہ بطور امانت اس کے پاس تھیں وہ زید کا ترکہ نہیں (۱)، اس میں کسی وارث کا حق نہیں، وہ جس کی ہیں اگر نو دیدی جائیں (۲)۔ جواشیاء زید کی ملک تھی وہ ترکہ ہیں، اولاً تمہیں

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "يبدأ من تركة الميت". (الدر المختار). وقال العلامة ابن عابدin رحمه الله تعالى: "التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صلياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال". (رد المحتار: ۶/۷۵۹، كتاب القرائن، سعيد)

(وكلذا في تبين الحقائق: ۷/۷۵۱، كتاب القرائن، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تبارك وتعالى: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَوَدُّوا الْأَمْنَتَ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ (سورة النساء: ۵۸)

"خير تعالى" أنه يأمر بآداء الأمانات إلى أهلها، وفي حديث الحسن عن سمرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إِذْ الْأَمَانَةُ إِلَىٰ مَنْ التَّمَنَكَ، وَلَا تَخُنْ مِنْ خَائِكَ". رواه الإمام أحمد =

وٹنٹن متوسط طریقہ پر کر کے جو کچھ بچے اس کے ایک تہائی میں وصیت پوری کی جائے، اس کے بعد بقیہ ترکہ متینوں حقیقی بھتیجیوں کو برابر ملے گا (۱)۔ بھتیجیوں (۲)، بھانجیوں کو اس کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۷/۸۹ھ۔

— اے۔ — "وهذا يعم جميع الأمانات الواجبة على الإنسان من حقوق الله عز وجل — ومن حقوق العباد بعضهم على بعض كالودائع وغير ذلك مما ياتمون به بعضهم على بعض". (تفسير ابن كثير: ۶/۸۵، دار السلام الرياض)

(۱) "يبدأ بتكليفه وتجهيزه من غير تمييز ولا تفتير، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من الله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي، ص. ۳، ۲، سعيد)

(وكلذا في الدر المختار: ۷/۵۹، كتاب القرائن، سعيد)

(۲) "بھتیجیوں کے حصے سے بھائی اور عہدہ داروں کی عہدہ داری کی مکمل مال کا مستحق ہوگا۔"

"ثم جزء آية: أي الإخوة، ثم بنوهم وإن سفلوا". (السراجي، ص. ۱۳، سعيد)

"العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراذه، وما أبقت القرائن عند وجود من له الفرض المقتدر". (تبیین

الحقائق: ۷/۸۵، كتاب القرائن، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكلذا في الدر المختار: ۷/۷۳، كتاب القرائن، باب العصبية، سعيد)

(۳) "مذکورہ ذیل الارحام میں سے ہیں اور عہدہ دار کی موجودگی میں ذیل الارحام کو حصہ نہیں ملے گا۔"

"والمستحقون للثركة عشرة أصناف مرتبة — فبدأ بذی الفرض، ثم بالعصبة النسبية، ثم بالعصبة السببية، ثم الرد على ذوی القروض السببية، ثم ذوی الأرحام". (الفتاویٰ العالمکیرہ: ۷/۳۳، كتاب القرائن، الباب الأول، رشیدیہ)

"هو كل من ليس بذی سهم ولا عصبه — ولا يورث مع ذی سهم ولا عصبه". (الدر المختار:

۷/۷۹، كتاب القرائن، باب ذوی الارحام، سعيد)

"وإنما يورث ذوی الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب القرائن ولم يكن عصبه". (الفتاویٰ

العالمکیرہ: ۷/۳۵۹، كتاب القرائن، باب ذوی الأرحام، رشیدیہ)

وصیت پورا کرنے کی ایک صورت

سوال [۷۷۱۸]: میری والدہ کا ابھی تھوڑا عرصہ ہوا انتقال ہوا ہے، انتقال کے بعد تکلم شرع ہم نے ہر ایک وارث کو اس کا حق دیدیا۔ قبل از فوت میری والدہ نے ۳/۱ میں سے وصیت کی تھی، اس وصیت میں کچھ وارثین کے لئے شٹل بڑی لڑکی کو کچھ دیا، نواسی کو کچھ دیا، چھوٹی لڑکی کو ایک مکان دیا، نواسی کو، اسی طرف کچھ تعمیر مسجد کے لئے، مطلب یہ کہ ۳/۱ میں انھوں نے وصیت کی ہے، اس وصیت کے مطابق جو بچا و شرعی فیصلہ کے مطابق تقسیم کر دیا۔

کچھ دنوں کے بعد میری والدہ کو ہمارے ایک عزیز ہیں جو پندرہ اور اکثر دیشتر ان کے خواب بالکل صحیح ہوتے ہیں، انھوں نے خواب دیکھا، پوچھا کیسا حال ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے جو بھی صدقات وغیرہ دیئے ہیں ان سب کا اجر مجھے پورا پورا مل گیا ہے، لیکن میرے ایک غریب کو نہیں ملا جس کی وجہ سے تکلیف میں ہوں، لہذا تم فلاں بہن (جو عورتوں میں دینی تبلیغی کام کرتی ہیں) ضیفہ بانی کو یہ میری امانت ہے ان کو بھیجا دیں اور میری لڑکیوں کو کہہ دیں۔ یہ لوگ بہت ہی پریشان ہیں، آپ اس خواب کو حل فرما کر ہمارے حال پر کرم فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وصیت میں اس غریب عورت کے لئے بھی تجویز کیا تھا تو اس کو بھی دیا جائے (۱)، ورنہ اس کے ساتھ سلوک اور خیر کا معاملہ کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۹۵ھ۔

(۱) "ثم تفضل وصاياہ من ثلث ما بقى بعد الدين". (السراجی، ص: ۳، سعید)

"ثم تصح الوصية لأجنبي من غير إجازة الورثة". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۹۰، کتاب الوصیہ، رشیدیہ)

(وكذا في الدر المختار: ۶/۲۵۰، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَإِذَا حضر القسمة أولو القربى والیتیمی والمنکین، فأزرقوهم منه،

وقولوا لهم قولاً معروفاً﴾ (سورة النساء: ۸)

قربانی کی وصیت پر عمل کب تک واجب ہے؟

سوال [۹۷۱۹]: ہندو آخر عمر میں تھی، اس کا بیٹا سفر میں تھا، اس نے کہا کہ وہ بیٹا آیا یا نہیں؟ تو ہندو نے اپنے بھائی کو یہ وصیت کر کے اپنی دو بیگھ زمین بھائی کے نام پر لکھ کر جاری کر دیا کہ ہر سال میرے لئے ایک قربانی کرنا۔ بعدہ ہندو مر گئی، جب بیٹا گھر آیا تو وہ زمین بھائی نے بیٹے کے نام کر دی اور وصیت جاری رکھی، پھر بیٹا مر گیا، اس نے وہ زمین دوسرے کے نام فروخت کر دی تھی۔ سوال یہ ہے کہ:

۱۔ قربانی کی وصیت کب تک جاری رہے گی؟

۲۔ وصیت کردہ زمین وارثوں کا ترکہ بن سکتی ہے؟

۳۔ اگر ترکہ بن سکتی ہے تو فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

۴۔ اگر وارث نے فروخت کر دی تو مشتری کا روپیہ یعنی ثمن کس کے ذمہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومعيناً:

۱۔ جب تک وہ زمین بھائی کے پاس رہی اس وقت تک وصیت کے موافق قربانی بھائی کے ذمہ

لازم رہی بعد میں نہیں (۱)۔

(۱) واضح رہے کہ وصیت شرعاً ایک ٹکٹ میں جاری ہوا کرتی ہے، لہذا مذکورہ زمین کا حساب لگا کر صرف ایک ٹکٹ کے بقدر قربانی کرنا بھائی کے ذمہ لازم ہے، ایک ٹکٹ سے زائد میں نہیں:

”عن عامر بن سعد عن أبيه قال: مرض مرضاً أشفى فيه، فعاده رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إن لي مالا كثيراً وليس يرثني إلا ابنتي، أفأتصدق بالثلثين؟ قال: ”لا“، قال: فبالشطر؟ قال: ”لا“، قال: فبالثلث؟ قال: ”الثلث، والثلث كثير“، إنك إن تنوك ورتك أغنياء خير من أن تدعهم عائلة يتكفون الناس“، (سنن أبي داؤد: ۳۹۵/۲، كتاب الوصايا، باب ما جاء فيما لا يجوز للموصي في ماله، مكتبة دار الحديث ملتان)

”ولا تحوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزها الورثة بعد موته وهم كبار“، (الفتاویٰ

العالمگیریہ: ۹۰/۶، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار ۶۵۶/۲، کتاب الوصایا، سعید)

۲۔۔۔ جب بھائی نے مرحوم کی وصیت کردہ زمین اس کے لڑکے کو دیدی تو وہ اس کی ملک ہوگئی، حسب تحریر شرعی اس میں وراثت جاری ہوگی (۱)۔

۳۔۔۔ ہر وارث کو اپنا حصہ فروخت کرنے کا اختیار ہے (۲)۔

۴۔۔۔ وصیت صرف بھائی کے حق میں تھی، اس نے جب مرحومہ کے لڑکے کو مہر کر دی تو وہ مالک ہو گیا (۳) اس کو بھی فروخت کرنے کا حق تھا، اور اس کے بعد جس کو وراثت میں ملی اس کو بھی فروخت کرنے کا حق ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۸ھ۔

وصی اور وارث میں اختلاف

سوال (۹۷۰): ہمارا ایک چھوٹی زاد بھائی فشی حسین بخش ولد رحیم بخش عرصہ ۲۵/سال کا ہوا، انتقال کر گیا تھا۔ اور مرحوم اپنی حیات میں مرنے سے پہلے اپنی بیوی اور اپنے لڑکے کو اور اپنے مال اسباب کو مجھ پر وصیت کر گیا تھا اور کہا کہ میرے مرنے کے بعد تم ان کے مختار ہو گے، یہ تمام اشیاء تمہارے سپرد ہیں۔ یہ بھی

(۱) "تم بقسم الباقی بعد ذلک بین وراثتہ سالکتاب والسنة والإجماع"۔ (الدر المختار:

۶/۷۶، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۶/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۳/۳۹۵، کتاب الفرائض، مکتبہ غفرایہ کوئٹہ)

(۲) "کل واحد من الشرکاء یصبح بعد القسمة مالکاً لحصته بالاستقلال، ولا یبقی لأحدہم علاقۃ فی

حصۃ الآخر، ولكل واحد مہم أن یتصرف فی حصته کیفما شاء"۔ (شرح المحلۃ لسلیم رستم باز:

۱/۶۳۳، (رقم المادۃ: ۱۱۶۲)، کتاب الشرکۃ، الفصل الثامن فی أحكام القسمة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۳) "یملک الموهوب الموهوب له بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك لا لصحة الهبة"۔ (شرح

المجلۃ لسلیم رستم باز: ۱/۷۷۳، (رقم المادۃ: ۸۶۱)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا فی رد المحتار: ۵/۶۸۸، کتاب الهبۃ، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۶/۳۸، کتاب الهبۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۴) (راجع رقم ۲)

وصیت کر گیا تھا کہ سو روپے تمہارے میرے ذمہ ہیں اور ۱۲/ روپیہ پچاسی (۱) میرے پاس ہیں۔ ۹۶/ روپیہ مرحوم کی بیماری اور کفن دفن پر میں نے صرف کئے۔ دفن کرنے کے بعد میں نے پچاسیت کی رقم اور جو کچھ مال اسباب تھا، وہ سب میں نے پچاسیت میں رکھا اور میں نے بچوں سے کہا کہ ان میں مختار کون ہونا چاہئے، مرحوم کی یہ وصیت تھی۔ تو اس پر بچوں نے مجھے مختار بنایا اور جو کچھ بھی چیز تھی وہ سب میرے سپرد کر دی تھی، تحریر وغیرہ کوئی نہیں ہوئی۔

مرحوم کا بچہ سال بھر کا تھا، ڈیڑھ برس تک بیوہ اور بچہ کی پرورش میں نے کی جس پر ۱۳۰/ روپیہ میرا صرف ہوا۔

ان زیورات میں سے میں نے تین چار زیور بیوہ کو دیدئے تھے، بیوہ نے ڈیڑھ سال بعد نکاح کر لیا، لڑکے کی عمر اس وقت ڈھائی سال کی تھی۔ پھر میں نے پچاسیت کی اور پچاسیت نے یہ لڑکا میرے سپرد کر دیا اور میں نے اس کی پرورش کی اور لڑکے کی مسلمانی (۲) بھی میں نے کی اور سگائی بھی میں نے کی (۳)، مگر قدرت الہی سے یہ لڑکا جس کا نام کرم الہی تھا انتقال کر گیا، اس کا کفن دفن و دیگر اخراجات سب میں نے کئے۔ اس کے بعد اس کے والدیان جو کہ چوتھی یا پانچویں پشت میں ایک دادا کی اولاد ہیں، مندرجہ ذیل اشخاص ہیں:

مولا بخش، قادر بخش، نظام الدین، خیر الدین، علیم الدین۔

یہ سب ایک دادا کی اولاد ہیں۔ پھر انھوں نے مجھ سے تمام اشیاء طلب کی جس پر میں نے جواب دیا کہ جس وقت اس کا والد گذرا تھا اس نے مجھے اس کا سر پرست بنایا تھا اور پچاسیت نے مجھے وارث بنایا، اور ساڑھے چار سال کے بعد انھوں نے مجھ پر دعویٰ ہی کیا تھا کہ یہ لڑکا ہمیں مانا چاہئے۔ عدالت نے یہ فیصلہ کیا کہ جب پچاسیت نے محمد خان کو وارث بنایا تھا تو عدالت کی طرف سے بھی یہ فیصلہ ہوا کہ محمد خان ہی ہر چیز کا سرپرست ہے۔

(۱) "پچاسیتی، عوام کے چنے ہوئے نمائندوں کی حکومت"۔ (فیروز اللغات، ص ۳۰۵، فیروز سنز لاہور)

(۲) "مسلمانی ختم، سنت"۔ (فیروز اللغات، ص ۱۴۷، فیروز سنز لاہور)

(۳) "سگائی، بھگتی، نسبت"۔ (ایضاً، ص ۹۰۳)

انہوں نے میرا تمام روپیہ فضول بیجا صرف کر لیا اور پھر یہ دعویٰ بھی خارج ہو گیا اور محمد خان کے حق میں کامیابی ہوئی، اس کے بعد انہوں نے نو جداری مقدمہ ۴۰۶/۱ کا کیا جس میں خدا کے فضل سے محمد خان کو کامیابی ہوئی اور اب ان کا ارادہ یوانی کرنے کا ہے (۱)، مگر میں نہیں چاہتا کہ کسی قسم کا جھگڑا ہو اور میرا بہت سارو پیہ ناجائز طریقہ پر خرچ ہو، آپ کا فتویٰ چاہتا ہوں۔

مرحوم خشی حسین بخش کی ایک سگی بھانجی ہے، اس لڑکی نے بھی نوٹس دیا ہے اپنے حقوق کے لئے، دادا کی اولاد صرف تین اشخاص ہیں اور یہ جائیداد مرحوم کی پیدا کردہ ہے جدی نہیں، صرف ایک مکان جدی تھا، وہ خیر الدین نے پچھ کر ہالانقی میں ہی قبضہ کر لیا تھا۔ جو شرع کا حکم ہو اس پر عمل کیا جاوے، ان وارثوں کے سوا اور کوئی وارث نہیں۔

محمد خان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرحوم کا ترکہ بعد اوائے قرض وغیرہ (۲) اس طرح تقسیم ہوگا کہ آٹھواں حصہ بیوہ کو ملے گا (۳)، سات

(۱) ”ذی یوانی: عدالت خفیہ، وہ عدالت جس میں مال و زر جائیداد اور قرض وغیرہ کے مقدمات کی سماعت ہوتی ہے۔ (فیروز المقات، ص: ۶۷، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”انتم علیٰ ہرکۃ المیت حقوق أربعة مرتبة: الأول یبدأ بتکفینہ ونحیضہ من غیر تلبیز ولا تفتیر، ثم تُفرض دیونہ من جمیع ما بقی من مالہ، ثم تغذ وصاہبہ من ثلث ما بقی بعد الدین، ثم یقسم الباقی بین ورثتہ۔“ (السراجی فی المیراث، ص: ۴، ۳، سعید)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۷/۵۹، ۷۶، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الاول فی تعریفہا ویما يتعلق بالترکۃ: ۷/۳۷، رشیدیہ)

(۳) جب میت کی اولاد موجود ہو تو زوجہ کو ثلث (آٹھواں حصہ) ملے گا۔

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَهُنَ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا

أو دیں﴾ (سورة النساء: ۱۲)

جسے لڑکے کو ملیں گے (۱)، پھر لڑکے کے انتقال کے بعد اس کے ترکہ سے ایک تہائی اس کی والدہ کو ملے گا (۲)، اور دو تہائی مولانا بخش وغیرہ کو (۳)۔ ان میں سے جو لوگ زیادہ قریب ہیں اور ایک درجہ میں ہیں، وہ برابر کے حقدار ہیں۔ مرحوم کا جو کچھ ترکہ ہے، اس کو بطریق مذکورہ وراثہ کے حوالہ کر دیجئے، آپ کو خود رکھنا درست نہیں (۴)۔ اب سرپرستی بھی ختم ہو چکی، پنپائیت کا فیصلہ بھی کچھ کارگر نہیں (۵)۔

جو روپیہ آپ نے اپنا خرچ کیا ہے وہ اگر احسان اور تبرع ہے تو آپ نہیں لے سکتے (۶)، اگر لڑکے کی

(۱) یتامیٰ عصبہ ہے اور عصبہ ذوی القروض کو حصے دینے کے بعد تمام میراث کا مستحق ہوگا۔

"العصبات وهم کل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقى من سهام ذوى الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۱/۶، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳۸۵/۷، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَاءُ أَبَوَاهُ، فَلَا عِشْرَةَ لَهُ﴾ (سورۃ النساء: ۱۱)

"والثالثة: الأم، ولها ثلاثة أحوال: السدس مع الولد وولد الابن أو اثنين من الإخوة والأخوات والثالث عند عدم هؤلاء"۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۳۹/۶، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(و کذا فی السراجی، ص ۱۱، سعید)

(۳) چونکہ یہ عصبہ ہے اور عصبہ ذی القروض کے بعد کل مال کا مستحق ہوگا، کما تقدم فی رقم الحاشیہ: ۱ پھر عصبہ قریب کو ترجیح ہوگی بقیہ پر:

"إذا احتسبت العصبات بعضها عصبۃ بنفسها وبعضها عصبۃ بغير وبعضها عصبۃ مع غيرها، فانصرف حیح منها بالقرب إلى المیت، لا يكونه عصبۃ بنفسها". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۴/۶، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، رشیدیہ)

"الأقرب فالأقرب یرتجون بالقرب الدرجه". (السراجی، ص: ۱۲، سعید)

(۴) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالِکُمْ بَيْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورۃ البقرہ: ۱۸۸)

(۵) سرپرستی اس وقت تھی جب تک مرحوم بچہ زندہ تھا، اس کے فوت ہونے پر سرپرستی بھی ختم ہوئی۔

(۶) "ورجع بما جهزه بالمعروف علی ترکته - - - وذلک ان نوى الرجوع - - - فان نوى =

پروش میں عدالت یا پنچایت کے حکم سے بطور قرض اپنا روپیہ خرچ کیا ہے اور خرچ کرتے وقت اس بات کے گواہ بھی آپ نے بنائے تھے کہ یہ روپیہ میں قرض دے رہا ہوں، پھر وصول کر لوں گا تو آپ وہ روپیہ لے سکتے ہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

جواب صحیح ہے، سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح، عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ربیع الاول/۱۴۲۳ھ۔

بیوی کے لئے جائیداد کی وصیت

سوال [۹۷۲۱]: بھری دو بیویاں ہیں، زوجہ اول زائدہ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے، اس کے انتقال کے بعد دوسری زوجہ سعیدہ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ بھر کچھ اراضیات کا مالک ہے، زوجہ اول زائدہ کے لئے کوئی اراضی مخصوص نہیں کی، زوجہ دوم سعیدہ کے لئے وصیت کی کہ فلاں اراضی دیدی جائے، بھر کے انتقال کے بعد وہ اراضی سعیدہ کو دیدی گئی اور وہ اپنی حقیقی اولاد کے ساتھ عینہ زندگی بسر کرنے لگی، اس اراضی سے وہی فائدہ اٹھا رہی۔ گورنمنٹ کے عام احکام کے پیش نظر، قطعہ سعیدہ ہی مالک اراضی قرار پائی، اب اہلہ دوم سعیدہ کا انتقال ہو گیا۔

اس اراضی کی نسبت برادر خورد و کلاں میں یہ تکرار ہو رہا ہے کہ برادر خورد (۲) کا کہنا کہ والد نے میری والدہ کو یہ اراضی بذریعہ وصیت بلا شرط دیدی اور گورنمنٹ نے بلا کسی کارروائی کے ان کے نام پہ کر دیا، اس لئے

= البصرع، فلا رجوع لہ۔ (الفقہ الإسلامی وأدلته: ۵۹۶/۱۰، کتاب الوصایا، المبحث الثالث فی احکام تصرفات الوصی، رشیدیہ)

(و کذا فی قواعد الفقہ، ص ۱۰۶، الصدف پبلشرز)

(۱) "أنفق الوصی من مال نفسه علی الصبی، وللصبی مال غائب، فهو متطوع فی الإنفاق استحساناً، إلا أن یتشهد أنه قرض، أو أنه یرجع علیه، لأن قول الوصی لا یقبل فی الرجوع فیشهد لذلك۔"

(رد المحتار: ۱۷۷/۷، کتاب الوصایا، فصل فی شهادة الأوصیاء، سعید)

(۲) "برادر خورد چودہ بھائی۔" (نور اللغات: ۵۷۵، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور)

اس اراضی میں برادر کلاں اور اس کی ہمیشہ کو کوئی استحقاق نہیں، میں ہی اس اراضی کے پانے کا مستحق ہوں۔

۲۔... شیخ کی رائے یہ ہے کہ جو اراضی اہل یہ وہم سعیدہ کو بذریعہ وصیت بلا کسی شرط کے دی گئی ہے وہ اسی وقت سے اس کی حیثیت مالکانہ قرار پائی ہے، نور گورنمنٹ کے اس کے نام پشہ دارہ (۱) قرار دے کر اس کو مالکانہ حیثیت دے دی، اس لئے برادر کلاں (۲) اور اس کی ہمیشہ کو اس میں سے حق نہیں مل سکے گا۔

ان واقعات کے پیش نظر کیا برادر کلاں اور اس کی حقیقی بہن اراضی مذکورہ میں شرعاً حصہ پانے کے مجاز ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کتنی اراضی کے مجاز ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ بکرنے زوجہ دوم سعیدہ کو جو اراضی دی ہے اگر بعض مہر دی ہے، یا محض وصیت کی ہے مگر سب دیگر ورثاء نے اس کی اجازت ویدی ہے اور وہ اراضی سعیدہ کو دیدی گئی تو وہ تنہا مالک تھی (۳)، اس کے انتقال کے بعد خود اس کی اولاد تو اس کی مستحق ہوگئی، اور بکر کی زوجہ اولیٰ سے پیدا شدہ اولاد اس کی مستحق نہیں ہوگی، کیونکہ وہ بکر کا ترکہ نہیں (۴)۔

(۱) "پشہ دار: دو تحریر جس کے ذریعے سے جائیداد غیر منقولہ مکان یا کرائے پر دی جاتی ہے۔ وہ دستاویز جو کاشت کار مالک زمین کو اجارے کے بابت لکھ کر دے۔" (فیروز اللغات، ص: ۷۸، ۷۹، فیروز سنز لاہور)

(۲) "برادر کلاں بڑا بھائی۔" (نور اللغات، ص: ۳، ۴، ۸۱۲)

(۳) "عن ابن عباس وحسی اللہ تعالیٰ عنہما أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لا وصیة لوارث إلا أن تشاء الورثة." (مصعب الرابطة للزبلی، ۳/۳۰۳، (رقم الحدیث: ۸۰۷۰)، کتاب الوصایا، مؤسسة الریان بیروت)

"ولا لوارثه وفاتله مباشرة إلا بإجازة ورثته وهم كبار عقلاء، فلم تحل إجازة صغير ومجنون."

(الندو المحتاج: ۶/۲۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

(و کذا: فی البحر الرائق: ۲/۲۱۲، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(۴) جب کہ بکر نے زوجہ ثانیہ کے لئے وصیت کی اور دوسرے ورثاء نے اجازت دی تو اس صورت میں یہ زوجہ ثانیہ کا ترکہ ہوا، بکر کا ترکہ نہ رہا، لہذا زوجہ اولیٰ کی اولاد و فی الارحام ہیں، وہ زوجہ ثانیہ کی اولاد (ذری الفروض) کے ہوئے ہوئے مستحق میراث نہیں ہیں۔

۲ یہ رائے صحیح ہے، بیوی شرعاً وارث ہوتی ہے اور وارث کے حق میں جو وصیت کی جائے وہ اس وقت معتبر ہوتی ہے کہ سب ورثاء اس کی اجازت دیدیں، لہذا پہلی زوجہ کے لڑکے اور لڑکی نے اگر اس وصیت پر اعتراض نہیں کیا، بلکہ اس کو منظور کر لیا تو یہ وصیت معتبر ہوگی، اب اس کے مطالبہ کا حق نہیں رہا۔

تنبیہ: جو وارث نابالغ ہو، اس کی اجازت کا اعتبار نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۲ھ۔

کنواں کھدوانے کے لئے سو روپے کی وصیت

سوال [۹۷۲]: زید نے بیہوش و خواں بروقت انتقال ورثاء کے سامنے ایک شخص کو ایک سو روپیہ دیا اور وصیت کی کہ اس سے کنواں بنوادے۔ چونکہ رقم تھوڑی ہے اور اس سے کنواں نہیں بن سکتا تو یہ روپیہ اور کسی جگہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں، کسی کارخیر میں یا مدرسہ میں دیدیا جائے، مرحوم کو ثواب ملے گا یا نہیں، اور وصیت پوری نہ کرنے کا مواخذہ نہیں ہوگا؟ اور جب کہ مرحوم دے چکا ہے تو اب اس میں ورثاء کا تو کوئی حق نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مرض الموت میں سو روپیہ دیئے ہیں تو یہ وصیت ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ ایک ٹاٹ میں جاری ہوئی ہے، یعنی اگر کل ترکہ کا ٹاٹ سو روپیہ ہو تو وصیت پوری کی جاوے گی، ورنہ اس کا نافذ کرنا ضروری نہیں، اگر ورثاء چاہیں نافذ ہوگی ورنہ نہیں، بلکہ کل ترکہ کا ٹاٹ نکال کر اس میں نافذ ہوگی، مگر اس رقم سے مستقل کنواں نہیں بن سکتا تو جو کنواں بن رہا ہو اس میں اس رقم کو دیدیا جائے تب بھی وصیت پوری ہو جائے گی۔ اگر کنواں کے اندر اس رقم کا خرچ کرنا دشوار ہو تو پھر کسی دینی مدرسہ یا مسجد کی تعمیر میں دیدیا جاوے: ہکذا ما ذکر وافی وصیۃ الحج۔

"أوصی سحیح، أحج عنه راکماً من بلدہ إن کفی نفقته ذلک، وإلا فمس حیت نکمی، وإن مات حاح فی طریقہ أو أوصی بالحق عنه، بحج من بلدہ إن بلغ نفقته ذلک، وإلا فمس

=" (وہو (أی ذور الارحام) کل فریب - (لا یورث مع ذی سهم ولا عتصۃ سوی الزوجین) لعدم الرد علیہما" (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الفرائض، باب یورث ذوی الارحام

میں شریک ہوں (۱) اور سب کا مشریت کے مطابق کریں، قیامت میں آپ سے اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔
فیصلہ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۸۸ھ۔

الجواب صحیح مجدد محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۸۸ھ۔

مرض الموت کی حد اور تعریف اور مرض الموت میں وارث کے حق میں اقرار

مسئوال (۱۹۷۲): زید عرصہ دو تین سال سے ایک مرض مہلک میں مبتلا تھا، یعنی پیشانی پر مرض (سرطان) انگریزی میں (کینسر) اردو میں (پھوڑا) کہتے ہیں، زید نے مقامی حکماء و ڈاکٹر وغیرہ کا عرصہ تک مرض مذکور کا علاج کرایا، لیکن صحت یاب نہیں ہوا۔ بعد ازاں بیرونی ڈاکٹر بہت نام (مراج) انتقال سے تین ماہ پیشتر

= والا یكون الموصى له جهة معصية - فإذا كان له حجة معصية، مطلّت الوصية بالتعاق الفقهاء
کما لوصية لأندية القمار والسرقص وإقامة القیاب علی المقامر أو النباحة علی المولوی لأن
الوصية شرعت صلة أو قرابة، فلا یصح أن تكون فی معصية، فإذا وقعت كذلك كانت باطلة اتفاقاً؛
لأنها وصية بمحرم شرعاً. (الفقه الإسلامی وأدلته ۱۰/۶۳، ۷، کتاب الوصية، المطلب الثاني:
شروط الوصية، والوصية لحجة معصية، وشيخه)

”اوصی بأرض له بنی بیعة أو كنيسة، عندهما لا یحوز. وجه قولهما أن الوصية بهذه الأشياء
وصية بما هو معصية، والوصية بالمعاصی لا تصح“. (بدائع الصنائع ۴/۳۱۱، کتاب الوصایا، فصل:
أما شرائط الركن، سعيد)

(وكذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۶۹۰، کتاب الوصایا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، سعيد)
(وكذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۶/۹۵، ۹۶، کتاب الوصایا، الباب الثاني، وشيخه)

(وكذا فی فتاویٰ قاضی حان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریة: ۳/۹۵، کتاب الوصایا، وشيخه)

(۱) ”عن أنس هریرة رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”حق المسلم على
المسلم خمس: رد السلام، وعيادة المريض، وإتباع الجنائز، وإجابة الدعوة، وتشميت العاطس“
(مشکوٰۃ المصابيح، ص. ۱۳۳، کتاب الجنائز، باب عيادة المريض وثواب المرحض. الفصل

الأول، قديمی)

اپنے برادر کلاں (۱) کو ہمراہ لیکر بغرض علاج گیا، مرض مذکور کا علاج وہاں بھی نہیں ہوا۔ آخر کار بیرونی ڈاکٹر نے انتقال سے ڈھائی ماہ قبل زید کو لا علاج قرار دیکر اپنے وطن واپس کر دیا۔

پچھڑے کی یہ حالت تھی کہ روز بروز چہرہ پر بڑھتا جاتا تھا، یہاں تک نوبت پہنچی کہ مرض نے پیشانی سے تالو تک غار کر دیا جس سے بدبو اور غنونت بچھ پھیل اٹھ گئی، بس دماغ سے خون اور پیپ رات دن جاری تھا۔ انتقال سے ڈیڑھ ماہ قبل مرلیض کی ایک آنکھ پانی ہو کر خود بخود بہہ مرض جاتی رہی، بعد ازاں دوسری آنکھ بھی جاتی رہی، سر پر اور آنکھوں پر ہر وقت پٹی باندھی رہتی تھی، دو چار دار زید کو اٹھاتے اور بٹھاتے تھے۔

چونکہ زید تاجر تھا، خرچ کچھ پاس نہیں تھا، آنکھوں پر پٹی باندھی رہتی تھی، سواری میں لیٹ کر تیمار دار کو ساتھ لے کر اپنی دکان پر انتقال سے بیس یوم پیشتر گیا اور چھ سات سو کا پارچہ یک وقت میں دیگر دوکان داروں کو فی الوقت دے کر چند گھنٹے میں واپس مکان پر آ گیا، کیوں کہ مرض دماغی تھا نہ آنکھوں سے نظر آتا تھا، نہ دماغ کام دیتا تھا پس صاحب فراش ہو گیا۔

چنانچہ ایسی صورت میں زید نے اپنے انتقال سے ایک ماہ سولہ یوم پہلے اپنے ایک وارث بکر کے قرضہ کا اقرار کر کے قرضہ میں اپنی جائیداد منقولہ کو موقوف کر دیا جس سے دیگر ورثاء و محروم الارث تصور کئے جا رہے ہیں۔

الحاصل: ۱۔۔۔ مرض الموت کی تفسیر اور حد بموجب مذہب مختار کیا ہے؟

۲۔۔۔ مرض مذکورہ بالا پر بموجب مذہب مختار مرض الموت کی تعریف صادق آتی ہے یا نہیں؟

۳۔۔۔ کیا مرض متذکرہ بالا کی صورت میں زید کا اقرار نامہ اپنے وارث کے قرضہ کا شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ فقط۔

المستفتی: حکیم ظہیر احمد خان، ٹوٹک قدیم، ۸/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۶۳ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔۔۔ فی الہندیۃ: ”المریض مرض الموت من لا یخرج إلی حوائج نفسه، وهو

الأصح، کذا فی خزائن المفتی۔ حد مرض الموت تکلموا فیہ، والمختار للفتویٰ أنه إذا کان

الغالب منه الموت، کان مرض الموت، سواء کان صاحب فراش أو لم یکن، کذا فی

(۱) ”برادر کلاں بڑا بھائی“۔ (نور اللغات، ص ۸۱۲/۳، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور)

المصبرات، ۱۷۶/۴: ۱۷۶/۴۔ عالمگیری: ۱۷۶/۴ (۱)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مرض الموت کے متعلق قول فقہر للفقہی یہ ہے کہ جس مرض سے وقوع موت غالب ہو وہی مرض الموت ہے، خواہ اس مرض کی وجہ سے مریض صاحب فراش ہو خواہ نہ ہو۔
۲ اگر ماہرین فن طب اس کو مرض مہلک کہتے ہیں جیسا کہ سوال میں درج ہے تو یہ مرض الموت ہے (۲)۔

۳. مرض الموت میں اقرار کسی وارث کے حق میں دیگر ورثاء کی اجازت پر موقوف رہتا ہے، پس اگر بکر اس مریض مقرر کا بوقت موت بھی وارث رہے تو یہ اقرار دیگر ورثاء کے اذن سے معتبر ہوگا۔ اگر بوقت اقرار تو بکر وارث ہے اور بوقت موت مقرر وارث نہ رہے تو یہ اقرار شرعاً معتبر ہوگا:

”إقرار المريض لو ارثه لا يحوز إلا بإجازة بقية الورثة، فإن كان المقتل له وارث المريض وقت الإقرار وبقي وارثاً كذلك إلى أن مات المريض، فالإقرار باطل، وإن كان المقتل له وارثاً وقت الإقرار وخرج من أن يكون وارثاً بعد الإقرار وبقي كذلك حتى مات، بأن أقر لدببه وليس له ابن ثم حدث له ابن وبقي هذا الابن حياً إلى أن مات المريض، فالإقرار حائز، هكذا في المحيط، ۱۷۶/۴: ۱۷۶/۴۔ عالمگیری: ۱۷۶/۴ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المحمود لنگوئی، عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ، ۱۵/ جمادی الثانیہ/ ۱۴۲۳ھ۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱۷۶/۴، کتاب الإقرار، الباب السادس فی إقرار المريض، وشہدیہ)

(وگذا فی الدر المختار: ۳۸۳/۳، کتاب الطلاق، باب طلاق المريض، سعیدہ)

(وگذا فی البحر الرائق: ۲۵۶/۹، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلاث ماله، وشہدیہ)

(وگذا فی الہدایۃ: ۳۹۲/۲، کتاب الطلاق، باب طلاق المريض، شرکتہ علمیۃ ملتان)

(وگذا فی الفقہ الإسلامی وأدلئہ: ۵۷۷/۱۰، کتاب الوصایا، الفصل الثانی فی حکم ترعات

المريض ومرض الموت، وشہدیہ)

(۲) (راجع الحاشیۃ المنقذۃ آنفاً)

(۳) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱۷۶/۴، کتاب الإقرار، الباب السادس فی أقاریر المريض وأفعاله، وشہدیہ)

”وان أقر المريض لوارثه بمفرده أو مع أجنبي بعين أو دين، بطل إلا أن يصدق بقية الورثة =

عورت کا ارادہ تھا کہ اپنے کڑے مدرسہ میں دیدے اس کے انتقال پر شوہر کیا کرے؟

سوال (۱۹۵): زید کی بیوی کا انتقال ہو گیا وہ اپنے کڑے چنانی کے مدرسہ میں دینا چاہتی تھی۔ تو جس مدرسہ میں کلام پاک، اردو کی تعلیم ہو، لیکن بیرونی بچے قیہ و طعام والے نہ ہوں تو اس مدرسہ میں وہ چاندی وغیرہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور مسجد میں دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نکتہ یا صدق واجب نہیں، مدرسہ یا مسجد میں دینا درست ہے، قیہ و تنخواہ میں بھی خرچ کرنا صحیح ہے (۱)، ہاں! اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اس میں ناپائے کا حصہ نہ ہو اور جس پائے کا حصہ ہو وہ بھی، بخوشی مسجد یا مدرسہ میں دینے کی اجازت دیدے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ انعام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶ھ۔

== بعد موتہ ==۔ (الدر المختار: ۱۳/۵، کتاب الإقراء، باب إقرار المريض، سعید)

(و کذا فی خلاصة الفتاوی: ۱۳/۳، کتاب الإقراء، الفصل الثالث فی إقرار المريض، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۲۴۷/۷، کتاب الإقراء، فصل فی إقرار المريض، سعید)

(۱) "ولو أوصی أن يجعل أرضه مسجداً، يجوز بلا خلاف" ولو أوصی بثلث ماله لأعمال البر، ذکر فی فتاویٰ أبی الہلبی رحمہ اللہ تعالیٰ أن کل مالیس فیہ تملیک، فهو من أعمال البر، حتی يجوز صرفه إلى عمارة المسجد وسراجه دون تزینہ۔ وفي الفتاویٰ الخلاصة: ولو أوصی بالثلث فی وجوه الخیر، یصرف إلى القنطرة أو بناء المسجد أو طلبة العلم۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۹۷/۶، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الألفاظ التي تكون وصية والتي لا تكون وصية وما يجوز من الوصية وما لا يجوز، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصة الفتاوی: ۲۳۳/۳، کتاب الوصایا، الفصل الثانی فی الوصية مالکھارة، رشیدیہ)

(۲) "ونحوه بالثلث للأجنسی وإن لم یُجز الوارث ذلك لاثزیادة علیه، إلا أن تحیز ورثته بعد موتہ وهم

کبار۔ (الدر المختار: ۶۵۰/۶، کتاب الوصایا، سعید)

(و کذا فی خلاصة الفتاوی: ۲۲۳/۳، کتاب الوصایا، الفصل الأول فی، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۹۰/۶، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

الفصل الرابع فی استحقاق الإرث وعدمه

(استحقاق اور عدم استحقاق وراثت کا بیان)

حق وراثت موتِ مورث کے بعد ہوتا ہے

سوال (۹۷۲): زید موجود ہے، زید کی اولاد میں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں، لڑکیوں میں ایک حیات ہے اور ایک کا انتقال ہو چکا ہے۔ زید کی موجودگی میں سب جائیداد کی تقسیم زبردستی کرنے لگے ہیں، حالانکہ زید موجود ہے۔ شرعاً زید کی اولاد کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید جب تک زندہ ہے اپنی جائیداد کا خود مالک ہے، کسی وارث کا تحشیث وراثت کوئی حق نہیں (۱)۔ زید کا جب انتقال ہو جائے گا، اس وقت جو رثاء ہوں گے وہ حسب قواعد شرعیہ وارث ہوں گے، اس وقت مسئلہ دریافت کرنا (۲)، ابھی کسی کو زبردستی لینے کا حق نہیں (۳)۔ **فقط واللہ اعلم۔**

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۸۸ھ۔

(۱) "أما بيان الوقت الذي يجري فيه الإرث قال مشايخ بلخ: الإرث يثبت بعد موت المورث".

(الحق الرائق: ۳۶۳/۹، كتاب الفرائض، رشديه)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "وهل إرث الحي من الحي أم من الميت: أي قبل الموت في آخر جزء من أجزاء حياته؟ المعتمد الثاني". (الدر المختار).

"لأن التركة في الاصطلاح: ما تركة الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال". (رد المحتار: ۷/۷۵۸، ۷۵۹، كتاب الفرائض، سعيد)

(۲) "وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقة أو حكماً، ووجود وارثه عند موته حياً - والعلم بحجة إرثه". (رد المحتار: ۷/۷۵۸، كتاب الفرائض، سعيد)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَكُنُوا أَمْوَالِكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

حق میراث نہ لینے سے باطل نہیں ہوتا

سوال [۹۷۷]: خواہجہ کی تین لڑکیاں: ہندہ وغیرہ اور ایک لڑکا تھا۔ خواہجہ کا انتقال ہو گیا، ہندہ وغیرہ لڑکیاں اور باب اللہ لڑکا کو چھوڑ گیا۔ سارا ترکہ باب اللہ کے نام ہو گیا، لیکن اس کی بہنیں ہندہ وغیرہ نے اپنا حق نہیں لیا، حتیٰ کہ اپنے بھائی باب اللہ سے سب سے پہلے انتقال کر گئیں۔ بعدہ باب اللہ و لڑکیاں اور ایک لڑکا سرور کو چھوڑ کر انتقال کر گئے، باب اللہ کا سب ترکہ ان کے لڑکے سرور کے نام ہو گیا۔ بعدہ سرور بھی دو بہنیں اور ایک بیوی چھوڑ کر انتقال کر گئے، اب سرور کے ترکہ میں اس کی پھوپھیوں، ہندہ وغیرہ کے لڑکے حق کا دعویٰ کرتے ہیں۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ سرور کی پھوپھیوں، ہندہ وغیرہ نے جبکہ اپنے بھائی باب اللہ سے اپنی زندگی میں اپنا حق نہیں لیا اور باب اللہ کا سارا ترکہ ان کے لڑکے سرور کے نام ہو چکا ہے تو کیا پھوپھیوں کے مرجانے کے بعد بھی ان کا حق باقی ہے اور ان کے لڑکے شرماعصہ لے سکتے ہیں، اگر لے سکتے ہیں تو کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض نہ لینے سے وارث کی ملک مالی مورث سے زائل نہیں ہوتی (۱) البتہ اگر ہندہ وغیرہ نے باب اللہ

”عن ابی حرة الرقاشی عن عمہ رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”الا! لا تظلموا، الا! لا يحل مال امرئ الا بطيب نفس منه“. (مشکوٰۃ المصابیح: ۱/۲۵۵، کتاب البیوع، باب العصب والعاریۃ، الفصل الثانی، قدیمی)

”لا يجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنه ولا ولايته“ (الدرالمختار: ۶/۲۰۰، کتاب

العصب، سعید)

(وکذا فی شرح المحلۃ لسلم وستم ۶۱/۱، (رقم المادۃ: ۹۶)، المقالة الثانية فی بیان القواعد الفقہیۃ، مکتبه حنفیہ کوئٹہ)

(۱) ”لو قال وارث: ترکت حقی، لا یطیل حقه، إذ الملك لا یطیل بالترک“. (جامع القصولی:

۳۰/۲، الفصل الثامن والعشرون فی مسائل التركة والورثة والدين - اهـ، اسلامی کتب

خانہ، کراچی)

(وکذا فی ردالمحتار: ۵/۲۳۳-۲۳۵، باب اقرار المريض، فصل فی مسائل شتی، سعید)

کو اپنا حصہ ہیہ کر کے باقاعدہ قبضہ کرادیا تھا تب تو ہندہ کے ورثاء کو باب اللہ کے ورثاء سے اس کے لینے کا حق حاصل نہیں۔ اور اگر باقاعدہ ہیہ نہیں کیا تو پھر حق حاصل ہے (۱)۔ جس کی مقدار خوبہ کے انتقال سے اس وقت تک نام بنام موتی کی ترتیب اور ورثاء کی تفصیل معلوم ہونے پر تحریر کی جاسکتی ہے:

"لوقال الوارث: نرکت حقی، لم یبطل حقه؛ إذا المثلک لا یبطل بالترک". أشباه،

ص: ۲۳۹ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنوی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۷/۱۲/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ذی الحجہ ۵۷ھ۔

حصہ میراث پر قبضہ نہ کرنے سے میراث باطل نہیں ہوتی

سوال [۲۸۷]: ایک عورت فوت ہوئی، اس نے اپنے ورثاء میں والد و شوہر اور ایک لڑکی چھوڑی، ان ورثاء کے درمیان ترکہ متوفیہ ہر قسم پر وہ مصلحت خود تقسیم ہو گیا اور ہر وارث متوفیہ اپنے حصہ پر قابض ہو گیا، مگر والد متوفیہ اپنے حصوں پر قابض ہونے کے بعد جب اپنے حصہ مکان مسکونہ پر قابض ہونے لگا تو اس نے اپنی نواسی یعنی دختر متوفیہ کو کچھ رنجیدہ پایا، اس وجہ سے والد متوفیہ نے ترکہ مکان پر اپنا قبضہ اس وقت حاصل نہیں کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد دختر متوفیہ کا ابھی انتقال ہو گیا۔ اب والد متوفیہ مذکورہ بالا اپنے حصہ مکان پر قابض ہو سکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔

(۱) "یسملک الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك". (شرح المجملہ لسلیم

رستم باز: ۱/۳۷، (رقم المادة: ۸۶۱)، الباب الثالث فی احکام الہیۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۵/۶۹۰، ۶۹۱، کتاب الہیۃ، سعید)

(۲) (الأشاه والنظائر: ۳/۵۳، باب ما یقبل الإسقاط من الحقوق وما لا یقبل، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی جامع الفصولین: ۲/۳۰، الفصل الثامن والعشرون فی مسائل الفرکۃ والورثۃ والذین، اسلامی

کتب خانہ کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۱۲	عورت
شوہر	والد
۳	$\frac{2}{1} + \frac{1}{3}$
	لڑکی
	۶

شریعت کے موافق صورت مسئلہ میں تقسیم ترکہ اس طرح ہے کہ کل ۱۲/۱۳ سہام ہوں گے: تین شوہر کے، تین والد کے، چھ لڑکی کے (۱)۔ اس کے خلاف اگر کسی طرح صلح اور تقسیم ہوگئی اور سب ورعاً بالغ ہیں اور اس پر رضامند ہیں تو وہ تقسیم میراث نہیں، بلکہ مالی مشترک کی تقسیم ہے کہ فلاں چیز لڑکی کے لئے اور فلاں چیز شوہر اور فلاں چیز والد کے لئے، اس کے لئے سب کی رضامندی ضروری ہے (۲)۔ جب لڑکی رضامند نہیں اور تقسیم مذکور حکم حاکم سے نہیں ہوئی تو بروئے شریعت تقسیم کرنا چاہئے۔

اگر تقسیم کے وقت لڑکی رضامند تھی، بعد میں طبعی افسوس ہوا، اور والد نے دلداری کے لئے مکان پر قبضہ نہیں کیا، بلکہ لڑکی کو مستعار دیا تو اب اس پر قبضہ مانکا نہ درست ہے (۳)۔ اگر مستعار نہیں دیا تھا بلکہ جہ کر دیا

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنْ كَانَ لَهَا وَلَدٌ، فَلَكُمْ الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةِ يَوْصِيْنَ بِهَا أَوْ فِيمَا﴾ (سورة النساء: ۱۲)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا يُؤْتِيهِ لَکُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۲) قال العلامة طاهر بن عبد الرشید البخاری: "ولو كان في الميراث رقيق و غم و ثياب، فأقسموا و أحد بعضهم الرقيق و بعضهم الغم، جاز بالرأى". (خلاصة الفتاوى: ۳/ ۲۱۰، کتاب القسمة، الفصل الأول فيما يقسم و فيما لا يقسم، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/ ۲۶۸، الباب الخامس عشر فی صلح الورثة و الوصی فی المیراث، کتاب الصلح، رشیدیہ)

(۳) "و للعبء أن یسترذ العاریة منی شاء، سواء كانت العاریة مطلقاً أو مؤقتة، لأنها عب لازمہ" =

تھا، اور اس پر لڑکی کا قبضہ پہلے سے تھا تو وہ لڑکی کی ملک ہو چکا تھا اب اسے واپس لینا درست نہیں (۱)، بلکہ قانون شرع کے موافق اس میں میراث جاری ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد فخر، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۳/۷/۱۴۵۷ھ۔

پراویڈنٹ فنڈ کا ورثہ میں سے مستحق کون ہوگا؟

سوال (۱۹۷۲): وراثت کے بارے فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ مطلوب ہے، سید عبدالعلیم صاحب

مرحوم نے ۱۹/ اگست/ ۷۱ کو انتقال فرمایا، انہوں نے مندرجہ ذیل ورثاء چھوڑے:

مساءۃ بی بی ہاجرہ زوجہ متوفی، جمیلہ خاتون دختر متوفی، نسیمہ خاتون دختر متوفی، رشیدہ خاتون دختر متوفی، شوکت علی پسر متوفی۔

مرحوم ریلوے کے کارخانہ ملازم تھے، پراویڈنٹ فنڈ کے نام سے تنخواہ کا ایک جز و ہر ماہ وضع ہو کر جمع ہوتا رہتا ہے، اختتام ملازمت کا کل رقم جمع کنندہ کو ادا ہو جایا کرتی ہے، بصورت انتقال ملازم دوران ملازمت اس شخص کو ملتی ہے جسے وہ نامزد کر جائے، اس طرح جمع شدہ رقم نامزد شخص کو ادا کر کے محکمہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش

۱۰ (خلاصۃ الفتاویٰ: ۲۹۲/۳، کتاب العاریۃ، الفصل الثالث فی طلب العاریۃ وردھا، وشیدہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۶۷۷/۵، کتاب العاریۃ، سعید)

(و کذا فی شرح المجلۃ لسلم وستم باز: ۳۵۰/۱، (وقم المادۃ: ۸۱۳)، کتاب العاریۃ، الفصل الثانی،

مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۱) "من وهب لأصوله وفروعہ أو لأخیه أو أختہ أو لأولادہما أو لعمہ أو لعمتہ أو لحالہ أو لخالئہ شیئاً،

فلیس لہ الرجوع" (شرح المجلۃ لسلم وستم باز: ۳۷۶/۱، (وقم المادۃ: ۸۶۶)، کتاب الہبۃ، الباب

الثالث منہ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالیۃ السکریۃ: ۳۸۵/۳، کتاب الہبۃ، الباب الخامس فی الرجوع فی الہبۃ ویما

یمنع، وشیدہ)

(و کذا فی خلاصۃ الفتاویٰ: ۳۰۲/۳، کتاب الہبۃ، الفصل الثانی فی الرجوع فی الہبۃ، وشیدہ)

ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مرحوم نے باجرہ بی بی کا نام نامزدگی کے خاندان میں تحریر کیا تھا، چنانچہ باجرہ بی بی نے دس ہزار سے کچھ زائد رقم اس میں وصول کر لی اور اس کو اپنی ذاتی ملکیت تصور کرتی ہیں، متوفی نے یہ رقم نہ انہیں بہہ کی، نہ کسی اور مطالبہ میں دی، یہ رقم مرحوم کے قبضہ اور تصرف میں نہیں تھی۔

۱۔۔۔ ایسی صورت میں کیا وہ رقم متوفی کی ملکیت ہوگی، یا سب ورثاء اس میں حصہ رسدی کے

مستحق ہیں؟

۲۔ مسماۃ باجرہ بی بی نے متوفی کے انتقال کے بعد جب انہیں غسل و کفن کے بعد لٹایا گیا تو تمام حاضرین کے سامنے مہر معاف کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ معافی اس لئے درخواست کرتی تھیں کہ متوفی نے نہ اس کو سنا اور نہ قبول کیا، اس لئے وہ بارہ سین مہر بابت ہے۔

۳۔۔۔ مرحوم کی کچھ رقم ڈاکھانہ میں جمع تھی اور پندرہ سو روپیہ۔ جو بیک ڈرافٹ کی صورت میں تھا۔ نکل نہ سکتا، یہ پندرہ سو روپے حج کی درخواست کے ساتھ ڈرافٹ کی صورت میں کیا گیا تھا، درخواست کی نامظوری کے بعد ڈاکھانہ میں گیا اور درخواست دہندہ کا انتقال ہو گیا۔ یہ رقم تنہا باجرہ بی بی کو ملے گی یا ورثاء میں تقسیم ہوگی؟

۴۔۔۔۔۔ جمیلہ خاتون دختر متوفی اپنے شوہر فیض الرحیم صاحب کا غلی کے ساتھ لاہور میں ہیں، سیاسی حالات نا سازگار کے باعث آمدورفت فی الحال غیر ممکن ہے، وارث میں ان کا بھی وہی حق ہے جو دوسرے ورثاء کا۔ انھوں نے اپنی خالہ اور خالو کو لکھا کہ جب تقسیم ہو تو ان کا حصہ بھی الگ کر دیا جائے، چنانچہ ورثاء نمبر ایک و پانچ کے باوجود جمیلہ خاتون کے خالو۔ مسی مقبول صاحب۔ اس کے مؤید ہوئے اور انھوں نے چند بار اس کا اعادہ کیا مگر بعد میں ان کے خیالات تبدیل ہو گئے۔ دوران گفتگو انھوں نے فرمایا کہ:

۱۔ ”تحریر کا کیا اعتبار، ہو سکتا ہے کہ بھالے کی نوک پر جمیلہ سے یہ تحریر لکھوائی گئی

ہے، استقرار حق کے لئے انہیں خود آنا چاہئے۔

۲۔ جمیلہ کا حصہ ورثاء نمبر ایک کے ساتھ شامل رہے گا اور اسی کی سپردگی میں رہے

گا، اس لئے کہ وہی اس کا رجا بھائی ہونے کی حیثیت سے شرعاً اس کا مجاز ہے، دوسرے کسی

کو اس کا حق نہیں ہو پختا کہ اس کی سپردگی میں جمیلہ کا حصہ دیا جائے۔ نیز یہ کہ جب بھی

جمیلہ آئیں گی تو ورثاء نمبر ایک انہیں کچھ دے دلا کر راضی کر لے گا۔“

اس رائے کی تائید میں فتاویٰ عالمگیری کا حوالہ بھی دیا گیا۔

جلیلہ خاتون ماں اور بھائی سے اپنے حصہ کی طلب میں حصہ کا الگ نہ کیا جانا اور بھائی کے ساتھ اور ان کی سپردگی میں دینے پر اصرار، اس پر فتویٰ کی آڑ فسادیت پر مبنی ہے، جلیلہ خاتون کو اختیار ہونا چاہیے کہ وہ جسے پسند کریں ان کی سپردگی میں ان کا حصہ دیا جائے۔ ورثہ نمبر ایک کے دل میں یہ خدشہ ہے کہ اگر جلیلہ خاتون کا حصہ الگ کر دیا گیا تو وہ لازماً ان کے بڑے باپ اور خسر سید عبدالرحیم صاحب کی سپردگی میں چلا جائے گا، اس طرح ورثہ نمبر ایک اس سے محروم ہو جائیں گے، اس خدشہ کے دفعیہ کی یہ صورت بھی پیش کی گئی کہ جلیلہ خاتون کا حصہ الگ کر کے اس کی معقول قیمت ادا کر دی جائے تاکہ وہ رقم انہیں دیدی جائے، مگر اس پر بھی آمادہ نہیں ہے۔ براہ کرم جملہ امور کا واضح کاف جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... سید عبدالعلیم کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا۔

مسئلہ ۸ تصـ ۳۰				
سید عبدالعلیم				
زوجہ	ابن	بنت	بنت	بنت
ہاجرہ بی بی	شوکت علی	جلیلہ	نسیم	رشیدہ
$\frac{1}{5}$	۱۳	۷	۷	۷

بعد اداے حقوق حقدہ علی الارث ترکہ مرحوم چالیس سهام بنا کر چنانچہ سهام زوجہ (ہاجرہ بی بی) کو لیں گے (۱)۔ سات سات سهام ہر لڑکی کو ملیں گے، چودہ سهام لڑکے کو ملیں گے (۲)۔ مرحوم کی تنخواہ سے وضع (۱) جب میت کی اولاد موجود ہو تو زوجہ کو ثمن (آٹھواں حصہ) ملے گا اور مذکورہ صورت میں چالیس کا آٹھواں پانچ ہے، وہ اس کا حصہ ہے

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَهُنَّ الثَّمَنُ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) بیٹا اور بیٹیاں دونوں کر حصہ بن جاتے ہیں تو جتندہ ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثٰی﴾ کے بیٹے کو دو ہر اور بیٹیوں کو اکرا حصہ ملے گا

ہو کر جمع شدہ رقم بھی مرحوم کا ترکہ ہے (۱)۔ حائزہ نامزدگی میں کسی کا نام لکھا دینے سے یہ ہو کر اس کی ملک نہیں ہوگی (۲)۔ یہ شرعی وصیت بھی نہیں (۳)۔ پس باجرہ بی بی کا اسی رقم کو وصول کر کے تنہا اپنی ذات ملک تصور کرنا

== قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْرُسُوْا رِیْسَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَکُمْ اِلَیْهِمْ حَتّٰی یُخْرِجُوْکُمْ مِنْ دِیْنِهِمْ﴾ (سورۃ النساء: ۱۰۱)

(۱) "المدرس لو مات أو عزل فی أثناء السنۃ قبل مجئ الغلۃ وطهورها من الأرض، یعطى بقدر ما باشر، وبصیر میراثاً عنه کالآخر إذا مات فی أثناء المدة". (ردالمحتار ۳/۴۳۵، کتاب الوقف، مطلب فیما لو مات المدرس أو عزل قبل مجئ الغلۃ، سعید)

"کما أن أعیان المتوفی المتروکۃ عنه مشترکۃ بین ورثته علی حسب حصصهم، كذلك یکون الدین الذی له فی ذمۃ آخر مشترکاً بینهم علی قدر حصصهم" (شرح المحلۃ لسلم وستم باز: ۱/۶۱۰، (رقم المادۃ ۱۰۹۲)، کتاب الشرکۃ، الفصل الثالث فی الدیون المشترکۃ، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

"ترید دائن کے انتقال کے بعد وارث اپنے اپنے حصے کے لائق دین کا مطالبہ مدیان سے کر سکتے ہیں اور مدیون کا انتقال ہو جائے تو اس کے ترکہ میں سے دائن اپنے دین کا مطالبہ کر سکتا ہے"۔ (کشافیست المفتی، کتاب الدیون: ۱۳۸/۸، دارالاشاعت)

(۲) پراویٹ فنڈ چونکہ سب یکمشت نہیں ہوتا، اس وجہ سے اگر کوئی کسی کو یہہ کریں تو اس سے بھی ملک میں نہیں آتا، کیونکہ ملک کے لئے قبضہ شرط ہے اور یہاں قبضہ نہیں پایا جاتا:

"تستعقد الہیۃ بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل، لأنها من الشرعات، والضرع لا یتیم إلا بالقبض". (شرح المحلۃ لسلم وستم باز: ۱/۳۶۲، (رقم المادۃ ۸۳۷)، کتاب الہیۃ، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۵/۶۹۰، کتاب الہیۃ، سعید)

(۳) "(ہی [أی الوصیۃ] تملیک مضاف إلی ما بعد الموت) عیاناً کان أو دیناً". (الدر المختار مع

ردالمحتار، کتاب الوصایا: ۶/۶۳۸، سعید)

نقطہ ہے، اس میں سب ورثاء حسب تفصیل بالاشریک ہیں۔

۲۔ غسل وکفن کے وقت زوجہ متوفی نے مہر معاف کر دیا تو وہ معاف ہو گیا (۱)، اس کے لئے شوہر کا سننایا قبول کرنا ضروری نہیں۔

۳۔ یہ پندرہ سو کی رقم بھی مرحوم کا ترکہ ہے (۲)، تنہا ہجرہ بی بی بس کی مالک نہیں، حج کیسٹی سے واپس لے کر حصہ و مدد سب پر تقسیم کی جائے۔

۴۔ جبیلہ خاتون کا حصہ محفوظ رکھنا ضروری ہے، اس میں کسی وارث کو بلا اجازت جبیلہ خاتون تصرف کا حق نہیں (۳)، جبکہ حالات خراب ہونے کی وجہ سے وہاں سے آفاقی الحال دشوار ہے تو یہ مطالبہ کہ ان

(۱) "وَصَحَّ حَقُّهَا لَكِنَّهُ (أَيَّ حَقِّ الرُّوْحَةِ الْمَهْرِ) أَوْ بَعْضَهُ، قَبْلَ أَوَّلِهِ". (الدر المختار: ۱۱۳/۳، کتاب النکاح، باب المہر، معبد)

(و کذا فی الہدایہ: ۳۲۵/۲، کتاب النکاح، باب المہر، شرکۃ علمیہ ملتان)

(۲) "المدرس لو مات أو عزل فی أثناء السَّنَةِ قَبْلَ مَجِيءِ الْعِلَّةِ وَظَهَرَ هَا مِنْ الْأَرْضِ، يُعْطَى بِقَدْرِ مَا بَاشَرَ، وَبِصِيرٍ مِيرَاثًا عَنْهُ كَالْأَجِيرِ إِذَا مَاتَ فِي أَثْنَاءِ الْمَدَّةِ". (رد المحتار: ۳۳۵/۴۰، کتاب الوفق، مطلب فیما لو مات المدرس أو عزل قَبْلَ مَجِيءِ الْعِلَّةِ، معبد)

"كَمَا أَنَّ أَعْيَانَ الْمُعْطَى فِي الْمَرْوُكَةِ عَنْهُ مَشْرُوكَةٌ بَيْنَ وَرَثَتِهِ عَلَى حَسَبِ حَصَصِهِمْ، كَذَلِكَ يَكُونُ الدَّيْنُ الَّذِي لَهُ فِي ذِمَّةِ آخِرٍ مَشْرُوكًا بَيْنَهُمْ عَلَى قَدْرِ حَصَصِهِمْ" (شرح المحلّٰة لسلیم رستم باز: ۶۱۰/۱، (رقم المادة: ۱۰۹۲)، کتاب الشریکۃ، الفصل الثالث فی الدیون المشرکۃ، مکتبہ حقیقہ، کوئٹہ)

"زید دائن کے انتقال کے بعد وارث اپنے اپنے حصے کے دائن دین کا مطالبہ دیون سے کر سکتے ہیں اور دیون کا انتقال ہو جائے تو اس کے ترکہ میں سے دائن اپنے دین کا مطالبہ کر سکتا ہے۔" (کفایست المغنی، کتاب الدیون: ۱۳۸/۸، دارالاشاعت)

(۳) "مَشْرُوكَةُ الْأَمْوَالِ الْعَيْنِ يَرِثُهَا وَجَلَانُ أَوْ بَشَرَانِهَا، فَلَا يَحُوزُ لِأَحَدِهِمَا أَنْ يَنْصَرِفَ فِي نَصَبِ الْآخَرِ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي نَصَبِ صَاحِبِهِ كَالْأَجْنِيِّ". (الہدایہ: ۲۲۳/۳، کتاب الشریکۃ، طبع شرکۃ علمیہ ملتان)

کو خود آنا چاہئے بے محل اور بھل ہے، خاندان والے اہل دیانت اور اہل الرائے جس کے پاس رہنے سے اس کی حفاظت تصور کریں، یا اس کے پاس محفوظ کر کے جیلہ مطلقہ کر دیں۔ پھر اگر وہ کسی کو خود نامزد کر دے تو اس کی سپردگی میں دیدیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

پراویڈنٹ فنڈ کا مستحق انتقال ملازم کے بعد کون ہے؟

سوال [۳۰، ۹۷]: زید ایک اسکول کا ملازم تھا، اس کا کچھ روپیہ پراویڈنٹ فنڈ میں کٹ کر جمع ہے، انہوں نے اپنا لائف انشورنس بھی کروایا تھا جو سرکاری ملازموں کے لئے ضروری ہے، اور روپیہ پانے کی جگہ صرف اپنے لڑکے عمر کا نام درج کروایا۔ نیز زید نے اپنا روپیہ پہلی بیوی عائشہ کے نام بینک میں جمع کیا اور پاس بک لا کر عائشہ کے حوالہ کر دی اور کچھ روپیہ دوسری بیوی شاکرہ کے نام جمع کئے، لیکن پاس بک حوالہ نہ کیا، بلکہ اپنے ہی پاس رکھا۔ اب چند ماہ ہوئے زید کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے اپنے وارثوں میں دو بیویوں: عائشہ اور شاکرہ اور دو لڑکے: عمر و بکرا تین لڑکیوں کو چھوڑا۔

اب چند امور استفسار طلب ہیں:

(الف): پراویڈنٹ فنڈ والا روپیہ تمام وارثوں کو حصہ شرعی ملے گا، اگر ملے گا تو کیوں، یا حکومت جس

وارث کو چاہے دیدے؟

(ب): لائف انشورنس والا روپیہ صرف بڑے لڑکے عمر کو ملے یا تمام وارثوں کو؟

(ج): دونوں بیویوں کے نام جو بینک ٹیلنس جمع ہے، کیا وہ ہبہ نہیں، اگر ہبہ نہیں تو کیوں؟

== (وگذا فی شرح المجملۃ لسلمیہ رستم باز: ۶۰۱/۱۔ (رقم المادۃ: ۱۰۷۵)، کتاب الشریکۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۱) "حصۃ أحد الشریکین فی حکم الودیعة فی بد الآخر". (شرح المجملۃ لسلمیہ رستم باز: ۶۰۸/۱، (رقم المادۃ: ۱۰۹۸)، کتاب الشریکۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

"أما حکمہا فحوب الحفظ علی المودع وصیورۃ المال أمانة فی یدہ ووجوب أدائہ عند

طلب مالکہ". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۳۳۸۔ کتاب الودیعة، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف): ملازم کی کارکردگی کی اجرت کا جز جو کہ جمع کر لیا جاتا ہے وہ ملازم کا ذین ہے، اس پر مرضی رقم زائد ملتی ہے وہ اسی کا انعام ہے، گو کہ اس پر ابھی ملازم کی ملک حاصل نہیں ہوئی، لیکن اس کا اصل مستحق ملازم ہی ہے، ملازمت ختم ہونے پر وہ اس کو وصول کر سکتا ہے، اگر اس سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا تو ورثاء پر حصہ شرعی اس کی بھی تقسیم ہوگی (۱)۔ تاہم انعام دینے والا چونکہ ابھی تک اپنے انعام کا مالک ہے، وہ اگر ملازم کی کارکردگی کا انعام اس کے کسی مخصوص وارث کو دینا چاہے تو اس کو حق ہے۔

(ب): بخش اتنی بات سے وہ روپیہ بڑے لڑکے عمر کی ملک نہیں ہوا، کیونکہ اس میں "تملیک الدین ممن لیس علیہ الدین" ہے (۲)۔ ہاں اگر عمر کو روپیہ دے کر بطور ہبہ مالک بنادیتا، پھر اس کی طرف سے وکیل ہو کر جمع کرتا تو دوسری بات تھی (۳)۔ اب تو وہ سب ورثاء کا حق ہے، لیکن اصل جمع کردہ رقم سے جو رقم زائد ملے

(۱) "وتفسخ الإجارة بموت أحد المتعاقدين: أي أحد من الآجر والمستأجر، وأن المنافع والأجرة صارت ملكاً للورثة، والعقد السابق لم يوجد منهم، فيتقضى." (مجمع الأنهر: ۵۵۹/۳، باب فسخ الإجارة، مکتبہ غفریہ کوئٹہ)

"المدرس لومات أو عزل في أثناء السنة قبل مجي الغلة وظهورها من الأرض، يعطى بقدر ما باشر، ويصير ميراثاً عنه كالأجير إذا مات في أثناء المدة." (رد المحتار: ۳۳۵/۳، کتاب الوقف، فصل یراعی شرط الواقف فی إجارته، معید)

(و کذا فی فتح القدیر: ۱۴۵/۹، کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مصطفى البابی الحلبي مصر)
(۲) "أحد الورثة لو قبض شيئاً من بقية الورثة وأبرأ من الورثة وفي الورثة ديون على الناس إن كان مراده البرأ من قدر حصته من الدين، صح. وإن كان مراده تملك حصته من الورثة، لا يصح؛ لأنه تملك الدين من غير من عليه الدين." (تنقيح الفتاوى الحامدية: ۲۳۹/۲، کتاب المداينات، مکتبہ میمنیہ مصر)

(۳) "يملك الموهوب له الموهوب بالقبض." (شرح المحلة لسليم رستم ناز: ۱۰۷/۳، رقم المادة: ۸۶۱)، الباب الثاني في أحكام الهبة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

اس بوصقہ کریں (۱)۔

(ج) بیہ کے لئے مویہوب لہ کا قبضہ کرادینا لازم ہوتا ہے، یہاں ایسا نہیں ہوا، اس لئے یہ بیہ تمام نہیں، پاس بک لاکر حوالہ کر دینے سے قبضہ نہیں ہو گیا، بلکہ بیع شدہ روپیہ کے وصول کرنے کا حق ہو گیا (۲) وصول کرنے سے پہلے وہ روپیہ اصل مالک کا ہے اور انتقال کے بعد ورثاء مستحق ہیں، وہذا کہنہ ظاہر۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد بن غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۸/۳/۸۹ھ۔

مدرس کے انتقال کے بعد اس کی بقیہ یا تنخواہ کا مستحق اس کا بڑا لڑکا ہو گا یا سب اولاد؟

سوال [۱۹۷۳]: قصبہ کیرانہ میں ایک مدرسہ قرآن پاک کی تعلیم کا عرصہ سے قائم ہے، اس کا خرچ وقف جامع سے نہیں دیا جاتا ہے، بلکہ ایک صاحب خیر نے کچھ اراضی خرید کر کے مدرسہ کے نام وقف کی، مگر وہ آمدنی بہت قلیل ہے، مدرسہ کا خرچ کچھ بچوں کی فیس اور اہل خیر کے چندہ سے پورا کیا جاتا ہے۔ بعض وجوہ کی بنا پر مولوی مسیح الزماں نے جو اس مدرسہ کے مہتمم تھے۔ استعفیٰ دیدیا، اور مولوی خالد صاحب جو چ مع مسجد کے جمعہ کے امام ہیں، وہ اس کے کارکن اور متولی ہو گئے۔

(۱) "لو مات الرجل وکسبه من بیع المذاق أو الظلم أو أخذ الرشوة، یورع الورثة ولا یأخذون منه شیئاً، وهو أولى، ویردونها علی أربابها ان عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبیل الکسب الحیث التصدیق إذا تعدل الرد علی صاحبہ"۔ (رد المحتار: ۳۸۵/۶، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، سعید)
(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۳۹/۵، کتاب الزکوة، الباب الخامس فی الکسب، رشیدیہ)
(۲) "تسعد الهیة بالإیحاب والقبول، وتتم بالقیض الکامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا یتیم إلا بالقیض"۔ (شرح المسحولة لسلیم رسمم ساز: ۳۶۲/۱، (رقم المادۃ: ۸۳)، کتاب الهیة، مکنتہ حقیہ، کوئٹہ)

"وتتم الهیة بالقیض الکامل"۔ (الدر المختار: ۶۹۰/۵، کتاب الهیة، سعید)

"ومنها أن یكون الموهوب مقبوضاً حتی لا یتیم الملک للموهوب له قبل القیض"۔ (الفتاویٰ

العالمگیریہ: ۳۳۳/۳، کتاب الهیة، الباب الأول، رشیدیہ)

جس وقت مولوی صاحب موصوف نے استعفیٰ دیا، مدرسین کی تنخواہوں کا حساب باقی تھا، حافظ رحمت اللہ صاحب مدرس اول کی تنخواہ قریب گیارہ ماہ کی باقی تھی، جس میں ان کو مبلغ فیس ماہانہ اور چندہ ماہانہ کی رقم وصول تھی، اور بقیہ بعد وصول چندہ و فیس باقی تھی، و تحفظ کسی رقم پر نہیں تھے۔ حافظ رحمت اللہ صاحب مدرس اول کا انتقال ہو گیا، ان کی جگہ حافظ حنیف ان کا بڑا لڑکا مدرس ہو گیا، یہ بڑا لڑکا حالات حیات میں اپنے والد حافظ رحمت اللہ کی جگہ اکثر کام کرتا تھا، اور بقول مولوی خالد صاحب ایک زمانہ میں اس بڑے لڑکے نے گیارہ بارہ ماہ تک حافظ رحمت اللہ کی جگہ مدرسہ کا کام کیا، اور اس لڑکے کے ساتھ حافظ صاحب مذکور کا رہن بہن کھانا پینا تا حیات رہا۔

جب مولوی صاحب نے اہتمام سے استعفیٰ دیا ہے تو اس میں یہ بات طے ہو گئی کہ استعفیٰ تک جو تنخواہیں مدرسین کی بھائی ہیں ان کی ادائیگی کی ذمہ داری مولوی صاحب پر ہے، اور بعد ازاں مولوی خالد صاحب مولوی صاحب اب اس بھائی تنخواہ کو ادا کرنا چاہتے ہیں۔ حافظ رحمت اللہ فوت شدہ کے علاوہ حافظ حنیف کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی بقید حیات ہیں، گھرانہ دونوں کا حافظ رحمت اللہ مرحوم کے ساتھ رہن بہن کا کوئی تعلق نہیں ہوا۔ مولوی خالد صاحب کا کہنا ہے کہ اس بھائی رقم کا مستحق ہو جو ہالا حافظ حنیف ہے جو اب ان کی جگہ مدرس ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس بھائی تنخواہ کے وارث تینوں یعنی بڑا لڑکا اور چھوٹا لڑکا اور لڑکی ہیں، یا صرف بڑے لڑکے کو یہ بھائی رقم دیدی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بھائی تنخواہ حافظ صاحب مرحوم کا ترکہ ہے، جملہ ورثاء حسب حصص شرعیہ اس کے مستحق ہیں، تنہا بڑا لڑکا پوری تنخواہ کا حقدار نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۶۲ھ۔

(۱) "کم یقسم المال فی بین وولہ: آی الذین ثبت إرثہم بالکتاب أو السنۃ۔۔۔ وبسحق الإرث مرحوم

ونکاح وولاء" (الدر المختار: ۶/۶۱، ۷۶۲۔ کتاب الفرائض، معید)

(و کذا فی مجمع الانہر: ۳/۳۹۵، کتاب الفرائض، مکتبہ غفرارہ کوئٹہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۷/۷۳، کتاب الفرائض، مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

غیر شادی شدہ لڑکا شادی کا خرچ میراث سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال [۹۷۳۲]: ایک شخص مکی زید کا انتقال ہوا، مرحوم نے اپنے ہنس پشت ایک بیوی اور ایک خواہر حقیقی اور پانچ لڑکیاں اور دو لڑکے وارث چھوڑے۔ از روئے شرع شریف بیوی اور خواہر اور اولاد و کور و اثاث کو وراثت سے قروا فردا کس قدر حصہ ملے گا؟ مرحوم نے اپنی حیات میں پانچ لڑکیوں اور ایک لڑکے کی شادی اپنے حصے سے کی تھی، ایک لڑکا بے شادی شدہ ہے تو اس بے شادی شدہ لڑکے کو علاوہ حصہ کے شادی کا حصہ بھی باپ کی ملک سے علیحدہ شرعاً ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بشرط صحت سوال و بعد موانع ارث و بعد ادائے دین میت و میر زوجہ و عقیقہ و صایا (۱) زید کے کل ترکہ کو بہتر سهام پر تقسیم کیا جاوے گا اور ہر وارث اپنے حصہ کا بقدر استحقاق مستحق ہوگا (۲)۔ اور بے شادی شدہ لڑکے کو علاوہ حصہ میراث کے باپ کے ترکہ سے شرعاً شادی کا حصہ نہیں ملے گا (۳)۔

فَقَسَمَ بَيْنَهُمْ وَرَثَتَهُ

مسئلہ ۸ حصہ ۷۲

زوجہ	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	اخت حقیقی
۱/۹	۱۳	۱۳	۷	۷	۷	۷	۷	محرور

(۱) "بہداً من لركة الخالية عن تعلق حق العبر بتحيزه، ثم تقدم ديونہ التي لها مطالب من جهة العباد، ثم تقدم وصيته من ثلث مانفی، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (الدر المختار: ۵۹۹/۶ - ۶۰۱، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی الشریفۃ، ص: ۳ - ۷، سعید)

(۲) "و يستحق الإرث برحم ونكاح وولاء، فيبدأ بذوى الفروض، ثم بالعصات - اهـ -"

(الدر المختار: ۶۲/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳۶۵/۹، کتاب الفرائض، و شیدہ)

(۳) قال الله تبارک و تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ (سورة النساء: ۱۲) =

فیظ والہذا علم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۲۷/۱۲/۵۱ھ۔

صحیح: بندہ عبد الرحمن غفرلہ، ۲۷/۱۲/۵۱ھ۔

رخصتی سے پہلے انتقال ہو جائے تو مہر اور وراثت پوری پوری ملے گی

سوال (۹۷۳): ایک نابالغ لڑکی کا نکاح وکیل و گواہوں کی موجودگی میں حسب روئے شرع شریف اور دلہا کی جانب سے کچھ کپڑا اور سونا بھی دوہن کو دیا گیا، لیکن خطبہ نکاح نہیں پڑھایا گیا۔ نیز جائین اولیاء کی طرف سے قرار پایا کہ رخصتی آٹھ ماہ بعد ہوگی، بقضائے اٹنی شوہر کا ۸/۸ ماہ کے بعد انتقال ہو گیا، اب تک بیوی سے ایک بار بھی غلوٹ صحیح نہیں ہوئی تھی۔ لہذا سوال ہے کہ عورت کس قدر مہر کی مستحق ہے، نیز جائیداد منقولہ وغیرہ ترکہ شوہر سے حصہ پائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں نکاح صحیح ہو گیا، کیونکہ خطبہ پڑھنا نکاح کے لئے مندوب ہے فرض نہیں:

"ويندب إعلانہ وتقديہم خطبۃ، ۱۱۔" در علی الشامی: ۲/۴۲۸ (۱)۔

اور لڑکی مہر مقررہ کی مستحق ہوگی:

"ومن سبی مہراً عشرةً فما زاد، فعليه المسمى إن دخل بها أو مات عنها؛ لأنه بالدخول يتحقق تسليم المثل، وبه يتأكد البذل، والموت يتهيئ النكاح نهائيه، والشئ بانتهاه ينقرر ويتأكد، فينقرر بجميع مواجبه". ہدایہ: ۲/۴۰۳ (۲)۔

= وقال الله تعالى: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْإُنثَىٰ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۱) (الدر المختار: ۸/۳، کتاب النکاح، سعید)

(و کذا: فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۳۱، کتاب النکاح، فصل فی شرائط النکاح، رشیدیہ)

(۲) (الہدایۃ: ۲/۳۲۳، کتاب النکاح، باب المہر، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

"ويحب الأكثر منها إن = عند وطء أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما" =

”اور میراث کی بھی مستحق ہوئی:

فقال الکمال فی الفتح: ۴۳۸/۲: ”(قوله: والنشیء بانتهائه بتقرر)؛ لأن انتهائه عبارة عن وجوده بتمامه، فيستعقب مواجهه النعمان إنزائهما من النهر والإرث والنسب، الخ“ (۱)۔

وینحقیق الإرث برحمہ ونکاح صحیح ولو بلا وطیخ ولا حلوة إجماعاً۔ شامی
۸/۶۶۶ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد کنگوی، ۲۳/ ذی الحجہ ۱۴۵۱ھ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمن غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

دادا اور مربی کے مال میں حق

سوال [۹۷۳۴]: شیخ عبدالکریم نے انتقال کیا اور سسی عبدالشکور ایک لڑکا چھوڑا اور اپنی بیوی اور ایک لڑکی مسماۃ شافعد کو۔ شیخ مرحوم کے انتقال کے بعد ہی ان کے والد شیخ عبدالقادر بھی بیمار پڑے، جب بظاہر نہجئے کی کوئی علامت معلوم نہ ہوئی تو محلہ کے چند بزرگوں مثلاً: مولوی عبدالعالی مرحوم، شیخ خان محمد مرحوم، حاجی نور محمد مرحوم اور شیخ محمد عثمان۔ جو اب بھی بقیہ حیات ہیں۔ نے عبدالشکور کے واسطے سفارش کی کہ آپ کے لڑکے عبدالکریم کا انتقال ہو چکا ہے، آپ ان کے لڑکے عبدالشکور کے متعلق کیا کہتے ہیں جو بوجہ والد کے انتقال کے محبوب اور محروم رہے، تو جواب میں بولنے کی معذوری کی وجہ سے تینوں انگلیاں اٹھا کر اس کا اشارہ کیا کہ تینوں (یعنی لڑکا محمد نعیم اور لڑکا عبدالحمید اور عبدالشکور پوتا) برابر برابر ہیں۔

اس کے بعد عبدالقادر نے انتقال کیا اور ان کے ترکہ جائیداد کو وصیت کے مطابق عبدالحمید، محمد نعیم اور عبدالشکور نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ باپ دادا دونوں کے انتقال، اور متروکہ جائیداد کے وصیت کے مطابق تقسیم

۱= (الدر المختار، ۱۰۲/۳، کتاب النکاح، باب المهر، سعید)

(۱) (فتح القدیر، ۳۲۲/۳، کتاب النکاح، باب المهر، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۲) (رد المحتار، ۷۶۴/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۳۷/۲، کتاب الفرائض، الباب الأول، وشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، ۳۶۵/۹، کتاب الفرائض، وشیدیہ)

ہو جانے کے بعد عرصہ ڈیڑھ دو ماہ کے بعد انکرم مرحوم کے ایک لڑکا مسمیٰ محمد پیدا ہوا، چونکہ باپ دادا دونوں کے انتقال کے بعد محمد کی پیدائش ہوئی تھی اس لئے ان کی پرورش اور جملہ ضروریات کی تمام ذمہ داری عبدالشکور کے ذمہ رہی، عبدالشکور ان کی جملہ ضروریات کو پوری کرتے رہے۔

عبدالشکور کو جو رقم بذریعہ وصیت ترکہ میں ملی اس سے کاروبار کرنے لگے اور اپنے دست بازو سے کمائے ہوئے سرمایہ سے اپنے اہل و عیال اور نیز محمد کی پرورش اور نگہداشت کرتے رہے، ان کی متعدد شادیاں بھی کیں۔ محمد جب کام سیکھنے کے قابل ہوئے تو استطاعت کے مطابق وہ بھی عبدالشکور کا ہاتھ بٹاتے رہے اور کام کاج کرتے رہے، اس طرح سے محمد، عبدالشکور کے ہمراہ عرصہ دراز تک رہے اور عبدالشکور ان کی جملہ ضروریات زندگی کو پوری کرتے رہے۔ اب عرصہ پانچ چھ سال سے محمد، عبدالشکور سے الگ رہنے لگے ہیں اور اپنے حق شرعی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

لہذا مذکورہ بالا حالات کی روشنی میں حسب ذیل سوالات کے جوابات بیان فرمائے جائیں:

۱..... جب کہ محمد اپنے باپ دادا دونوں کے انتقال کے بعد پیدا ہوئے تو محمد کا وصیت میں کوئی حق شرعی ہوتا ہے یا نہیں، اگر ہوتا ہے تو کتنا اور کیونکہ، اور اگر نہیں تو کیونکر؟

۲..... عبدالشکور نے جو کاروبار کیا اور جائیداد فراہم کی اس میں بحالہ مذکورہ محمد کا کوئی حق شرعی ہوتا ہے یا نہیں، اگر ہوتا ہے تو کتنا اور کیونکر، اور اگر نہیں ہوتا ہے تو بھی کیونکر؟ مدلل اور واضح بیان فرمایا جائے؟

بینوا تو جرو؟

نیازمند: محمد مصطفیٰ اعظمی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اگر شیخ عبدالقادر جب ہی بولنے سے معذور ہوئے اور زبان بند ہوئی تھی تو اس وصیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، بلکہ حسب ضابطہ علم فرائض میراث تقسیم ہوگی۔ اگر زبان بند ہوئے دیر ہو چکی تھی اور اپنے مقصد کو اشارت ہی سے سمجھا تھے اور پاس رہنے والے اشاروں کو سمجھتے تھے تو شرعاً ان کی وصیت معتبر ہوگی (۱) اور محمد

(۱) "ولا من معتقل اللسان بالإشارة إلا إذا امتدت عقله حتى صارت له إشارة معهودة، فهو كآخرس

وقيل: إن امتدت لموته، جاز إقراره بالإشارة والإشهاد عليه، وكان كآخرس، قالوا: وعليه الفتوى" =

بوقت وصیت پیدا نہیں ہوا تھا، نہ اس کے حق میں کوئی وصیت کی، وصیت کی رو سے کوئی استحقاق نہیں

”إيماء الآخرس وكتابه كالبيان باللسان، بخلاف معتقل اللسان في وصية ومكاح وطلاق وبيع وشراء وقود وغيرها من الأحكام: أي إيماء الآخرس فيما ذكر معتبر، ومنه معتقل اللسان إن علمت إشارته وامتدت عقلته، به يقتضيه، اه“۔ در مختار۔ ”(فوله: نه يقتضيه) هو رواية عن الإمام، ومقابلته ما في الكفاية عن الإمام الثمري تاشي تقديره بسنة، اه“۔
شامی: ۵/۶۴۵ (۱)۔

۲ جبکہ اصل سرمایہ عبدالشکور کا ہے اور اس نے ہی محمد کی پرورش کی ہے اور پھر بعد میں محمد نے عبدالشکور کی پرورش وغیرہ میں خرچ کیا ہے (۲)، اس کے عوض میں محمد نے عبدالشکور کی اعانت کی ہے، لہذا محمد کو مطالبہ کا حق نہیں۔ عبدالشکور اگر از خود کچھ دیدے تو تبرع اور احسان سمجھ کر قبول کر لینا چاہیے، جیسا کہ باپ کوئی کاروبار کرے اور بیٹا اس کا ہاتھ بٹائے تو وہ سب باپ کی ملک ہوتا ہے:

”الأب وإنه يكتسب في صفة واحدة ولم يكن لهما شيء، فالكسب كله للأب“

=(الدر المختار: ۶/۶۵۷، کتاب الوصایا، سعید)

(و کذا فی الفضائی العالمگیریہ: ۶/۱۰۹، کتاب الوصایا، الباب الرابع، فصل فی اعتبار حالة الوصية، رشیدیہ)

(و کذا فی البزازیة علی هامش الفضائی العالمگیریہ: ۶/۳۵۳، کتاب الوصایا، بوع فی تصرف المریض، رشیدیہ)

(۱) (رد المحتار: ۶/۷۳۸، کتاب الوصایا، مسائل شعی، سعید)

(۲) قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالى: ”ولو أنفق علی عبد متترك أو أدى حراج كرم مشترك، فهو متطوع الكل“۔ (الدر المختار)۔

”وذكر قبله في فن أو زرع بينهما، فغاب أحدهما وأنفق الآخر، يكون مشتركاً“

(رد المحتار: ۳/۳۳۲، کتاب الشركة، مطلب مهم فيما إذا امتنع الشريك من العمارة والإنفاق في المشترك، سعید)

کسان الامن فی عیالہ، لکونہ معیناً لہ، ألا تری لو عرس شجرۃً تكون للاب، اھ۔ شامی: ۸۳/۴ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد ونگوئی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۱۷/رجب/۱۴۰۷ھ۔

غائب غیر مفقود کا حصہ وراثت

سوال [۹۷۵]: شجاعت علی خان مرحوم کے تین لڑکے: حلیم خاں، سلیم خاں، نعیم خاں ہیں۔ حلیم خان ۱۹۴۳ء میں گھر سے چلے گئے تلاشِ معاش کے سلسلہ میں، ۱۹۵۲ء میں معلوم ہوا کہ حلیم خان مونگیر جیل میں ہیں، چنانچہ اس کے ملاقاتی ایک جیل کے سپاہی نے حلیہ بھی بتلادیا، لیکن کوششِ یلغ کے باوجود حلیم خان سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ اس درمیان شجاعت علی خان مرحوم نے اپنے بیٹے سلیم خان اور نعیم خان کے ساتھ مل کر جائیداد بڑھائی اور کل جائیداد مرحوم نے اپنے نام رکھی۔ بعدہ شجاعت علی خان مرحوم ۱۹۵۶ء میں انتقال کر گئے۔

اب سوال یہ ہے کہ مرحوم کی جائیداد میں مفقود و اٹھر حلیم خان کا حصہ ہوگا یا نہیں؟ حلیم خان کی بیوی اور ایک لڑکا موجود ہے جو اپنے باپ حلیم خان کا حصہ چاہتا ہے، کیونکہ شجاعت علی خان مرحوم کی جائیداد سے ان کی بیوی اور ان کے دوسرے لڑکے سلیم خان اور نعیم خان قائمہ اٹھارہ ہیں۔ لہذا دریافت یہ ہے کہ شجاعت علی خان مرحوم کی جائیداد سے کس کا کیا حصہ ہوگا؟

الجواب حامداً و مصلياً:

جبکہ حلیم خان کا مونگیر جیل میں ہونا معلوم ہے تو اس کو مفقود و اٹھر قرار نہیں دیا جائے گا (۲)، بلکہ سلیم

(۱) (رد المحتار: ۳۲۵/۳، کتاب الشركة، فصل فی الشركة الفامدة، سعید)

(و کذا فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة: ۲/۱، کتاب الدعوی، مطلب: ما اکسبه الا ان یکون لأبیہ، مکتبہ مہمبۃ مصر)

(۲) "المفقود هو غائب لم یدر أحي هو فیتوقع، ثم میت"۔ (الدر المختار)۔ "قولہ: هو غائب" أفاد أن قول الکثر: هو غائب لم یدر موضعه، معناه: لم تدبر حیاته ولا موته۔ قال فی البحر: فالمدار إنما هو علی الجہل بحیاته وموته لا علی الجہل بمکانہ قلت: الظاهر أن علم المکان يستلزم العلم بالموت =

ایسے نالائقوں کو حق نہیں ملنا چاہیے، یہ کہہ کر انکار کر دیا، گویا زنان کے نزدیک مانع ارث ہے۔ دریاقت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعہ ازروئے شرع زنانع ارث ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنانہ کبیرہ ہے (۱)، لیکن لڑکی اس کی وجہ سے اپنے والد کے ترکہ سے محروم نہیں کی جائے گی (۲)، جو لوگ اس کا حق نہیں دیتے ہیں وہ غاصب و ظالم ہیں، اس کا وبال دنیا و آخرت دونوں جگہ ہوگا (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۹۱ھ۔

کیا پاگل کی بیوی کو میراث ملے گی؟

سوال (۹۷۳): ۱..... مجنون اور پاگل شخص کو اس کے والد مرحوم کی جائیداد میں حصہ ملے گا یا نہیں؟

اس پاگل شخص کا انتقال باپ کے بعد گرماں کی موجودگی میں ہوا ہے۔

۲..... مطلقہ بیوی نے اپنے شوہر پر مقدمہ دائر کیا، شوہر کے بھائی نے صلح کر کے مقدمہ واپس کرا دیا اور

مطلقہ کو پاگل شوہر کی جائیداد سے سارے تین آند کا حصہ دیدیا، یہ دکلاء کی رائے سے دیا گیا اور اس لئے دیا تاکہ

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَ إِذَا كَانَ فَا حِشَةً وَمَاءً سَبِيلاً﴾ (سورۃ الإسراء: ۳۲)

(۲) اس لئے کہ زنانع ارث میں سے نہیں ہے۔

”الموانع من الإرث أربعة: الرق والقتل واختلاف الدين، واختلاف

الدارين“۔ (السراجی، ص: ۴: ط: سعید)

(و کذا فی الذر المختار: ۶/۶۷۷، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۵۳، کتاب الفرائض، الباب الخامس فی الموانع، رشیدیہ)

(۳) ”عن أبی حرة الرقاشی عن عمه رضی اللہ تعالیٰ عنہ، أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه“۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی، ۳/۳۸۷، رقم الحدیث۔

۵۳۹۲)، باب شعب الإيمان، دار الکتب العلمیہ بیروت)

”لیس لأحد أن یأخذ مال غیره بلا سبب شرعی“۔ (شرح المجملہ لسلم و ستم نار: ۱/۶۲،

رقم المادة: ۹۷)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

آئندہ کوئی جھگڑا نہ رہے، مگر اس کے باوجود مطلقہ بیوی اب پھر مطالبہ کر رہی ہے اور کورٹ میں کر رہی ہے۔ کیا کورٹ کا کیا ہونا فیصلہ ٹھیک اور درست ہو سکتا ہے؟

۳۔ کورٹ کو اسلامی (لاء) قانون کے خلاف فیصلہ کرنے کا حق ہے، کیا اس فیصلہ پر عمل کیا جائے خصوصاً مسلمانوں کو؟ فقط۔

سلطان احمد، ڈی این مرچنٹ، ٹرنک روڈ، رانچور (اے پی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔۔۔ جنوں موافق ارٹ میں سے نہیں ہے (۱)، حسب قانون شرع مجنون بھی اپنے والد مرحوم کے ترکہ سے حصہ میراث پائے گا (۲)۔

۲۔۔۔ مرحوم کی اولاد موجود ہے، اگر مرحوم نے مرض الوفا میں طلاق دی تھی تو یہ وہ مطلقہ کو ترکہ مرحوم سے بعد اوائے دین مہر و غیرہ آٹھواں حصہ ملے گا ۱/۸، جبکہ عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو (۳)،

(۱) "المواضع من الإراث أربعة: الرق، والقتل، واختلاف الدينين، واختلاف الدارين". (السراجی، ص: ۳، سعید)

(و کذا فی الدر المختار: ۷/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) "و يستحق الإراث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء".

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۷/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۷/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(۳) "الرجل إذا طلق امرأته طلاقاً رجعياً في حال صحته أو في حال مرضه — ثم مات وهي في العدة، فإنهما يتوارثان مالاً جماعاً — ولو طلقها طلاقاً بائناً أو ثلاثاً، ثم مات وهي في العدة، فكذلك عندنا تسرت". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۷/۶، کتاب الطلاق، الباب الخامس فی طلاق المريض، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۵۵۵/۱، کتاب الطلاق، فصل فی المععدة التي تترت، رشیدیہ)

(و کذا فی شرح الوفاة: ۹۳/۲، کتاب الطلاق، باب طلاق المريض، سعید)

اس سے زائد کی وہ حقدار نہیں۔

۳۔ تقسیم میراث میں قرآن کریم کا فیصلہ معتبر ہے قرآن ہی نے حصہ میراث متعین کیا ہے، اسی کو فیصلہ کا حق ہے (۱)، حصہ کسی اور نے متعین کیا، دوتا تو اس کے فیصلہ کا اعتبار ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۳/۵ھ۔

ناراض بیوی کو میراث کا حصہ اور مہر دونوں ملیں گے

سوال [۹۷۳۸]: ۱۔ ہندہ کنواری لڑکی، قوم بلوچ کا عقد اس کے باپ نے زید جو کہ قوم سے جو یہ ہے کرادیا، اس کے بعد ہندہ اپنے خاوند زید کے پاس تھوڑے ایام ٹھہری تھی کہ ہندہ کا باپ کسی ناراضگی کی وجہ سے اپنی لڑکی ہندہ کو اپنے گھر لے گیا۔ بعدہ کچھ عرصہ بعد زید بیمار ہو گیا اور کئی پیغام بھیجے کہ میری بیوی سہما ہندہ کو میرے پاس کر جاؤ، مگر ہندہ کے باپ نے زید کے پاس ہندہ کو نہیں بھیجا اور نہ خود ہندہ اپنے خاوند کے پاس آئی، حتیٰ کہ زید فوت ہو گیا۔ کیا اس صورت میں سہما ہندہ کو زید کے مال و متاع سے شرعاً کچھ حصہ ملے گا یا نہیں؟
۲۔ نیز ہندہ کو اس کے خاوند نے مہر بھی نہیں دیا تھا کہ فوت ہو گیا تو اب بعد انتقال ہندہ مہر کی حقدار ہے یا نہیں اور ہندہ کو زید کے مال سے مہر کس طرح ادا کیا جائے گا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱۔ زید نے ہندہ کو طلاق نہیں دی، لہذا شرعی طریق پر وہ میراث کی مستحق ہے، اس ناراضگی کی وجہ سے

(۱) قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعاً، فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ، إِنْ اللَّهُ كَانَ عَلِيماً حَكِيماً﴾ (سورة النساء: ۱۱)

وقال العلامة أبو بكر الرازي: "قيل: معناه: لا تعلمون أيُّهم أقرب لكم نفعاً في الدين والدنيا، والله يعلمه، فافهموه على ما بينه؛ إذ هو عالم بالمصالح". (أحكام القرآن للخصاص: ۱۲۰/۲، قدیمی)۔
"سمی هذا العلم فرائض؛ لأن الله قدره بنفسه ولم يفرض تقديره إلى ملك مقرب ولا نبي مرسل، ومن صيب كل واحد بحلاف سائر الأحكام". (تبیین الحقائق: ۷/۴، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۷/۴۵۸، کتاب الفرائض، سعید)

وہ میراث سے محروم نہیں ہوئی، اگر زید کے گھر یا نکل نہ گئی ہوتی تب بھی وارث ہوتی:

”وتوارثا قبل الفسوخ؛ لأن النكاح صحيح والملک به ثابت، فإذا مات أحدهما فقد انتهى النكاح، سواء مات قبل البلوغ أو بعده؛ لأن الفرقه بينهما لا تنفع إلا بقضاء القاضي، فتوارثان ويحب المهر كله وإن مات قبل الدخول، اهـ.“ زیلی: ۱۲۵/۲ (۱)۔

۲۔ اگر زید نے میراث نہیں کیا اور ہندہ نے معاف نہیں کیا تو ہندہ اس مہر کی مستحق ہے، میراث کی تقسیم کرنے سے پہلے اور قرض کی طرح مہر کی ادائیگی بھی ضروری ہے (۲)، اولادین مہر وغیرہ ادا کر دیا جائے، اس کے بعد اگر کچھ بچے تو اس کو ورثہ میں حسب حصص شرعیہ تقسیم کیا جائے، دلیلہ ما مر فی الجواب الأول۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ۔

بحالت مرض طلاق سے بیوی کو وراثت ملے گی یا نہیں؟

سوال [۹۷۳۹]: ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ ایہا العلماء الکرام والجهادۃ العظام فی

هذه المسئلة أن رجلاً قد طلق امرأته ثلاثاً فی حالة الصحة، ثم مات الرجل وهی فی العدة، فهل ترثه أم لا؟ بینوا بحوالۃ الكتب والبرهان، توجروا عند اللہ المنان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لاترث فیہ، قال فی الكنز: ”طلقها رجعیاً أو بائناً فی مرضه ومات فی عدتها، ورثت،

وبعدها لا“، الی آخره (۳)۔

قال فی البحر: ”أطلق البائن، فشمّل الواحدة والثلاث، وقد بد أن یکون فی مرضه

(۱) (تبیین الحقائق: ۵۱۱/۲، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأقفاء، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) ”ثم تقدم دیونه الی لها مطلقاً من جهة العباد“۔ (الدرو المختار: ۷/۲۰، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳۶۴/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی الشریقیة، ص: ۵، سعید)

(۳) (کنز الدقائق، ص: ۱۲۳، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، سعید)

احترازاً عما إذا طلق في الصحة ثم مرض ومات وهي في العدة، لا توث. "إلى آخره (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرر والعبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ۔

کیا کوئی وارث ترکہ میت کا کرایہ دار ہو سکتا ہے؟

سوال [۴۰/۹]: میرے والد صاحب مرحوم نے اپنی حیات میں اپنی جائیداد اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کر دی اور ایک مکان اس تصریح کے ساتھ باقی رکھا کہ اس کے کرایہ کی آمدنی میں سے ۱/۴ حصہ میرے اور

(۱) (البحر الرائق: ۴/۷۰، کتاب الطلاق، باب طلاق المريض، وشيخه)

قال العلامة كمال الدين ابن الهمام: "قوله: في مرض موته احتراز عما لو صح من ذلك المريض بعد ما طلقها، ثم مات وهي في العدة، لا يكون له حكم مرض الموت، فلا توثه وأجمعوا أنه لو طلقها في الصحة في كل طهر واحدة، ثم مات أحدهما، لا يوثه الآخر". (فتح القدير: ۳/۱۳۵، كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، مصطفى البابي الحلبي مصر) (وكذا في الدر المختار، ص: ۳۸۸، كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، سعيد)

ترجمہ سوال

ایک شخص نے حالت صحت میں اپنی بیوی کو تین طلاق دیدیں، عورت ابھی عدت ہی میں تھی کہ اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ تو اس صورت میں وہ عورت وارث ہوگی یا نہیں؟

ترجمہ جواب

اس صورت میں وراثت نہیں ہوگی، کنز میں ہے: کسی شخص نے اپنی بیوی کو اپنی حالت مرض میں رجعی یا بائن طلاق دیدی اور شخص بیوی کے زمانہ عدت میں مر گیا تو وہ عورت وارث ہوگی اور اگر اس کی عدت کے بعد مر ا تو وارث نہیں ہوگی، الخ۔ بحر میں کہا ہے کہ ہاں کو منطلق ذکر کیا ہے، پس یہ ایک اور تین دونوں کو شامل ہے اور اپنے مرض میں ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے، یہ اس صورت سے احتراز ہے جبکہ حالت صحت میں طلاق دی ہو پھر مر بیٹھ ہو اور عورت کے زمانہ عدت میں مر گیا ہو کہ اس صورت میں عورت وارث نہیں ہوگی، الخ۔

میرے والدین کے ایصالِ ثواب میں خرچ ہو گا اور بقیہ $۳/۳$ حصہ ورثاء آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ ورثاء میں پانچ لڑکے اور ایک لڑکی شامل ہیں، چنانچہ ان نے انتقال کے بعد اس پر عملدرآمد ہوتا رہا۔

اس مکان کے ایک حصہ میں میرے ایک بھائی کرایہ پر آ پاؤ ہیں، اور پرانا کرایہ متعین کیا ہوا ادا کر رہے ہیں، جبکہ اب مارکیٹ میں کرایہ کاریت بہت بڑھ گیا ہے۔ میں نے ایک بھائی اور بہن کا حصہ خرید لیا ہے، اب میں ڈھائی حصہ کا مالک ہوں۔ کرایہ دار بھائی کے علاوہ بقیہ سب حصہ داروں کا ان سے مطالبہ ہے کہ موجودہ کرایہ میں موجودہ نرخ کے مطابق اضافہ کریں جس سے ایصالِ ثواب کی رقم میں اضافہ ہو اور ورثاء کے حصہ رسد میں بھی، لیکن اس پر وہ بھائی تیار نہیں ہیں، اس لئے سب حصہ دار چاہتے ہیں کہ وہ مکان خالی کر دیں تاکہ دوسرے کو موجودہ کرایہ پر دیا جاسکے، لیکن وہ اس کے لئے بھی آمادہ نہیں ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کرایہ دار بھائی بقیہ بھائیوں (حصہ داروں) کا مطالبہ ماننے کے پابند ہیں یا نہیں؟ سوال کا منشاء یہ ہے کہ چونکہ وہ بھی $۳/۳$ حصہ میں $۱۱/۲$ حصہ کے مالک ہیں تو کیا اتنی ملکیت کی بناء پر وہ سب کا مطالبہ رد کرنے کے گناہ میں ہیں، اور بقیہ بھائیوں کا مطالبہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً:

جبکہ وہ بھائی بحیثیت وارث اس مکان سے منقطع ہونے کے حقدار ہیں تو نہ ان کو مکان خالی کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے، نہ ان سے کرایہ وصول کیا جاسکتا ہے۔ وصیت پوری کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ مکان کی تقسیم کر کے $۳/۳$ کو حصہ وصیت کرایہ پر دیا جائے، پھر خواہ کوئی وارث کرایہ پر لے یا غیر، اور کرایہ ایصالِ ثواب میں صرف کیا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ $۱۱/۲$ حصہ فروخت کر دیا جائے (۱)، وارث اگر

(۱) "صحیح الوصیۃ بحمدہ عدہ و سکنی دارہ مدۃ معلومۃ و ابداء، و بعثنا، فان خرجت الرقبة من الثلث سلمت الیہ، ای الموصیٰ لہ، لہا: ای لأجل الوصیۃ، والا تخرج من الثلث، تقسم الدار اثلاثاً". (الدر المختار).

"ولو أوصی بغلۃ دارہ أو عبده فی المساکین، جاز لأن الغلۃ عین مالٍ یصدق بہ".

(رد المحتار: ۶/۱، ۶۹۴، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالخدمۃ و السکنی و النمرۃ، سعید)

(و کذا فی الہدایۃ: ۳/۶۸۲، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالسکنی و الخدمۃ و النمرۃ، مکتبہ شرکت

علمیہ ملتان)

خریدنا چاہیے تو وہ مقدم ہے (۱)، اس کی قیمت ایصالِ ثواب میں صرف کی جائے (۲)۔ فقہاء اہل سنت والجماعت علیٰ سبیلِ اجماع۔
حررہ العبد محمد رفیع، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۹۵ھ۔

سوال متعلق استفتاء بالاراء

سوال (۹۷۴۱): ایک استفتاء نمبر ۳۹ (ت) کیا تھا جس کا جواب گیا تھا، اسی مسئلہ میں ایک بات اور معلوم کرنی ہے۔ جو جواب گیا تھا، اس کو ذیل میں درج کر رہا ہوں:

”جبکہ وہ بھائی تحفیت وارث اس مکان سے متفق ہونے کے حقدار ہیں تو نہ ان کو مکان خالی کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے، نہ ان سے کرایہ وصول کیا جاسکتا ہے۔ وصیت پوری کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ مکان کی تقسیم کرے، ۱/۳ کو حسب وصیت کرایہ پر

= (و کذا فی البحر الرائق: ۲۹۴/۹، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالخدمة والسکنی والتمرة، وشدیدہ)

(۱) ”الشفعة واجبة للخلیط فی نفس المبیع، ثم للخلیط فی حق المبیع“ أفاد أن هذا اللفظ ثبوت حق الشفعة لكل واحد من هؤلاء، وأفاد الترتیب، أما الثبوت فلقوله عليه السلام: ”الشفعة لشریک مالم یقاسم“، ولقوله عليه السلام: ”جار الدار أحق بالدار“، (الہدایۃ: ۳/۳۸۷، کتاب الشفعة، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۲۱۶/۶، کتاب الشفعة، سعید)

(۲) قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وفی البحر: من صام أو صلی أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأمور والأحیاء، جاز، ویصل ثوابها إلیهم عند أهل السنة والجماعة، کذا فی البدائع“، (رد المحتار: ۲۳۳/۴، کتاب الصلوة، باب صلوة الحنازة، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۱۰۵/۳، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، وشدیدہ)

”فلإنسان أن یجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة، صلاۃ کان، أو صوماً، أو حجاً، أو صدقةً، أو قرأة القرآن، أو الأذکار، أو غیر ذلك من أنواع البر، ویصل ذلك إلی الميت“
(حاشیۃ الطحطاوی علی مرقی الفلاح، کتاب الصلوة، باب صلوة الحنازة، ص: ۶۲۲، فدیہی)

دیا جائے کہ پھر خواہ کوئی وارث کرایہ پر لے یا غیر، اور ایصالِ ثواب میں خرچ کیا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ۴ احصہ فروخت کر دیا جائے، وارث اگر خریدنا چاہے تو مقدم

ہے، اس کی قیمت ایصالِ ثواب میں خرچ کی جائے۔“

آپ نے وصیت پوری کرنے کی دو صورتیں بیان کی ہیں، دوسری صورت یہ بیان کی ہے کہ وہ ۴ احصہ

فروخت کر دیا جائے، وارث اگر خریدنا چاہے تو مقدم ہے۔“ جواب طلب امر یہ ہے کہ اگر اکثر وارث یہ چاہتا

ہے کہ میں خرید لوں تو اس سلسلہ میں رفعِ نزاع کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل تو وصیت پورا کرنے کی پہلی ہی صورت ہے، یعنی تقسیم کر کے ۴/۴ احصہ کو بالکل جدا کر دیا جائے،

لیکن اگر باقی نزاع کی وجہ سے یہ صورت ممکن نہ ہو، یا تقسیم کے بعد ۴/۴ احصہ قابلِ انشاع نہ رہے تو پھر دوسری

صورت بھی اختیار کی جاسکتی ہے، جو شخص زیادہ قیمت دے اس کے ہاتھ فروخت کر دیا جائے (۱)، پھر قیمت کو

ایصالِ ثواب میں خرچ کرنے کے لئے کوئی دوسرا مکان خرید کر اس کو کرایہ پر دیا جائے (۲)، اس کا کرایہ صدقہ کیا

(۱) ”وکذا بلغت بکمل ما هو أنفع للوقف فيما اختلف العلماء فيه، ومتى قضی بالقيمة شری بها عقاراً

آخر، فيكون وفقاً بدل الأول“۔ (الدر المختار: ۴/۸، ۴۰۵، کتاب الوقف، سعید)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار ۴/۵۳، کتاب الوقف، فصل: براعی شرط الوقف فی

إجارته، دار المعرفة بیروت)

(۲) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى ”وفی البحر: من صام أو صلی أو تصدق وحل ثوابه لغيره

من الأموات والأحیاء، جاز، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة، كذا فی البدائع“۔

(رد المختار ۲/۲۳۳، کتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق ۱۰۵/۳، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، وشبیه)

”فلإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة، صلاةً كان، أو صوماً، أو حجاً،

أو صدقةً، أو قرأة القرآن، أو الأذکار، أو غیر ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت“۔ (حاشیہ =

جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفر لہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۸/۹۵ھ۔

دین مہر کی وراثت

سوال [۹۷۳]: ایک عورت کا انتقال ہوا اور شوہر اس کا زندہ ہے اور شوہر کے ذمہ اس کا دین مہر ہے اور عورت کے ایک لڑکا اور والدہ اور تین بھائی ہیں۔ لہذا از روئے شریعت دین مہر سے کس کس کو اور کتنا کتنا پہونچتا ہے؟ اور عورت کے پانچ ماہ بعد لڑکے کا انتقال ہو گیا اور اس کے والد اور نانا اور تین ماموں ہیں۔ لہذا از روئے شریعت اس کے حصہ کے کون کون حقدار ہوں گے اور کتنا کتنا پہونچے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کا ترکہ بعد تجزیہ و تکفین و ادائے دین میت و تحقیق وصایا (۱) بارہ سہام قرار دے کر حسب تقسیم ذیل صورت مسئلہ میں تقسیم ہوگا (۲)۔

= الطحطاوی علی مرقی الفلاح، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنائز، ص ۶۴۲، قدیمی

(۱) "یہذا من ترکۃ الیمیت بتجهیزہ، ثم تقدم دیونہ الیٰ لها مطالبت من جہۃ العباد، ثم تقدم وصیتہ من

ثلث مانقی، ثم یقسم الباقي بین الورثة"۔ (الدر المختار: ۶/۶۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وکلذا فی الشریفۃ، ص: ۳-۷، سعید)

(وکلذا فی البحر الرائق: ۳۲۵/۹، کتاب الفرائض، وشیدیہ)

(۲) اولاد کی موجودگی میں شوہر کو ترکہ کا چوتھائی حصہ ملے گا

قال الله تعالى: ﴿إِنْ كَانَ لَهَا وَلَدٌ، فَلَكُمْ الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يَوْصِيَنَّهَا أَوْ دِينَ﴾

(سورة النساء: ۱۲)

اور اولاد کی موجودگی میں میت کے والدین کو سب (چھٹا حصہ) ملے گا۔

وقال الله تبارک وتعالى: ﴿وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ﴾

(سورة النساء: ۱۱)

مسئلہ ۱۲		مسماة
شوہر	والدہ	بھائی
۳	۲	محروم
مسئلہ ۱۳		مسماة
والد	مستقیم	لڑکا ص ۷
$\frac{1}{2}$	محروم	ماموں
		محروم
مسئلہ ۱۴		مسماة
الأخیر السہیل	الأخیر السہیل	مسماة
شوہر	عورت کی والدہ	
۱۰	۲	

وہن مہر کو بھول کر ترک موجودہ فرض کر کے مثل اور ترکہ کے اس میں بھی بصورت ہالہ وراشت جاری ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، مفتی مدرسہ ہذا، ۲۳/۷/۱۴۵۵ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۳/رجب۔

جہیز، مہر، وراشت

سوال [۹۴۳]: ۱۔ زید کے دو بیٹے: بکر و عمر ہیں، ہر دو کی شادی مسماۃ الف و ب، دونوں حقیقی

بہنوں سے ہوئی ہے، الف بکر کی اور ب عمر کی منکوحہ ہے۔ کچھ عرصہ بعد بقضائے الٰہی عمر لا ذلہ فوت ہو جاتا ہے،

اس کی منکوحہ مسماۃ ب عدلت مقررہ اپنی سرال میں گزار کر بعد اقتضائے عدلت مسماۃ ب بیوہ کو اس کے والدین

میتے لے جانا چاہتے ہیں تو مسکٰی زید مذکور بیوہ مذکورہ کو اس کے والدین کے حوالہ نہیں کرتے، بلکہ مسماۃ مذکورہ کو خلاف مرضی مسماۃ ب و والد میں مسماۃ ب جبراً سرال میں روکے رکھتا ہے، حتیٰ کہ زید مذکور بیمار ہو کر بستر مرگ پر دراز ہو جاتا ہے اور مرنے سے چند شراپائی بہو مسماۃ ب کو کہتا ہے کہ میرے بعد میری جملہ جائیداد و املاک نفقہ کی تم مالک ہو اور نصف دیگر مسکٰی بکر کی ملک ہے۔

زید مذکور کے مرنے کے بعد جب مسماۃ ب اپنے میکہ میں آئی اور مسکٰی بکر سے اپنے مال کا مطالبہ کیا تو مسکٰی بکر نے مسماۃ ب کو مال دینے سے صاف انکار کر دیا اور باپ اور متوفی بھائی کی جملہ جائیداد و املاک پر قبا بض ہو گیا، حتیٰ کہ مسماۃ ب کو میکہ سے طے ہوئے زیورات اور پارچہ جات و اسباب بھی نہ دیا۔ اندریں حالت از روئے شرع شریف مسماۃ ب بیوہ کی حق ری کیسے ہو سکتی ہے؟

نیز کیا مسماۃ ب اپنے میکہ سے طے ہوئے زیورات اسباب وغیرہ۔ جو اسی وقت سے بکر نے اپنے قبضہ میں کر رکھے ہیں۔ مالک اور ان اشیاء کا بکر سے مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

۲۔۔۔ بکر سے اپنے مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

۳۔۔۔ وہ زیورات و اسباب وغیرہ جو مسماۃ ب کو سرال سے طے تھے، کیا وہ مسماۃ مذکورہ کی ملک ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کل، یا جز؟ نقطہ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

مسماۃ ب کو جو زیورات و پارچہ جات و اسباب وغیرہ اس کے میکہ سے طے ہیں وہ تمام اس کی ملک ہیں، ان میں بکر کا کوئی حق نہیں، بکر کا ان کو خود رکھنا صریح ظلم اور غصب ہے (۱)۔ مسماۃ ب کو اپنا مہر وصول کرنے کا حق حاصل ہے بشرطیکہ شوہر نے ادا نہ کیا ہو اور مسماۃ نے معاف نہ کیا ہو۔ اولاً ترکہ شوہر سے مہر وغیرہ ادا کیا

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة النساء: ۲۹)

"عن ابی حرة الرقاشی عن عمه رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "أَلَا لَا تَنْظُمُوا، أَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطَبِيعِ نَفْسِهِ". (مشکوٰۃ المصابیح: ۲۵۵/۱)

کتاب البیوع، باب الغصب والعاریۃ، الفصل الثانی، قدیمی

جاوے گا (۱)۔ اس کے بعد میراث تقسیم ہوگی۔ بیکر کا متوفی بھائی کے کل ترکہ پر قبضہ کرنا جائز نہیں، بلکہ اس کے ذمہ لازم ہے کہ جملہ ورثاء کا حق حصہ شرعی ان کو دیدے (۲)۔

اور زید نے جو بوقت مرض الموت وصیت کی ہے وہ کل مال میں جاری نہیں ہوگی بلکہ ایک تہائی میں جاری ہوگی (۳)۔ اور سماء بچہ چونکہ زید کی شرعاً وارث نہیں اس کے حق میں یہ وصیت ضروری جاری ہوگی (۴) اور بیکر چونکہ شرعی وارث ہے اس کے حق میں اس وصیت کا جاری ہونا دیگر ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے (۵)۔

(۱) "ویدأ من تركۃ الميت بتجهیزہ، ثم تقدم دیونہ التي لها مطالب من جهة العباد، ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقى، ثم يقسم الباقي بين الورثة". (الدر المختار: ۶/۶۱، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَاْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة النساء: ۱۲۹)
"عن أبی حرة الرقاشی عن عمه رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "أَلَا لَا تَظْلِمُوا، أَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطَلَبِ نَفْسِ مَنْ". (مشکوٰۃ المصابیح: ۱/۲۵۵، کتاب البیوع، باب العصب والعاریة، الفصول الثانی، قدیمی)

(۳) "ثم تقدم وصيته ولو مطلقاً علی الصحيح من ثلث ما بقى بعد تجهیزہ و دیونہ، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (الدر المختار: ۹۱/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۳، کتاب الفرائض، رشیدیہ)
(۴) "و لحوز بالثلث للأجنبي عند عدم المانع وإن لم یجز الوارث ذلك لا الزيادة علیہ، إلا أن تجیز ورثته بعد موته وهم كبار". (الدر المختار: ۶/۶۵۰، کتاب الوصایة، سعید)

"و حل مات ولم یدع وارثاً غیر امرأته وأوصی بماله كله لرجل، فإن أحازت المرأة، فالمال كله للموصی لہ، وإن لم یجز فالسدس للمرأة وخمسة أسداسه للموصی لہ". (خلاصة الفتاوی: ۳/۲۳۵، کتاب الوصایا، الفصل الثالث فی الوصیة للأقرباء والجيران، رشیدیہ)

(۵) "عن أنس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: إني لنتحت نافذة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسبل علیّ لعائنها فسمعتہ یقول: "إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقِّ حَقَّهُ، أَلَا لَا وَصِيَّةَ لَوَارِثٍ". (مسند ابن ماجہ: ۴/۱۹۵، أبواب الوصایا، باب: لا وصیة لوارث، قدیمی)

"ولا لوارثه وقائله مباشرة إلا بإجازة ورثته، لقوله علیہ الصلاة والسلام: "لا وصیة لوارث إلا أن یجیزها الورثة، وهم كبار عقلاء". (الدر المختار: ۶/۶۵۵، کتاب الوصایا، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۹۰، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

مسماۃ کو حق ہے کہ وہ اپنا مہر اور اپنا نمیکہ سے ملا ہو اکل سامان اور حسب وصیت اپنا حصہ میراث بکمر سے بذریعہ عدالت وصول کر لے۔

اور جو زیورات مسماۃ کو کسرال سے ملے تھے وہ اگر بطور تملیک ملے تھے، یا بروری میں بطور تملیک ملنے کا رواج ہے تو وہ بھی تمام مسماۃ ب وصول کر سکتی ہے، اگر بطور عاریت ملے تھے، یا بطور عاریت ملنے کا رواج ہے تو وہ وصول نہیں کر سکتی (۱)، ہاں! ترکہ شوہر ہونے کی حیثیت سے بطور میراث وصول کر سکتی ہے۔

حصہ میراث کل ورثاء کے معلوم ہونے پر معلوم ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی بدرہ ہذا، ۳۰/۵/۲۳ھ۔

متوفیہ بیوی کی اولاد کا مہر کا مطالبہ کرنا

سوال [۹۷۴۳]: ایک صاحب فرماتے ہیں: ایک بیوی ان کی حیات میں اور ایک بیوی عرصہ

چالیس سال کے قریب گزرا کہ انتقال کر گئی ہیں اور دونوں بیویوں سے اولاد ہے۔ موجودہ بیوی اور ان کی اولاد مہر کا مطالبہ کرتی ہے، اور جب سابقہ بیوی کی اولاد مہر کا مطالبہ کرتی ہے تو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ متوفی نے کہا تھا کہ سابقہ بیوی سے مہر میں معاف کرا چکا ہوں۔

تو کیا متوفی کا یہ کہنا کافی ہوگا یا ثبوت شرعی کی ضرورت ہوگی؟ اور اگر معافی کا ثبوت شرعی متوفیہ یعنی اپنا مہر معاف کرنے والی بیوی کے مرض الموت کا ثبوت شرعی ہو جائے تو یہ معاف کرنا درست ہوگا، یا وصیت مان کر ایک ٹکٹ معاف رکھا جائے گا۔ اور دو ٹکٹ ورثاء کیلئے محفوظ رہے گا؟ وصیت وارث کیلئے جو نہیں ہوتی ہے اس

(۱) "جهز ابنته سجهاز وسلمها ذلك، ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده إن سلمها ذلك في

صحته، وبه يفتى۔"۔ جهز ابنته، ثم ادعى أن ما دفعه لها عارية، وفالت: هو تملك، أو فال الزوج

ذلك بعد موئها ليرث منه، وقال الأب: عارية، فالعتمد أن القول للزوج، ولها إذا كان العرف مستمراً

أن الأب يدفع مثله جهازاً لا عارية. وأما إن كان مشترکاً كمصر والشام، فالقول للأب. (الدراندختار:

۱۵۵/۱، ۱۵۶، باب المهر، کتاب النکاح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکبریۃ: ۱/۳۲۷، کتاب النکاح، باب المهر، رشیدیہ)

کا معافی پر کیا اثر پڑے گا، آیا وصیت مان کر کلام عیث ہو جائے گا، یا معافی مکمل ہو جائے گی؟

الحواب حامداً ومصلیاً:

اگر موجودہ ورثاء کے نزدیک متوفی کا قول پہلی بیوی کے مہر کی معافی کے متعلق صحیح ہے تو اس کیلئے کسی شرعی ثبوت کی ضرورت نہیں، یعنی جب وہ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ متوفی نے یہ کہا تھا کہ پہلی بیوی سے مہر معاف کر چکا ہوں تو بس اتنا کافی ہے، مہر معاف کرتے وقت گواہوں کا ہونا ضروری نہیں۔ اگر ورثاء یہ کہیں کہ پہلی بیوی نے بحالت مرض الموت معاف کیا ہے، اور متوفی کا قول یہ تھا کہ بحالت صحت معاف کیا ہے، جب بھی متوفی کا قول معتبر ہوگا۔ اگر مرض الموت میں معاف کیا جائے تو یہ وصیت ہے جو کہ وارث کے حق میں نافذ نہیں ہوتی، نہ نکل میں نہ ثلث میں:

"تو ابرأت روحها من مہرها او وھبته إياہ، ثم ماتت بعد مدۃ، فقالت الورثة: ابرأته فی مرض موتہا، وأنکر الزوج، فالقول قولہ، کذا فی النہیین، اھ۔" عالمگیری: ۱/۳۲۶ (۱)۔

"لا وصیۃ لوارث إلا أن یحیزھا الورثة، اھ۔" درمختار: ۵/۵۷۵ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۱۰/شوال/۱۳۶۷ھ۔

جبکہ زوجہ اولیٰ کے وارث مہر کا مطالبہ کرتے ہیں اور معافی کے منکر ہیں تو دوسرے ورثاء کے ذمہ مہر کی معافی کا ثبوت ہے۔ عند اللہ معافی کیلئے تو گواہوں کی ضرورت نہیں ہے، لیکن قضاء اختلاف کی صورت میں

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، ۱/۳۲۶، ۳۲۲، کتاب النکاح، الباب السابع فی المہر، الفصل الثانی عشر فی اختلاف الزوجین فی المہر، وشیدہ)

(و کذا فی تسنن الحفاظ، ۴: ۵۸۳، کتاب النکاح، باب المہر، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) (الدر المختار، ۶: ۶۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

"عن یوسس بن راشد، عن عطاء، عن عکرمۃ، عن ابن عباس وصی اللہ تعالیٰ علیہما أن السی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لا تجوز وصیۃ لوارث إلا أن نشاء الورثة" (نصب الرایۃ للربیع، ۳: ۳۰۳،

رفع الحدیث، ۶۰: ۹۰)، کتاب الوصایا، مؤسسۃ الریان بیروت لسان

(و کذا فی البحر الرائق، ۵: ۲۱۴، کتاب الوصایا، وشیدہ)

مدعی معافی کیلئے گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر معافی کے گواہ موجود نہ ہوں تو فریق ثانی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ اسی طرح مرض الموت میں اگر معافی کا دعویٰ زوجہ اوتی کے وارث کرتے ہیں تو ان کے ذمہ اس کا اثبات گواہوں سے ضروری ہے، اگر وہ اس کا ثبوت نہ دے سکیں تو پھر دیگر ورثاء کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا (۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ شوال/ ۱۳۶۷ھ۔

بیوی کے انتقال کے بعد ادا نیگی مہر کی صورت

سوال [۹۷۵]: زید کی بیوی اس کی عدم موجودگی میں فوت ہوئی اور زید کو مہر عاتق کرانے کی مہلت نہ ہوئی، اس نے دو بچے: ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑے ہیں، والدین بھی حیات ہیں۔ اس حالت میں ادا نیگی مہر کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اولاد موجود ہونے کی وجہ سے زید رُج ترکہ کا مستحق ہے، لہذا ایک چوتھائی اپنا حصہ کات لے اور تین

(۱) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله تعالى عنه أن النسي صلى الله عليه وسلم قال في خطبته: "البينة على المدعى، واليمين على المدعى عليه". (جامع الترمذی: ۴۳۹، ۱، أبواب الاحکام، باب ما جاء أن البينة على المدعى، سعيد)

"البينة على المدعى واليمين على المنكر". (شرح المجلة: ۵۱/۱، (رقم المادة: ۷۶)،

المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية، مكتب حنبليہ كونه)

"فاذا صححت الدعوى من المدعى، سأل القاضي المدعى عليه عنها، ليكشف له وجه الحكم،

فإن اعترف بدعواه، قضى عليه بها" وإن أنكر، سأل المدعى البينة لاثبات ما ادعاه، فإن أحضرها

قضى بها لظهور صديقتها، وإن عجز عن ذلك وطلب يمين خصمه، استحلف عليها". (اللباب في شرح

الكتاب: ۱۲۲/۳، كتاب الدعوى، قدیمی)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الدعوى: ۳۳۵/۷، رضیہ)

حصے دیگر وراثہ پر چھ حصے تقسیم کر دے (۱)۔

مسئلہ ۱۲۹۱

زوج	اب	ام	ابن	ہت
$\frac{3}{4}$	$\frac{2}{4}$:	۱۰	۵

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، ۱۳/ربیع الاول/۵۶ھ۔

وفات شوہر پر مطالبہ مہر اور حصہ میراث

سوال (۹۷۴): مسماۃ زینب کا نکاح بعض نو سو روپے کے ایک داروغہ صاحب سے ہو گیا تھا، داروغہ صاحب نے ایک مرتبہ مسماۃ زینب سے حالت غصہ میں یہ کہا: ”تو گھر سے نکل جا، تجھ کو طلاق“ اس کے بعد پھر دوبارہ عقد کیا گیا تھا۔ اب داروغہ صاحب کے انتقال کے بعد ان کی جائیداد وغیرہ پر ان کی پہلی بیوی کی اولاد

(۱) اولاد کی موجودگی میں شوہر چوتھا کی حصہ کا مستحق ہوتا ہے:

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ، فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِيَنَّ بِهَا أَوْ دِينَ﴾

(سورۃ النساء: ۱۲)

میت کے والدین کو اولاد میت کی موجودگی میں چھٹا حصہ ملتا ہے:

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلِأَيُّوبَ لُكُلٌ وَاحِدٌ مِنْهُمَا الضَّمْسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ﴾ (سورۃ

النساء: ۱۱)

بقیہ میراث صورت مسئلہ میں اولاد میں سے لڑکوں کو دو روپے اور لڑکیوں کو ایک حصہ ملے گا:

وقال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْإُنثَىٰ﴾ (سورۃ

النساء: ۱۱)

﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً، فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ الْإُنثَىٰ﴾ (سورۃ النساء: ۷۶)

قابض ہے۔ مساقہ زنب نے اپنے مہر اور ترکہ کا دعویٰ کیا ہے، لیکن مخالفوں نے یہ افواہ اڑا رکھی ہے کہ داروغہ صاحب نے تو طلاق دیدی تھی۔

اب یہ عرض ہے کہ صورت موجودہ میں مساقہ زنب کو اپنے ترکہ اور مہر کے وصولی کرنے کا حق داروغہ صاحب کی جائیداد سے ہے یا نہیں؟ اور عقد ثانی کے ثابت ہونے کی صورت میں اس کا استحقاق ہوگا یا نہیں؟ نیز مخالفوں کی افواہ سے نکاح ثانی پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور اگر نکاح ثانی کا باضابطہ ثبوت بہم نہ پہنچ سکے تو کیا حکم ہوگا؟ امید کہ ہر پہلو پر نظر فرما کر جواب باصواب مع حوالہ کتب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر نکاح ثانی ثابت ہو جائے اور داروغہ صاحب کے انتقال تک دوبارہ شرعی جدائی ثابت ہو کر عدت نہ گذر چکی ہو تو مساقہ مذکورہ اپنے حصہ میراث کی مستحق ہوگی اور نکاح ثانی کی وجہ سے میراث کی بھی مستحق ہوگی۔ اگر نکاح ثانی کا ثبوت نہ ہو سکے، یا بحالتِ صحت داروغہ صاحب دوبارہ جدائی کا ثبوت ہو کر عدت ختم ہو چکی ہو تو حصہ میراث کی مستحق نہ ہوگی اور عقد اول کی وجہ سے میراث مذکور کا بہر حال مطالبہ کر سکتی ہے، بشرطیکہ مہر ادا نہ کیا گیا ہو اور مساقہ مذکور نے معاف نہ کیا ہو۔ اور میراث ثانی کے استحقاق کا مدار نکاح ثانی کے ثبوت پر ہے اور مہر کی ادائیگی تقسیم ترکہ سے مقدم ہے:

"المهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلو، والصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط منه بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق، اهـ".

فتاویٰ ہندیہ، ص: ۳۱۴ (۱)۔

"للزوجة أن تهب مالها لزوجها من صدق". ص: ۳۲۸ (۲)۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۰۳/۱، کتاب النکاح، الباب السابع فی المهر، الفصل الثانی فیما يتأكد به المهر والمتعة، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۱۰۲/۳، کتاب النکاح، باب المهر، سعید)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۱۶/۱، باب المهر، الفصل العاشر فی هبة المهر، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۸۰/۱، کتاب النکاح، باب المهر، رشیدیہ)

”ہذا تزوج امرأۃ ودخل بها، ثم طلقها ثانیاً، ثم تزوجها فی العدة، ثم طلقها قبل الدخول بها فی النکاح الثانی“۔ ص: ۳۳۶ (۱)۔

”اگر حمل ہوا طلاق امرأۃ طلاقاً رجعیاً فی حالِ صحتہ أو فی حالِ مرضہ برضاہا أو بغير رضاہا، ثم ماتت وہی فی العدة، فإنہما یتوارثان بالإجماع، ولو طلقها طلاقاً ثانیاً أو ثلاثاً، ثم ماتت وہی فی العدة، فکذا تراث عددا تراث ولو انفصت عدتها، ثم ماتت، لم تراث، اھ“۔ فتاویٰ ہدایہ، ص: ۴۸۳ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب لکھنؤی عفا اللہ عنہ معین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۴/۱۳۵۶ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/ربیع الثانی/۱۳۵۶ھ۔

ایک بیوی کی اولاد کو دوسری بیوی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا

سوال ۷۷۷: زید نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں، تینوں بیویوں کے انتقال کے بعد زید کا بھی انتقال ہو گیا۔ پسماندگان میں اس وقت زید کے چچے بیٹے ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے: محلِ اولیٰ سے دو بیٹے، محلِ ثانی سے دو بیٹے، محلِ سوم سے دو بیٹے اور ایک بیٹی بھی تھی، لیکن بیٹی صغیر سن میں ہی زید کے سامنے مر گئی تھی۔

زید نے اپنی موت سے پہلے کچھ زیورات حاجی عبدالرشید صاحب کی امانت میں رکھے تھے جس کا ہم زید کے چچہ دوستوں اور بیٹوں کو بھی تھا اور ہے، مگر محلِ سوم کے لڑکوں نے باپ کے انتقال کے بعد اپنے باپ کی امانت حاجی عبدالرشید صاحب سے یہ کہہ کر واپس لے لی ہے کہ جو زیورات میرے باپ کے آپ کے پاس امانت میں ہیں وہ میری ماں کے ہیں، میری ماں کو میری ماں کے والدین کی طرف سے ملے تھے، لہذا ان

(۱) (الفتاویٰ العالمیہ ص ۳۲۳، کتاب النکاح، باب المہر، الفصل الثالث عشر فی تکرار

المہر، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۱۰۲۳، کتاب النکاح، باب المہر، سعید)

(۲) (الفتاویٰ العالمیہ ص ۲۲۱، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۳۸۸، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، سعید)

زیوروں کے حقدار جن کے اتین آپ ہیں ہم دونوں بھائیوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ حاجی عبدالرشید صاحب لڑکوں پر بھروسہ کرتے ہوئے اس وعدہ کے ساتھ کہ میں تمہیں تمہارے باپ کی امانت لوٹا تو رہا ہوں، لیکن تم اگر صادق القول ثابت نہ ہو سکے تو ایسی حالت میں تمہیں زیورات مجھ کو واپس کر دینے پڑیں گے۔ علاوہ مرقومہ زیورات کے زید کی اور بھی جائیدادیں ہیں جن کا ہزارہ ہونٹ محل میں نہیں آیا ہے (۱)۔

در پانقت غلب امر یہ ہے کہ موجودہ حقائق کی روشنی میں محل سوم کے لڑکوں کا دعویٰ لغو اور غلط ثابت نہ ہونے کی صورت میں مذکورہ زیورات کے حقدار از روئے شرع کیا محل سوم کے لڑکے ہی ہوں گے؟ برخلاف اس کے اثر یہ ثابت ہو جانے کہ مذکورہ زیورات محل سوم کے نہیں، بلکہ زید کی کمائی کے ہیں، تو ایسی صورت میں زیورات کی، نیز دیگر جائیداد کی تقسیم کس طرح ہونی چاہیئے، یعنی تینوں محل کے لڑکوں میں کس کو کتنا ملنا چاہیئے؟ از راہ کرم حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر محل سوم کے لڑکوں کے علاوہ دیگر اولاد کو بھی اس کا اقرار ہے کہ یہ زیورات محل سوم کے زید کے پاس امانت تھے جو اس نے حاجی عبدالرشید صاحب کے پاس رکھے ہیں، یا اس پر شرعی شہادت موجود ہو تو یہ صرف محل سوم کے دونوں لڑکوں کو ملیں گے، زید کی دیگر اولاد کا اس میں کوئی حصہ نہیں (۲)، ورنہ دیگر جائیداد وغیرہ کی طرح ان میں بھی سب حقدار ہوں گے (۳)، چھ حصہ بنا کر سب کو ایک ایک حصہ برابر ملے گا (۴)، اگر زید کے ذمہ کوئی (۱) "ہزارہ: "تقسیم"۔

(۲) "ادعی علی میت حقاً أو شیئاً مما کان بیدہ فافقر الوارث بہ، لزمہ"۔ (الفتاویٰ الانقروبیہ: ۸۵۰۲، کتاب الدعوی، دار الإشاعت فندھار)

(۳) "و کذا فی شرح المسحلة لسلیم رستم باز: ۹۵۲/۲، (رقم المادة ۱۶۳۲)، کتاب الدعوی، مکتبہ حقیقہ کوئٹہ)

(۴) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "البينة على المدعى، واليمين على المدعى عليه"۔ رواه الترمذی"۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۳۲۷/۲، باب الاقصية والشهادات، قدیمی)

(۳) "إذا اجتمع جماعة من العصابة في درجة واحدة، يقسم المال عليهم باعتبار أعدادهم"۔ لکھل =

قرض دین مہر وغیرہ باقی ہو تو اس کو تقسیم ترکہ سے پہلے ادا کیا جائے گا (۱)۔ اگر زید کے والدین زندہ ہوں تو چھٹا حصہ ان کو بھی ملے گا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرر والعبید محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ربیع الثانی/۱۳۹۴ھ۔

کیا بیوی کے ساتھ پہلے شوہر سے آئی ہوئی لڑکیوں کو وراثت میں حصہ ملے گا؟

سوال [۹۷۸]: میرے والد اپنی دوکان کے خود مالک تھے، انہوں نے اپنی زندگی میں کئی مرتبہ میری والدہ کے سامنے کہا کہ میرے بعد یہ سب تیرا ہے۔ میری والدہ کے ہمراہ پہلے شوہر سے دو لڑکیاں تھیں، پھر میں پیدا ہوئی، اب ماں چاہتی ہے کہ میرے باپ کی جائیداد میں ان پہلی دو لڑکیوں کو بھی شامل کرے۔ کیا از روئے شرع ساتھ آئی لڑکیاں بھی میرے باپ کی جائیداد میں حقدار ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تمہارے والد کے تم کو بخش یہ کہہ دینے سے کہ ”میرے بعد سب تیرا ہے“ ان کی متروکہ جائیداد کی تم تمہارا وارث نہیں ہوگی (۳)، بلکہ تمہارے والد کے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ تمہاری والدہ کو ملے گا (۴)، اور باقیہ کی تم

= واحد سہم“۔ (الفتاویٰ العالمیہ: ۳۵۱/۶، کتاب الفرائض، باب العصباء، رشیدیہ)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۵۶۳/۲، کتاب الفرائض، باب العصباء، مکتبہ حقایقہ پشاور)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳۸۲/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۱) ”ثم تقدم ذبونه النسي لها مطالب من جهة العناد..... ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته“.

(الدر المختار: ۷۰/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳۶۶/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۴۷۳/۷، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) قال الله تبارک وتعالی: ﴿وَلَا يُوْهِيْ لَكُمْ وَاحِدُهُمَا السُّدُسَ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۳) ”ومنها أن يكون الموهوب مقبوضاً، حتى لا يثبت الملك للموهوب له قبل القبض“۔ (الفتاویٰ

العالمیہ: ۳۷۳/۳، کتاب الہیۃ، الباب الأول، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الہیۃ: ۳۸۶/۷، رشیدیہ)

(وکذا فی مجمع الأبرار: ۳۹۱/۳، کتاب الہیۃ، غفرایہ کوئٹہ)

(۴) قال الله تبارک وتعالی: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ (سورة النساء: ۱۲۰)

مالک ہوگی (۱) بشرطیکہ تمہارے والد کے دادا نہ دادا میں سے کوئی مرد زندہ نہ ہو۔ تمہاری والدہ کی دونوں لڑکیاں جو تمہارے والد سے نہیں ہیں وہ تمہارے والد کے ترکے میں حقدار نہیں (۲)۔ ہاں! تمہاری والدہ اپنا آٹھواں حصہ تم کو اور ان کو دینا چاہتی ہیں تو دے سکتی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۲/۸۸ھ۔

کسی وارث کی ترکہ سے دستبرداری، زندگی میں لڑکے، لڑکی کو ہبہ میں برابری اور ان کے حصے

سوالی (۹۷۴): زید بناری ساڑیوں کا تاجر ہے اور اس وقت اس کی اولاد میں چھ لڑکے اور ایک لڑکی موجود ہے اور اس کی زوجہ بھی موجود ہے۔ عرصہ تک زید کے لڑکے زید کے ساتھ رہتے رہے اور اس کے کاروبار میں بھی ہاتھ بٹاتے رہے۔ مورخہ ۱/۷/۷۰ء کو ان میں سے ایک لڑکا عمر زید سے الگ ہو گیا اور اس نے اپنا الگ کاروبار شروع کروا دیا اور بقیہ پانچ لڑکے زید کے ساتھ ہنوز شریک ہیں۔ زید چاہتا ہے کہ اپنی حیات ہی میں اپنے کاروبار کا حساب لگا کر عمر کو اس کا حصہ رسد دے کر اس سے دست برداری لکھوا لے تاکہ زید کے انتقال کے بعد کوئی نزاع باقی نہ رہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور رد یا فہم طلب ہیں:

(الف) کیا اس طرح دست برداری عمر سے لکھوانے کا زید کو حق حاصل ہے، اور عمر بعد فوت ہونے زید کے دوبارہ حصہ میراث کا حقدار ہوگا؟ اگر عمر دست برداری پر آمادہ نہ ہو تو زید کو مذکورہ بالا کارروائی کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

(ب) اپنی حیات میں تقسیم کرتے وقت زوجہ، لڑکی، لڑکے کا حصہ برابر ہوگا یا نصف کے حساب سے؟

(۱) بیئنی (کوصف ذوی الفروض میں سے ہونے کی وجہ سے ملے گا اور بقیہ بطور روکے ملے گا) "ما فضل عن فرض ذوی الفروض ولا مستحق لہ، بر ذ علی ذوی الفروض بقدر حقوقہم الا علی الزوجین، وهو قول عامۃ الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین" (السراج فی المیراث، ص: ۲۸)

(۲) ان لڑکیوں میں چونکہ استحقاق ارث کے اسباب ثلاث پائے نہیں جاتے، اس وجہ سے محروم ہیں۔ "و یستحق الارث باحد ثلاثۃ: برحم، ونکاح صحیح، وولادۃ"۔ (الدر المختار: ۶/۲۲۲، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالم المکبرۃ: ۶/۳۳۷، کتاب الفرائض، الباب الاول فی تعریفہا و فیما یتعلق بالترکۃ، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلحاً:

(الف ہ) زیر زندگی میں جو پتھر چٹنی اور بیوی کو دے گا وہ میراث یا میراث کا بدل نہیں، بلکہ عطیہ ہے، جس بیٹے کو یہ لکھا اور اس کا قبضہ کرادے گا وہ مالک ہو جائے گا (۱)، پھر زیر کے انتقال پر وہ بھی دوسرے بیٹوں کی طرح میراث کا حقدار ہوگا، وست برداری لکھوانے کی وجہ سے وہ میراث سے محروم نہیں ہوگا (۲)۔ اپنی حیات میں جو پتھر دیا جائے وہ سب کو برابر دیا جائے، لڑکی اور لڑکے کو بھی برابر دیا جائے (۳)، اگر ضرورت یا حسن عمل یا خدمت کی وجہ سے کسی کو زیادہ دیا جائے تب بھی گنجانا ہے، مگر دوسرے کو نقصان پہونچانے کی غرض سے ہرگز ایسا نہ کیا جائے، ورنہ ظلم ہوگا (۴)، کیا بیوی کو بھی دے کر مالک کرنا مقصود ہے، ایسا نہیں چاہیئے۔

اگر کسی لڑکے میں صلاحیت ہے کہ وہ الگ کام کرے اور اس میں منفعت و مصلحت ہے تو اس کو الگ

(۱) "بمِلْکِ الْمَوْحُوبِ لَهُ الْمَوْحُوتُ بِانْفِصَالِ الْفَقْضِ شَرْطُ لِسُوتِ الْمَلْکِ" (شرح المجملۃ لسلم رستم یار: ۱/۳۷۳، (رقم المادۃ: ۸۶۱)، کتاب الہیۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۵/۲۸۸، کتاب الہیۃ، سعید)

(۲) میراث جبری حق ہے، "شہرواری لکھوانے سے سابقہ نہیں ہوتا ہے" "الإرث جبری لا یسقط بالإسقاط" (تکمیلۃ رد المحتار: ۵/۵۱۱، کتاب الدعوی، مطلب: و افعة الفتری، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۷/۴۷۱، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی مجمع الأنہر: ۳/۳۹۳، کتاب الفرائض، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۳) "المختار التصریۃ بن الذکر والانثی فی الہیۃ"، (البحر الرائق: ۷/۳۹۰، کتاب الہیۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی الرزازیۃ علی هامش الفتاوی العالمگیریۃ: ۶/۲۳۷، کتاب الہیۃ، رشیدیہ)

(۴) "لو وهب رجل شئنا لأولاده فی الصحۃ وأراد تفضیل العصب علی العتق" روى عن أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ أنه لا بأس به إذا کان التفضیل لزیادۃ فضل فی الدین، وإن کاناً سواء بکفره، وروی عن أسی حیثۃ رحمہ اللہ تعالیٰ أنه لا بأس به إذا لم یقصد به الإصرار"، (الفتاوی العالمگیریۃ: ۳/۳۹۱، کتاب الہیۃ، الباب السادس فی الہیۃ للصغیر، رشیدیہ)

(و کذا فی الرزازیۃ علی هامش الفتاوی العالمگیریۃ: ۶/۲۳۷، کتاب الہیۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۷/۳۹۰، کتاب الہیۃ، رشیدیہ)

کر دیا جائے اور مناسب رقم اس کو دیدی جائے، پھر دوسرے اور تیسرے اور بعد والے لوگوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جائے تاکہ کسی کو کوئی زیادتی کی شکایت نہ ہو، پھر زید کے انتقال پر سب لڑکے برابر کے حقدار ہوں گے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۴ھ۔

عورت کا سوتیلا بیٹا وارث نہیں

سوال [۹۷۵۰]: زینب فوت ہوئی، وارث میں صرف دو لڑکیاں، ایک سوتیلا بیٹا نعیم الدین کو چھوڑا، پس متروکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اُور کوئی وارث نہیں تو ترکہ دونوں لڑکیوں کو ملے گا، سوتیلا (شوہر کا لڑکا) اس کا وارث نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

داماد وارث نہیں

سوال [۹۷۵۱]: اگر دختر داماد کو متوفی نے اپنے پاس رکھ لیا ہو اور وہ اس کے شامل رہتا ہو تو خانہ داماد اور دختر دونوں کا حق ہے یا صرف دختر کا، کیونکہ متوفی کا قریبی چچا ویرا حقیقی نہیں ہے؟

(۱) "المختار النسویۃ بین الذکر والأنثی فی الہیۃ". (الحر الرائق: ۴۰۶، کتاب الہیۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی البرازیۃ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریۃ. ۲۳/۶. کتاب الہیۃ، رشیدیہ)

(۲) "ویستحق الإیث بإحدى حصال ثلاث: بالسب وهو القرباۃ، والسب وهو الزوجیۃ. والولاء".

(الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۳۷، کتاب القرائن، الباب الأول، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار. ۷۶۴/۶، کتاب القرائن، معید)

(و کذا فی البحر الرائق. ۳۶۵/۹، کتاب القرائن، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

داماد کو داماد ہونے کی وجہ سے کوئی ترکہ نہیں پہنچتا (۱)، بلکہ صرف دختر کو پہنچتا ہے۔ اگر داماد سے کوئی دوسرا شے بھی ہے تو اس کے ظاہر ہونے پر حکم معلوم ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ، مبین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۴/۶۰ھ۔

صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۴/۶۰ھ۔

حق وراثت جبراً وصول کرنا

سوال [۹۷۵۲]: پنجاب کا دستور ہے کہ عورت کو وراثت شرعی سے محروم کر دیا جاتا ہے، لیکن کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ خاوند کی کل جائیداد پر قابضہ ہو جاتی ہے، اس کو فروخت کا حق نہیں، تاہم حیات اس کا قبضہ رہتا ہے۔ دریں صورت باقی ورثاء کو کہا جاوے کہ عورت بے اولاد کو چوتھا حصہ سرکاری طور پر اس کے نام کرادو اور باقی حصہ اپنالے لو۔ اگر ورثاء اس فیصلہ پر راضی نہ ہوں تو کیا وہ عورت کل جائیداد پر قابض رہ کر جائیداد کی آمدنی سے اپنے شرعی حصہ کی مالیت وصول کرنے کی حقدار ہے یا نہیں؟ فقط۔

المستفتی: لطف الرحمن، شہر میرٹھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ورثاء خاوند، عورت کا شرعی حصہ نہ دیں تو عورت کو حق ہے کہ جس طرح قدرت ہو اپنا شرعی حصہ

(۱) داماد میں احتمالات ارث کے اسباب تلاش میں سے کوئی سبب نہیں پایا جاتا لہذا وہ کسی حصہ میراث کا مستحق نہیں۔

"ویمقسم الباقي بين ورثته: أي الدين ثبت ارثهم بالكتاب أو السنة، كقوله عليه السلام.

"أطعموا الجذات السدس". أو الإجماع. فجعل الجذ كالأب وابن الابن. ويستحق الإرث برحم

ولسكاح وولاء. والمنسحقون للتركة عشرة أصناف مرتبة كما أفاده بقوله. فيبدأ بذوی القروض ثم

بالعصبات اه". (الدر المختار: ۶/۷۲۲۔ کتاب الفرائض، سعید)

"ویمسحق الإرث بباحدی حصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة. والسب وهو الزوجة،

والولاء". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۳۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق ۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

وصول کر لے، ورنہ لینے کا حق نہیں (۱)، ورنہ کو دیگر ورثاء کے حوالہ کر دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح، عید النطق، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۵/۱۳۶۳ھ۔

دوسرے وارث کے حصہ پر قبضہ کرنا

سوال (۹۷۵۳): زید متوفی کی بیوی اور چار بہنیں ہیں۔ زید کے خسر نے اپنی ہر لڑکی کو ۲۵/۲۵ بیگہ زمین باقاعہ لکھ دی تھی، دو بہنیں پاکستان چلی گئیں، اس لئے ہندوستانی بہنوں نے کل سو بیگہ

(۱) "عن هشام بن عروہ عن أبيه عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: دخلت هند بنت عتبة امرأة أبي سفيان على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن أناسيفان رجلٌ شحيح لا يعطني من المنطقة ما يكفيني ويكفي بني إلا ما أخذت من ماله بغير علمه، فهل علي في ذلك من جناح؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أخذى من ماله بالمعروف وما يكفيك ويكفي بنيك". (الصحيح لمسلم: ۷/۲، كتاب الأقضية، باب قضية هند، قديمی)

"لم يختلف العلماء في جواب النسي صلى الله تعالى عليه وسلم هل كان قضاء أو إفتاء؟ والصحيح أنه كان إفتاءً ... استدلل الشافعي رحمه الله تعالى بحديث الباب على مذهبه أن الدائن إن ظفر بشيء من مال المدينون الباطل، جاز له استيفاء دينه من ذلك المال، سواء كان المال من جنس حقه أو غيره. وتسمى هذه المسئلة مشلة الظفر. والمشهور من مذهب الحنفية أنه يجوز له الأخذ إن كان ما ظفر به من جنس حقه، ولا يجوز إن كان من غير جنسه، غير أن المتأخرين من الحنفية أفتوا في هذه المسئلة بمذهب الشافعي." (تكملة فتح الملهم: ۵۷۸/۲، كتاب الأقضية، باب قضية هند، مكتبة دارالعلوم کراچی)

"ورأيت في الحظر والإباحة من المجتبى ... وجد دنانير مديونه وله عليه درهم، له أن يأخذ، لاتحادهما حسناً في الثمنية ... وقال الحموي في شرح الكثر نقلاً عن العلامة المقدسي عن حده الأشقر عن شرح القدرى للأخصب: إن عدم جواز الأخذ من حلال الحسن كان في زمانهم لمطار عنهم في الحقوق، والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مال كان، لاسيما في ديارنا لمداواتهم العقوق". (رد المحتار: ۱۵۱/۶، كتاب الحجر، سعيد)

زمین نصف نصف ہانت لی اور پچاس پچاس بیگہ زمین پر بہن کا قبض ہوگئی۔ زید کی چہلی بیوی نے فوت ہونے سے قبل اپنی مقبوضہ پچاس بیگہ زمین زید کو باقاعدہ لکھ دی تھی۔ زید بیوی کے فوت ہونے کے بعد اس پر قابض رہا۔ اب زید کی وفات کے بعد زید کے ترکہ میں پچاس بیگہ زمین بھی شامل ہوئی یا صرف ۲۵ بیگہ جو زید کی بیوی کو اس کے والد نے دی تھی؟

پاکستانی بہنیں ابھی حیات میں اور انہوں نے اپنے حصہ کی زمین کسی کو ہبہ نہیں کی۔ زید کی موجودہ بیوی کے متعلق زید نے اپنی زندگی میں مرنے سے ایک ماہ قبل یہ کہا تھا کہ میرے بعد تم میری ۹۰ بیگہ زمین کی مالک ہوگی۔ مگر اگر کے قانون کے اعتبار سے زید کی بیوی کے نام زید کی اراضی کل اس کے نام ہو چکی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے خسر نے اپنی ہر لڑکی کو ۲۵ بیگہ زمین لکھ دی تھی جن میں سے وہ پاکستان چلی گئیں، بقیہ دو نے ان کے حصہ کی زمین پر بھی بغیر کوئی معاملہ (بیع، ہبہ وغیرہ) طے کئے قبضہ کر لیا تھا، یہ قبضہ شرعاً غلط تھا، اس سے وہ سب کی مالک نہیں ہوگئی، پس ان میں زید کی بیوی کا زید کو اپنی پوری مقبوضہ زمین (۲۵ بیگہ اپنی اور ۲۵ بیگہ پاکستانی بہن کا حصہ) دینا شرعاً درست نہیں ہوا، پاکستانی بہن کے حصہ میں تعریف کا اس کو حق نہیں تھا (۱)، لہذا وہ ترکہ زید نہیں (۲)۔ موجودہ بیوی کے حق میں زید کا زمین کے متعلق وصیت کرنا اس شرط پر معتبر ہو سکتا ہے کہ اس کے بھائی اور بہن نے بھی اس کی اجازت دی ہو (۳)، ورنہ یہ وصیت معتبر نہیں۔ زمین کی مالک اگر حکومت ہے تو

(۱) "لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان

ضاماً"، (شرح المحلة لسليمان رستم ناز: ۱/۶۱۱ (رقم المادة: ۹۶)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) وكذا في الدر المختار ۶/۲۰۰، کتاب العصب، سعید)

(۳) "لأن الشركة ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال"، (رد المحتار،

۷۵۵، کتاب الفرائض، سعید)

(۴) "عن عطاء، عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم

قال: "لا تسحروا وصية لوارث إلا أن تشاء الوارثة"، (نصب الراية للزيلعي ۳/۴۰۳، رقم الحديث

۸۰۷۰، کتاب الوصايا، مؤسسة الريان بيروت)

(۵) وكذا في مسنن اس ماحه: ۱۹۵/۲، كتاب الوصايا، باب: لا وصية لوارث، قديمي)

اس کا قانون معتبر ہوگا، وہ چاہے جس کے نام کر دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

والد کے موروثی مکان کو تعمیر کر کے اس میں دوسرے ورثاء کا حق

سوال (۹۷۵۴): زید کے والد کا موروثی مکان جس کو زید نے ۳۵،۳۰ ہزار روپے اپنی صرف

کر کے پختہ بنوایا ہے، اس کی تعمیر شرعی کس طرح ہوگی؟ اور اس مکان ۱۰۰ میں زید کے بھائیوں کی اولاد کا شرط کیا حصہ ہوگا؟ براہ کرم تعمیر شرعی فرما کر فتویٰ دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید نے اگر دیگر ورثاء سے کوئی معاملہ مکان تعمیر کرنے سے پہلے کر لیا ہے تو اس کو لکھنا چاہیے کہ معاملہ کیا ہے۔ اگر کوئی معاملہ نہیں کیا اور ان سے تعمیر مکان کی اجازت بھی نہیں ملی تو اس تعمیر کا زید تنہا مالک ہے، دوسرے ورثاء کا اس تعمیر میں کوئی حصہ نہیں، البتہ زمین میں ان کا حصہ ہے۔ اب یا تو وہ اپنے حصہ کی زمین لے لیں اور جس قدر تعمیر اس حصہ میں آئے اس کی قیمت زید کو دیدیں، یا زید ان کے حصہ زمین سے اپنی تعمیر بنالے:

"مسئل فیما إذا بنی قصرأ بمالہ منحصہ فی دار مشترکة بیہ و بین إخوانہ بدون إذنیہم قبل

أن یکون البناء ملکاً له؟ الجواب: نعم، وإذا بنی فی الأرض المشتركة بغیر إذن الشریک، له أن

ینقص بناءه، ذکرہ فی التنازع خانة من متفرقات القسمة، اهـ". تنقیح الفتاویٰ الحامدية:

۱/۱۰۰ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۳۹۳ھ۔

"وقال المنذرى - انما يطل الوصية للوارث في قول أكثر أهل العلم من أجل حقوق سائر

الورثة، فإذا أحازوها جازت، كما إذا أحازوها الزيادة على الثلث". (عمدة القارى، كتاب الوصايا، باب

لاوصية للوارث - ۵۵۱/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) (تنقیح الفتاویٰ الحامدية: ۱/۱۰۰، كتاب الشریكة، مطلب: بنی له قصرأ بمالہ فی دار مشتركة،

مكتبة ميمية مصر)

مشرکہ زمین میں کسی وارث کا مکان تعمیر کر کے ملکیت کا دعویٰ کرنا

سوال [۹۷۵۵]: زید و عمر کے نام سے ایک فرم تھی جس میں سبکی رعی کا کام ہوتا تھا (۱) جس کے مالک اور کام پر داؤ زید، خالد، سلمان، صابر تھے۔ خورد و نوش یکجائی تھی۔ سلمان نے آپس کے تعلقات کی ناخوشگوار سی شکل میں سرمایہ اور مکان میں سے اپنا حصہ لے کر الگ کام شروع کر دیا۔ اس کے بعد زید، خالد و صابر مالک فرم رہے اور خورد و نوش یکجائی رہی۔ اس کے بعد خالد کا انتقال ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد زید و صابر نے خالد کی الہیہ کو حصہ شرعی کے مطابق سرمایہ و مکان دیکر مطمئن کر دیا، وہ الگ رہنے لگی۔

اس کے بعد زید کا انتقال ہو گیا، جس نے دوڑ کے بالغ، واقف اور ساجد، اور دوڑکیاں بالغہ راشدہ و رابعہ، اور بیوی اور برادر صابر چھوڑے۔ اب دونوں لڑکوں بیوی اور صابر کے درمیان کوئی تقسیم نہیں ہوئی۔ فرم ان ہی تینوں کی نگرانی میں چلتی رہی اور مشرکہ فرم سے زید نے بھالتِ حیات کافی اراضی خریدی تھی۔

کچھ دنوں کے بعد دونوں لڑکے اور صابر میں تعلقات کشیدہ ہو گئے اور اس دوران سرمایہ و مکانات اور اشیائے ضروریات زندگی و اراضی نصف نصف تقسیم کر لی گئی، اور دونوں بھائیوں میں کام مشترک رہا۔ کہا جاتا ہے کہ اس مشترکہ دور میں کچھ اراضی حاصل کی یا بنائی، حالانکہ زید کے دونوں لڑکوں نے زید کے انتقال کے بعد دونوں تینوں کے ترکے کا کوئی لحاظ نہ کرتے ہوئے تمام چیزوں میں نصف صابر سے لے کر مشترک کام کرتے رہے۔ کافی عرصہ کے بعد ان دونوں کے تعلقات خراب ہو گئے، ایک فریق نے ضروریہ چاہا کہ حساب منہی، سرمایہ و بنواریہ مکانات و اراضی و اشیاء کا ہو جائے، لیکن ایک فریق تیار نہیں ہوا۔ بدرجہ مجبوری جس کے پاس جتنا تھا الگ اس سے کام کرنے لگے۔

اس صورت میں شرعی حکم سے آگاہ فرمایا جائے اور جن اراضی کے بارے میں یہ دونوں بھائی کہتے ہیں کہ لوگوں نے بنائی ہے یا حاصل کی ہے، وہ خاص کر ان لوگوں کی ملک ہوگی یا مشرکہ جبکہ اب تک تمام

= (و کذا فی شرح المحلۃ لسلمیہ دستم باز: ۱/۶۴، (رقم المادۃ: ۱۷۳)، کتاب الشرکۃ، الفصل الثامن فی احکام القسمۃ، مکتبہ حقیہ کونٹہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۲/۶۸، کتاب القسمۃ، معید)

(۱) ”سبکی رعی ایک قسم کا ریشمی کپڑا جس میں سوتا ہوتا ہے“۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۱۳، فیروز سنز لاہور)

جائیداد مشترک رہتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ان کے پاس ثبوت ہے کہ الگ سرمایہ سے انہوں نے اراضی حاصل کی ہے، مشترکہ سرمایہ سے حاصل نہیں کی ہے تو ان کی بات تسلیم کی جائے گی اور اس اراضی کو مشترک نہیں قرار دیا جائے گا، یعنی کل فرم میں جتنے شرکاء ہیں ان کو حصہ وار نہیں تصور کیا جائے گا۔ جس کا سرمایہ اس اراضی میں لگا ہے وہی مالک ہے، دوسروں کو اس کے مطالبہ کا حق نہیں ہے۔ اگر ثبوت نہیں تو جس جس کا حصہ اس مشترک فرم اور سرمایہ میں وہ ہر ایک اپنے حصہ کے بقدر شریک ہے۔ اب چاہیں اس اراضی سے حصہ دیا اور لیا جائے، چاہے قیمت کا مطالبہ کر لیں، جائز ہے، کذا فی فتاویٰ الہدیہ (۱) وتنقیح الفتاویٰ الحامدیہ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۹/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۹/۱۳۸۷ھ۔

باپ کی جائیداد پر زبردستی قبضہ کرنا

سوال (۹۷۵۶): جو شخص اپنے والد کی جائیداد پر جائیداد قابض ہو جائے اور باپ کو کچھ نہ دینا چاہے، نہ اس کی کسی قسم کی خدمت کرے، بلکہ اس کو دھمکائے اور ڈرائے اور باپ اس قابل نہ ہو کہ وہ اپنی طاقت سے کما سکتا ہو۔ ایسا شخص عند اللہ گنہگار ہے یا نہیں، اور قیامت میں اس کا کیا حال ہوگا؟

(۱) "لم أجده في الهندية، وقد قال الشيخ سليم رستم باز: "إذا بنى أحد الشركاء لنفسه في الملك المشترك القابل للقسمة بدون إذن الآخرين، ثم طلب الآخرون القسمة، تقسم، فإن خرج ذلك الباء في نصيب بانيه فيها، وإن خرج في نصيب الآخر، فله أن يكلف بانيه هدمه ورفعه". (شرح المحلة لسليم رستم باز: ۱/۲۳۷، (رقم المادة: ۱۱۷۳)، كتاب الشركة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ؛

(۲) "سئل فيما إذا بنى زيد قصراً بماله لنفسه في دار مشتركة بينه وبين إخوته بدون إذنه، فهل يكون النساء ملكاً له؟ الحواب: نعم، إذا بنى في الأرض المشتركة بعير إذن الشريك، له أن يقص ساؤه". (تنقيح الفتاوى الحامدية ۱/۱۰۰، كتاب الشركة، مطلب: بنى له قصراً بماله في دار مشتركة، مکتبہ

ميمنية مصر)

(و کذا فی الدر المختار: ۲/۲۶۸ کتاب القسمة، سعید)

الجواب حامداً ومصلحاً:

ایسا آدنی ماسب اور بڑا ظالم ہے اور سخت گنہگار ہے، اس کی دنیا بھی تباہ اور آخرت بھی برباد ہے، اپنے اس ظلم کا وبال اس پر یہاں بھی پڑ کر رہے گا، بغیر اس کے بھگتے موت نہیں آئے گی۔ اس کو لازم ہے کہ اللہ کی جائیداد واپس کر دے (۱)، اور والد کی خدمت کر کے ان کو راحت پہنچائے اور ان سے معافی مانگے، ورنہ اللہ پاک اس سے ناراض ہوں گے اور وہ شخص مستحق غضب ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ النکاح الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲/۱۳۸۸ھ۔

غیر کفو میں نکاح اور مکان پر مورث پر قبضہ

سوال [۹۷۵۷]: زید باپشی کے انتقال کے بعد اس کی بیوی نے اولاد کی ناپائشی کی حالت میں غیر کفو میں نکاح کر لیا، تمام گھر والے اور ماں بھائی سب اس سے ناراض ہوئے اور سمجھا یا کہ وہ نکاح سے باز نہیں رہی۔ اس غیر کفو میں نکاح سے بہت شور مچا، چارہ جوئی تک کی گئی، لیکن شنوائی تک نہیں ہوئی، مزید حالات بہت پیچیدہ

(۱) "عن سعید بن زید رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من اخذ شيئا من الارض طيلبسا، فاسه بطوقه يوم القيامة من سع او ضين"، متفق عليه". (مشکوٰۃ المصابيح، ص: ۲۵۳، کتاب السبوع، باب الغصب والعارية، الفصل الاول، قديمي)

(۲) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَقَضَىٰ رَبِّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا، إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكُلُُّ احِدُهُمَا أَوْ كُلُّهُمَا، فَاَتَقَرَّبْ لِهَٰمَا أَوْ لَا تَهْرَمَا، وَقُلْ لِهَٰمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾. (سورة الإسراء: ۲۳) وقال الله تبارك وتعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْكُرُوا لِي وَلِوَالِدَيْكُمَا، إِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾. (سورة لقمان: ۱۳) وقال تعالى: ﴿وَصَاحِبَهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾. (سورة لقمان: ۱۵)

وقال الله تعالى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِغَيْرِ حَقٍّ﴾. (سورة البقرة: ۱۸۸) "عن أنس بن مالك رضى الله تعالى عنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول: "الولد أو سبط" من أب الحنة، فاصح ذلك الباب أو أخفظه".

"عن أنس بن مالك رضى الله تعالى عنه أن رجلاً قال: يا رسول الله! ما حق الوالدین علی ولدهما؟ قال: هما حنک ومارک" (سنن ابن ماجه ۲/۲۶۰، کتاب الادب، باب من الوالدین، قديمي)

اور معاملات طلاق صورت اختیار کر گئے۔

آخر مسماۃ کے ماں بھائی سب کو وطن چھوڑ کر پاکستان جانا پڑا۔ زید ہاشمی کا صرف ایک مکان باقی رہ گیا ہے، روپیہ وایت اور زمین تو غائبین و برپاد کرنے والوں نے برپاد کر دی جو زید کے یتیم لڑکوں کو پہنچتا۔ اب اس مکان پر بھی دانت ہے (۱) اور لڑکوں کو محروم کر دینا چاہتے ہیں۔ زید کی اولاد سے مسماۃ کو سخت عداوت ہے اور دوسرے ناجائز شوہر کی اولاد کو بہت چاہتی ہے، اور وارثوں کے اس مکان میں اپنے ناجائز شوہر کی اولاد کو حصہ دار بنانے کیلئے زید ہاشمی کے مکان کو اپنے نام بتاتی ہے، اور اب تک کوئی ثبوت بھی نہ دے سکی۔

اب سوال یہ ہے اس صورت میں مسماۃ کا نکاح۔ جو سید مشہور ہے۔ غیر کفو میں جائز ہوا یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ حسب تحریر صورت میں مکان زید بنی کی اولاد کو ملنا چاہیے، یا دوسرے شوہر کی اولاد کو بھی حصہ پہنچتا ہے، جبکہ ہم نے سنا ہے کہ نکاح بھی اس سے شرعاً نہیں ہوا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید ہاشمی مرحوم کے ترکہ سے (خواہ مکان ہو یا کچھ اور) مسماۃ بحق زوجیت آضواں حصہ پانے کی حقدار ہے (۲)، اگر مہربانی ہو تو اس کی بھی حقدار ہے (۳)۔ مسماۃ کا نکاح ثانی اگر صحیح طریقہ پر بھی تسلیم کیا جائے اور اس سے اولاد پیدا ہو تو وہ زید ہاشمی کے ترکہ سے حصہ پانے کی بالکل حقدار نہیں، وہ تو قطعاً غیر ہے (۴)، البتہ مسماۃ کی

(۱) "دانت، میل، رغبت، خواہش، قصد، ارادہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۱۱، فیروز سنز، لاہور)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿إِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثَّمَنُ﴾ (سورة النساء ۱۲)

"وأما للزوجات فحالتان: الربع عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل، والثلث مع الولد وولد الابن وإن سفل". (السراحي فی الميراث، ص: ۷، سعید)

(۳) "ثم تقدم ديوه النبی لها لمطالب من جهة العاد". (الدر المختار: ۶/۷۰، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۹۰، ۳۶۳، کتاب الفرائض، وشیدہ)

(و کذا فی الشریفة، ص: ۵، سعید)

(۴) "ويستحق الإرت باحدی خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسب وهو الزوجية، والولاء"

(الفتاویٰ العالمگیریہ ۲/۳۷، کتاب الفرائض، وشیدہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۶/۷۰، کتاب الفرائض، سعید)

جو کچھ ملک ہو خواہ اس کے پہلے شوہر سے یا والدین وغیرہ سے ملی ہو وہ ضرور مساقہ کی ہے۔

مکان مذکور کے متعلق مساقہ کا دعویٰ بغیر ثبوت کے تسلیم نہیں ہوگا (۱)، بلکہ وزیر بائشی کا ترکہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۳/۱۳۹۴ھ۔

متوفی کی زمین کو صرف نام کر دینے سے ملکیت نہیں ہوتی، بلکہ وہ ورثاء کا حق ہے

سوال [۹۷۵۸]: میرے والد جمشید خان کا انتقال ۱۹۶۵ء میں ہو گیا، اس کے کئی برس پہلے میرے والد صاحب کے ایک دوست حافظ علی نے میرے والد صاحب سے کہا کہ مجھے گورنمنٹ سے ہندوق کا لائسنس لینا ہے۔ گورنمنٹ ہندوق کا لائسنس اس کو دیتی ہے جس کے نام کوئی اراضی ہو، والد مرحوم نے حافظ صاحب کے نام ۵۳/۱ ایکڑ زمین کر دی اور انہوں نے یہ کہا تا دیکھا کہ گورنمنٹ سے لائسنس حاصل کر لیا۔

لائسنس ملنے کے بعد حافظ صاحب نے زمین واپس کرنے کا وعدہ کیا تھا، اس لئے والد صاحب نے برائے نام کر دیا تھا، یعنی صرف کاغذات تک محدود تھا، ورنہ حافظ صاحب کا کوئی تعلق اس اراضی سے نہیں تھا۔ چنانچہ حافظ صاحب کی وفات کے بعد ان کے ورثاء نے ان کا نام جمشید حسین خان کے ورثاء کے نام کر دیا، تو اس کے کئی برس بعد پتہ چلا کہ حافظ صاحب نے والد صاحب کی بغیر اجازت اس اراضی کو گورنمنٹ میں رہن رکھ کر

۳ (و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۵۵، کتاب الفرائض، حقاہ پشاور)

(۱) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لویعطی الناس بدعواہم، لا ذعی ناس دماء رجال وأموالہم، ولكن الیمین علی المدعی علیہ". رواہ مسلم۔

وفی شرحہ للنووی "أنہ قال: وجاء فی رواية البیہقی - عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعاً: "لکن البینۃ علی المدعی والیمین علی من أنکر". (مشکوۃ المصابیح، ص: ۳۲۶، کتاب القضاء، باب الأقضیۃ والشہادات، الفصل الأول، قدیمی)

"قال النووي: هذا الحديث قاعدة شريفة كلية من قواعد أحكام الشرع، فيه أنه لا يقبل قول الإنسان فيما يدعي بمجرد دعواه، بل يحتاج إلى بينة أو تصديق المدعي عليه". (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح: ۷/۳۲۶، کتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضیۃ والشہادات، (رقم الحديث)

چھ ہزار روپیہ حاصل کر لیا۔ اب کئی برس کے بعد سات ہزار سے زائد مع سود کے ہو گئی۔

اب گورنمنٹ بعلف بٹائی اس اراضی کو نیلام کر رہی ہے، ہم اور ہمارے تابائع بھائی سخت پریشان ہیں، کچھ ڈی اثر حضرات کو ساتھ لے کر حافظ صاحب مرحوم کے صاحبزادگان کے پاس گئے اور ان لوگوں سے کہا کہ جو زمین آپ نے ہمارے نام واپس کر دی تھی، حافظ صاحب مرحوم نے رہن رکھ کر چھ ہزار نقد لے لیا تھا، اس رقم کو آپ لوگ واصل کریں۔ ورنہ اس رقم کو داخل سرکار کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔

و دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا حافظ صاحب نے مذکورہ واقعہ کے تحت ہمارے والد صاحب کے ساتھ بے ایمانی یا دھوکہ نہیں دیا؟

۲۔۔ کیا سعادت مند اولاد کا یہ فریضہ نہیں ہے کہ اگر والد نے کوئی غلطی کی ہو تو ان کے انتقال کے بعد ہماری والدہ اور ہم لوگوں سے اپنے والد حافظ صاحب کی غلطی چاہ کر اپنے والد کو خدا کی پکڑ سے بچاتے؟

۳۔۔ حافظ صاحب نے جو چھ ہزار روپے حاصل کیا ہے تو اب وہ مع سود کے سات ہزار سے زائد پر ہماری ہی جائیداد سے گورنمنٹ حاصل کرے گی تو حافظ صاحب کے ذمہ سے قرضہ ختم ہو جائے گا؟ کیا حافظ صاحب کے ورثاء ہم یتیم تابائع بیوہ کی جائیداد سے زبردستی یہ رقم سات ہزار کی دلو کر اپنے باپ کو آخرت کی پکڑ سے بچا سکتے ہیں؟

۴۔۔ جو لوگ اس وقت حافظ صاحب کے ورثاء کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں، وہ کس وجہ خدا کی نافرمانی کر رہے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ اگر پہلے طے کر لیا کہ محض لائسنس حاصل کرنے کی مصلحت سے صرف کاغذ میں نام درج کر لیا جا رہا ہے، مالک نہیں بنایا جا رہا ہے، پھر اس پر حافظ صاحب کا قبضہ نہیں ہوا تو شرعاً یہ بہت معتبر نہیں (۱)، حافظ

(۱) "تسعد الہیۃ بالإيجاب والقبول، وتسم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض". (شرح المجملۃ للسلیم وستم باز: ۱/۳۶۲، (رقم المادة: ۸۳۷)، کتاب الہیۃ، مکنبہ حنفیۃ، کوئٹہ)

(و کذا فی الدر المختار ۵/۶۸۸، کتاب الہیۃ، سعید)

صاحب کو اس کا حق نہیں تھا کہ وہ اس زمین کو زمین رکھ کر اس پر قرض نہیں (۱)۔ اولاد نے بعد میں وہ اراضی واپس کر دی، یہ بھی دلیل ہے کہ اولاد نے اس کو ہی نہیں تصور کیا۔ اب قرض کے متعلق یہ حکم ہے کہ حافظ صاحب کے ترکہ سے قرض ادا کیا جائے، اس کے بعد جو کچھ بچے وہ بطور ترکہ تقسیم کیا جائے (۲)۔ جمشید حسین خان کی زمین سے قرض ادا کرنے کا حق نہیں (۳)۔

اگر ترکہ نہیں، چھوڑا تو اولاد کے ذمہ قرض ادا کرنا واجب نہیں، اگر ادا کر دے گی تو والد مرحوم کے ساتھ احسان ہوگا اور ان کو پکڑے۔ بچانے میں مدد ملے گی (۴)۔ جس کی کوشش حتی الوسع کرنا تھا ضائع سعادت مندی ہے۔ اور اہل حق کو ان کا حق پہنچانے میں پوری کوشش کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۳/۱۳۹۴ھ۔



= (و کذا فی الہدایۃ: ۳/ ۳۸۱، کتاب الہیۃ، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(۱) "لابجوز لأحد أن يتصرف فی ملک غیرہ بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية علیہ". (شرح

المحلۃ لسلیمہ رستم باز: ۲۱/ ۱، (رقم المادۃ: ۹۶)، مکتبہ حلیہ کوئٹہ)

(۲) "ثم تقدم دیونہ النبی لہا مطالب من جهة العباد، ثم وصيته من ثلث مایقی، ثم بقسم الباقی بعد ذلک

بن ورثتہ". (الدر المختار: ۶/ ۶۰، کتاب الفرائض، سعید)

(۳) (راجع رقم ۱)

(۴) "والمراد بالذین دین لہ مطاب من جهة العباد لاذین الزکاة و الکفارات فلا یلزم الورثة

أداؤها إلا إذا أوصی بها أو سرعوا مہا من عندهم". (تبیین الحقائق: ۷/ ۴۷، کتاب الفرائض،

دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/ ۶۰، سعید)

(و کذا فی السحر الرائق: ۹/ ۳۱۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

الفصل الخامس فی موانع الإرث (موانع ارث کا بیان)

کیا اختلافِ دارین مانعِ ارث ہے، وارث ہونے کا دعویٰ کیسے ثابت ہوگا؟

سوال [۱۹۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندو نے حالتِ صحت و تندرستی میں اپنی تمام جائیداد زمین روپیہ ایک مدرسہ اور ایک مسجد کے لئے وصیت کی تھی، ان کی کوئی اولاد وارثین نہیں تھے، خود ہندو نے کسی دن کسی سے اس بات پر اقرار بھی نہیں کیا، محلہ والے کو بھی کوئی وارث موجود ہونے کا علم نہیں۔ لہذا ہندو کی وصیت کے مطابق ان کی رحلت کے بعد جب پنچایت نے اس وصیت کو جاری کرنے کے لئے مجلس قائم کی تو اتفاقاً ایک شخص نے ایک خط نکالا جس میں یہ تحریر ہے کہ۔

”پاکستان میں اس ہندو کا ایک بھائی ہے جو وراثت کا دعویٰ کر رہا ہے۔“

اب سوال یہ ہے کہ پاکستان سے ہندو کا بھائی ہونے کا دعویٰ خط کے ذریعہ کر رہا ہے، یا شہادت پیش کرنی پڑے گی؟ شہد ثانی میں وہاں سے باقاعدہ شہادت لے کر خط کے ذریعہ بھیج دینا کافی ہے، یا شاہدین کا یہاں آکر شہادت دینا ضروری ہے، حالانکہ پاکستان سے ہندوستان آنا ممنوع ہے؟

وارث ہونے کی صورت میں کل جائیداد میں وصیت جاری ہوتی ہے یا نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے:

”وصحت بالکل عند عدم وراثتہ“ (۱)۔ لیکن حالتِ شہد مثلاً: صورت مرقومہ ٹکٹ پر وصیت جاری ہو جاتی ہے، یا شہد دور ہو جانے تک موقوف رہتا ہے۔

اختلافِ دارین مسلمانوں کے حق میں مانعِ ارث کے بارے میں کیا حکم رکھتا ہے؟ شریانیہ شرح سراجی کے قول ”دور المسلمین“ اس شخص پر اشکال پیش کر کے شارح بیہودہ کے حوالہ سے عمومیت نقل کر کے جواب تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”وما فی حق المسلمین، فقد لا یكون مانعاً کأهل البعی والعدل والمسلم فی دارنا مع المسلم المستأمن فی دار الحرب، یرث کل واحد منهما عن صاحبه. وقد یكون مانعاً کما أئمنما فی دار الحرب وهاجر أحدهما إلی دار الإسلام بالنص، اه. فمراد التخصیص أن الاختلاف بصفة الكلية مختص بالكفار لا أن مطلق الاختلاف المستلزم مختص بهم، اه“ (۱)۔

اب جواب طلب امر یہ ہے کہ اختلاف الدار کے اختصاص اور عدم اختصاص میں مفتیؒ یہ قول کیا ہے اور ہندوستان، پاکستان کے درمیان وراثت جاری ہو سکتی ہے یا نہیں؟ مدلل باحوالہ جواب تحریر فرما کر مطمئن فرمائیں۔ واضح رہے کہ ہندوستان میں اگر پاکستان کی جائیداد موجود ہو تو حکومت قبضہ کر سکتی ہے۔ فقط والسلام۔
العارض: مجلس الرضیٰ، خادم دارالعلوم پانسیکڑی، ۸۲/۹/۹ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہندہ نے کبھی اپنے کسی وارث کا اقرار نہیں کیا اور اہل خاندان اور اہل محلہ کو بھی کسی وارث کا علم نہیں تو ہندہ کے انتقال کے بعد محض خط کی بنا پر خط لکھنے والے کو ہندہ کا بھائی اور وارث شرعی قرار نہیں دیا جائے گا جب تک وہ شہادت سے ثابت نہ کروے، شہادت کے لئے حاضر ہونا شرط ہے، غائب کی شہادت کافی نہیں، یعنی بھائی اپنے دعویٰ پر دو گواہ پیش کرے تب اس کا دعویٰ ثابت ہوگا:

”وفی الأقضية: شهدا بأنہ وارثہ، لا وارث لہ غیرہ، أو أخوہ أو عمہ لا نعلم لہ وارثاً غیرہ، لا تقبل حتی یتینا طریق النوراثۃ لہ، والأخوة والعومة لاختلاف الأسباب۔
ویشترط ذکر لا وارث نہ غیرہ لإسقاط التلوم عن القاضی، والشرط فی سماع هذه البیة إحصار الخصم وهو إما وارث أو غریم المیت لہ علی المیت دین أو مودع المیت أو الموصی لہ أو بہ، لا فرق بین أن یکون مقراً بالحق أو مکراً ذکر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی

الکتاب: من ادعی أنه أخوه لأبيه وأمه وأقام البينة، نقل: "تنقيح الفتاوى الحامدية، ص: ۳۳۶" (۱)۔

اگر بچائیت کو اس خط سے شہید ہو گیا ہے تو فی الحال وصیت ایک ٹمٹ میں کر دی جائے اور وراثت کو محفوظ رکھا جائے، تا آنکہ بچائیت کو اطمینان ہو جائے جتنے وقت میں بھی اطمینان ہو، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی قول ہے صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک سال نقل کیا ہے۔

عبارت منقولہ بالا سے پہلے عبارت ذیل:

"وذكر أن القاضی بحتاؤ وبتلوم زماناً يقع في غالب رأيه أنه لو كان له وارث آخر لظهر في مثل هذه المدة، ولم يقدره لا بشيء. وذكره الطحاوی في مختصره، وقدره لذلك حولاً؛ لأن العيبة قد تمتد إلى الحول. قيل: هذا قولهما. وما ذكر في المبسوط قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى؛ لأنه لا يرى التقدير بالاجتهاد إذا لم يكن فيه نص ولا إجماع، بل هو موكول إلى رأى من ابتدئ به، وهما يثبتان المقدار بالاجتهاد، كما قال في التعزير محيط السرخسي، اهـ." حوالہ بالا (۲)۔

اختلاف دارین کے ذیل میں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس قول کو فسخ کیا ہے جس نے اہل اسلام

(۱) (تنقيح الفتاوى الحامدية: ۳۳۶/۱، كتاب الشهادة ومطالبه، مطلب: لا بد في شهادة الميراث من بيان طريقه، مكتبة ميمنية بمصر)

(۲) (تنقيح الفتاوى الحامدية: ۳۳۵/۱، كتاب الشهادة ومطالبه، مطلب في الشهادة في الميراث، مكتبة ميمنية بمصر)

"ولا بد مع الحر المذكور من بيان سبب الورثة وبيان أنه أخوه لأبيه وأمه أو لأحدهما ونحو ذلك وهو قول الشاهد: لا وارث أولاً أعلم له وارثاً غيره، وراجع وهو أن يدرك الشاهد الميت، وإلا فباطلة لعدم معاينة السبب." (الدر المختار: ۴۹۶/۵، كتاب الشهادة، باب الاختلاف في الشهادة، سعيد)

(وكداهي الفتاوى العالمية: ۳/۳۸۹، كتاب الشهادة، الباب السادس في الشهادة في الموارث، رشديه)

کے حق میں اختلاف کہ مانع ارث قرار دیا ہے۔

”مسند روح بقول بعض علمائنا بخایل لی أن هذا كان في ابتداء الإسلام حين كانت الهجره مبعصه، ألا ترى أن الله تعالى نفى طولایه بین من لم یهاجر فقال: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يهاجروا مَالَكُمْ مِنْ وَلَا يَتَّبِعُهُمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّى يهاجروا﴾ فلما كانت الطولایه بينهما مستعصية، كان الميراث مستعصياً لأن الميراث على الطولایه، فأما اليوم فینعی أن يرث أحدهما من الآخر؛ لأن حکم الهجره قد نُسح بقوله صلى الله عليه وسلم: ”لا هجره بعد الفتح“ اهـ، رد المحتار: ۶۷۳/۵ (۱)۔

البتہ ثبوت وارث محتاج بین ہے (۲)، اب صورت مسئلہ میں اختلاف دار مانع ارث نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا مرتدہ وراثت کا حق دار ہے؟

سوال [۹۷۱۰]: خالدہ نکاح توڑنے کے لئے مرتدہ ہو گئی حالانکہ اس طرح نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ تو

کیا وراثت کی حقدار ہے؟

(۱) (رد المحتار: ۶/۲۸۷، کتاب الفرائض، سعید)

”ولسكن هذا الحكم في أهل الكفر لا في حق المسلم. حتى أن المسلم إذا مات في دار الإسلام

وله ابن مسلم في دار الهند أو الترك، يرث“۔ (البحر الرائق: ۳۶۵/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی الشریفۃ شرح السراجیۃ، ص: ۱۶، فصل فی الموانع، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر ۳/۳۹۸، کتاب الفرائض، مکتبہ عقاریہ کوئٹہ)

(۲) ”وذكر محمد رحمه الله تعالى في الكتاب: من ادعى أنه أخوه لأبيه وأمه وأقام البيعة، ثقل“۔ (تفحیح

العتاوی الحامدیۃ: ۱/۳۳۶، کتاب الشہادۃ، مطلب: لا بد فی شہادۃ المیراث من بیان طریق، مکتبہ

میںیہ مصر)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳/۳۸۸، کتاب الشہادۃ، الباب السادس فی الشہادۃ فی

الموارث، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل مذہب اور ظاہر الروایہ تو یہی ہے کہ ارتداد سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے، مگر چونکہ غورتوں نے اس کو مفارقت کا آلہ بنالیا ہے، اس لئے بعض علماء نے علم فرمایا ہے کہ نکاح تو فسخ ہو جاتا ہے، لیکن عورت کو تہید اسلام پر مجبور کیا جائے گا۔ پھر دیکھا گیا کہ اس میں بھی مشکلات کا سامنا ہے اور جبر کرنا دشوار ہے، اس لئے فتویٰ دیا گیا کہ نکاح فسخ نہیں ہوتا، تاہم جب تک وہ تہید اسلام اور پھر تہید نکاح نہ کرے اس وقت تک صحبت وغیرہ بھی ممنوع ہے، لیکن دوسری جگہ نکاح درست نہیں۔ یہ سب کچھ بطور سزا اور تہذیر کے ہے اور یہی غایت ہے، لہذا صورت موجودہ میں عورت کو مستحق وراثت قرار دینا اس غایت کے منافی ہے، اسی سزا کے ذیل میں مرتدہ کا نفقہ بھی ساقط ہو جاتا ہے، نیز اختلاف دین کا مانع ارث ہونا مصرح و مخصوص ہے:

”وارتداد أحدہما فسخ عاجل، فلموطوءة کل مہرہا، ولعیرہا نصفہ لو ارتد. ولا شیء من المہر والنفقة سوى السکنی، بہ یعنی لو ارتدت لمجنی الفرقہ مہا قبل تأکدہ . . . وصرحوا بتعزیرہا خمسۃ وسبعین، ونہج علی الإسلام، وعلی تحدید النکاح زحراً لہا بمہر بسیر کدینار، وعلیہ الفتوی، ولوالحیة، وأفتی مشایخ بلخ بعدم الفرقہ برذنتها زحراً وتیسیراً، اھ“۔
در مختار (۱)۔

”(قولہ: والنفقة) قد علمت أن الکلام فی غیر المدخول بہا، وھذہ لافقہ لہا لعدم العدة، لا لکون الردۃ منہا، لکن المدخول بہا كذلك لا نفقة لہا لو ارتدت، ولذا قال فی البحر: وحکم نفقة العدة كحكم المہر قبل الدخول، فإن کان هو المرتد فلہا نفقة العدة. وإن ارتدت فلا نفقة لہا. . . (قولہ: وعلی تحدید النکاح) فکل قاض أن یجذدہ بمہر بسیر ولو بدینار رضیت أم لا، وتمتع من التزوج بغيرہ بعد إسلامہا، ولا یحقی أن محلہ ما إذا طلب الزوج ذلك. (قولہ: زحراً لہا) عبارة المحر: حسماً لباب المعصية والحيلة للخلاص منه، اھ. ولا یلزم من هذا أن یکون الجبر علی تحدید النکاح مقصوراً علی ما إذا ارتدت لأجل الخلاص منه، بل

(۱) (الدر المختار: ۱۹۳/۳، ۱۹۳، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، معید)

(و کذا فی البحر الرائق ۳/۳۷۲-۳۷۶، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، رشیدیہ)

تسألوا ذلك سدا لهذا الباب من أصله، سواء سجدت الحينة أم لا، كيلا نجعل ذلك حيلة. اهـ

ولا يحفى أن الإفشاء بما احتاره بعض أئمة بلح أولى من الإفشاء بما فى البوارد، ولقد شاهدنا من المشايخ فى تحديدها فضلاً عن خبره بالضرب ونحوه ما لا يعد ولا يحذ. وقد كان بعض متسايفينا من علماء العجم يتلى بامرأة تقع فيما يوجب الكفر كثيراً، ثم تكفر، وعن التحديد تأسى. ومن القواعد: المشقة تجلب التيسر، والله الميسر لكل عسير. شامى بقدر الحاجة: ۶۱۶/۲ (۱)۔

”أما المرتدة، فلا يرث من أحدٍ لا من مسلمٍ ولا من مرتدة، وكذلك المرتدة لا ترث من أحدٍ؛ لأنها ليست ذات ملة، اهـ“۔ شريفه، ص: ۱۵۵ (۲)۔ فقط والله اعلم۔

حرره العبد محمود عفا الله عنه، معين مفتي مدرسه مظاہر علوم بہار پنور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، ۲۶/۷/۶۱۱ھ۔

جو عورت قادیانی ہو جائے کیا وہ مستحق میراث ہے؟

سوال [۹۷۱]: حقیقۃ اللہ کا انتقال ہوا، انہوں نے تین لڑکے اور ایک لڑکی غفورہ اور ایک بیوی چھوڑی۔ حقیقۃ اللہ کی زوجہ کی رضامندی سے ان کے لڑکوں نے ایک دوسرے متروکہ مکان میں تین قریے ڈال لئے اور اس طرح مکان میں شرکت کے ساتھ رہنے لگے۔ غفورہ نے کہا کہ میں اپنا حصہ نہیں لوں گی، کچھ عرصہ کے

(۱) (رد المحتار، ۱۹۳/۳، ۱۹۵، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، سعید)

(۲) (الشرفیۃ شرح السراجیۃ، ص ۱۴۱ فصل فی المرتد، سعید)

”المرتدة لا يرث من مسلم ولا من مرتدة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۵۵/۶، کتاب الفرائض،

الباب السادس میراث المرتد، وشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ البرازیۃ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریۃ، ۳۷۲/۶، کتاب الفرائض، الفصل الخامس

فی موانع الإرث، وشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۲۵۳/۳، کتاب الجہاد، باب المرتد، سعید)

بعد غفورہ نے اپنے قادیانی شوہر کے اثر سے قادیانیت اختیار کر لی۔ سوال یہ ہے کہ غفورہ باوجود قادیانی ہونے کے اپنے مسلم باپ کے ترکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حفیظ اللہ کے انتقال کے وقت اس کی لڑکی غفورہ مسلمان تھی، اس وقت مستحق میراث ہوئی تھی، جس وقت اس نے قادیانیت اختیار کر لی تھی اس وقت اگر حفیظ اللہ زندہ ہوتے اور پھر انتقال ہوتا تو وہ مستحق میراث نہ ہوتی (۱) لیکن مسلمان لڑکی کا نکاح قادیانی سے شرعی نکاح نہیں (۲) اس پر بڑا ظلم کیا گیا جس کا نتیجہ ظاہر ہوا کہ وہ خود بھی قادیانی ہو گئی۔ افسوس! آج جبکہ میراث دینے کا وقت آیا تب تو پوچھا جاتا ہے اور جب اس کے ایمان و عصمت کو تباہ کر کے نکاح قادیانی سے کیا جا رہا تھا، اس وقت دریافت نہیں کیا گیا کہ یہ اقدام کس وجہ کا جرم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۴/۱۳۹۱ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) قال العلامة السيد الحرجاني رحمه الله تعالى: "وأما المرندة، فلا يرث من أحدٍ لا من مسلم ولا من مرتدة؛ لأنه جان بارتدادہ، فلا يستحق الصلة الشرعية التي هي الإرث بل يحرم عقوبة" (الشریفة شرح السراجیة، ص: ۱۴۱، فصل فی المرندة، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۵/۶، کتاب الفرائض، الباب السادس فی میراث أهل الکفر و رشیدیہ)
(و کذا فی الفتاویٰ الزاویة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۲/۶، کتاب الفرائض، النوع الثالث فی المناسحة، الفصل الخامس فی موانع الإرث، و رشیدیہ)

(۲) قال الله تبارک و تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا، وَلَعَدَّ اللَّهُ مِنْ خَيْرٍ مَنْ مُشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَمَكُمْ﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱)

"ولا يجوز للمرتدة أن يتزوج مرتدة ولا مسلمة" - ولا يجوز تزوج المسلمة من مشرک ولا کتابی " (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۸۴/۱، کتاب النکاح، القسم السابع: المحرمات بالمشرک، و رشیدیہ)
"و المرتدة لا يجوز نكاحها مع أحد، وكذلك المرتدة لا يجوز نكاحه مع أحد. وفي الهداية: مسلمة ولا كاهنة ولا مرتدة". (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۸/۳، کتاب النکاح، الفصل الثامن فی بیان ما يجوز من الأنکحة وما لا يجوز، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الهدایة: ۳۳۵/۲، کتاب النکاح، باب نکاح أهل الشرک، شركة علمية ملتان)

الفصل السادس فی التصرف فی التركة

(ترکہ میں تصرف کرنے کا بیان)

میراث میں بعض ورثاء کا تصرف

سوال [۹۷۶]: مخدوم بطاع جناب مولوی صاحب دام ظلہم!

بعد تحیہ تعظیم و سلام مسنون عرض ہے مندرجہ ذیل میراث کے ایک جھگڑے کے بعض اجزاء کے متعلق، اس سے قبل چند بار پوچھا جا چکا ہے مگر تجربہ یہ ہوا ہے کہ جب تک مفصل حالات اور واقعات عرض نہیں کئے جائیں گے، اطمینان بخش جوابات حاصل نہ ہوں گے۔ نیز چند باتیں اب ایسی معلوم ہوئی ہیں جن کی وجہ سے گزشتہ جوابات میں تہدیل کا قوی احتمال پیدا ہو گیا ہے۔ لہذا مفصل حالات عرض کر کے جوابات کی درخواست ہے۔

زید نے اپنے بھائی کریم کو علاج کرایا، سورو پیہ تو عمر کے پاس موجود تھے، اور بقول زید ان کے علاوہ چار سورو پیہ زید کے عمر کے علاج میں اور خرچ ہو گئے، عمر جانبر نہ ہوا (۱)۔ اس کی وفات کے بعد اس کی بیوی ہندہ کے باپ نے ہندہ کے مہر، نیز دیگر حقوق کا مطالبہ ورثاء عمر سے کیا۔ زبانی طور پر ہندہ نے مہر معاف کر دیئے تھے، مگر پھر ہندہ نے اس معافی کو نہیں مانا اور مقدمہ بازی شروع کر دی جس میں بقول زید دو سورو پیہ زید کے خرچ ہو گئے، آخر زید نے پھر ہندہ کو آٹھ سورو پیہ دے کر جملہ حقوق سے دستبرداری کرائی۔ ان آٹھ سورو پیہ میں سے چار سورو پیہ زید کے اپنے تھے اور چار سورو پیہ ایک شخص فخر الدین سے قرض لئے گئے۔

عمر کا کچھ ترکہ وطن میں تھا اور کچھ بمبئی میں۔ وطن میں تو ایک متوفی باپ کے چھوڑے ہوئے مکان میں عمر کا حصہ تھا، یہ حصہ اس زمانہ ارزانی کی قیمت کے حساب سے اندازاً تین سورو پیہ کا ہوگا۔ دوسرے ایک زمین تھی جو زید و عمر کے آدھے سا جھے کی تھی (۲)۔ وفات عمر سے کئی سال کے بعد زید نے اس زمین کو چار سو پچاس روپیہ

(۱) "جانبر زندہ صحیح سلامت"۔ (فیروز اللغات، ص ۴۳۳، فیروز سنز، لاہور)

(۲) "سا جھے شراکت"۔ (فیروز اللغات، ص ۶۲، فیروز سنز، لاہور)

میں بیچا اور اس کی کل قیمت اپنے ذاتی خرچ میں کر لی۔ تیسرے عمر کا کچھ سامان غیر نقد تھا جو اندازاً ایک سو اتنی روپیہ کا ہوگا جس میں سے سو روپیہ کا سامان تو تنہا زید نے لے لیا، اور باقی زید سمیت سب ورثائے عمر پر بحساب شرعی تقسیم ہوا۔

پھر ہندہ سے فارغ ہو کر زید بمبئی گیا اور وہاں اول عمر کے جمع کردہ بارہ سو روپیہ بینک سے وصول کئے جس میں سے چار سو روپیہ فخر الدین مذکور کو بھیج دیئے اور پانچ سو روپیہ اپنے ایک چھوٹے بھائی بکر کو قرض دیئے۔ بعدہ زید نے بمبئی میں ایک شخص سے ۱۲۵ روپیہ اور دوسرے شخص یا مین نائی سے پندرہ سو روپیہ اور وصول کئے، لیکن بمبئی میں ترسہ عمر کو وصول کرنے کی کوشش میں بقول زید چھ سو روپیہ خرچ ہو گئے۔ شخص مذکور نہ تو عمر کا قرضدار تھا نہ امانتدار، پھر بھی اس نے پندرہ سو روپیہ زید کو اس طرح دیئے کہ بمبئی میں عمر اور اس شخص کی ایک مشترکہ دوکان دستکاری کی تھی۔

بعد وفات عمر، زید نے اس کے پاس پہنچ کر اس سے کہا: یا تو عمر کی جگہ مجھ کو دوکان میں اپنا شریک بنا، یا حق شرکت بمبئی میں جو گڈول کے انگریزی نام سے رائج ہے۔ اور یہ بھی خیال ہے کہ عمر اور اس شخص کے درمیان ۱ حق شرکت کا معاہدہ شاید طے ہوا ہو۔ کیونکہ شرکت دوکان کے متعلق عمر اور اس کے درمیان ایک عہد نامہ لکھا گیا تھا، جس میں بہت سی دفعات تھیں۔ بہر حال اس شخص نے زید کی آخری بات کو مان کر پندرہ سو روپیہ گڈول کے دیئے تھے۔

عمر کی بیماری، ہندہ سے مقدمہ بازی، بکر کو قرض دی اور بمبئی میں ترسہ عمر کو وصول کرنے کے کوششوں میں جتنا روپیہ خرچ ہوا، اس کو کم کر کے ترسہ عمر کا زرفنڈ جو کچھ بچا وہ زید کے اپنے مال میں قنوط ہو کر زید ہی کے ہاتھوں سے قصور اسما زید اور اس کے اہل و عیال پر اور زیادہ تر ورثائے عمر یا مستثنائے چند پر کئی سال تک خرچ ہوا۔ اس خرچ میں بڑا حصہ زید کے اپنے روپیہ کا تھا، کیونکہ خرچ اتنا وسیع تھا کہ باقی ماندہ زرفنڈ ترسہ عمر اس کے مقابلہ میں نہایت قلیل تھا۔

زید نے رقم ترسہ عمر سے بکر کو جو پانچ سو روپیہ قرض دیئے تھے اس کے متعلق بکر نے زید سے دریافت

کیا کہ یہ قرض آپ ہی کو ادا کیا جائے یا اس کو قابل تقسیم قرار دیکر سب ورثاء کو بقدر ان کے حصوں کے دیدیا جائے۔ زید نے جواب دیا کہ جیسا کہ تیری سمجھ میں آئے دینا کر دے۔ مگر نے اپنی سہولت کے لئے یہ تجویز کیا کہ رقم قرض سے بقدر اپنے حصہ کے کاٹ کر باقی کو زید ہی کو ادا کرنے کا ارادہ کر لیا، چنانچہ کچھ ادائیگی تو زرافندہ سے کردی اور باقی کے بدلہ میں مکان متروکہ پدر میں سے اپنے حصہ کو زید کو دیدینے کا وعدہ کر لیا۔

ان واقعات سے عرصہ دراز کے بعد اب زید کے دل میں یہ خواہش پیدا ہو گئی کہ متوفی باپ کے مکان کو تنہا اپنی ملکیت میں کر لیا جائے، کیونکہ اول تو زید کے پانچ سو روپیہ باپ پر قرض تھے جو اوروں وصیت زید کو مکان پدر سے وصول کرنے تھے، دوسرے مکان مذکورہ کی مرمت میں زید کے سو روپیہ خرچ ہوئے، تیسرے مکان پر ایک شخص سے مقدمہ بازی ہوئی، تو اس میں زید کے تین سو روپے خرچ ہوئے۔

اس کے علاوہ مکان مذکور میں سے اپنی ایک بہن کا حصہ زید خرید چکا ہے اور ایک بھائی مکر نے بھی اپنا حصہ مکان زید کو دیدینے کا وعدہ کیا ہوا ہے، جیسا کہ اوپر مذکور بھی ہو چکا۔ تو ازرے حساب ورثاء پدر میں سے جس جس کا تھوڑا بہت حق مکان مذکور میں باقی نکلے وہ دے دلا کر مکان کو اپنا کر لیا جائے۔ زید کی یہ خواہش دیگر ورثاء کو ناگوار ہوئی جس کی وجہ سے انہوں نے ترکہ عمر کو یاد کیا کہ اگر ترکہ عمر میں ہمارے کچھ حقوق باقی ہوں تو ان کے ذریعہ سے ہمارے وہ بوجھ ہلکے ہو جائیں جن کے دباؤ سے ہم سے دستبرداری کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

چنانچہ انہوں نے اول تو زید سے ترکہ عمر کے حسابات کا مطالبہ کیا، دوسرے یہ کہ ترکہ عمر سے متعلق خرچ کی جو رقمیں زید نے بتائیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ان پر اعتراضات کئے کہ یہ رقم اندازہ سے بہت زیادہ ہیں۔

زید نے کہا میرا اپنا وہی تم لوگوں پر خرچ ہوا جس کا اگر حساب لگایا جائے تو ترکہ عمر میں حقدار بننے کے بجائے تم لوگ میرے زیر احسان ہو، اور اگرچہ میرے احسانات تم پر بطور قرض کے نہیں ہیں تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ ترکہ عمر کی جو اشیاء اب تک بھی باقی ہیں، اگر ازرے حساب وہ میری ملکیت قرار نہ پا سکیں تو میرے احسانات کے معاوضہ ہی میں وہ میری ہو جائیں، چنانچہ باہر کے مکان میں سے عمر کا حصہ مجھے مل جائے اور مکر کا

بھی مل جائے، جبکہ بکر مجھ سے اس کا وعدہ بھی کر چکا ہے۔

اور میرے پانچ سو روپیہ جو والد مرحوم کے مکان پر قرض ہیں، نیز مرمت مکان اور مقدمہ بازی میں جو میرا روپیہ خرچ ہوا ہے اس کے بدلہ میں دیگر ورثاء اگر پدر سے دستبرداری کو گوارہ نہیں کرتے ہیں تو کم از کم اتنا ہی کر دیں کہ مکان کو میرے نام پانچ سال کیلئے دہلی رہن کر دیں پھر میرے قرض کی ادائیگی کی کوشش کرتے رہیں، اور در صورت عدم ادائیگی مجھے اختیار ہوگا مکان سے وصول کر لینے کا۔ اور میری بتائی رقوم اخراجات متعلق ترکہ عمر میں غیر معمولی زیادتیوں کا شہد، سوئم لوگوں نے میرے احسانات کو بالکل بھلا دیا، تم دوسرے کے دست نگر ہو کر زندگیاں گزارنے والو! اخراجات کی وسعت کا صحیح اندازہ کیسے لگا سکتے ہو۔

مہربانی فرما کر سوالات ذیل کے جوابات کے علاوہ جو اور باتیں قابلِ اطلاع ہوں ان سے بھی مطلع فرمایا جائے:

۱۔ آخری سطور میں مذکورہ ذیل کا اظہار برہمی مع عدم جوابدہی، احتمال زیادتی، اخراجات متعلق ترکہ عمر بجا ہے یا بیجا؟

۲۔ ۱۰۰۰۰ یامین سے وصول شدہ روپیہ ترکہ عمر میں شمار ہونے کے قابل تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کے احکام سے مطلع فرمایا جائے۔

۳۔ ورثاء عمر جن پر ترکہ عمر خرچ ہوا اور وہ جن پر نہیں ہوا، ترکہ عمر ختم شدہ اور باقی ماندہ میں اگر کچھ حقوق رکھتے ہوں تو ان سے منسلک مطلع فرمایا جائے۔

۴۔ ۱۰۰۰۰ بکر نے جو اہنا حصہ مکان زید کو دیدینے کا وعدہ کیا ہے اس وعدہ کو پورا کرے، یا رقم قرض باقی ماندہ کو تمام ورثاء عمر پر تقسیم کرے؟

۵۔ ترکہ عمر سے متعلق خرچ کی جو رقوم زید نے بتائی ہیں اور ان میں اندازہ سے بہت زیادہ زیادتیوں کے احتمال کا کوئی جواب زید نے نہیں دیا تو ان کو زید کے بتانے کے مطابق ہی ماننا پڑے گا، یا اندازہ کے مطابق بھی کیا جاسکتا ہے؟

۶۔ زید نے تکلیف مسلمان ہونے کے ترکہ عمر کو وراثتے عمر یا شتائے چند پر بے حساب خرچ کیا ہے، حالانکہ ترکہ میں حساب ہوتا ہے، مثلاً: ماں کا اثنا، بہن کا اکہرا، بھائی کا دو ہرا۔ تو کیا وہی ہونے کی وجہ سے زید کیلئے یہ حساب معاف ہے؟

۷۔ زید نے بیوہ عمر ہندہ کو جو آٹھ سو روپیہ دے کر جملہ حقوق سے دستبردار کر لی، اس کے ساتھ متوفی باپ کے مکان میں عمر کے حصہ میں سے ہندہ کا جتنا حصہ نکلتا تھا بیع نامہ ہندہ سے اپنے نام کر لیا۔ کیا زید کی یہ کاروائی شرعاً درست ہوگی؟ فقط۔

احقر احمد حسین، مراد آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ یہ برہمی مغلوب الغضب ہونے کی بناء پر ہے، کوئی باضا ابطہ جواب نہیں۔

۲۔ اس کے لئے زید کا بیان سامنے ہونا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس نے کس بناء پر روپیہ وصول کیا ہے، اگر اس نے ناحق جبراً وصول کیا ہے تو یہ حرام ہے، اور ہرگز ترکہ عمر نہیں (۱)۔ اگر واقعہ عمر نے روپیہ دیا اور شرکت کا معاملہ کیا اور حساب سے اس قدر روپیہ عمر کا ہوتا تھا تو پھر یہ ترکہ عمر شمار ہوگا۔ اور اول صورت میں اس روپیہ کی واپسی زید کے ذمہ لازم ہے (۲)، ثانی صورت میں جو اور ترکہ کا حال وہی اس کا بعد ادائے قرض وغیرہ (۳)۔ ترکہ عمر میں جمع وراثہ شریک ہیں اور یہ شرکت حسب استحقاق وراثت ہوگی جس کی تفصیل وراثہ کی

(۱) قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْإِطْلَاقِ﴾ (سورة القوه: ۱۸۸)

"عن ابی حزره الراشی عن عمه رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

"أَلَا لَا تَطْلُمُوا، أَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطَلَبِ نَفْسِ مَتَّ". (مشکوٰۃ المصابیح ۲۵۵/۱، کتاب البیوع،

باب المضط والمعارية، الفصل الثاني، قدیمی)

(۲) "أن رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "مطل الغنی". أي تأخيره أداء الدين من وقت إلى

وقت "ظلم" فإن المطل منع أداء ما استحق أداءه وهو حرام من المتمكن. ولو كان غنياً، ولكنه ليس

متمكناً، حازله التأخير إلى الإمكان". (مرقاۃ المفاتیح، کتاب البیوع، باب الإفلاس والإنظار، الفصل

الأول ۱۱۹/۶، رشیدیہ)

(۳) "يبدأ بتركة الميت الخالية عن تعلق حق الغير بتجهيزه، ثم يقدم ديونه التي لها مطالبة من جهة=

تفصیل و تعیین معلوم ہونے پر تحریر کی جاسکتی ہے۔

جن ورثاء پر ان کے استحقاق سے زیادہ خرچ ہوا، اگر ان کی طلب پر خرچ ہوا تو ان کے ذمہ اس مقدار زیادتی کی واپسی لازمی ہے، وہ ایسے ورثاء کو دیں جن کو باوجود استحقاق کے کچھ نہیں ملا، یا استحقاق سے کم ملا۔ اگر بغیر ان کی طلب کے یہ زیادتی ان پر خرچ ہوئی، تو خرچ کرنے والا اس کا ضمان ان ورثاء کو ادا کرے، جن کو ترک نہیں ملا، یا استحقاق سے کم ملا (۱)۔

۴۔ جبکہ زیادہ عمر کے جمع کردہ بارہ سو روپیہ بینک سے وصول کر کے بکر کو پانچ سو روپیہ قرض دیئے اور ادائیگی کی صورت دریافت کرنے پر اختیار دیا کہ جیسا تیری سمجھ میں آئے ویسا کر دے، یعنی رقم قرض خواہ کل زیادہ کو دیدے خواہ جملہ ورثاء میں حسب حصص تقسیم کر دے، پھر بکر نے اپنا حصہ میراث کا بھی لیا تو اب بکر کو چاہئے کہ بقید رقم (اپنا حصہ کاٹنے کے بعد) تنہا زیادہ کو نہ دے، نہ بصورت نقد نہ بصورت حصہ مکان (۲)، بلکہ جس

= العباد، ثم وصيته من ثلث مانقى، ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته: أى الذين ثبت اولهم بالكتاب أو السنة أو الإجماع“۔ (الدر المختار: ۵۹/۶، ۷۶، کتاب الفرائض، سعید)

”کسا أن أعيان الموقوفى المروكة عه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذى له فى ذمة آخر مشترك أىهم على قدر حصصهم“۔ (شرح المجلة لسليمن رستم باز: ۱/۶۱۰، کتاب الشراكة، الفصل الثالث فى الديون المشتركة، (رقم المادة: ۱۰۹۲)، مكتبة حنفية، كونته)

(۱) ”لبس لأحد أن يأخذ مال غيره بلاسبب شرعى، وإن أخذه ولو على ظن أنه ملكه، وجب عليه رده عبساً إن كان قائماً، وإلا فيضم قيمته إن كان قيمياً، ومثله إن كان مثلياً“۔ (شرح المجلة لسليمن رستم باز: ۱/۶۲)، (رقم المادة: ۹۷)، المقالة الثانية فى بيان القواعد الفقهية، مكتبة حنفية كونته
(وكلذا فى الدر المختار: ۳۰۰/۶، كتاب الغصب، سعید)

(۲) ”ما يقسّمه كل واحد من الدائنين من الدين المشترك، يكون مشتركاً بينهما، وللشريك الآخر أحد حصته منه، ولا يسوغ للقامض أن يختص به وحده“۔ (شرح المجلة لسليمن رستم باز: ۱/۶۱۳، (رقم المادة: ۱۱۰۱)، كتاب الشراكة، الفصل الثالث فى ديون المشتركة، مكتبة حنفية كونته)
(وكد فى الفتاوى العالميكبرى ۳/۳۳، كتاب الشراكة، الباب السادس فى المتفرقات، رشديه)

طرح اپنا حصہ خود کاٹ لیا ہے زید کو نہیں دیا، اسی طرح ہر وارث کا حصہ اس وارث کو دے، صرف زید کے حوالہ نہ کرے، زید کو صرف زید کا حصہ دے۔

۵۔۔۔۔۔ زید سے تفصیل دریافت کر لی جائے، جب تک جھوٹ اور خیانت کا ثبوت نہ ہو زید کے قول کا اعتبار ہوگا۔ اگر دیگر ورثاء کو یقین نہ ہو تو زید سے قسم لی جاسکتی ہے (۱)۔

۶۔۔۔۔۔ یہ معاف نہیں، زید کے ذمہ کے ہر ایک کا حصہ پورا پورا دینا واجب ہے (۲)، ایک کا حصہ دوسرے پر از خود خرچ کرنا جائز نہیں (۳)۔

۷۔۔۔۔۔ اگر بیوہ ہندو نے مہر معاف کر دیا تو وہ شرعاً معاف ہو گیا، پدر ہندو کو مہر کے مطالبہ اور مقدمہ بازی کا ہرگز حق نہیں (۴)، جبکہ ہندو موجود ہے اور کہتی ہے کہ میں نے مہر معاف کر دیا تو پھر پدر ہندو کا ورثاء عمر

(۱) "وهو أن الشريك أمين في المال، فيقبل قوله بيمينه في مقدار الربح والخسران والضمان والدفع لشريكه ولو بعد موته". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "ولو وكل بقبض ودفعه، ثم مات المؤكل، لقال الوكيل: قبضت في حياته وهلك، وأنكرت الورثة، أو قال: دفعته إليه، صدق". (رد المحتار: ۳/۳۱۹، كتاب الشركة، سعيد)

(۲) ہر شخص کا حصہ چونکہ زید کے پاس امانت ہے اور امانت کو اپنے مال تک پہنچانا واجب ہے: قال الله تبارك وتعالى: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ (سورة النساء: ۵۸)

(۳) "لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً". (شرح المجلة لسليم وستم باز: ۶۱/۱، المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية، (رقم المادة: ۹۶)، مكتبه حنفية كوثنه)

(و كذا في الدر المختار: ۲۰۰/۶، كتاب الغضب، سعيد)

(۴) "للمرأة أن تهت مالها لزوجها من صدق، دخل بها زوجها أو لم يدخل، وليس لأحد من أولياء أب ولا غيره الاعتراض عليها". (الفتاوى العالمگیریة: ۳۱۶/۱، كتاب النكاح، باب المهر، الفصل العاشر في هبة المهر، رشیدیہ)

(و كذا في الهداية ۳/۳۲۵، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبه شركة علمية ملتان)

(و كذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۱۱۳/۳، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد)

ہے مقدمہ بازی کر کے مہر وصول کرنا سراسر ظلم ہے (۱)۔ البتہ ہندہ اپنا حصہ میراث ضرور وصول کر سکتی ہے (۲)۔ اور زید نے جو آٹھ سو روپے دیئے ہیں تو معلوم نہیں ہو سکا کہ اس میں بعض مہر کس قدر ہیں اور بعض میراث ہندہ کس قدر ہے۔

جس قدر رقم زید نے بعض حصہ میراث ہندہ ادا کی ہے، اس کے عوض میں وہ ہندہ کے حصہ میراث کا مالک ہو گیا (۳)، اور شرعاً یہ درست ہے، خواہ وہ مکان کا حصہ ہو خواہ دیگر سامان کا، دیگر ورثاء اب اس کے متعلق کچھ نہیں کر سکتے۔ جس طرح زید نے اپنے نام بیٹنامہ کر لیا ہے، دیگر ورثاء کو بھی یہ حق حاصل تھا، جب زید نے اس حق کو وصول کر لیا اور دیگر ورثاء خاموش رہے تو اب اوروں کا حق ساقط ہو گیا (۴)، اور چونکہ یہ رقم زید نے ترکہ عمر سے نہیں دی، اس لئے ورثاء عمر کو اس میں شرکت کا حق نہیں۔ یہاں تک سوالات کے جوابات تھے۔

عمر کی بیماری پر جو کچھ زید نے خرچ کیا، اگر عمر کی طلب پر بطور قرض خرچ نہیں کیا تو زید کو اس کے مطالبہ کا حق نہیں (۵)۔

(۱) قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

(۲) "والمرأة تأخذ مهرها من التركة من غير وحى الورثة ان كانت التركة دراهم أو دنانير، وإن كانت التركة شيئاً يحتاج إلى البيع، فبيع ما كان يصلح ويسوفى صداقاً". (خلاصة الفتاوى: ۲/۳۱۱، کتاب الوصایا، الفصل السابع فی الدعوى والشهادة، رشیدیہ)

(۳) "وصیه أو ورثته نقدوا لمن كفنه من ماله، يرجع به فی التركة، وكذا أداء دينه". (جامع الفصولین). "وللوارث أن يقضى ديس الميت وأن يكفنه بغیر أمر الورثة، كان له أن يرجع فی مال الميت". (جامع الفصولین مع حاشيته: ۳/۳۶، الفصل الثامن والعشرون فی مسائل التركة والورثة والدين، اسلامی کتب خانہ کراچی)

"وكذا لو قضى الوارث أو الوصى ديناً من ماله، كان له أن يرجع فی مال الميت". (خلاصة الفتاوى: ۳/۳۳۰، کتاب الوصایا، الفصل السادس فی تصرفات الوصى، رشیدیہ)

(۴) "سكوت المالك القديم حين قسم ماله بين الغائمين رضا". (الدر المختار مع والمختار، کتاب التوقف، مطلب: المواضع التي يكون فيها السكوت كالقول: ۳/۳۸۲، سعيد)

(۵) "كأن الوارث الميت أو قضى دينه من مال نفسه، فإنه يرجع، ولا يكون متطوعاً". (الدر المختار) =

حصہ ہندو کو جبکہ زید نے اپنے نام بیع کرایا ہے تو اس کی قیمت ترکہ عمر سے ادا کرنا درست نہیں، لہذا فخر الدین کاروپہ بھی زید کو اپنے پاس سے دینا چاہیے نہ کہ ترکہ عمر سے (۱)۔ زمین مشترکہ کو فروخت کر کے نصف قیمت بطور اصل مالک زید کی ہے، اور بقیہ نصف میں جملہ ورثاء عمر شریک ہیں (۲)، زید کا کل قیمت کو اپنے ذاتی خرچ میں لانا درست نہیں۔ جملہ ورثاء اپنے حصہ میراث کا مطالبہ زید سے کر سکتے ہیں۔

باپ کے مکان متروکہ میں جو حصہ عمر کا تھا اس میں بھی جملہ ورثاء شریک ہیں۔ ایک سوائی روپیہ کے سامان میں سے زید کو سو روپیہ کا سامان تیار کرنا بھی جائز نہیں، صرف اپنا حصہ رکھ سکتا ہے (۳)۔ بارہ سو روپیہ میں بھی سب شریک ہیں (۴)، اسی طرح ۱۲۵ روپیہ اور پندرہ سو روپیہ کا حال ہے۔

جس قدر رقم زید کی ترکہ عمر کے وصول کرنے میں خرچ ہوئی، اس کو زید ترکہ عمر سے اتھمانا کاٹ سکتا ہے (۵)، ہندو کے پدر سے مقدمہ بازی میں جو کچھ خرچ ہوا، اس کو ترکہ عمر سے نہیں کاٹ سکتا (۶)، اس

"= أنفق الوصى من مال نفسه على الصبي، وللصبي مال غائب، فهو منقطع في الإنفاق، إلا أن يشهد أنه قرض أو أنه يرجع عليه وتكفيه النية فيما يبه وبين الله تعالى." (رد المحتار: ۷/۴، ۷/۸، ۷/۸، کتاب الوصایا، فصل فی شہادۃ الأوصیاء، سعید)

(و کذا لی خلاصۃ الفتاوی: ۴/۳۰، کتاب الوصایا، الفصل السادس فی تصرفات الوصى، رشیدیہ)

(۱) (راجع، ص: ۳۰۳، رقم الحاشیہ: ۳)

(۲) "ثم تقضى ديونه من جميع مابقى . ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة واجماع الأمة." (المسرحی، ص: ۳، سعید)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

(۴) "وللشريك الآخر أخذ حصته منه، ولا يسوع للغايض أن يختص به وحده." (شرح المحلة لسليم رستم ناز: ۱/۲۱۳، رقم المادة: ۱۱۰۱)، كتاب الشركة، الفصل الثالث في الديون، مكتبة حقيقه كولته

(۵) "وأما أجرة نقد الدين، فعلى المدين، إلا إذا قبض رب الدين الدين - فالأجرة على رب الدين، لأنه بالقض دخل في ضماته" (رد المحتار: ۴/۵۶۰، كتاب البيوع، مطلب فساد المتضمن يوجب فساد المتضمن، سعید)

(۶) "لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه . وإن فعل، كان ضامناً." (شرح المحلة =

نے وہ مقدمہ محض اپنی ذات کیلئے لڑایا ہے، نہ کہ دیگر ورثاء کیلئے۔ جس قدر ترکہ معروف وراثہ مستحقین کے پاس پہنچ چکا، اس قدر سے زید سبکدوش ہو گیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پنور، ۷/۱/۱۳۶۶ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، ۱۳/ جمادی الثانی/ ۱۳۶۶ھ، صحیح عبداللطیف۔

اوائے قرض سے پہلے ترکہ میت سے نفع اٹھانا

سوال (۹۷۳): زید نے اپنے وارثوں میں تین بالغ لڑکے چھوڑ کر انتقال کیا، ترکہ میں ایک موروٹی سکئی مکان ہے جس میں زید کا بھائی بھی شریک ہے، اس کے علاوہ گیارہ سو کے قریب رقم ایک میعاد معینہ کیلئے سرحدی تحویل میں امانت ہے اور دوسری طرف متفرق واجب الادا قرض کی رقم ہیں جن میں چار سو کے قریب سودی قرضہ بھی شامل ہے۔ زید کے بعض ورثاء اور دوستوں نے مرحوم کی عاقبت میں بہتری کے اور اس خیال سے کہ دیر کرنے سے سود کی رقم زیادہ جائے گی، سرکاری تحویل سے اختتام میعاد سے قبل رقم لے کر سارے قرضے ادا کرنے پر اتفاق کر لیا ہے۔

تین وارث لڑکوں میں دو چھوٹے بھائی برسر روزگار ہیں، لیکن بڑا بھائی (الف) عرصہ سے کسی روزگار پر قادر نہیں اور اپنے متعلقین کی کفالت کیلئے بعض اوقات بادل ناخواستہ دوسروں سے استمداد پر مجبور ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ سے اس کا ارادہ زراعت کا ہے اور اسی غرض سے قطعہ اراضی بھی لگان پر لیا ہے، مگر زراعت کے دیگر اخراجات کیلئے سودی قرضہ لینے کے سوائے اس وقت کوئی اور وسیلہ نہیں ہے، اس کے بغیر ملنا ناممکن نظر آتا ہے اور یہ ہزار وقت بہت گراں سود پر مل سکتا ہے۔

اس لئے (الف) یہ چاہتا ہے کہ جو واجب الادا سودی قرضہ ہے اس کی ادائیگی بالفعل ملتی ہو کر اس رقم سے اس کو فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے، وہ زراعت کے حاصل سے دو تین سال کے اندر رقم قرضہ مع سود کے صراف کو واپس کر دے گا، کیونکہ اس وقت رقم صراف کو واپس کر کے جدید قرضہ کے ملنے کی امید نہیں ہے۔

ذی علم اور تجربہ کا شخص ہے اس کے خلاف بے اعتمادی کی کوئی وجہ نہیں۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا قرضہ کی ایسی رقم کی ادائیگی کو ایک گھر کیلئے ذریعہ معاش قائم کرنے کی مفید اور جائز غرض سے مدت مذکورہ تک ملتوی کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کے ترکہ میں سے تقسیم میراث سے قبل قرض کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے (۱)، خصوصاً جب کہ قرض سودی ہو تو جس قدر جلدی اس کا ادا کرنا ممکن ہو اس میں تاخیر کی گنجائش نہیں (۲)، اور صورت مسئلہ میں واقعات کا تجرہ بتلاتا ہے کہ سودی قرض تمام بڑی سے بڑی جائیداد کو کھا کر فنا کر دیتا ہے۔ اور اس پر بھی وثوق نہیں کیا جاسکتا کہ مدت مذکورہ میں الف کو زراعت میں کچھ نفع اور بچت ہو کہ جس سے وہ قرض ادا کر سکے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ رقم مذکورہ تمام کی تمام زراعت میں صرف ہو جائے اور کچھ بھی وصول نہ ہو، اس لئے موم امید پر سودی قرض کی ادائیگی کو مؤخر کرنا درست نہیں، بلکہ اس کو جلد از جلد ادا کر دیا جائے۔

اور اس کے بعد اگر الف میں صدق اور خوف خدا ہے اور وہ حرام سے بچ کر اکل حلال کا طالب ہے تو اس کے لئے اللہ پاک ضرور بالضرور جائز طریقہ سے رزق مہیا فرمائیں گے اور حرام سے محفوظ رکھیں گے۔ اگر اس کو قرض کی ضرورت پیش آئی تو بلا سود قرض ملے گا۔

اس بڑا شوب زمانہ میں ایسے بندگان خدا موجود ہیں اور بڑے بڑے کاروبار کر رہے ہیں جن کو کبھی سودی قرض کی نوبت نہیں آتی اور بلا سود ہزاروں کی رقم مہیا ہو جاتی ہے:

فَاللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمَجِیْدِ: ﴿لَوْ مِنْ یَتٰی اللّٰہُ، یَجْعَلْ لِّہٖ مَخْرَجًا وَیَرْزُقْہٖ مِنْ

(۱) "ثم تقدم دیونہ الیٰ لیٰ لها مطالب من جهة العباد"، (الدر المختار: ۶/۶۰، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳۶۳/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) "عن اسی ہریرۃ رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "مطل العی ظلم". (مشکوٰۃ

المصابیح: ۱/۲۵۱، باب الإفلاس والإنظار، قدیمی)

حیث لا یحتسب ﴿۱﴾ الآية (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد ونگوئی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ محرم/ ۱۳۵۹ھ۔

ترکہ میت میں اگر بعض ورثاء تجارت کریں، کیا اس میں سب شریک ہوں گے؟

سوال (۹۷۲): زید نے انتقال کے وقت ایک بیوہ تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑی، اس میں سے زید

ہی نے اپنی حیات میں بڑی لڑکی کی شادی کر دی۔ زید کے کل متروکہ کا حساب تیرہ سو روپے ہوا۔ زید کے دو لڑکے بڑے تھے، ان پر ایک چھوٹی بہن، ایک چھوٹے بھائی اور والدہ کی کفالت عائد تھی، لہذا اکل وارثوں میں سے کسی نے بھی اپنا حصہ طلب نہیں کیا۔ اور اسی تیرہ سو روپے سے دونوں بڑے لڑکوں نے تجارت شروع کر دی، جس کو گیارہ سال گزر گئے۔ اور بڑی شادی شدہ لڑکی کے علاوہ سب کا نان و نفقہ چننا رہا اور اب بھی چل رہا ہے۔

اب بڑے دو لڑکوں کے علاوہ سب ورثاء کہتے ہیں کہ جو موجودہ ترکہ ہے وہ سب کا ہے، وہ سب تقسیم کیا جائے۔ زید کے دونوں بڑے لڑکوں کا کہنا ہے کہ صرف مرتے وقت تیرہ سو روپے تقسیم ہوں گے۔ سوال یہ ہے کہ کونسا ترکہ تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کا ترکہ وہ ہے جو اس کے انتقال کے وقت چھوڑا ہے (۲)، اس میں سب ورثاء شریک ہیں، جن دو لڑکوں نے روپیہ لے کر تجارت کی ہے اس میں دوسرے شریک نہیں، وہ خود ان کی محنت ہے نہ کہ سب کی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد ونگوئی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۶/ ۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۶/ ۱۳۸۷ھ۔

(۱) (سورۃ الطلاق: ۲، ۳)

(۲) "لأن التركة ماترکہ المیت من الأموال صافیاً عن تعلق حق الغير بعین من الأموال". (رد المحتار)

۷/ ۵۹، کتاب الفرائض، سعید

(۳) "إذا أخذ أحد الورثة مبلغاً من نقود التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه وخسر، كانت =

ترکہ مشترکہ سے ایک وارث نے زمین خریدی، اس میں دوسرے وارث کا حصہ

سوال [۹۷۵]: ایک قطعہ زمین خریدی گئی اس وقت جب کہ دو حقیقی بھائی اور ان کے حقیقی والد تو ایک گھر میں رہتے تھے اور کام و حنہ بھی سب ایک ہی میں تھا، لیکن خریدی قطعہ زمین مذکورہ کی صرف ایک ہی بھائی کے نام کی گئی جو بڑا تھا۔ لہذا چھوٹا بھائی اس زمین میں نصف کا شریک ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نے وہ زمین خریدی ہے اگر اس نے اپنے ہی لئے خریدی ہے تو وہ اسی کی ہے، اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں، قیمت اگر مشترک روپیہ سے ادا کی ہے تو شرکاء کا روپیہ حسب حصص دینا اس کے ذمہ واجب ہے:

"لو تصرف أحد الورثة في الشركة المشتركة وبيع، فالربح للمتصرف وحده، كذا في الفتاویٰ الغیائیة، ۱۰، ہندیہ: ۴/۳۷۶ (۱)۔"

اگر وہ شرکت کیلئے خریدی ہے تو مشترک ہے، شرکاء قیمت میں بھی شریک ہوں گے، پتہ نہ ہونے کی صورت میں وجوب ثمن کیلئے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا:

"لو صدقه في الشراء للشركة وكذبه في دعوى الأداء من مال نفسه، قال الخیر الرملي

= الخسارة عليه، كما أنه إذا ربح لايسوغ لقبية الورثة أن يقاسموه الربح". (شرح المحلة لمسلم رستم باز: ۱/۶۱۰، (رقم المادة: ۱۰۹۰)، كتاب الشركة، الفصل الثاني، مكتبه حنفية كونه)

(و كذا في تنقيح الفتاویٰ الحامدية: ۱/۹۳، كتاب الشركة، مكتبه ميميه مصر)

(۱) (الفتاویٰ العالمیة: ۳/۳۶۶، كتاب الشركة، الباب السادس في المنقرقات، فصل: لو تصرف أحد الورثة، رشیدیہ)

"إذا بذر بعض الورثة الحبوب المشتركة بإذن الكبار أو وصى الصغار في الأراضي المورثة، تصير جملة الحاصلات مشتركة بينهم. وأما لو بذر بغير إذن بقية الورثة، فالعلة للزراع فقط ولو كان البذر مشتركاً - ولكن لو بذر أحدهم حبوب نفسه، فالحاصلات له خاصة، لكنه يضمن لقية الورثة حصصهم مما نقصت الأرض بزرعته". (شرح المحلة لمسلم رستم، ص. ۶۰۹، (رقم المادة: ۱۰۸۹)، كتاب الشركة، مكتبه حنفية كونه)

(و كذا في تنقيح الفتاویٰ الحامدية: ۲/۴۰۷، كتاب المزارعة ومطالیه، مكتبه ميميه، مصر)

فی حاشیۃ المسح: والذي يظهر أن القول للمشتري؛ لأنه لما صدقه الآخر في الشراء، ثبت الشراء لنشركة، وبه ثبت نصف الثمن بذمته، ودعواه أنه دفع من مال الشركة دعوى وقائه، فلا يقلل بلائيه، ولذا قالوا: إذا لم يعرف شراءه إلا بقوله، فعليه الحجة؛ لأنه يدعى وجوب المال في ذمة الآخر وهو ينكر، وهنا ليس منكرًا بل مقر بالشراء الموجب لتعلق الثمن بذمته، وله تحليفه أنه مادعه من مال الشركة، قال المشتري: هولي خاصة اشتريته بمالي لنفسى قبل الشركة، فالقول له بيمينه: بالثمن ما هو من شركتنا، أحوال الشركة لو من جنس تجارتهما، فهو للشركة، وإن لم يكن من تجارتها فهو له خاصة. شامى بتغير: ۳/ ۵۴۹ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود ننگوی غفرلہ، مبین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲/ ۵۹/ ۳، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲/ ربيع الثانی ۱۴۰۹ھ۔

میت کا زمین بیوی کے نام خریدنا، اور مال مشترک میں ورثاء کا تصرف

سوال [۹۷۶]: زید فوت ہو چکا اور ورثاء ذیل چھوڑے:

ایک زوجہ، چھ بیٹا، ارغ یعنی، شرعاً۔ اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

زید نے جو زمین اپنی کمائی سے خرید کر اپنی زوجہ کے نام خرید کر لی، اس خیال سے کہ اولاد نہ بنے، ہے، مرنے کے بعد بھائی مالک ہو جائے گا، اگر زوجہ کے نام ہوگی بھائی محروم رہے گا۔ اور بقیہ جائیداد منقولہ اترسم نقد وغیرہ وہ زید کی عورت کے پاس ہے، اس کو وہ اپنے صرف میں کر رہی ہے، زید کے بھائیوں کو کچھ نہیں دیتی۔ سوال یہ ہے کہ جو جائیداد زوجہ کے نام ہے وہ ترکہ میں شمار ہو کر قابل تقسیم ہے یا نہیں؟

زید کی زوجہ کا حق میر۔۔۔ ۲۵۰ روپیہ تھا، اگر زید نے تمام جائیداد بعوض حق المهر عورت کو لکھ دی ہو اس غرض سے کہ دوسرا وارث محروم رہے۔ کیا یہ تحریر شرعاً جائز ہے؟ جس قدر جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ جو ترکہ میت

(۱) (رد المحتار: ۳/ ۳۱۴، کتاب الشركة، مطلب فی دعوی الشریک أنه أدى الثمن من ماله، سعبہ)

(و کذا فی منحة الحافل علی البحر الرائق: ۵/ ۲۹۳، کتاب الشركة، وشیدہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/ ۶۱۸، کتاب الشركة، باب شركة

ہے اور عورت کے قبضہ میں ہے اس کو وہ عورت فروخت کر سکتی ہے بغیر رضامندی و مگر وراثت کے یا نہیں؟ فقط۔
نفس احمد، پھلاؤدہ، ضلع میرٹھ (یو، پی)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۲۳ ۷۲۱

زوجہ	بنات ۶	ارخ بیٹی
$\frac{۳}{۹}$	$\frac{۱۶}{۳۸}$	$\frac{۵}{۱۵}$

بشرط صحبت سوال وعدم موانع ارث بعد تجیز و تکفین و ادائے دین میت و تحفیظ وصیت وغیرہ از مٹ مال (۱)، زید کا ترکہ بہتر [۷۲] سهام قرار دے کر اس طرح تقسیم ہوگا کہ ۹/۱۵ سهام زوجہ کو ملیں گے (۲)، ۲۸/۳۸ سهام ست بنات (۳)، کو یعنی ہر ایک کو آٹھ آٹھ سهام، ۱۵/۳۸ سهام ارخ بیٹی کو (۴)۔

- (۱) "التمعلی بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفینه وتجهیزه، من غیر تہذیر ولا فقیر، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجی فی الميراث، ص: ۳، ۲، سعید)
(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۷۲/۵۹، ۷۱، سعید)
(۲) میت کی چھ اولاد و توارث کو کن (آٹھواں حصہ) ملے گا:

قال الله تبارک وتعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دِينَ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۳) بنات کو مذکورہ صورت میں ثلثا یعنی دو تہائی حصے ملیں گے:

قال الله تبارک وتعالى: ﴿فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ (سورة النساء: ۱۱)
(۴) ارخ بیٹی عصبہ ہے، ذوی القربى کو حصہ دینے کے بعد جو رہ جائے وہ عصبہ کو ملے گا۔

"العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقى من سهام ذوى القربى، وإذا انقرض أحد جميع المال". (الفتاوى العالمگیریہ: ۶/۳۵۱، کتاب الفرائض، باب العصباء، رشیدیہ) =

سوال کے ابتداء میں ہے کہ ”وہ جائیداد زوجہ کے نام خرید کرائی ہے“ آخر میں ہے کہ ”زوجہ کے نام منتقل کرائی ہے“۔ اگر یہ مطلب ہے کہ بائع سے براہ راست جائیداد زوجہ کے نام خریدی اور منتقل کرائی ہے تب تو وہ زوجہ کی ملک ہے، ترکہ زوجہ نہیں (۱)۔ مگر یہ کہ زوجہ اس بات کا اقرار کر لے، یا وراثہ زوج کے پاس اس کا ثبوت ہو کہ یہ جائیداد متوفی نے اسالہ اور طہیضہ اپنے لئے خریدی تھی اور کسی عارضی مصلحت کی وجہ سے کاغذ میں زوجہ کا نام تحریر کر دیا تھا تو اس وقت ترکہ میت شمار ہو کر حسب تحریر بالا وراثہ پر تقسیم ہوگا۔

اگر یہ مطلب ہے کہ اپنے نام خرید کر پھر زوجہ کے نام منتقل کرادی تھی تو اس صورت میں اگر بحالیت صحت و تندرستی بطور بیہ منتقل کر کے زوجہ کا قبضہ اس پر کرادیا تھا تو وہ زوجہ کی ملک ہے ترکہ متوفی نہیں، بھائی مطالبہ نہیں کر سکتا (۲)۔

اگر بحالیت صحت و تندرستی لکھی ہے تو یہ تحریر معتبر ہے (۳)، اگر مرض الموت میں لکھی ہے تو اس کی کیفیت لکھ کر دوبارہ دریافت کریں۔

جس قدر حصہ زوجہ کی ملک ہے، خواہ زوج نے اپنی حیات میں اس کو دیا ہو خواہ ترکہ میں ملا ہو، اس کو فروخت کر سکتی ہے، اس میں رضامندی کی ضرورت نہیں اور کسی کو منع کرنے کا حق نہیں، خواہ وہ جائیداد مشترک ہو

= (و کذا فی تبیین الحقائق: ۴/۸۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۱) جب کہ کوئی شخص اپنے ہی مال سے کسی کے لئے کوئی چیز خرید کر اسے دے دے تو یہ بہر ہے، اور بہر دراصل قبض سے تام ہو جاتا ہے، گما سیاتی تحت العاشیۃ الاتیہ۔

(۲) ”ملک الموهوب له الموهوب بالقض، فالقبض شرط لثبوت الملك“۔ (شرح المحلة، ص: ۳۷۳، کتاب الہیۃ، الباب الثالث، (رقم المادۃ:)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۶۹۰/۵، کتاب الہیۃ، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳/۳۷۳، کتاب الہیۃ، الباب الأول، رشیدیہ)

(۳) واضح رہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب میت ”زید“ نے مذکورہ زمین اپنی زوجہ کو بخش مہر یا بطور بیہ دینے کیلئے لکھا ہو اور ساتھ قبضہ بھی کرایا ہو، بغیر قبضہ کے بیہ اور ملک تام نہیں ہوتا ہے:

”ومنها أن يكون الموهوب مقبوضاً، حتى لا يثبت الملك للموهوب له قبل القبض“۔ (الفتاویٰ

العالمگیریۃ: ۳/۳۷۳، کتاب الہیۃ، الباب الأول، رشیدیہ)

خواہ تقسیم شدہ ہو (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی حفظہ اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

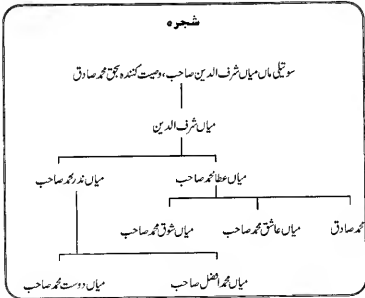
صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/رجب/۱۳۶۳ھ۔

مشترکہ موروثہ باسیداد میں کسی شریک کا اپنے حصہ پر قبضہ نہ کرنا

سوال (۱۷۷۷): مسائل ذیل بغرض جواب ارسال خدمت سراپا برکت ہے۔ بعد ارقام جواب

فتویٰ مزین بمہر فرما کر احقر کے پاس واپس فرمادیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ جواب جلد درکار ہے۔

شجرہ



(۱) "کیف ما يتصرف صاحب الملك المستقل في ملكه، فكذا يتصرف أيضاً في الملك المشترك

اتفاقاً". (شرح المجملۃ لسلم رستم باز ۱۰/۵۹۹، (رقم المادة: ۱۰۶۹)، کتاب الشریکۃ، الفصل

الثانی، حقیقہ کوئلہ)

مکانات سے جو صاحب موصوف بوقت تقسیم اپنے تصرف میں رکھ لئے تھے بیشک متذکرہ بطور ہبہ یا قیمۃ جیسا مناسب خیال فرمادیں پسران میاں عطا محمد صاحب مرحوم کے حق میں منتقل فرمادیوں، کیونکہ اس مکان بیشک پر محمد صادق نے بلا شرکت کسی دیگر فریق کے کافی ملکہ لگایا ہوا ہے۔

اور اگر میاں شرف الدین مکان بیشک محمد صادق کے حوالہ نہ کرنا چاہیں تو اس ملکہ کی موجود الوقت یا اسی قدر ملکہ اگر بروئے شریعت محمد صادق لینے کا حق دار ہو تو مرحمت فرمادیں۔ جس کے جواب میں صاحب موصوف نے ارشاد فرمایا کہ مکان بیشک پر دو صورت میں محمد صادق کو نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی ملکہ کی موجود الوقت قیمت اور نہ ہی اسی قدر ملکہ دیا جاسکتا ہے۔ اس جواب پر محمد صادق نے ملکہ مکان بیشک پر سے جو اس نے لگایا تھا اتارنے کی درخواست کی تو جواب ملا کہ ملکہ جو محمد صادق نے مکان متذکرہ پر لگایا ہوا ہے چاہے شریعت، رواج، پنجائیت، یا قانون محمد صادق کو اجازت نہ بھی دے تو بھی محمد صادق کو ملکہ متذکرہ اتارنے کی بخوشی اجازت ہے اور اس بات پر صاحب موصوف رضامند ہیں۔

اس تصفیہ کے بعد محمد صادق بیشک کے حصول میں کوشاں رہا، حتیٰ کہ عرصہ زائد از دو سال گزر گیا اور بیشک بدستور سابق مشترکہ طور پر استعمال ہوتی رہی۔ اب میاں شرف الدین صاحب نے بذریعہ تحریری رقعہ اپنے سابقہ فیصلہ کی رو سے محمد صادق کو ملکہ اتارنے کا حکم دیا اور جملہ برادران محمد صادق کو اپنا اپنا سامان نشست و برخاست مکان بیشک سے اٹھانے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمایا کہ بیشک خالی کر دو، کیونکہ محمد صادق اور اس کے دیگر برادران میاں عاشق محمد و میاں شوق محمد صاحبان پابندی شرع محمدی کے عویدار ہیں۔ لہذا مندرجہ ذیل امور کیلئے مفصل شرعی احکام درکار ہیں:

۱۔ آیا ملکہ متذکرہ بیشک جو محمد صادق نے بلا شرکت کسی دیگر فریق بیشک پر لگایا ہوا ہے اور جس کے اتارنے کی اجازت میاں شرف الدین صاحب نے برضا مندی دی، محمد صادق شرعاً لینے کا حقدار ہے یا نہیں، جبکہ کسی دیگر فریق نے نہ ہی کوئی ملکہ لگایا اور نہ ہی شکست و ریخت میں خرچ کر کے محمد صادق کا ہاتھ بنایا، حالانکہ استعمال مشترکہ ہوتا رہا؟

۲۔ آیا میاں شرف الدین صاحب کو اس جائیداد سے جو بوقت تقسیم جائیداد مابین پسران خود

صاحب موصوف نے اپنے قبضہ میں رکھی تھی، بیشک متذکرہ کوئی امر شرعاً مانع ہے، اگر میاں شرف الدین صاحب اپنے مرحوم پسر میاں عطا محمد صاحب کی اولاد کو کچھ حصہ یا سالم اپنی زندگی میں منتقل فرمادیوں؟

۳۔ اگر میاں شرف الدین صاحب اپنے پسر میاں نذر محمد صاحب، یا اس کی اولاد کو اپنی زندگی میں اپنی جائیداد پر تصرف کرنے کی اجازت دیں اور پسران میاں عطا محمد صاحب مرحوم کو نظر انداز فرمادیوں تو کیا؟
(الف) یہ عمل صاحب موصوف کا شرعاً قطع رحمی کے مترادف نہ ہوگا، تو قطع رحمی کرنے والے کیلئے شرعاً کیا حکم ہے؟

(ب) اگر یہ عمل میاں شرف الدین صاحب شرعاً قطع رحمی کے مترادف ہوگا۔
۴۔ جو جائیداد و زر مرسلہ میاں عطا محمد مرحوم سے میاں شرف الدین صاحب خرید کرتے رہے اور بجائے اپنے پسر میاں عطا محمد صاحب مرحوم کے نام رجسٹری کرانے کے بعد اپنے نام رجسٹری وغیرہ کراتے رہے ہیں۔

(الف) ایسی جائیداد کا شرعاً کون مالک ہے؟
(ب) کیا اس جائیداد کا میاں شرف الدین صاحب کو کسی دیگر شخص کے حق میں منتقل کرنے کا شرعاً حق ہے یا نہیں؟

(ج) کیا میاں شرف الدین صاحب ایسی جائیداد اپنے قبضہ میں رکھنے کے شرعاً حقدار ہیں؟
(د) کیا یہ جائیداد میاں شرف الدین صاحب کی وفات کے بعد ترکہ میاں شرف الدین صاحب میں شامل کی جاسکتی ہے؟

۵۔ مرحوم میاں عطا محمد صاحب کے ترکہ میں ان کے والد میاں شرف الدین صاحب بحیثیت والد متوفی ۱/۶/۱۰۸۷ھ کے شرعاً حقدار ہیں اور مطالبہ بھی کرتے ہیں، لیکن عملاً باوجود اصرار و رٹا میاں عطا محمد صاحب مرحوم اپنا حصہ لینے سے لیت و لعل فرما رہے ہیں، حالانکہ مرحوم کو فوت ہوئے عرصہ تین سو ساڑھے سات سال کا گزر رہا ہے، لہذا:

(الف) اگر میاں شرف الدین صاحب اپنی زندگی میں ۱/۶ حصہ حاصل نہ کریں اور لینے سے انکار بھی نہ کریں تو کیا بعد وفات میاں شرف الدین صاحب یہ حصہ ۱/۶ حصہ ترکہ میاں شرف الدین صاحب میں

شمار ہوگا؟

(ب) اگر میاں شرف الدین صاحب ۶/۱ حصہ لینے میں لیت و لعل کرتے ہیں اور زندگی وفات نہ کرے تو کیا ورثہ میاں عظیمہ مرحوم گنہگار تو نہ ہوں گے؟

(ج) اگر شرعاً ورثہ میاں عظیمہ صاحب مرحوم گنہگار ہوں گے تو ان کو شرعاً کیا عمل کرنا چاہیے جس وجہ سے وہ اس بارے میں شک و شبہ ہو سکیں؟

احقر الناس: محمد صادق کھوکھر بقلم خود۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱... محمد صادق حق دار ہے (۱)۔

۲... بیشک کو اپنے قبضہ و تصرف میں رکھنا شرعاً درست ہے کوئی مانع نہیں۔ بحالت صحت و تندرستی اگر منتقل کر دیں گے تو شرعاً یہ انتقال معتبر ہوگا اور عظیمہ کی اولاد کی طرف منتقل ہو جائے گی (۲)۔

۳... (الف ب): اپنی زندگی میں کئی اختیار ہے۔ عظیمہ کی اولاد کو نظر انداز کر دینے سے کوئی حق تلفی بھی نہیں (۳)، البتہ مروت کا تقاضا یہ ہے کہ نظر انداز نہ کریں۔

(۱) "عسر داز زوجہ بمنالہ یا ذنہا، فالعمارة لها، والنفقة دين عليها، لصحة أمرها. ولو عمر لنفسه بلا إذنہا، فالعمارة له، ويكون غاصباً للعرصة، فهو مر بالتطريع بطلها ذلك". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "وقوله: والنفقة دين عليها"، لأنه غير منقطع في الإنفاق، فراجع عليها لصحة أمرها، فصار كالأمور بقضاء الدين". (الدر المختار، كتاب الوصايا، مسائل شتى: ۶/۷۳۷، سعيد)

(۲) "ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيف ما شاء". (شرح المحلة لسليم رستم ماز: ۱/۶۳۳، كتاب الشركة، الفصل الثامن في أحكام القسمة، (رقم المادة: ۱۱۲۲)، مكتبة حفيه كوثنه)

"تستعقد الهبة بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبوع لا يتم إلا بالقص". (شرح المحلة لسليم رستم: ۱/۳۶۲، (رقم المادة: ۸۳۷)، كتاب الهبة، حفيه كوثنه)

(۳) "وفي الحاية: لروهب شيئاً لأولاده في الصحة وأراد تفضيل البعض على البعض، روى عن أبي حيفة رحمه الله تعالى أنه لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل في الدين. وإن كانوا سواء، يكره". -

۴۔ (الف، ب، ج، د): اگر عطا محمد نے اس لئے روپیہ بھیجا کہ آپ میرے لئے جائیداد خرید لیں اور میاں شرف الدین نے اس کیلئے خریدی مگر کسی مصلحت یا مجبوری سے عطا محمد صاحب کا نام درج نہیں کرایا، بلکہ اپنا نام درج کرایا ہے وہ جائیداد عطا محمد ہی کی ملک ہے (۱)، میاں شرف الدین کو اس میں اصلانہ مالکانہ تصرف کا حق نہیں، وہ کسی کے حق منتقل نہیں کر سکتے اور بعد وفات میاں شرف الدین صاحب کا ترکہ شمار ہو کر ورثاء میں تقسیم نہیں ہوگی، بلکہ ترکہ عطا محمد کا قرار پا کر عطا محمد کے ورثاء میں تقسیم ہوگی (۲)۔ ۱/۶ میاں شرف الدین کو ہی ملے گا (۳)۔

اگر عطا محمد نے روپیہ بطور ہبہ اپنے والد کو دیا ہے اور والد نے اپنے لئے یہ جائیداد خریدی ہے تو وہ بھلیٹے میاں شرف الدین کی ملک ہوگی (۴)، ان کو اس میں مالکانہ تصرف کا حق بھی حاصل ہوگا، جس کے حق میں چاہیں

= (رد المحتار: ۴/۴۴، کتاب الوفاق، مطلب مہم فی قول الوافق، سعید)

(و کذا فی فتاویٰ فاضی حان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۹۲، کتاب الہبۃ، فصل فی ہبۃ الولد لولدہ، رشیدیہ)

(و کذا فی الزاویہ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۲۳، کتاب الہبۃ، الجنس الثالث فی ہبۃ الصغیر، رشیدیہ)

(۱) "والمملک ببیت للمؤکل ابتداءً فی الأصح، فلا یعتق قریب الوکیل بشرانہ حتی لو أضافہ إلی نفسہ، لا یصح تتعلق بمؤکله لایہ، لکونه فیہا سفیراً محضاً". (الرد المحتار: ۵/۵۱۴، کتاب الوکالۃ، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۵۶۷، کتاب الوکالۃ، الباب الأول، رشیدیہ)

(۲) "والممراد من الشرکۃ ما ترکہ المیت خالیاً عن تعلق حق الغیر بعینہ". (تبیین الحقائق: ۷/۷۱۷، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا یُورِثُ لَکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السَّدَسُ مِمَّا تَرَکَ﴾. (سورۃ النساء: ۱۱)

"وأما الرجال فالأول الأب، وله ثلاثة أحوال: الفرض المحض وهو السدس مع الآس واس الآس وإن سعل". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۴۸، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی دوی القروض، رشیدیہ)

(۴) "یملک المورث لہ المورث بالقبض، فالقبض شرط لتبوت المملک". (شرح المحلۃ لسیم =

وہ منتقل بھی کر سکیں گے، اور بعد وفات ترکہ میاں شرف الدین شاربوکران کے ورثاء میں تقسیم ہوگا۔

۵۔ میاں شرف الدین کو چاہئے کہ معاملہ کو صاف کر دیں یعنی اپنا حصہ ۱/۶ وصول کر لیں، پھر اگر کسی کو دینا چاہیں تو اس کو دیدیں، معلق رکھنا اچھا نہیں (۱)۔

(الف) یہ ایک ۱/۶ حصہ ترکہ میاں شرف الدین شاربوگا۔

(ب) میاں شرف الدین بھی ورثائے میاں عطاء محمد صاحب میں سے ہیں، دیگر ورثاء کو چاہئے کہ ۱/۶ حصہ میاں شرف الدین کے حوالہ کر دیں، پھر بھی وہ قبضہ نہ کریں تو ان ورثاء پر کوئی التزام نہیں۔ تاہم اگر میاں شرف الدین صاحب نے اپنا حصہ باوجود اس سنی ورثائے عطاء محمد کے نہیں لیا اور میاں شرف الدین صاحب کا انتقال ہو گیا تو ان ورثاء پر گناہ نہیں (۲)۔

= رستم: ۱/۴۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، کتاب الہیۃ، الباب الثالث، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(و کذا فی الدر المختار: ۶۸۸/۵، کتاب الہیۃ، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۴۷۳، کتاب الہیۃ، رشیدیہ)

(۱) واضح رہے کہ میراث میں ایک جبری ہے اور حق حصہ نہ لینے سے بھی باطل نہیں ہو جاتا:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَرِيضَةٌ مِنَ اللَّهِ﴾. (النساء: ۱۱)

”وہی ضربان: شرکۃ ملک وہی أن یملک متعدد عیناً أو دیناً۔ یارت أو بیع أو غیر ہما بائی سبب کان جبریاً أو اختیاریاً ولو متعاقباً“۔ (الدر المختار)۔ وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”(قوله: بائی سبب کان) هو مفهوم قوله: یارت أو بیع، فإن الأول جبري والثانی اختیاری“۔ (رد المحتار: ۳/۳۰۰، کتاب الشرکۃ، سعید)

”والثالث: إما اختیاری وهو الوصیة أو اضطراری، وهو المیراث“۔ (مجمع الزہری: ۳/۴۹۳،

کتاب الفرائض، مکتبہ غفراریہ کوئٹہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۴/۴۷۱، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی شرح المجملۃ لسلیم رستم باز: ۱/۵۹۸، (رقم المادة: ۱۰۶۲)، ۱۰۶۳، کتاب الشرکۃ، الفصل الأول، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) اس لئے کہ میاں عطاء محمد کے ورثاء کی طرف سے کوئی تعدی اور ظلم نہیں، البتہ ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

(ج) حسب تحریر (ب) عمل کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ صفر/ ۱۳۶۸ھ۔

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ صفر/ ۱۳۶۸ھ۔

مال موروث مشترک سے صدقہ دینا

سوال [۹۷۸]: زید کا انتقال ہو گیا، اب زید کی بیوی ہندہ اور ایک ناپالغ لڑکی ہے، مال موروث غیر مقسوم ہے۔ زید کی زندگی کی حالت میں ہندہ کی والدہ بیوہ کو زید اپنے مال سے نان و نفقہ دیتا تھا۔ کیا بعد موت بیوہ والدہ ہندہ اس مال موروث سے بطور سابق نان نفقہ میں تصرف کر سکتی ہے یا نہیں؟ زید نے بوقت موت اس ہارے میں کچھ تصریح نہیں کی۔ فی الحال وہ ناپالغ لڑکی اور اس کی بیوی کے اندر مال موروث مشترک ہے اور ہندہ اپنے عزیز واقارب و طالب علم وغیرہ کی اس غیر مقسومہ مال سے مہمانداری اور دعوت وغیرہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلياً:

مال مشترک سے ہندہ کیلئے جائز نہیں کہ کوئی صدقہ وغیرہ کسی کو دے یا مہمانداری کرے اور ہندہ کی والدہ کو بھی اس مال سے طریقہ سابقہ پر نان نفقہ لینا جائز نہیں، البتہ بعد تقسیم ہندہ کو حق ہے کہ اپنا مال والدہ کو دے یا مہمانوں کو کھلائے یا صدقہ کرے:

”ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنه شرع في السرور لافئ الشرور،

وهي بدعة مستقبحة... ولا سيما إذا كان في الورثة صغار أو غائب، اهـ“۔ رد المحتار:

۱/ ۹۴۰ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ۔

صحیح عبدالمطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۱) (رد المحتار) ۲/ ۴۳۰، کتاب الصلوة، مطلب فی کراهة الضيافة من أهل الميت، سعید

(و کذا فی السرازیة علی هامش الفتاوی العالمگیریة: ۸۱/ ۴، کتاب الصلوة، باب الجنائز، وشیدہ)

(و کذا فی الفتاوی العالمگیریة: ۱/ ۱۶، کتاب الصلوة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، وشیدہ)

مال مشترک سے اعزہ کی ضیافت

سوال (۱۹۷۱: ۱)۔ (الف) کسی شخص کے اپنے بھائی یا اپنی لڑکی کی اولاد ہے، ان میں سے بعض بالغ اور بعض نابالغ ہیں جو کہ یتیم ہیں، ان کا مال متروکہ مشترک ہے۔ مذکورہ اولاد اپنے چچا، نانا کو کھانا کھلانے کے لئے زور لگاتے ہیں، حالانکہ چچا، نانا مال مشترک کو یتیم کا مال سمجھ کر کھانا نہیں چاہتے۔ ایسی حالت میں اگر چچا یا نانا کھانا کھا لیں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اولاد مذکورہ میں سے جو بالغ ہو چکے ہیں ان کو نکاح کی ضرورت ہے اور نکاح میں روپیہ وغیرہ خرچ کرنا، نیز تقریب دلیر، رشتہ داروں اور ہمسایہ کے لوگوں کو کھانا کھانا پڑنا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بالغ کو مال متروکہ مشترک سے خرچ کرنا اور لوگوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بھندیرا دل کس طرح جائز ہے اور بھندیرا دلانی بالغوں کا نکاح کے جملہ خرچ کس طرح کرنا ہوگا؟ جواب تحریر فرمائیں۔

(ترکہ میت میں ایک وارث کی محنت سے اضافہ ہوا، اس کی تقسیم کس طرح ہو)

۲۔ (الف) خالد کی بہن زینب کو اس کے باپ عمر نے نکاح دیدیا، عمر نے مرتے وقت اپنے بیٹے خالد کو کہا کہ: بیٹا! میرے بعد تم ہی تو میرے مال متروکہ کے مالک ہو گے، تم اپنی بہن زینب کو ہر سال سسرال سے لایا کیجیو، اگر ہو سکے اسے کھلا پلا کر کپڑا وغیرہ دے کر خوش رکھو۔ زینب کا خیال ہے کہ اگر بھائی کے مکان پر ہر سال آجایا کروں تو کافی ہے، باپ کا متروکہ مال بھائی کے پاس رہے اس کا تقاضہ نہیں کرتی، صراحتاً اپنا حصہ چھوڑتی بھی نہیں۔

نیز عمر کے مرنے کے بعد خالد نے کمائی کر کے مال متروکہ کو اور بڑھایا، نیز جائیداد کا بھی منافع ملتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ خالد مال متروکہ مشترک میں سے مہمانداری، قربانی، خیرات، زکوٰۃ، مدرسہ چندہ وغیرہ دینی کار خیر میں خرچ کرتا ہے، آیا خالد کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ مفصل تحریر کریں۔

(ب) حالت مذکورہ میں خالد کی بہن زینب ایسی حالت میں اپنی اولاد چھوڑ کر مر گئی تو زینب کی اولاد کو مال مذکورہ میں حصہ ملے گا یا نہیں، اگر ملے گا تو خالد کو ان یتیموں کا مال سمجھ کے بغیر کار خیر میں مال خرچ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ (الف) یہ کھانا شرعاً جائز نہیں، اگر ان بچوں کی دل شکنی کے خیال سے چچا، نانا کھانا کھائیں تو اس کی قیمت بصورت نقد، یا کسی دوسری صورت سے ان کو دیں (۱)۔ یہ حکم شمس کھانے کا ہے۔ اگر یہ کھانا سویم، چہلم، وغیرہ وچہ رسوم و بدعات کے ماتحت ہو تو اس کو دل شکنی کے خیال سے بھی نہیں کھانا چاہئے (۲)۔

"وبكره اخذ ضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنه شرع في السرور لافى الضرور، وهي بدعة مستنصحة. روى الإمام أحمد رحمة الله تعالى عليه وابن ماجه بإسناد صحيح عن حمير ابن عبد الله رضى الله تعالى عنه قال: كنا نعد الاجتماع إلى أهل الميت وصعهم الطعام من النجاسة. اهـ. . . . ولا سيما إذا كان في الورثة صغار أو غائب، اهـ. شامی (۳)۔

(ب) تقسیم کر کے بالغ اپنے حصہ سے خرچ کریں، مال مشترک سے اپنے نکاح وغیرہ میں خرچ کرنا درست نہیں، کیونکہ اس شرکت میں ہر ایک دوسرے کے حصہ میں انجبی ہے:

"ولا يجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب الآخر إلا بأمره، وكل واحد منهما كالأجنبي في نصيب صاحبه، اهـ. عالمگیری (۴)۔

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَأُولَئِكَ الْيَتَامَىٰ أَمْوَالُهُمْ، وَلَا تَبْدُلُوا الْوَصِيَّةَ بِالطَّبِيبِ، وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِهِمْ، إِنَّهُ كَانَ حَوْثًا كَبِيرًا﴾. (سورة النساء: ۴)

قال العلامة الجصاص رحمه الله تعالى: "وروى محمد في كتاب الآثار عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى عن رجل عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه قال: "لا يأكل الوصى من مال اليتيم قرضاً ولا غير". وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى. وذكر الطحاوى أن مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه يأخذ قرضاً إذا احتاج، ثم يقضيه. (أحكام القرآن. (سورة النساء: ۶) ۲: ۶۵، دار الكتاب العربى بيروت)

(۲) "وبكره اتحاد الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع والأعياد ونقل الطعام إلى القبر في المواسم" فالحاصل أن اتحاد الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره. (الفتاوى النزاهة على

هامش الفتاوى العالمكبرية: ۳/ ۸۱، كتاب الصلوة، باب الجنائز، رشديه)

(۳) (رد المحتار ۲/ ۲۳۰، كتاب الصلوة، باب الجنائز، سعيد)

(۴) (الفتاوى العالمكبرية: ۳۰۱/۲، كتاب الشريعة، الباب الأول، رشديه)

۲۔ (الف) خالد کے ذمہ واجب ہے کہ باپ کے مرنے کے وقت جس قدر ترکہ موجود تھا اس کو حسب وراثت شرعیہ تقسیم کر کے، بہن کا حصہ، بہن کو دیدے (۱)، اور جو کچھ مال مشترک سے خرچ کیا ہے، اس کو بعد تقسیم اپنے حصہ میں محسوب کرے (۲)۔

(ب) جبکہ نصاب نے اپنا حصہ خالد کو پہنچا دیا تو اب اس کا حصہ اس کی اولاد کو ملے گا، زید کے ذمہ ضروری ہے کہ اس کو بہن کی اولاد کے حوالہ کر دے، ایسے مال مشترک سے خرچ کرنا جائز نہیں، جو کچھ خرچ کیا وہ اپنے حصہ میں شمار کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۸/۱۳۶۳ھ۔

ترکہ میت سے ضیافت و ایصال ثواب

سوال [۹۷۷۰]: مال متروکہ میں میت کا حق کس قدر باقی رہتا ہے اور وراثہ بالغ ہوتے ہوئے بغیر وصیت میت اموال متروکہ غیر مقسوم میں سے کوئی کار خیر جیسے ضیافت وغیرہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں، اور در صورت وصیت کیا حکم ہے؟

= (وکذا فی الدر المختار: ۵/۳۰۰، کتاب الشریکۃ، سعید)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۶۱۲، کتاب الشریکۃ، رشیدیہ)

(۱) "ثم یقسم المال فی بعد ذلک بین ورثتہ: اى الذین ثبت إرثهم بالکتاب والسنة . والإجماع".

(الدر المختار: ۶/۶۱۱، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی السراجی، ص: ۳، سعید)

(۲) "لیس لأحد أن يأخذ مال غیره بلاسبب شرعی، وإن أخذه ولو علی ظن أنه ملکہ، وح علیہ ردہ

عیناً إن کان قالماً، وإلا فیضمن قیمته إن کان قیماً". (شرح المحلۃ لتسلیم رسمہ باز: ۶۲/۱، رقم

المادۃ ۹۷۰)، المقالة الثانية فی القواعد الفقہیہ، مکہ حنفیہ کوئٹہ

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۳۰۰، کتاب العصب، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲/۳۰۱، کتاب الشریکۃ، الباب الاول، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ترکہ میت سے اولاً تجنیز و تکفین میت کی جائے، اس کے بعد وصیت میت ادا کیا جائے، پھر اگر وصیت کی ہو تو ایک ٹکٹ سے وصیت پوری کی جائے (۱)، ایک ٹکٹ سے زائد میں وصیت نافذ نہیں ہوتی، الا یہ کہ ورثاء اجازت دیدیں بشرطیکہ ورثاء بالغ ہوں، نابالغ کی اجازت بھی معتبر نہیں (۲)۔ بغیر وصیت مطلقاً اور بصورت وصیت ایک ٹکٹ سے زائد ضیافت وغیرہ میں خرچ کرنا درست نہیں، جبکہ ورثاء نابالغ ہوں یا غائب ہوں:

”وبكره انحاء الضیافة من الطعام من اهل الميت؛ لانه شرع فی السرور لافى الشرور، وهى بدعة مستنبحة وهذه الافعال كلها للسمعة والرياء..... فیحترز عنها ...“

ولا سيما إذا كان فی الورثة صغار أو غائب مع قطع النظر عما يحصل من ذلك غالباً من المنكرات الكثيرة، اهـ۔ شامی: ۸۴۱/۱ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد ننگوئی عفا اللہ عنہ، مبین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ جمادی الاولیٰ/ ۱۳۶۷ھ۔

بھتیجیوں کی پرورش کا صرفہ بھائی کے ترکہ سے وصول کرنا

سوال (۱۹۷۷): زید نے اپنے بھتیجا اور بھتیجی کی دوا کیوں کی پرورش اور شادی بیاہ بھی کی تو کیا زید

(۱) ”تتعلق بشرکۃ الميت حقوق اربعة مرتبة: الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تلبير ولا تقصير، ثم تقضى ذبونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين الورثة“۔ (المواجبة، ص: ۳، سعید)

(وكذا فی الدر المختار: ۷۰/۷۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) ”ولا يجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزه الورثة بعد موته وهم كبار“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، ۹۰/۶، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(وكذا فی الدر المختار: ۶/۶۵۱، کتاب الوصایا، سعید)

(۳) (رد المختار: ۲/۲۳۰، کتاب الصلوة، مطلب فی کراهیة الضیافة من اهل الميت، سعید)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ ۱/۱۶۷، کتاب الصلوة، الباب الحادی والعشرون فی الحائز، رشیدیہ)

(وكذا فی البرازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۸۱، کتاب الصلوة، باب الحائز، رشیدیہ)

بھائی کے ترکہ میں سے بھتیجا اور اس کی لڑکی کی پرورش وغیرہ کا خرچ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر زید نے بھتیجا اور بھتیجیوں کی پرورش اولاد سمیت کی ہے تو اب خرچ نہیں لے سکتا، نزدیک کے بعد زید کا لڑکا لے سکتا ہے (۱)۔ اگر اس پر گواہ موجود ہیں کہ اپنے پاس سے بطور قرض خرچ کر کے پرورش کی ہے اور یہ نیت تھی کہ میں اپنے بھائی کے ترکہ سے جو کہ ان بھتیجیوں کی ملک ہے وصول کروں گا اور اس پر پتہ موجود ہے تو لے سکتا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ، مبین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲/۳/۱۳۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ربیع الثانی/۱۳۵۹ھ۔

(۱) "من وهب لأصوله وفروعه أو لأخيه أو لأخته أو لأولادهما أو لعمته أو لعمته أو لأخاله أو لأخاله شيئاً، فليس له الرجوع"۔ (شرح المحلة لسليم رستم باز: ۱/۶۷، رقم المادة: ۸۶۹)، كتاب الہیة، الباب الثالث، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۳۸۵، کتاب الہیة، الباب الخامس فی ما يمنع الرجوع فی الہیة وما لا يمنع، وشیدہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۵/۷۰۴، کتاب الہیة، باب الرجوع فی الہیة، سعید)

(۲) "أنفق الوصی من مال نفسه علی الوصی، وللوصی مال غائب، فهو متطوع فی الإنفاق استحساناً، إلا أن يشهد أنه قرض أو يرجع علیہ"۔ وفي المحيط عن محمد: إذا نوى الأب الرجوع ونقد الشمن علی هذه السبۃ، وبسخه الرجوع فيه یسده وبین الله تعالیٰ. وأما فی القضاء فلا يرجع مالم يشهد"۔ (رد المحتار: ۶/۷۱، کتاب الوصایا، فصل فی شہادۃ الأوصیاء، سعید)

"و کذا لو اشترى الوصی طعاماً لنفقة أو كسوة بشهادة الشهود، فله أن يرجع فی مال الصغیر وإنما اشترط شهادة الشهود، لأن قول الوصی معتبر فی الإنفاق. ولكن لا یقبل فی الرجوع فی مال المبت إلا بالسبۃ"۔ (حلاصۃ الفتاویٰ: ۳/۲۳۰، کتاب الوصایا، الفصل الرابع فی الدفن والکفن وما یصل بہا، وشیدہ)

(و کذا فی جامع القصولین: ۲/۳۶۱، الفصل الثامن والعشرون، اسلامی کتب خانہ کراچی) =

موت زوجہ کے بعد زوج کا اس کے ترکہ میں خصوصی دعویٰ

سوال [۹۷۷۲]: ایک عورت کا انتقال ہوا، اس کے متروکہ مال میں سے کچھ اسباب علاوہ نقد سونے کے چھ اشرفیاں اور کچھ کپڑے اور تاگوں کی ریل لٹے ہیں (۱)۔ شوہر کہتا ہے کہ جب افریقہ سے میری عورت آنے لگی ہے اس وقت میں نے اشرفیاں دی تھیں اگرچہ اس وقت جو لٹی تھیں اس سے زیادہ تھیں، نیز کپڑوں کے ٹکڑے تاگوں کے ریل میری دوکان کے ہیں، لہذا اشرفیاں اور یہ چیزیں مجھے خاص ملنی چاہیے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان چیزوں میں اور ورثاء کا بھی حق ہے یا خاوند کو صرف حق ہے؟

نہایت: جب مرحومہ عورت افریقہ سے آئی تھی تو خاوند افریقہ میں تھا، عورت کو آئے ہوئے تقریباً اٹھارہ برس ہوئے اس عرصہ میں عورت اپنے ملک میں رہی۔ عورت کے افریقہ سے آنے کے بعد تقریباً آٹھ نو برس کے بعد خاوند ملک آیا، تھوڑی مدت رہ کر افریقہ چلا گیا۔ چھ سات برس کے بعد پھر ملک آیا، ڈیڑھ دو برس سے عورت خاوند سے الگ رہ رہی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جوسامان مرد کیلئے مخصوص ہوتا ہے، یا اس کی دوکان اور تجارت کا ہے وہ مرد کا ہے، اس میں عورت کے دیگر ورثاء کا حق نہیں، مگر یہ کہ اس پر کوئی ثبوت پیش کریں کہ یہ عورت کی ملک ہے۔ اور جوسامان مرد و عورت ہر دو کیلئے مشترک ہے وہ بھی صورت مسئلہ میں مرد ہی کیلئے ہے:

”وَإِذَا مَاتَ أَحَدُهُمَا، ثُمَّ وَقَعَ الْإِحْتِلَافُ بَيْنَ السَّاقِي وَوَرِثَةِ الْمَيِّتِ، فَعَلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى: مَا يَصْلَحُ لِلرَّحْلِ، فَهُوَ لِلرَّحْلِ إِنْ كَانَ حَيًّا، وَلِوَرِثَتِهِ إِنْ كَانَ مَيِّتًا، وَمَا يَصْلَحُ لِلنِّسَاءِ فَهُوَ عَلَى هَذَا، وَمَا يَصْلَحُ لِهَيْمَا فَعَلَى قَوْلِ مُحَمَّدٍ هُوَ لِلرَّحْلِ إِنْ كَانَ حَيًّا، وَلِوَرِثَتِهِ إِنْ كَانَ مَيِّتًا. وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: الْمَشْكُلُ لِنِسَائِي عَنْهُمَا. وَمَا كَانَ مِنْ مَتَاعِ التَّحَارَةِ وَالرَّحْلِ مَعْرُوفٍ لثَلَاثٍ، فَهُوَ لِلرَّحْلِ، كَذَا فِي الْمَحِيطِ.“

= (وَكَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّاغِقِ: ۳۱۶/۹، كِتَابُ الْوَصَايَا، بَابُ الْوَصِيِّ وَمَا يَمْلِكُهُ، وَشَيْدِيهِ)

(۱) ”تاگا ڈورا، دھاگا، موت کا تار“۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۳۸، فیروز سنز لاہور)

”ریل پھر کی، پیک“۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۳۵، فیروز سنز لاہور)

الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۲۹)۔

اور جو سامان عورت کیلئے مخصوص ہوتا ہے وہ عورت کا ترکہ شمار ہوگا اس میں شوہر کیساتھ دیگر وراثہ بھی شریک و مستحق ہوں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعظم۔

حررہ العبدہ محمود گنگوہی حفظہ اللہ عزیز معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار نیپور۔

الجواب صحیح: سید اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم بہار نیپور، صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ۔

دوسرے کی ملک وراثت کو وقف کرنا

مسوال [۱۹۷۳]: زید نے چند درختان امہ زمیندار کی اراضی میں نصب کر لیا تھا (۲) اور اس پر اس

کا ہر طرح کا تصرف تھا، مگر اس کے نام کسی قسم کا کوئی اندراج کاغذات وہی (۳) میں نہیں تھا۔ کچھ گھریلو

ضرورتوں کے تحت اپنے نصب کردہ درختان بکرتے مناسب قیمت لے کر فروخت کر دیا۔ اسی درمیان میں

سرکاری حکم کے بموجب پٹواریوں کو یہ ہدایت ہوئی کہ متفرق درختان کا اندراج مع ملکیت کے کیا جاوے۔ اس

موقعہ پر بکرنے کاغذات وہی میں باغ کا اندراج اپنے نام کر لیا جس پر زید کو کوئی عذر نہیں تھا اور نہ گاؤں کے

لوگوں ہی کو کوئی اعتراض پیدا ہوا۔

بکرتے انتقال کے بعد جب اس کا لڑکا طلی دنیا میں آیا تو کچھ لوگوں کو ضد پیدا ہوئی اور اس کے تحت

ایک پارٹی بنا کر اس اراضی کو گرام سماج کی ملکیت بنانی چاہی۔ چونکہ اس کے ارد گرد بلا اندراج قبرستان بھی ہے،

لوگ باغ مذکور کو بھی قبرستان بنانا چاہتے ہیں، لوگوں کا کہنا ہے کہ باغ مذکورہ پر عمر کا تصرف شرعاً ناجائز ہے۔ شرعاً

کیا حکم ہے؟

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۲۹، کتاب النکاح، الباب السابع عشر فی اختلاف الزوجین فی منع

النبت، (رشیدیہ)

(و کذا فی السحر الزانی: ۴/۳۸۱، ۳۸۲، کتاب الدعوی، باب التحالف، (رشیدیہ)

(و کذا فی تیسر الحقائق: ۳۶۰/۵، کتاب الدعوی، باب التحالف، مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”امپ آئی کی ایک قسم کا درخت“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲۵، فیروز سنز لاہور)

(۳) ”بہی“ درجہ جس میں حساب وغیرہ لکھتے ہیں، روزنامہ ”فیروز اللغات“، ص: ۲۳۸، فیروز سنز لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک اس کے وقت ہونے کا شرعی ثبوت نہ ہو، والد کا وارث ہونے کی حیثیت سے عمر کا اس پر قبضہ درست ہوگا۔ اصل مالک کے قبضہ سے بلاوجہ شرعی کوئی چیز نکالنا ظلم ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۷/۱۳۸۹ھ۔

بڑا بھائی اپنا حصہ فروخت کر سکتا ہے چھوٹے بھائی کا نہیں

سوال [۹۷۷]: ایک شخص اپنے پس پشت دوڑکوں کو چھوڑ کر انتقال کر گیا، ان میں سے ایک بالغ تھا اور ایک نابالغ۔ بالغ لڑکے نے والد کی جائیداد کو فروخت کر دیا اور کچھ گورنمنٹ کی ملکیت ہو گئی، لیکن نابالغ بھائی کی بغیر اجازت اس نے یہ جرأت کی ہے، اور بھگوانہ فی الحال دونوں بھائیوں کے درمیان تعلقات خوشگوار ہیں۔ اب نابالغ بھائی بالغ ہونے کے بعد اپنا حق طلب کرتا ہے۔

اب آپ سے سوال یہ ہے کہ جو چھوٹا بھائی خود مختار ہے وہ اپنا حق لینا چاہتا ہے، اور جن کو فروخت کیا گیا ہے انہیں حضرات سے لینا چاہتا ہے۔ تو کیا حق طلبی دوم وہی شی اول بار دے کر لی جاسکتی ہے؟
تیسری بات فروخت جن صاحب سے کیا گیا ہے، انہی سے کورٹ سے ثابت کر کے اپنا حصہ وہ چھوٹے لڑکے کو فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ اب مشتری بڑے بھائی سے لے یا نہ لے، کوئی سروکار نہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

”عن أبی حرة الرقاشی عن عمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”إِلَّا لَا تَنْظُرُوا، أَلَا لَا يَحِلُّ مَالٌ أَمْرِي إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۵۵۔ کتاب البیوع، باب العصب والغازیة، الفصل الثانی، قدیمی)

”عن سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”مَنْ أَخَذَ شَيْئاً مِنَ الْأَرْضِ ظُلْماً، فَإِنَّهُ يَطْرُقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ مِيعِ أَرْضَيْنِ“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، المصدر السابق)

الجواب حامداً ومصلحاً:

بڑے بھائی کو اپنا حصہ فروخت کرنے کا اختیار ہے (۱)، چھوٹے بھائی کا حصہ فروخت کرنے کا اختیار نہیں، اس کے حصہ کی بیع نہیں ہوگی (۲)، وہ بالغ ہونے پر اپنے حصہ کے بقدر بیع کو ختم کر کے اپنا حصہ لینا چاہے تو لے سکتا ہے، خریدار اس کے حصہ کی قیمت بڑے بھائی سے وصول کرے۔ یہ بھی درست ہے کہ چھوٹا بھائی اپنا حصہ مستحقاً پہلے خریدار یا کسی اور کے ہاتھ فروخت کرے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲ھ/۱۲/۱۹۔

اگر کسی وارث کے متعلق اندیشہ ہو کہ وہ اپنا حصہ فروخت کر دے گا

سوال [۹۷۷۵]: میں اپنی حیات میں اپنے تین لڑکے اور ایک لڑکی کو شرع کے مطابق اپنے مکان کے حصے کر کے ان کے قبضے میں دیدینا چاہتا ہوں، منجملے اور چھوٹے لڑکے اور لڑکی سے میں اور میری اہلیہ خوش ہیں۔ بڑے لڑکے کے ساتھ بیوی جس سے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، یہ بھورنہ اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہے، اپنا، اپنے میاں اور بچوں کی پرورش اپنی آمدنی سے عرصہ سے کر رہی ہے اور اپنے ساس اور سرسری ہر طرح کی

(۱) "بصح بیع الحصۃ المعلومۃ الشائعۃ بدون إذن الشریک"۔ (شرح المحلۃ لسلیم رستم باز:

۱۰۳/۱، (رقم المادۃ: ۲۱۵)، کتاب البیوع، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ: ۲۳۶/۱، کتاب البیوع، مطلب: بیع الحصۃ من العمارۃ، مکتبہ مہمنیہ مصر)

(۲) "کل تصرف صدر منه تملیکاً کان کسب و تزویج، ولہ مجیز حال وقوعہ، العقد موقوفاً: ائی علی إجازۃ من یملک ذلک"۔ (الدر المختار: ۱۰۶/۵، کتاب البیوع، فصل فی الفضولی، سعید)

(و کذا فی شرح المحلۃ لسلیم رستم باز: ۲۰۳/۱، (رقم المادۃ: ۳۶۸)، کتاب البیوع، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

(۳) "کل تصرف فی ملکۃ کیف شاء" (شرح المحلۃ لسلیم باز: ۶۵۳/۱، (رقم المادۃ: ۱۱۹۲)،

کتاب الشرکۃ، باب أحكام القسمة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

"لأن الملك ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص"۔ (رد المختار: ۵۰۳/۳، کتاب

البیوع، سعید)

خدمت کرتی رہتی ہے جس کی وجہ سے ہم دونوں اس بہو سے بے انتہا خوش ہیں۔

بڑے لڑکے نے ہم دونوں کی ناخوشی کے باوجود دوسرا نکاح کر لیا، دوسری بہو سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، اسی بیوی کے یہاں میرا بڑا لڑکا قیام کرتا ہے اور کھانا پہلی بیوی کے یہاں پر کھاتا ہے۔

اگر بڑے لڑکے کو اس کا حصہ قبضہ میں دیدیا گیا تو ڈر ہے کہ وہ اس کو یا تو فروخت کر دے، یا دوسری بیوی اور اس کے بچوں کو دیدے اور پہلی بیوی کو محروم کر دے اس لئے اگر شرعاً اجازت ہو تو میں اس بڑے لڑکے کے حصہ کو اس کی پہلی بیوی کے مہر میں دیدوں یا پہلی بیوی کے لڑکوں کو دے دوں اور سب تک یہ میرے پوتے بالغ نہ ہوں اس وقت تک ان کی ماں اور ان کے چچا اس حصے کو ذمہ دار ہوں۔ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ اپنی زندگی میں ہی دینا چاہتے ہیں تو چار حصے برابر لے کر تین حصے تینوں لڑکوں کو، ایک حصہ لڑکی کو دیدیں یعنی لڑکی کا حصہ لڑکے کے برابر ہوگا، نصف نہیں ہوگا (۱)۔ سب کے حصوں پر ان کا قبضہ کرادیں، پھر ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنا حصہ خود رکھے یا بہ کرے یا فروخت کر دے، آپ کو رکھنے کا حق نہیں ہوگا (۲)۔

البتہ اگر کسی کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ وہ خدا نخواستہ معصیت میں صرف کر دے گا تو اس کو کچھ نہ دیں (۳)، جس کے متعلق اندیشہ ہے کہ وہ پہلی بیوی کو محروم کر دے گا تو ابھی وراثت یا محرومیت کا سوال ہی

(۱) "وفی الخلاصة: المختار التصویبة بین الذکر والأُنثی فی الہیة". (البحر الرائق: ۷/ ۳۹۰، کتاب الہیة، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصۃ الفتاویٰ ۳/ ۴۰۰، کتاب الہیة، الفصل الأول، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/ ۲۳۷، کتاب الہیة، رشیدیہ)

(۲) "کل واحد من الشرائک یصبح بعد القسمة مالکاً لحصته بالاستقلال، ولا یفی لأحدہم علاقۃ فی حصۃ الآخر، ولکل واحد مہم أن یتصرف فی حصته کیفما شاء" (شرح المحلۃ لسلیم رستمہ ماز: ۱/ ۲۳۳، رقم المادۃ ۱۱۶۲)، کتاب المشرکۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(۳) "وإن کان فی ولدہ فاسق، لا یسعی أن یعطیه أكثر من قوتہ کیلا یصیر معیناً لہ فی المعصیۃ

ولو کان ولد فاسقاً وآراد أن یتصرف مالہ إلى وجوہ الخیر ویحرّمہ عن المیراث، هذا خیر من ترکہ" (الفتاویٰ العالمگیریہ ۳/ ۳۹۱، کتاب الہیة، الباب السادس فی الہیة للصغیر، رشیدیہ) =

نہیں۔ مہر دونوں بیویوں کا واجب ہے (۱)، دونوں کا نفقہ بھی واجب ہے (۲)، دونوں کے ساتھ برابری کا رہن سہن لازم ہے (۳)، ورنہ شوہر گنہگار ہوگا، اس کو فہمائش کی جائے کہ وہ اس کا خیال رکھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۲/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بند نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۲/۱۳۸۸ھ۔

مرحومہ بیوی کا مہر مسجد و مدرسہ میں دینا

سوال [۶۷۷]: زید نے اپنے نکاح کے فوراً بعد اپنی زوجہ کا مہر ادا نہیں کیا، ارادہ یہی تھا کہ بعضی جلد ممکن ہو ادا کر دوں۔ زید صاحب اولاد ہے، مگر زید کی زوجہ کا انتقال ہو گیا۔ اب زید کیلئے ادائیگی مہر میں کیا

= (وکذا فی الفتاویٰ البزازیۃ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۶/۲۳۷، کتاب الہیۃ، وشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۷/۳۹۰، کتاب الہیۃ، وشیدیہ)

(۱) قال الله تبارک و تعالیٰ: ﴿وَاتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتِهِنَّ نِحْلَةً﴾. (سورة النساء: ۴)

”تم المہر واجب إبانۃ لشرف المحل، فلا یحتاج إلی ذکرہ“. (الہدایۃ: ۲/۳۲۳، کتاب النکاح، باب المہر، شرکۃ علمیۃ ملتان)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۲۳۹، کتاب النکاح، باب المہر، وشیدیہ)

(۲) ”النسقة واحدة للزوجة علی زوجها، مسلمة كانت أو کافرة، إذا سملت نفسها إلی منزله، فعليه نفقتها وکسرتها وسکابها“. (الہدایۃ: ۲/۳۳۷، کتاب الطلاق، باب النفقة، شرکۃ علمیۃ ملتان)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات: ۱/۵۳۳، وشیدیہ)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی حان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۱/۳۲۳، وشیدیہ)

(۳) ”ویحیی أن یعدل فیہ: أی فی القسم بالتسوية فی البیوتة وفی الملبوس والمأکول والصحة“

(الدر المختار: ۳/۲۰۱، ۲۰۲، کتاب النکاح، باب القسم، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۳۷۹، کتاب النکاح، باب القسم، وشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتاری خانیۃ: ۳/۲۲۹، کتاب النکاح، باب القسم، إدارة القرآن کراچی)

مسئلہ ہے؟ وہ مسجد یا مدرسہ کو مہر دینے کیلئے تیار ہے۔ مینواتو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہراب ترکہ زوجہ بن گیا ہے کہ اس میں شرعی میراث جاری ہوگی (۱)۔ ایک چوتھائی کا مستحق ٹوہر ہے، وہ خود رکھے (۲) اور بقیہ اولاد کو دیدے۔ اگر سب لڑکے ہیں تو سب کو برابر دیدے، اگر لڑکی بھی ہے تو وہ ہر لڑکے کو اکہ لڑکی کو دیدیا جائے (۳)۔ یہ اس وقت ہے کہ زوجہ کے والدین میں سے کوئی زندہ نہ ہو، ورنہ سب کی تفصیل لکھ کر برایا۔ کا حصہ دریافت کر لیں۔ پورا مہر بغیر دیگر ورثاء کی اجازت کے از خود مہر وغیرہ میں دینے کا حق نہیں (۴)، اپنا حصہ جس طرح چاہے کرے (۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاؤ العبد محمد مودود قرطبي، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۱۴۰۶ھ۔

(۱) "کما ان اعيان المتوفي المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم". (شرح المحلة لسليم رستم، ۱/۲۱۰، (رقم المادة: ۱۰۹۱)، كتاب الشريعة، الفصل الثالث في الديون المشتركة، حنفية كونه) (۲) قال الله تبارك وتعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ لِهَنْ وَلَدٌ فَلَكُمْ مِنْهُ الْرَبِيعُ مِمَّا تَرَكْنَ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

"وأما الإنسان من السبب، فالزوج والزوجة فلزوج النصف عند عدم الولد وولد الابن، والربع مع الولد وولد الابن" (الفتاوى العالمگیریة: ۶/۳۵۰، كتاب الفرائض، الباب الثامن في ذوی القربى، وشيخہ) (۳) قال الله تبارك وتعالى: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِي﴾ (سورة النساء: ۱۱)

اس لئے کہ اولاد حصہ ہے اور ذوی القربى کو حصہ دینے کے بعد باقی تمام ترکہ حصہ کا ہوگا

"العصبة من يأخذ بجميع المال عند انفراذه، وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدّر" (تبیین الحقائق: ۷/۳۸۵، كتاب الفرائض، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۴) "ومن شرائطه الملك وقت الوقف، حتى لو غصب أرضاً فوقفها لم ملکها، لا يكون وقفاً". (مجمع الأظهر: ۲/۵۶۸، كتاب الوقف، عقاریہ كونه)

"لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه - وإن فعل كان صاماً". (شرح المحلة: ۱/۲۱۱، (رقم المادة: ۹۶)، المقالة الثانية في بيان القواعد الفقہیة، مکتبہ حقیقہ كونه) (و کذا فی الدر المختار: ۶/۴۰۰، كتاب الغصب، سعید)

(۵) "كل واحد من التركة يصبح بعد القسمة مالاً لحصته بالاستقلال، ولا يبقى لأحدهم علفاً في =

شوہر کے ہوتے ہوئے بغیر طلاق کے نکاح ثانی، غیر مملوک مکان کی بیع اور وقف

سوال [۱۹۷۷]: تنقیح کی گئی۔ اب مولانا صاحب گزارش ہے کہ ہماری مسجد محلہ شیخ گران، فیروز آباد اس میں پانچ عہدیدار ہیں: ۳/ آدمی ورکن کشتی کے ممبروں میں کل: صدر، سیکریٹری، خزانچی اور اس کے علاوہ ۲۸/ ممبر ہیں، لیکن ان میں معاملہ الجھن میں پڑ گیا۔

ایک عورت سماءہ حیدرین ضلع علی گڑھ کی رہنے والی ہے، اس کا شوہر موجود ہے، اب سے بیس سال پہلے وہ عورت فیروز آباد آگئی ہے اور اس عورت نے میرے ماموں بنام ننھے سے نکاح کر لیا، ایک دوسرے مرد نے علی گڑھ سے لاکر ۵۰۰ روپیہ لاکر اس کو ننھے کو دیدیا ہے، حالانکہ پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی تھی، اس کے دو بچہ بھی ہیں۔ ننھے اور کلودو بھائی ننھے اور دونوں ایک ہی مکان میں ہمیشہ رہتے تھے، کبھی جدا نہیں ہوئے ہیں۔ اور اس عورت کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی دو اولاد سابقہ شوہر سے تھی۔

اس عورت نے کئی مرتبہ ننھے سے یہ کہا کہ یہ جائیداد جو میرے پاس ہے، میرے یا میرے بچوں کے نام کر دے، اس نے عورت کا کہنا نہیں مانا۔ کلو نے اپنے بھائی ننھے سے کہا کہ تم اس عورت کو علیحدہ کر دو، لیکن ننھے نے کہا کہ تم یہ سمجھ لو کہ تمہارے بھائی کے پاس رنڈی ہے۔

پھر اتفاق سے ننھے اپنے کسی رشتہ دار کے یہاں ملنے کیلئے گئے تھے کہ راستہ ہی میں ان کا انتقال کسی بیماری کی وجہ سے ہو گیا، انہوں نے کوئی شئی کسی کے نام بیع یا رجسٹری نہیں کی۔ کلو نے عورت سے کہا کہ تم میرے بھائی کی بیوی ہو، میرے پاس رہو، مگر وہ ان کے ساتھ رہنے پر تیار نہیں ہوئی۔

الح محلہ نے عورت کو بہکانا شروع کرو یا اور اہل محلہ نے یہ کہا کہ اس مکان میں تیرا حصہ ۱/۴ ہے، کیونکہ ننھے کے کوئی اولاد تیرے سے نہیں ہے اور اس مکان کو محلہ شیخ گران کی مسجد کے نام بہہ کر دے، اور مسجد کے نام بیع نامہ کر دیا اور بیع نامہ صدر نواب الدین کے نام کر دیا ہے۔ اس سے کلو کو سخت پریشانی ہوئی، دونوں بیعتا نامہ کی نقل کو پڑھا، جو بیعتا نامہ صدر نواب الدین کے نام ہے۔ جو کہ مسجد کے صدر ہیں۔ اس میں کوئی شرط نہیں ہے۔

جو پارٹی اس مکان کو لیکنا چاہتی ہے وہ یہ کہتی ہے کہ اس عورت نے یہ شرط رکھ کر مسجد کے نام بیعتا نامہ کیا

= حصۃ الآخر، ولکل واحد منهم أن يتصرف فی ملکہ کیفما شاء۔ (شرح المحلۃ لسلیم رسم باز: ۱/۲۳۳، (رقم المادة: ۱۱۲۲)، کتاب الشریکۃ، الفصل الثامن فی أحكام القسمۃ، مکتبہ حنفیہ کونئہ)

ہے کہ میری زندگی اس مکان میں رہوں گی اور یہ چوتھائی مکان میں جو مسجد کے نام کر رہی ہوں کل کو آپ نہیں دے سکتے۔ اس عورت نے جو جو کاغذات مسجد کو دیئے ہیں اس میں بھی مکان کا بیعت نامہ ننھے اور اپنے نکاح کی رسید دیدی ہے، اور ایک کرایہ نامہ کا کاغذ بھی دیا ہے جو کہ کبھی ننھے کلو سے کرایا ہوگا، اور اپنی طلاق کی کوئی رسید نہیں دی ہے، نہ اس کے پاس سابقہ شوہر کی کوئی رسید ہے۔ اب عندا لشرع کیا حکم ہے؟

اس سوال پر تنقیح یہ رہی:

تنقیح:

۱- اس عورت نے جو کاغذ بطور بیع نامہ مسجد کیلئے لکھا ہے جو کہ صدر صاحب کے نام ہے، وہ یا اس کی نقل بھیجے۔

۲- حمیدان کا شوہر موجود ہوتے ہوئے آپ کے ماموں مرحوم کا اس عورت سے نکاح کیسے ہوا، کیا ماموں کو اس کا علم نہیں تھا؟ اگر نکاح کے بعد یہ علم ہوا کہ یہ منکوحہ ہے تو اس نے کیا اثر لیا، آیا اس بات کو غلط تصور کرتے ہوئے اپنے نکاح کو صحیح سمجھا، یا مسماۃ حمیدان کو اپنے سے الگ کیا، یا ماموں کو علم نہیں ہوسکا؟ آپ نے بھی ان کو خبر نہیں کی کہ اس عورت کا شوہر زندہ ہے؟

۳- ماموں صاحب نے اپنے انتقال پر کوئی اولاد چھوڑی ہے یا کہ نہیں؟

جواب تنقیح:

۱- مسماۃ حمیدان نے جو بیعت نامہ صدر مسجد نواب الدین کے نام کیا ہے، اس کی پختہ نقل رجسٹری شدہ آپ کو روانہ کرتے ہیں، یعنی ملاحظہ ہو۔

۲- مسماۃ حمیدان سے جب ننھے جلسری نے نکاح کیا، اس وقت ان کو ہر بات کا علم تھا کہ اس عورت کا شوہر موجود ہے اور اس نے طلاق نہیں دی ہے اور اس کے دو بچے موجود ہیں۔ اس عورت سے بھی ننھے کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی اور نہ پہلی بیوی سے تھی۔

۳- میں نے ماموں صاحب سے اس معاملہ میں کئی مرتبہ کہا، سنا اور ان کو جو پریشانی ہوتی تھی وہ ذکر کرتے تھے اور کہتے تھے اب تو جو کر لیا سو کر لیا، اب کیا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب ننھے کو معلوم تھا کہ یہ عورت دوسرے شخص کی بیوی ہے اور شوہر نے طلاق نہیں دی ہے، بلکہ دھوکہ دیکر اس کو لایا گیا ہے تو ننھے کا اس سے نکاح جائز نہیں تھا، وہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا ہے (۱)، جتنی مدت تک وہ ننھے کے ساتھ رہی، معصیت و حرام کاری ہوتی رہی۔ ایسی صورت میں وہ شرعاً ننھے کی بیوی نہیں، ننھے کے ترکہ سے کچھ بھی پانے کی حقدار نہیں، مکان کا چوتھائی حصہ فروخت کرنے کا اس کو حق نہیں ہے، اس کا بیع نامہ بالکل بیکار ہے جب تک گلاؤں کی اجازت نہ دے (۲)، اس لئے کہ مکان مذکورہ پورا کھوکھلی ملک ہے، بکھوا جائز دے تو اس کی بیع درست ہو سکتی ہے ورنہ نہیں (۳)۔

گھوک پورا حق ہے کہ اس عورت کو مکان سے نکال باہر کرے (۴)، وہ اپنے اصل شوہر کے پاس چلی

(۱) "لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المصعدة"۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۸۰/۱،

کتاب النکاح، القسم السادس فی المحرمات، وشہدہ)

(و کذا فی الفتاویٰ الصانہ عانیہ: ۳/۳، کتاب النکاح، باب مايجوز من الأئکحة وما لايجوز، إدارة الفران، کراچی)

(و کذا فی رد المحتار: ۱۳۱/۳، کتاب النکاح، مطلب فی النکاح الفاسد، سعید)

(۲) واضح رہے کہ جب نکاح نہیں ہوا تو وراثت بھی نہیں ملے گی لہذا تصرف بھی صحیح نہیں ہوا:

"وبسحق الإرث بإحدى خصائص ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسب وهو الزوجية،

والولاء"۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۴۷/۶، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعريفها، وشہدہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۷۲۲/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(۳) "لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه وإن فعل، كان ضاماً"۔

(شرح المحلة لسليم وسم بار: ۶۱/۱، رقم المادة: ۹۶)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۲۰۰/۶، کتاب الغصب، سعید)

(۴) "كيفية تصرف صاحب الملك المستقل في ملكه، فكذا يتصرف أيضاً في الملك المشترك

اتصافاً" (شرح المحلة لسليم وسم بار: ۵۹۹، ۱، کتاب الشركة، الفصل الثاني، رقم المادة:

۱۰۶۹، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

الفصل السابع فی الإرث فی المال الحرام (مال حرام میں وراثت کا بیان)

مال حرام میں وراثت

سوال [۹۷۷]: مال رہا میں وراثت جاری ہو سکتی ہے یا نہیں، اگر وراثت جاری ہوگی تو وارث کیلئے اس مال کا کھانا کیسا ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

جو مال رہا شرعاً حرام ہے، اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی، بلکہ اگر بعید وہ مال موجود ہے تو اس کو واپس کرنا ضروری ہے، اگر وہ مال ہلاک کر دیا تو ضمان ضروری ہے:

”ببدأ من تركه الميت الخالية عن تعلق حق الغير بعينها“. درمختار: ۵/۶۶۳ (۱)۔
”فيجب رد عين الربوا لوقائماً لا رد ضمانه“. وقال الشامي: ”وانما يجب رد ضمانه لو استهلكه“. ۴/۲۴۴ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد کنگواي عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: منہ عبد الرحمن غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۵۲ھ۔

(۱) (الذکر المختار: ۷۵۹/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۷/۳۷۱، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۳/۳۹۳، کتاب الفرائض، غفرلہ کوئٹہ)

(۲) (الذکر المختار مع رد المحتار: ۵/۱۶۹، کتاب البیوع، باب الربا، سعید)

(و کذا فی منحة الحقائق علی البحر الرائق: ۶/۲۰۹، کتاب البیوع، باب الربا، رشیدیہ)

ترکہ حرام کا حکم

سوال [۹۷۷]: آباء و اجداد کسب حرام سے جو مال جمع کر کے چھوڑ گئے ہیں، وہ مال ان کے ورثاء کے واسطے حلال ہے یا نہیں؟ اور اس مال سے کوئی کار خیر کرنا جیسے حج وغیرہ درست ہے یا نہیں، اگر ہے تو کیونکر؟ وضاحت سے بیان فرمادیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر وہ خالص حرام ہے اور ارباب اموال معلوم ہیں تو اس کی واپسی لازم ہے، اگر معلوم نہیں تو تصدق لازم ہے تاکہ وبال سے بچ جائے۔ اگر وہ مخلوط ہے حلال و حرام سے تو ورثاء کو اس کا لینا حکماً درست ہے، لیکن بقدر حرام کا بدلہ ادا کرنے سے پہلے تصرف درست نہیں:

"أخذ مورثه رشوة أو ظلماً، إن علم ذلك بعينه، لا يحل له أخذه، وإلا فله أخذه حكماً، أما في الديانة، فيتصدق به بنية إرضاء الخصماء اهـ". شامی: ۱/۴۶۶ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد تگلوبی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ جمادی الاولیٰ/ ۱۳۶۷ھ۔

= (وکنذا فی حاشیۃ الطیّحطای علی الدر المختار: ۳/۱۰۷ کتاب البیوع، باب الریاء، دار المعرفۃ، بیروت)

"والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال، وحب رده عليهم، وإلا فإن علم عين الحرام، لا يحل له، ويتصدق به بنية صاحبه:" (رد المحتار: ۵/۹۹، کتاب البیوع، مطلب فیمن ورث مالا حراماً، سعید)

(۱) (رد المحتار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالا حراماً: ۵/۹۹، سعید)
 "إذا مات الرجل وكسبه خبيث، فالأولى لورثته أن يردوا المال إلى آثرانه، فإن لم يعرفوا آثرانه تصد قواسه". (الفتاویٰ العمالکیریۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الخامس عشر فی الکسب: ۳۳۹/۵، رشیدیہ)

"ولهذا قال أصحابنا: لو أخذ مورثه رشوة أو ظلماً إن علم وارثه ذلك بعينه، لا يحل له أخذه وإن لم يعلم، له أخذه حكماً، إلا ديانة، فيتصدق به بنية الخصماء". (مجمع الأنهر، کتاب الکراہیۃ، =

مال حرام ورثاء کے لئے

سوال ۱۹۷۸۰: اگر کسی آدمی کے پاس مال حرام ہو تو مرنے کے بعد اس کی اولاد بالغ کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس مال کا اصل مالک معلوم ہے تو اس کا واپس کرنا ضروری ہے۔ اگر معلوم نہیں، البتہ وہ مال بچہ جو حرام ہے، معلوم ہے تو کسی فقیر کو صدقہ کرنا اصل مالک کو ثواب پہنچانے کی نیت سے ضروری ہے۔ اور اگر مال مخلوط ہے، یہ معلوم نہیں کہ کونسا حرام اور کونسا حلال ہے تو ورثاء کو استعمال کرنا درست ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ اس سے احتیاط کریں، یعنی اگر مالک کا علم ہو تو اس کو دے دیں، ورنہ صدقہ کریں۔

اگر تمام مال حرام ہے تو اس کا استعمال درست نہیں، مالک معلوم ہونے کی صورت میں واپسی ضروری ہے، نہ معلوم ہونے کی صورت میں صدقہ کر دیا جائے (۱)۔ فتاویٰ اللہ سبحانہ تعالیٰ اعظم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۳/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ربیع الاول/۱۳۵۶ھ۔

منشیات کی آمدنی سے مکان کی تعمیر اور اس کی توریث

سوال ۱۹۷۸۱: میرے والد صاحب شراب اور دیگر منشیات کے تاجر کا حساب کرنے والے ملازم تھے، اسی ملازمت سے والد صاحب نے پیسہ پس انداز کر کے ایک مکان خریدا تھا۔ ان کے مرنے کے بعد ایک

۱۰ فصل فی الکسب ۳۰ ۱۸۷، مکشہ غفاریہ کوئلہ

(روکدا فی البحر الرائق، کتاب الکراہیۃ، فصل فی البیع: ۳۶۹/۸، وشیدہ)

روکدا فی تبیین الحقائق، کتاب الکراہیۃ، فصل البیع، دار الکتب العلمیۃ ۷/۲۰ بیروت)

(۱) "وإذا مات الرجل وكسبه خبيثاً، فلا وليّ للورثة أن يروّوا المال إلى أربابه، فإن لم يعرفوا أربابه تصدقوا به وإن كان كسبه من حيث لا يحل وإنه يعلم ذلك ومات الآب ولا يعلم الابن ذلك بعينه، فهو حلال في الشرع، والورث أن يتصدق به نية خصماء أبيه". (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الکراہیۃ،

الباب الخامس عشر فی الکسب: ۳۶۹/۵، وشیدہ)

حصہ جس کی مالیت دو ہزار ہوگی، اب اس حصہ سے مجھے نفع حاصل کرتا کیسا ہے؟ میں بھی ایک غریب آدمی ہوں، گذر بسر کے موافق وظیفہ مٹاتا ہے۔ اب میرے لئے کیا حکم ہے؟

الحواب حامداً ومصلیاً:

مسکرات و منشیات میں سے بعض تو ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی بیع و شراء حرام ہے (۱)، اور بعض ایسی ہیں کہ ان کی بیع و شراء حرام نہیں ہے (۲)، والد صاحب نے جو رقم اپنی کمائی سے پس انداز کی تھی، وہ اگر حرام و غیر حرام مشترک تھی تو اس سے جو مکان بنایا ہے، آپ کیلئے تکفیف و وارث اس کے استعمال کی گنجائش ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۸۸ھ۔

(۱) "عن عبد الرحمن بن وعلة السبائي من أهل مصر أنه سأل عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما عما يعصم من العنب، قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: إن رجلاً أهدى لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال له رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "هل علمت أن الله قد حرّمها؟" قال: لا، فسار إنساناً، فقال له رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "م ساروت؟" فقال: "أمرته، ببيعها، فقال: "إن الذي حرم شربها حرم بيعها". قال: ففتح المزادة حتى ذهب ما فيها".

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: لما أنزلت الآيات من آخر سورة البقرة في الربا، قالت: حرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إلى المسجد، فحرّم التجارة في الخمر". (الصحيح لمسلم، ۲۲/۲، ۲۳، كتاب البيوع، باب تحريم بيع الخمر، قدیمی)

(۲) "وضح بيع غير الخمر مما مر، ومفاده صحة بيع الحشيشة والأفيون". (الدر المختار، كتاب إحياء الموات، فصل في الشرب: ۳۵۳/۶، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع: ۲۱۳/۳، مکتبہ غفریہ کوئٹہ)

(۳) "إذا مات الرجل وكسبه خيث، فالأولى لورثته أن يردوا المال إلى أربابه وإن كان كسبه من حيث لا يحل وابنه يعلم ذلك ومات الأب ولا يعلم إلا أن ذلك بعينه، فهو حلال له في الشرع، والورد أن يتصدق به". (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب: ۳۳۹/۵، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب البيوع، باب البیع الفاسد: ۹۹/۵، سعید)

جس مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ورثاء کے حق میں اس کا حکم

سوال [۷۸۲]: ۱۔۔۔ جس مال کی زکوٰۃ چوری و جزوی ندوی گئی ہو، اگر ایسا مال ترکہ وراثت میں

ملے، عام لوگوں کو یا خواص کو اس کا لینا کیسا ہے؟

۲۔۔۔ مال مذکور میں بے برکتی یا نحوست تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔۔۔ آدمی کے مرنے کے بعد ورثاء کو ایسا مال لینا درست ہے ورثاء کے ذمہ اس کی زکوٰۃ ادا کرنا

واجب نہیں، البتہ اگر وصیت کی ہو تو اس کی زکوٰۃ ثلث مال سے ادا کر دی جائے، اگر بلا وصیت اس کی زکوٰۃ ورثاء نے ادا کر دی ہو تو اس کی بچہ سے میت کے ذمہ سے انشاء اللہ زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی:

”وَأَمَّا دِينَ اللَّهِ فَإِنْ أَوْصَى بِهِ، وَجِبَ تَعْيِذُهُ مِنْ ثَلَاثِ الْبَاقِي، وَإِلَّا لَا“۔ درمختار۔

قال الشامي: ”(قوله: أما دين الله تعالى، الخ) محترز قوله: (من جهة العباد) وذلك كالتزكوة والكفارات ونحوها. قال الزيلعي: فإنها تسقط بالموت، فلا يلزم الورثة أدائها إلا إذا أوصى بها أو تبرعوا بها هم من عندهم؛ لأن الركن في العبادات نية المكلف وفعله، وقد فات بموته، فلا ينصور بقاء الواجب، اهـ، وتامه فيه. أقول: وظاهر التعليل أن الورثة لو تبرعوا بها، لا يسقط الواجب عنه، لعدم النية منه، ولأن فعلهم لا يقوم مقام فعله بدون إذنه، تأمل، اهـ. رد المحتار: ۵/۵۳۶ (۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس کی زکوٰۃ میت کے ذمہ واجب تھی، جب اس نے ادا نہیں کی تو ورثاء پر اس کا

گناہ نہیں۔

۱۰ (وکذا فی مجمع الزہر، کتاب الکراہیۃ، فصل فی الکسب: ۱۸۷/۳، مکتبہ غفراریہ کوئٹہ)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۷۶۰/۶، کتاب الفرائض، معید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۳۷۲، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳۶۶/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

۲۔ زکوٰۃ ادا نہ ہونے کی وجہ سے ورثاء پر تو اس کا کوئی وبال نہیں (۱)، البتہ نفس مال جیسا کہ بعد اداے زکوٰۃ طیب اور مرکی ہوتا ہے۔ ویسا نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۳ھ/۸/۱۸۔

الجواب صحیح عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/محرم ۱۳۵۴ھ

نا جائز میراث میں حصہ

سوال [۹۷۸۳]: میرے والد مرحوم حکہ جنگلات کے چوکیدار تھے، بعد وظیفہ انتقال ہو گیا، حج بھی کر چکے تھے، اب ان کی جائیداد وارثوں میں تقسیم ہونے والی ہے۔ میں اپنے والد کی جائیداد کو نا جائز سمجھتے ہوئے اس جائیداد سے مستفید ہونے کے بجائے اپنی اولاد کے نام منتقل کرنا چاہتا ہوں اور اپنا گزر بسر اپنی تنخواہ پر ہی کروں گا۔ میرے اس خیال کو بعض لوگ درست نہیں فرماتے، وہ کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ میری رہبری فرمائی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو جائیداد وغیرہ آپ کے والد صاحب نے جائز طریقہ پر کمائی ہے وہ سب ان کا ترکہ ہے (۲)، دوسرے بھائیوں کی طرح آپ بھی وارث ہیں، آپ کو اپنا حصہ میراث لینے کا پورا حق ہے، اس کو حرام تصور نہ کریں۔ جو چیزیں نا جائز طریقہ پر مثلاً: رشوت سے حاصل کی ہو اور اس کا مالک معلوم ہو، وہ نہ لیں، اس کے

(۱) "قولہ: أما دین اللہ تعالیٰ، الخ) محتراز قولہ: (من جهة العباد) وذلك كالزکوٰۃ والكفارات ونحوها. قال الزیلعی: فإنها تسقط بالموت، فلا يلزم الورثة أدانها، إلا إذا أوصى بها أو نزعوا بها هم من عندهم". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الفرائض: ۶/۷۰، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب الفرائض: ۷/۷۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) "الترکۃ فی الاصطلاح: ما ترکہ المیت من الأموال صافیا عن تعلق حق الغیر بعین من الأموال".

(رد المختار: ۷/۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۷/۷۱، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

مالک کو واپس کر دیں، اپنی اولاد کی طرف بھی منتقل نہ کریں (۱)۔ مزہر سے جس طرح خود پرہیز ضروری ہے، اپنی اولاد کو بھی کھانے کی اجازت نہیں۔ فقط والد ہی نہ تقاضا کرتا۔

حررہ العبد محمد ونفرتہ۔ دارالعلوم، دیوبند، ۱۳۰۴ھ/۱۹۳۰ء۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین مفتی عین، دارالعلوم، دیوبند، ۱۳۰۴ھ/۱۹۳۰ء۔

مورث کا حرام مال وارث کے لئے

سوال [۸۲۷]: حرام کاروبار کے مالک کے مر جانے کے بعد وہ حرام پیسے وارثین کے لئے حلال ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ وارثین کا کاروبار حلال ہو اور حرام کاروبار کو برا سمجھتے ہوں۔ بعض عالم کا کہنا ہے کہ مورث کا حرام مال وارثین کے لئے حلال ہو جاتا ہے۔ دلیل پیش فرماتے ہیں کہ تبدیلی ملک سے تبدیلی حکم لازم آتا ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لَا تُبَدِّلُ مِلْكَ وَلَا هَدِيَّةً" (۲)۔ ملک بدلنے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ ہو گیا۔

سوال یہ ہے کہ ملک کے تبادلوے سے تبدیلی حکم لازم آتا ہے اس کے اندر عموم ہے یا صرف صدقہ کے لئے خاص ہے اسی وراثت کے پیسے سے وارثین حضرات مرحوم مورث کی طرف سے حج بدل کرانا چاہتے ہیں۔ اس پیسے سے حج بدل کرانا اور کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۱) "إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ وَكَسَبَ حَيْثُ، قَالَ أُولُو الْأَرْوَاحِ أَنْ يَرَوْهُ الْمَالُ إِلَى أَرْبَابِهِ، فَإِنْ لَمْ يَعْرِفُوا أَرْبَابَهُ، تَصَدَّقُوا بِهِ"۔ (الفتاویٰ العالمیہ المکیہ ۳۴۹/۵، کتاب الکراہیۃ، الباب الخامس عشر فی الکسب، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۹۹/۵، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب: فیہ وراثت مالا حراما، سعید)
(و کذا فی مجمع الأنهر: ۱۸۷/۳، کتاب الکراہیۃ، فصل فی الکسب، مکتبہ غفرانہ کوئٹہ)

(۲) "عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى بِلَحْمٍ تَصَدَّقَ بِهِ عَلَى بَرِيدَةَ، فَقَالَ "هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ، وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ"۔ (صحيح البخارى۔ كتاب الزكوة، باب ما يذكر في الصدقة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وآله ۲۰۲/۱، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شخص نے حرام پیسہ اور سامان جمع کیا ہے پھر انتقال ہو گیا اور ورثاء کو معلوم ہے کہ یہ مال حرام ہے تو وہ سامان اور پیسہ ورثاء کے لئے حلال نہیں ہوگا۔ یہاں تبدیل ملک کی بحث بے محل ہے، اس لئے کہ مورث کی ملک اگر ثابت ہو جاتی اور وہ مستحق ہوتا مگر وارث اس کا اصالہ مستحق نہ ہوتا تو مورث کا نائب ہو کر مستحق ہو سکتا تھا۔ اور صورت مسئلہ میں تو مورث کی ملک ثابت نہیں پھر نائب کی ملک کیسے ثابت ہوگی۔

”أحد مورثه رشوة أو طمعا، إن علم ذلك بعينه، لا يحل له أخذه... والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال، وجب رده عليهم، وإلا فإن علم عين الحرام، لا يحل له ونصق إليه صاحبه. وإن كان مالاً مختلطاً مجتمعاً من الحرام ولا يعلم أربانه ولا شيئاً منه بعينه، حل له حكماء والأحسن ديانة التزاه عنه، اه، رد المحتار: ۴/۱۳۰ (۱)۔

حرام پیسہ کو حج کے لئے خرچ کرنا مکروہ تحریمی ہے اگرچہ اس سے حج ادا ہو جائے گا، مگر قبول نہیں ہوگا، اور خدائے پاک کی خوشنودی حاصل نہیں ہوگی۔

”يجتهد في تحصيل نفقة حلال، فإنه لا يقبل بالنفقة الحرام، كما ورد في الحديث مع أنه يسقط الفرض عنه معها. ولا تنافي بين سقوطه وعدم قبوله، فلا يثاب لعدم القبول ولا يعاقب عقاب تارك الحج، اه.“ شامی: ۲/۴۰ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۹۱ھ۔

☆.....☆...☆...☆.....☆

(۱) (رد المحتار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالا حراماً: ۵/۹۹، سعید)

(۲) (رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام: ۲/۳۵۶، سعید)

الفصل الثامن فی ذوی الفروض (ذوی الفروض کا بیان)

لڑکی کا حصہ میراث

سوال [۷۸۵]: اگر کوئی شخص قوم فقیر بلا اولاد ذکر مر جائے اور اس کی جائیداد اراضی اس کی پیدا کردہ یا اس کے والد کی پیدا کردہ ہو اور اس کا برادر حقیقی یا پتچا حقیقی یا بھتیجا حقیقی نہ ہو، صرف دختر ہو تو دختر کو اس کا ترکہ شرعاً ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دختر کو نصف ترکہ تو ضرور ہی ملے گا (۱) اور اگر کوئی ذوی الفروض اور عصبات میں سے موجود نہیں تو دوسرا نصف بھی اسی کو مل جائے گا یعنی وہ کل کے وارث ہو جائے گی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ، محقق مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۴/۱۳۶۰ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔
صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۴/۱۳۶۰ھ۔

(۱) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"وَأَمَّا النِّسَاءُ: فَأَلَّوْا لِي الْبَيْتِ، وَلَهَا النِّصْفُ إِذَا انْفَرَدَتْ". (الاختیار لتعلیل المختار: ۴/۵۵۶،

کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۷/۳۷۸، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

(۲) لڑکی ذوی الفروض میں سے ہے اور ذوی الفروض جب ایک ہی شخص ہو تو اس صورت میں اپنے حصہ سے زائد حصہ میراث اس پر رد ہو کر وہی مالک ہو جاتا ہے۔

"فَبِأُذَى الْفَرْضِ، ثُمَّ بِالْعَصْبَةِ النِّسْبِيَّةِ، ثُمَّ بِالْعَصْبَةِ النَّسَبِيَّةِ" ثم الرد علی ذوی

الفروض النسبية بقدر حقوقهم". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۳۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

لڑکی کا والد کی میراث میں حصہ

سوال [۹۷۸۶]: لڑکی کو اپنے والد کی جائیداد میں سے کونسا حصہ ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکی کی میراث کی تین صورتیں ہیں: اول یہ کہ میت کی لڑکی تو صرف ایک ہو اور لڑکا کوئی نہ ہو تو اس صورت میں لڑکی کو میت کے کل ترکہ کا نصف ملتا ہے۔ دوم یہ کہ لڑکیاں دو یا دو سے زیادہ ہو اور لڑکا کوئی نہ ہو تو اس صورت میں ان لڑکیوں کو میت کے کل ترکہ کا دو ٹکٹ ملتا ہے۔ سوم یہ کہ کوئی لڑکا بھی ہو، اس صورت میں لڑکے سے نصف کے مستحق ہوگی خواہ ایک لڑکا ہو یا زیادہ (۱)۔ فقط واللہ بحانہ تعالیٰ اعظم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ، مبین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۶/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۸/۶/۱۳۵۶ھ۔

بیوی کا شوہر کی میراث میں حصہ

سوال [۹۷۸۷]: بیوی کو اپنے شوہر کی جائیداد میں سے کونسا حصہ ملنا چاہئے، احکام شرعیہ سے

مطلع فرمائیں۔

= (وکذا فی الدر المختار: ۶/۷۲۳ کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی السراجیۃ، ص: ۳، سعید)

(۱) مذکورہ تین صورتیں اس آیت کریمہ میں بیان فرمائی گئی ہیں:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْإُنثَىٰ، فَإِنْ كُنَ نِسَاءً

فَإِلَى النِّسَاءِ فَلَهُنَّ ثُلُثُ مَا تَرَكَ، وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"وَأَمَّا لِبَنَاتٍ لِّلصَّالِبِ فَأَحْوَالُ ثُلثٍ: النِّصْفُ لِلوَاحِدَةِ، وَالثَّلَاثُ لِلْأُنثَىٰ فَصَاعِدَةٌ، وَمَعَ الْإِبْنِ

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَىٰ، وَهِيَ بَعْضُهُنَّ". (السراجیۃ، ص: ۷، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۴۳۸/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی اولاد بھی ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملتا ہے، اگر کوئی اولاد نہیں تو چوتھائی حصہ ملتا ہے (۱)۔ فقہ
والدہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود نگوی عنہا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۶/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح۔ سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، ۲۸/۶/۱۳۵۶ھ۔

زوجہ اور ہمشیرہ کو میراث

سوال [۹۷۸۸]: سردار صاحب کا انتقال ہو گیا، مرحوم نے ایک بیوی، ایک ہمشیرہ اور ایک

بھانجا، ایک نوای چھوڑا۔ بھانجا مذکور کی والدہ کا انتقال سردار کی حیات میں ہو گیا تھا، اور لڑکی کا بھی حیات ہی
میں انتقال ہو گیا تھا۔ قبل انتقال سردار کے تیرہ چودہ روز اس نے اپنے شوہر، دو لڑکیاں، والدین کو چھوڑا تھا،
ایک لڑکی مر چکی، ایک زندہ ہے، یعنی جس کو نوای سردار لکھا گیا ہے۔ اب دریافت یہ ہے کہ مرحوم کا ترکہ کس
طرح تقسیم ہوگا؟

نوت ضروری: سردار موصوف مرحوم نے بھانجا مذکور حقیقی اور بھینجا غیر حقیقی کی پرورش بچپن سے

کی، شادی وغیرہ انہی نے کی ہے، اور اکثر کہتے تھے کہ جو کچھ ہے سب انہی کا ہے اور انہیں دونوں نے قرضہ جو
مکان بنانے میں لگا تھا ادا کیا اور کچھ باقی ہے، وہی ادا کریں گے۔ لہذا ان باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے جواب
مرحمت فرمادیں۔

محمد یوسف مومن پورہ ناگپوریکہ/محرم/۱۳۵۹ھ۔

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلِیْلِی الرِّبْعَ مِمَّا تَرَکْتُمْ إِنْ لَمْ یَكُنْ لَکُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلِیْلِی النِّسْفَ
مِمَّا تَرَکْتُمْ﴾ (سورۃ النساء: ۱۲)

”فیفسر من للزوجۃ فصاعداً النصف مع ولد أو ولد ابن وإن سفل. والرربع لها عند عدمها،
فللزوجات حالتان: الربع بلا ولد، والنصف مع الولد“ (الدر المختار: ۶/۷۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی السراجیۃ، ص: ۷، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۴

زوجہ	ہمشیرہ	بھانجہ	نواسی
۱	۳	محروم	محرومہ

صورت مسئلہ میں بشرط صحت سوال و عدم موانع ارث بعد تجبیر و تکلیفین، وادائے دین وغیرہ (۱) سردار صاحب کا کل ترکہ چار سہام قرار دے کر حسب نقشہ بالا وارثان پر تقسیم ہوگا، ایک سہم زوجہ کو ملے گا (۲) اور تین سہم ہمشیرہ کو (۳)،

(۱) "تعلق متركه الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول بدأ بتكفيته وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقصير، ثم تقصى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم نفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص. ۴، ۳، سعيد)

(وگذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۵۹/۷، ۷۶، سعید)

وگذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها ولیمما یعلق بالتركة: ۳۳۷/۶، رشیدیہ)

(۲) مذکورہ صورت میں میت کی اولاد نہیں، لہذا زوجہ کو ربع ملے گا

قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَلِهن الرِّبع مما ترکتم ین لم یکن لکم ولد﴾ (النساء ۱۱)

(۳) مذکورہ صورت میں اخت "بیم" چونکہ ذی الفروض میں سے ہے، لہذا اس کو نصف ملے گا، اس لئے کہ میت کے اصول و فروع موجود نہیں، مگر مسئلہ میں ایسا مالی طور پر بہن کو تین حصے دیئے گئے ہیں، تفصیل یہ ہے کہ بہن کو دو حصے بوجہ ذی الفرض ہونے اور ایک حصہ بطور برہنہ ذی الفروض النسویہ کے دیئے گئے ہیں:

قال الله تبارک وتعالى: ﴿إِنْ امْرؤٌ هَلَکَ لیس له ولد وله اخت، فلیها نصف ماترک﴾ (سورة

النساء ۱۷۶)

"الخامسة: الأخوات لأب وأم، للواحدة النصف، وللثنتين فصاعداً الثلثان" (الفتاویٰ

العالمگیریہ: ۳۵۰/۲، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

بھانجے کو اور نواسی کو بھتیجی نہیں ملے گا (۱)۔

آپ نے یہ تحریر نہیں کیا کہ بھتیجا اگر حقیقی نہیں تو کیسا ہے، نہ بھتیجا کو ورثاء میں شمار کیا۔ اگر علاقائی بھتیجا ہے یا چچا زاد بھائی کا لڑکا ہے تو شرعاً وہ بھی وارث ہوگا۔ اُس وقت چار سہم میں سے ایک بیوی کو ملے گا، ایک بھتیجے کو، دو ہمیشہ کو (۲)۔ اگر ماموں زاد یا پھوپھی زاد بھائی کا لڑکا ہے، یا خالہ زاد بھائی کا لڑکا ہے تو پھر وہ

(۱) "فیہذا ہذوی الفروض، ثم بالعصبات النسبية، ثم بالمعق، ثم عصبة الذکور، ثم الرد علی ذوی الفروض النسبية، ثم ذوی الارحام"۔ (الدر المختار: ۶/۷۲، ۷۲۳، کتاب الفرائض، سعید)
(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض: ۶/۳۳، رشیدیہ)
(۲) اگر بھتیجا بھی موجود ہو تو تقسیم یوں ہوگی:

مسئلہ ۳

زوجہ	ہمیشہ	بھتیجہ علاقائی	نواسی	بھانجا
۱	۲	۱		
				محروم

اور اگر چچا زاد بھائی کا لڑکا موجود ہو تب بھی تقسیم اس طرح ہوگی:

مسئلہ ۴

زوجہ	ہمیشہ	ابن ابن اہم	نواسی	بھانجا
۱	۲	۱		
				محروم

دانش رہے کہ یہاں علاقائی بھتیجا اور چچا زاد بھائی کا لڑکا عصبات میں سے ہے اور عصبات کو باقی ملے گا، یعنی ذوی الفروض کو اپنا حصہ دے کر جو کچھ بچ جائے وہ عصبات کو دیا جائے گا:

"العصبات" وہم کل من لیس لہ سهم مقدر، ویأخذ ما بقی من سهام ذوی الفروض"۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، باب العصبات: ۶/۳۵۱، رشیدیہ)
(و کذا فی السراجی، ص ۳، سعید)

محروم رہے گا (۱)۔ کسی کو بچہ جاننے یا باپ کو جاننے سے کچھ نہیں ہوتا، اس سے میراث نہیں ملتی (۲)، ہاں اگر کوئی وصیت کسی کے حق میں کی ہو تو اس کے معلوم ہونے پر حکم تحریر کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۹/۱۳۵۹ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/محرم/۱۳۵۹ھ۔

بیوی اور بھانجے میں تقسیم وراثت

سوال [۹۷۸۹]: ہمارے یہاں میونسپل بورڈ میں ایک ہیشمی منشی خان کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس شخص کی اولاد کوئی نہیں، صرف بیوی مسماۃ محفوظی اور رشتہ داروں میں صرف ایک بھانجا عبد اللطیف ہے۔ منشی خان نے ایک پختہ مکان اور خانگی سامان کے علاوہ میونسپل بورڈ میں آٹھ سو روپیہ فکڈ بھی چھوڑا ہے۔ مسئلہ ہذا ایک وصیت نامہ کے ذریعہ منشی خان نے اپنا مکان و سامان سب اپنی بیوی کو دیا ہے اور اس وصیت نامہ کو رجسٹر نہیں کرایا، نہ اس وصیت نامہ میں کسی اور شخص کو اپنا وارث یا رشتہ دار بتایا ہے۔

اب ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ اس وصیت نامہ کو صحیح اور قابل عمل تسلیم کیا جائے اور بھانجا عبد اللطیف کو ناقص قرار دیا جائے، اگر نہیں تو پھر تقسیم کس طرح ہوگی؟ آٹھ سو روپے میں سے بیوی اور بھانجا کو کتنے کتنے دیئے جائیں؟

مسماۃ کا ارادہ ہے کہ مکان فروخت کر کے یہاں سے اپنے میکہ چلی جائے۔ اس صورت میں اس کو کچھ؟

(۱) "قیداً بذوی القروض، ثم بالعصبات النسبية، ثم بالمعتق، ثم عصبۃ الذکور، ثم الولد علی ذوی القروض النسبية، ثم ذوی الأرحام". (الدر المختار: ۶/۷۲۲، ۷۲۳، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الفرائض، ۶/۳۳، رشیدیہ)

(۲) "و یمتحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالسب وهو القرابة، والسب وهو الزوجية، والولاء".

(الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الفرائض: ۶/۳۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۷۲۲، سعید)

(و کذا فی السراجیۃ، ص: ۳، سعید)

حاصل ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو اس میں بھی مسماۃ کا اور بھانجا کا حصہ متعین فرمادیجئے۔

حکیم عید الرحمن، بلند شہر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی شرعی وارث ہے اور کسی وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں جب تک کہ دوسرے وارث رضامند نہ ہوں (۱)۔ اگر ممکن منشی خاں کا وارث بھانجا عبد اللطیف اور بیوہ مسماۃ محفوٹا کے علاوہ اور کوئی وارث نہیں تو اس وصیت کے معتبر ہونے کا مدار عبد اللطیف کی اجازت پر ہے، اگر وہ اس کی اجازت دیتا ہے تو حسب وصیت نامہ محفوٹا ان چیزوں کی مالک ہو جائے گی، ورنہ تو اس کے ترکہ سے اولاً اس کا قرض مہر وغیرہ جو بھی اس کے ذمہ ہو ادا کیا جائے (۲)۔ اس کے بعد ایک چوتھائی ترکہ مسماۃ محفوٹا کو (۳) اور بقیہ منشی عبد اللطیف کو دیا جائے۔ نقد،

(۱) "عن انس بن مالک رضى الله تعالى عنه قال: إني لثعلت ناقة رسول الله صلى الله عليه وسلم، يسيل على لعابها، فسمعه يقول: "إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه، ألا لا وصية لوارث". (سنن ابن ماجه، ص. ۱۹۵، كتاب الوصايا، باب: لا وصية لوارث، قديمی)

"ولا تجوز بما زاد على الثلث لقول النبی صلى الله عليه وسلم فی حدیث سعد بن ابی وقاص رضى الله تعالى عنه: "الثلث والثلث كثير" بعد ما نعى وصيته بالكل والنصف، ولأنه حق الورثة إلا أن يجيزها الورثة بعد موته وهم كبار؛ لأن الامتناع لحقهم وهم أسقطوه، ولا معتبر بإجازتهم فی حال حياته" (الهدایة: ۳/ ۶۵۱، کتاب الوصایا، باب فی صفة الوصیة، مکمہ شرکت علمیہ ملتان)

(وگذا فی تبیین الحقائق: ۷/ ۳۷۶، کتاب الوصایا، مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) "تتعلق بركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفینة وتجهیزة من غیر تبذیر ولا تفتریر، ثم تقصی دیرنه من جمیع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقى بعد الدین، ثم یقسم الباقي بین ورثته بالکتاب والسنة وإجماع الأمة". (السرارجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وگذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض ۲، ۵۹، ۷۶۱، سعید)

(وگذا فی المعنای العالمگیریة، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفيما يتعلق بالتركة ۲، ۳۳، رشیدیہ)

(۳) قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَالَّذِينَ الرِّبْعَ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾ (سورة النساء. ۱۲)

"لرؤحة الربع عند عدمهما، والثلث مع أحدهما". (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب الفرائض =

رکانِ نشست گاہ، اثنا سب کی تقسیم اسی طرح ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

ورثاء میں زوجہ، دو بیٹیاں، تین بیٹے ہوں تو تقسیم میراث

سوال [۹۷۰]: حاجی عبدالغنی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے اور انہوں نے کچھ جائیداد غیر منقولہ

چھوڑی ہے اور وارثان میں دو لڑکیاں اور تین برادر زادے اور ایک بیوہ چھوڑی ہے۔ مہربانی فرما کر حکم شرعی سے

مطلع فرمائیے کہ ان کو کتنا کتنا جائیداد متروکہ میں سے ملے گا؟

حاجی عبدالغنی صاحب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۲۴ - حصہ ۷۲

زوجہ خازادی	دختر کبریٰ	دختر بانو	برادر زادہ عبدالغفار	برادر زادہ عبدالعزیز	برادر زادہ عبدالستار
$\frac{3}{9}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{5}$	$\frac{1}{5}$	$\frac{1}{5}$

بشرط صحت سوال و عدم موانع ارث، بعد تجزیر و تخمین و ادائے مہر وغیرہ از کل مال و تنفیذ وصیت از

ثمت (۱) مال حاجی عبدالغنی کا ترکہ جائیداد غیر منقولہ وغیرہ بہتر سهام بنا کر اس طرح تقسیم ہوگی کہ نو سهام

۶/۳۵۰، رسیدیہ)

"أما للزوجات فالحالان: الربع للواحدة فصاعداً عندم عدم الولد وولد الاس وإن سفل، والتمن

مع الولد وولد الاس وإن سفل" (السر اجبة، ص: ۷، سعید)

(۱) "تعلق بركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقصير، ثم =

بیوہ کو ملیں گے (۱) چوبیس چوبیس سیام ہر دو دختر کو ملیں گے (۲)، پانچ پانچ سیام ہر سے برادر تراوہ کو ملیں گے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العید محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۱۳۸۵ھ۔

اجواب صحیح: بیوہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۱۳۸۵ھ۔

ورشہ میں بہن اور بیوی کا چچا ہو تو ترکہ کس کو ملے گا؟

سوال [۹۷۹]: ایک شخص کا انتقال ہو گیا، اس کی تہ اولاد ہے اور نہ ہی بیوی ہے، صرف ایک بہن

= تقصی دیونہ من جمیع مابقی من مالہ، ثم تغذ وصایاہ من ثلث مابقی بعد الدین، ثم یقسم المالی بین ورثتہ۔ (السراجی فی المیراث، ص ۴، ۳، سعید)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب القرائن: ۷/۶۵۹، ۷۶۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب القرائن، الباب الأول فی تعریفها و فیما یعلق بالترکۃ: ۷/۳۳۷، رشیدیہ)

(۱) میرٹ کی چونکہ اولاد موجود ہے لہذا وہ بیوہ (بیوی) کو اس صورت میں شریعت (۲) عموماً حصہ ملے گا

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَهُنَّ الضَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دِينَ﴾ (سورۃ النساء: ۱۲)

"وأما الإنسان من السبب، فالزوج والزوجة وللزوجة الربع عند عدمهما، والظمن مع أحدهما"۔ (الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۶۰، کتاب القرائن، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۲) بیٹیاں جب تک سے زیادہ ہوں شریعت میں ملے گا۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ، فَلَهُنَّ ثُلُثُ مَا تَرَكَ﴾ (سورۃ النساء: ۱۱)
"وللثمن النصف والأكثر الثلثان"۔ (البحر الرائق: ۹/۳۷۳، کتاب القرائن، رشیدیہ)

(۳) برادر تراوہ سے بیٹیوں کو حصہ نہیں اور حصہ کو باقی یعنی ذوی القروض سے جو رہ جائے وہ حصہ کو مل جائے گا

"العصات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوى القروض، وإذا انفرد أحد جميع المال"۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۶/۳۵۱، کتاب القرائن، باب العصات، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۶/۷۷۴، کتاب القرائن، باب العصات، سعید)

(و کذا فی السراجیۃ، ص ۳۰، سعید)

ہے۔ تو دریافت یہ ہے کہ اس کی بہن کو اس کا مکان مل سکتا ہے یا کہ نہیں؟ اور اس شخص کی بیوی کا ایک چچا بھی موجود ہے، لیکن وہ بھی لاولد ہے۔ عنداشرع ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کے صرف ایک بہن اور ایک بیوی کا چچا ہے تو اس کا کل ترکہ مکان وغیرہ اس کی بہن کو ملے گا (۱)، بیوی کے چچا کو کچھ نہیں ملے گا (۲)۔ اگر اس کے ذمہ کوئی قرض بھی ہو تو اس کا ادا کرنا پہلے ضروری ہے۔ اگر کوئی وصیت بھی کی ہے تو ایک تہائی ترکہ سے پہلے وصیت پوری کی جائے گی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: ہندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱/۱۳۸۵ھ۔

(۱) واضح رہے کہ بہن کو ابتداءً بطور ذی فرض ہونے کے نصف ملے گا اور باقی مال بھی جب دیگر ورثاء موجود نہ ہوں تو بہن کو ملے گا۔

”فیبدأ بذوی الفروض، ثم بالعصبات النسبية، ثم بالمعقن، ثم عصبۃ الذکور، ثم الرد علی ذوی الفروض النسبية بقدر حقوقہم“۔ (الدر المختار)۔ ”قولہ: ثم الرد:“ ای عند عدم من تقدم ذکرہ من العصبات یرد من أصحاب الفروض علی ذوی الفروض النسبية“۔ (رد المختار: ۶/۷۳، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۶/۳۷، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(و کذا فی الشریفیۃ شرح السراجیۃ، ص: ۹، سعید)

(۲) ”و یتصحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالسبب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء“

(الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۶/۳۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۶/۷۳، کتاب الفرائض، سعید)

(۳) ”الأول یبدأ بتکفینہ وتجهیزہ من غیر تبذیر ولا تقیر، ثم نقضی دیونہ من: جمیع ما بقی من مالہ، ثم

تلفذ وصایاہ من ثلث ما بقی بعد الدین، ثم یقسم الباقی بین ورثتہ“۔ (السراجیۃ، ص: ۳، سعید)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۷۹، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۶/۳۶۵، رشیدیہ)

بہن اور چچا کا حصہ میراث

سوال [۹۷۴]: زید کا والد انتقال ہو گیا اور ایک حقیقی بھتیجہ اور ایک حقیقی چچا زاد بھائی وارث
میں چچا زاد ترکہ مورث کیسے تقسیم ہوگا؟

محمد رضا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں اگر کوئی اور شرعی وارث نہیں تو بعد تجبیر و تکفین و ادائے دین میت و تحفیہ
وصایا (۱)، و شرط عدم موانع ارث زید کا کل ترکہ میں سے نصف بہن کو ملے گا (۲) اور نصف چچا زاد بھائی
کو (۳)۔ فقہ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ الاحمد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۷/۱۲/۱۳۵۳ھ۔

محکم: عبد اللطیف، ۱۹/ذی الحجہ/۱۳۵۳ھ۔

(۱) "تتعلق بترکۃ المیت حقوق اربعۃ مرتبۃ: الاول ببدأ تکفینہ وتجهیزہ، من غیر تبذیر ولا تقصیر، ثم
تفطیسی ذبونه من جمیع ما بقی من ماله، ثم نفذ وصایاہ من ثلث ما بقی بعد الذین، ثم بقسمہ الباقی بین
ورثتہ"۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۴، ۳، معید)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض، ۷۵۹/۶، ۷۶۱، معید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الفرائض، الباب الاول فی تعریفہا و فیما ینتعلق بالترکۃ:
۳۳۷، رشیدیہ)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَإِنْ کَانَ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ (سورۃ النساء: ۱۱)

"و أما النساء فالاولی البنت، ولها النصف إذا انفردت وللبنتين فصاعداً الثلثان"۔ (الفتاویٰ
العالمگیریۃ، ۳۳۸، الباب الثانی فی ذوی القروض، رشیدیہ)

(و کذا فی السراجیۃ، ص: ۷، المعید)

(۳) "العصبات وهم کل من لیس له سهم مقدر، و یاخذ ما بقی من سهام ذوی القروض، وإذا انفرد أحد
جمیع المال"۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، ۳۵۱، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، ۳۸۵، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی السراجیۃ، ص: ۳، معید)

بیوہ بھائی اور بہن میں تقسیم میراث

سوال [۹۷۹۳]: زید کا انتقال ہوا، اس کے ورثہ میں ایک بیوی، ایک حقیقی بھائی، ایک حقیقی بہن اور بھتیجے ہیں۔ زید کے ترکہ کی تقسیم شرعی کس طرح ہوگی؟ ان ورثہ میں کون کون اور کتنا کتنا حصہ پائیں گے؟ زید کے انتقال کے دس مہینہ بعد زید کے بھائی کا بھی انتقال ہو گیا، اب بھائی کے لڑکے ہیں۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۴

بیوی	بھائی	بہن	بھتیجے
۱	۲	۱	محرور

بشرط صحبت سوال بعد اوائے دین، مہر وغیرہ زید کا ترکہ چار سہام بھائی، ایک سہم بیوی کو ملے گا (۱)، دو سہم بھائی کو ملیں گے، ایک سہم بہن کو ملے گا (۲)، پھر بھائی کے انتقال کے بعد اس کا ترکہ اس کے ورثہ کو ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

زوج، ام، حقیقی بہن اور چچا کے درمیان تقسیم میراث

سوال [۹۷۹۳]: ما فونکم رحمکم اللہ فی الصورة المذکورة فی الذیل:

(۱) اس لئے کہ میت کی جب اولاد نہ ہو تو بیوی کو (چوتھائی) حصہ ملے گا

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَاللّٰهُنَّ الرِّبَيعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) بھائی بہن دونوں اس صورت میں حصہ ہیں تو بھائی کو دوہرا اور بہن کو اکہرا ملے گا

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً، فَلِلَّذَّكَرِ مِثْلُ حِظِّ الْأُنثٰی﴾ (سورة

ہندہ فوت ہوئی اور اس کے ورثاء حسب ذیل باقی رہے:

زوج	ام	اخت حقیقی	عم
-----	----	-----------	----

ترکہ کس بچہ پر تقسیم ہوگا اور صحیح کس طرح کی جاوے گی، اور کیا کیا اور کس کس کو ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۶ تصد ۸				ہندہ
زوج	ام	اخت عینیہ	عم	
۳	۲	۳	محرورم	

میت کا کل ترکہ بعد تجبیز و تفتیش و ادائے دین وغیرہ و تحفیذ وصیت (۱)، آٹھ سہام پر تقسیم ہوگا: تین سہام زوج کو (۲)، دو ام کو (۳)، تین اخت عینیہ کو تقسیم ہوگا (۴) اور عم محروم رہے گا (۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد المذنب لیس عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱/۵۶ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

(۱) "تتعلق مترکة المیت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفيله وتجهيزه، من غیر تدبیر ولا تقبیر، ثم تقصى دیونہ من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراحي فی الميراث، ص: ۳۰۴، سعید)

(۲) وكذا فی الدر المختار، كتاب الفرائض: ۷/۶، ۷۵۹، ۷۶۱، سعید

(۳) وكذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، كتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفيما يتعلق بالتركة (۷/۶، وشیدہ)

(۴) میت کی چوکیدار لائیں، بعد از دین کو نصف کو ملے گا۔

=

ورثاء میں زوج، حقیقی بہن اور علاقائی بہن ہو تو تقسیم میراث

سوال [۹۷۹۵]: مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں:

محمودہ بیگم دوسری والدہ سے محمد حنیف خان شوہر، فہمیدہ بیگم حقیقی بہن، امان اللہ خان علاقائی بھائی،

شفقت اللہ خان بندو سوندہ حمیدہ نورجہاں

محمد حنیف خان	فہمیدہ بیگم	امان اللہ خان	شفقت اللہ خان	بندو	سوندہ	حمیدہ	نورجہاں
شوہر	حقیقی بہن	علاقائی بھائی	علاقائی بھائی	علاقائی بہن	علاقائی بہن	علاقائی بہن	علاقائی بہن

= قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُن لِهِنَّ وَلَدٌ﴾ (سورۃ النساء: ۱۲)

(۳) میت کی جب اولاد نہ ہو اور اخوات بھی متعدد نہ ہوں اور اہل ذریعہ مع الاب بھی نہ ہو تو اُم کو نصف کل ملے گا:

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا يُوْرِيهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الشَّدَسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثَّلَاثُ﴾ (سورۃ النساء: ۱۱)

(۴) میت کے جب نہ اصول یعنی: اب اب الاب وغیرہ نہ ہوں اور نہ فروغ یعنی ذین ابین الایہن، بہت ہو تو اہب یعنی قائم مقام بہت کے ہے، ایک ہو تو نصف، ایک سے زائد ہو تو ثلثان ملے گا:

"الحامسة: الأحوات لأب وأم، للواحدة النصف، وللثنتين فصاعداً الثلثان". (الفتاویٰ

العالمگیریہ ۳۵۰/۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، رشیدیہ)

(وکذا فی السراجیہ، ص ۹۰، فصل فی النساء، معید)

(۵) عم چونکہ عصبات میں سے ہے اور عصب کا حکم یہ ہے کہ ان کے لئے کوئی حصہ مقرر نہیں، ذوی الفروض سے جو بیٹے جائے وہ ان کو ملے گا، اگر ذوی الفروض سے کچھ بھی نہیں بیٹا تو کچھ بھی نہیں ملے گا، جیسا کہ مذکورہ صورت میں ہے:

"العصبات: وهم کل من لیس له سهم مقرر، ویأخذ ما بقی من سهام ذوی الفروض، وإذا انقرض

أخذ جمیع المال". (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض: ۳۵۱/۶، رشیدیہ)

(وکذا فی الاحیاء لتعلیل المختار: ۵۶۲/۲، کتاب الفرائض، باب فی العصبات، حقایقہ پشاور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد بن علی (ع) فرمیدے ہیں: (عن) ابن النعمان ثقفت عندنا من عند سنده حمیدہ نورمان

محروم

بشرط صحت سوال میت کا کل ترکہ بعد ادائے حقوق حقدار کے (۱) دو سہام قرار دیکر نصف شوہر کو ملے گا (۲) اور نصف حقیقی بہن کو (۳)۔ دوسری والدہ سے جو بہن بھائی ہیں، وہ سب محروم رہیں گے۔ فقط والدہ سبحانہ تعالیٰ اعظم۔

حررہ العہد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مہین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار نیپور، ۱۳۵۷ھ/۶/۲۲۔

الجواب صحیح: سعید احمد قرقر، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم بہار نیپور، ۱۳۵۷ھ/۶/۲۶۔

(۱) حقوق مستقدم سے مراد تجیر و تحنن، ادائے دین، ادائے میر اور حقیقہ وصیت ہے، ان تمام کو ادا کرنے کے بعد باقی ترکہ تقسیم ہوگا: "تصلیٰ بشرکۃ السمیت حقوق أربعة مرتبة: الأول یبدأ بشکیتہ وتجهیزہ، من غیر تہذیر ولا تفسیر، ثم تقضی دیونہ من جمیع ما بقى من مالہ، ثم تعد وصایاہ من ثلث ما بقى بعد الدین، ثم یقسم الباقي بین ورثتہ"۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۳، ۲، سعید)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، ۷۶۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعريفها وفيما يتعلق بالترکة: ۶/۳۳۷، رشیدیہ)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ یَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

"وأما الاثنان من السب، فالزوج والزوجة: للزوج النصف، عند عدم الولد وولد الابن، والرابع مع الولد"۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۵۰، کتاب الفرائض، الباب الثاني فی ذوی الفروض، رشیدیہ)

(و کذا فی السراجیہ، ص: ۶، سعید)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"وأما النساء، فالأولی البنت، ولها النصف إذا انفردت، وللبنتين فصاعدًا الثلثان"۔ (الاحتیاط لتعلیل المختار: ۲/۵۵۶، کتاب الفرائض، فصل فی ذوی السہام، مکتبہ حقانیہ پشاور)

تین بھتیجے، ایک بیٹی ہو تو تقسیم ترکہ

سوال [۹۷۹]: اللہ داد خان، عالیجاہ خان نے مشترکہ مکانات تعمیر کئے چند روز کے بعد اللہ داد خان نے انتقال پایا اور تین لڑکے وارث چھوڑے۔ اس کے بعد عالیجاہ خان صاحب کا انتقال ہوا اور ایک لڑکی اور تین بھتیجے وارث چھوڑے۔ مکانات مشترکہ موصوفہ بالا شرعاً کس طرح تقسیم ہونے چاہئیں؟

السائل: طفیل احمد بقلم خود ضلع سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں اللہ داد خان کا مکانات میں جس قدر حصہ تھا، وہ تمام بعد تجھیڑ و عقیقین و ادائے دین و عقیقہ وصیت اس کے تین لڑکوں کو برابر مل جائے گا (۱)، عالیجاہ خان کا جس قدر حصہ تھا وہ اس کے انتقال کے بعد

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۸۸/۲، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۱) مذکورہ صورت میں بیٹے چونکہ عصبہ ہیں اس لئے اپنے والد کی جائیداد کے تمام حصہ کے مالک ہوں گے۔ تقسیم کا نقشہ ملاحظہ ہو:

مسئلہ ۳			اللہ داد خان
ابن	ابن	ابن	
۱	۱	۱	

"العصات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقى من سهام ذوى القربى، وإذا انفرد

أخذ جميع المال". (الاختیار لتعلیل المختار: ۵۶۲/۲، کتاب الفرائض، ماب العصات، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳۸۱/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۱/۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی العصات، رشیدیہ)

نصف اس کی لڑکی کو ملے گا اور نصف تینوں بھتیجیوں کو (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۴/۵۲ھ۔

صحیح ہے، سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح، بندہ عبد الرحمن غفرلہ۔

تین بیٹیوں اور ایک بیٹی میں تقسیم میراث

مخدومی محترمی جناب مفتی صاحب مدظلہ العالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حسب ذیل سوالات کے جوابات بروئے شریعت اسلام بہمہر خاص مرحمت فرمادیں:

سوال (۱۷۹۷): ایک شخص کا انتقال ہو گیا اس کے وارث تین لڑکے اور ایک لڑکی ہے، مرحوم کا

ترکہ جائیداد معافی اراضی کا لگان سالانہ ہے، اس میں ہر ایک کا حصہ کتنا رہے گا؟

۲۔۔۔ ایک لڑکے کا قبضہ نانا صاحب مرحوم کی تمام جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ پر ہے اور اس کا داخل خارج

(۱) نقشہ تقسیم ملا خطہ ہو۔

عائیداد خان

محلہ ۲ حصہ ۶

ابن الاغ

ابن الاغ

$\frac{1}{3}$

ابن الاغ

بنت

$\frac{1}{3}$

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وإن كانت واحدة، فلها النصف﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"فیسداً بذي الفرض، ثم بالعصبة النسبية، ثم بالعصبة السبية" — اھـ " (الفتاویٰ

العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۳۳، وشیدیہ)

"العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ویأخذ ما بقی من سهام ذوی الفروض، وإذا انفرد

أخذ جميع المال" (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات: ۶/۳۵۱، وشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض، باب العصبات: ۶/۷۷۷، سعید)

اس جائیداد پر ہو چکا ہے۔ اس حالت میں اس کو والد صاحب مرحوم کے ترکہ میں سے حصہ ملے گا یا نہیں اور اگر ملے گا تو کس حساب سے؟

۳۔۔ متوفی کی جائیداد کی آمدنی سے تجہیز و تکفین کا قرض پہلے ادا ہوگا، یا متوفی کے ذمہ جو قرض ان کی حیات کا ان کے ہاتھ کا ہے وہ پہلے ادا ہوگا؟

۴۔۔ بعض ورثاء نے متوفی کی تجہیز و تکفین میں فضول خرچی کر کے خلاف شرع روپیہ صرف کیا اور تیجے کا کھانا پکایا، اس میں بہت قرض لیا اور سال بھر تک میت کے ایصالِ ثواب کیلئے قرض کر کے فاتحہ دلاتے رہے۔ یہ رقم متوفی کی آمدنی سے وصول کر سکتے ہیں کیا؟

۵۔۔ کیا ورثاء کو حصے متوفی کا جائز قرض ادا ہونے کے بعد دیئے جائیں گے؟
قاضی ثناء اللہ، کرانہ مرچنٹ، بھاجی بازار، دھارسی (سی، آئی)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۷			
لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
۲	۲	۲	۱

۱۔۔۔ بعد تجہیز و تکفین و ادائے قرض وغیرہ سات سہام بنا کر اس طرح ترکہ تقسیم ہوگا کہ ایک سہم لڑکی کو ملے گا اور دو سہام ہر لڑکے کو ملیں گے۔ اراضی اور دیگر منقولہ غیر منقولہ کل ترکہ کی تقسیم اسی طرح ہوگی (۱)۔

۲۔۔۔ ثناء کی جائیداد پر جائز یا ناجائز قبضہ کرنے کی وجہ سے والد کے ترکہ سے محروم نہیں ہوگا، بلکہ والد

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْإُنثَىٰ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

وفال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً، فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حِصِّ الْأُنثَىٰ﴾ (سورة

کے ترکہ سے حسب جواب: ۱، حصہ ملے گا (۱)۔

۳۔ اول متوسط طریق پر تجتیز و تکفین ہوگی، پھر دوسرا قرضہ ادا کیا جائے گا، پھر اگر کوئی وصیت کی ہو تو ایک تہائی ترکہ سے وہ وصیت پوری کی جائے گی، اس کے بعد دو تہا کو حصہ ملے گا (۲)۔

۴۔ یہ رقم جو ایصالِ ثواب، فاقحہ، تیجہ وغیرہ میں خرچ کی ہے، اس کو ترکہ سے وصول کرنا درست نہیں، بلکہ جن لوگوں نے یہ خرچ کیا ہے وہ خود اس کے ذمہ دار ہیں (۳)۔

تغنیہ: مرویہ طریقہ پر فاقحہ اور تیجہ منع ہے (۴)۔

(۱) "ویمسحق الإراث باحدی خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء".

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۴۷/۶، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(وكذا فی الدر المختار: ۷۶۲/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا فی البحر الرائق: ۳۶۵/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) "بمأ من تركه الميت يتجهيزه) يعم المتكفين من غير تفتير ولا تذيير، ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد - ثم وصيته من ثلث ما بقى - ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته".

(الدر المختار: ۷۵۹/۲، ۷۶۱، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۴۷/۶، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

وكذا فی التتبیہ، ص: ۷۳، سعید)

(۳) "التركة تدل على بها حقوق أربعة: جهاز الميت، ودفنه والدين والوصية والميراث، فبدأ أولاً بجهازه وكفه وما يحتاج إليه في دفنه بالمعروف". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۴۷/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وكذا فی البحر الرائق: ۳۶۳/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۴) "ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت: لأنه شرع في السرور لافى السرور، وهي بدعة مستفيدة وفي الزاوية: ويكره الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم، واتحاد الدعوة لقراءة القرآن، وجمع الصلحاء والقراء للتحتم أو لقراءة سورة

الأنعام أو الإخلاص". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الجنائز: ۲/۲۳۰، سعید)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱۶۷/۱، كتاب الصلوة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، رشیدیہ)

(۵) فی الزاویۃ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۸۰/۳، كتاب الصلوة، باب الجنائز، رشیدیہ)

۵۔ مفتی نے جو فرض اپنی حیات میں لیا تھا اس کو ادا کرنے کے بعد ورثاء کو حصہ ملے گا اور جو رقم تہیہ وغیرہ میں خرچ کی ہے اس کو ترکہ مشترکہ سے ادا کرنا درست نہیں، بلکہ وہ خود ان خرچ کر نیوالوں کے ذمہ ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ جمادی الاولیٰ/ ۱۳۶۹ھ۔

ایک بیٹے اور تین بیٹیوں میں تقسیم میراث

سوال (۹۷۸): مسکئی حاجی کریم الدین کا انتقال ہوا، اس نے ایک لڑکا حاجی عزیز الدین، تین لڑکیاں: مسماۃ مجیدہ، مریم، حاجن عزیزہ، چھوڑے۔ لہذا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ زوجہ مسماۃ حبیبہ تھی جس کا انتقال ہو گیا اور ورثاء مذکورہ چھوڑے۔ پھر عزیزہ کا انتقال ہوا، اس نے مذکورہ بھائی بہن چھوڑے۔ عزیز الدین کے ناتانے اپنی زندگی میں ایک مکان عزیز الدین کو دیدیا تھا اور ایک لڑکی مرتے وقت چھوڑی تھی۔ آیا اس مکان میں مسماۃ مجیدہ اور عزیزہ کا کچھ حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۴

زوجہ	ابن	بنت	بنت	بنت
حبیبہ	عزیزہ الدین	مجیدہ	مریم	عزیزہ
کأن لم تکن؛ لأنها	۲	۱	۱	کأن لم تکن؛ لأنها
ماتت أولاً وورثت				ماتت أولاً وورثت
الورثة المذكورة				الورثة المذكورة

= "لا يحوز ما يبعثه الجهال بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف حولها، واتخاذ السروج والمساجد إليها، ومن الاجتماع بعد الحول كالأعياد ويسمونه عرساً". (التفسير المطهر، ۲/ ۶۵، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(۱) "تم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العاد". (الدر المختار، ۶/ ۶۰، کتاب الفرائض، سعيد)

حسب بیان سائل صورت مسئلہ میں منی حاجی کریم الدین کا ترکہ بعد اوائے دین وغیرہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ کل ۴/۳۸ ہام کئے جائیں گے، ایک ایک دونوں لڑکیوں مجیدہ اور مریم کو، اور دوہام لڑکے حاجی عزیز الدین کو ملیں گے، ہکذا فی کتب الفرائض (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اگر عزیز الدین کے نانائے اچھے صحت اور تندرستی کی حالت میں وہ مکان بہرہ کر کے اس کے قبضہ میں دید یا تھا تو وہ عزیز الدین کی ملک ہے (۲)، اس میں مجیدہ اور مریم وغیرہ کا کوئی حصہ نہیں۔ لیکن اگر مرض الموت میں بہرہ کر کے قبضہ کرایا ہے تو وہ وصیت کے حکم میں ہے، یعنی ایک تہائی میں جاری ہوگی، بشرطیکہ عزیز الدین شرعی وارث نہ ہو۔ اور دو تہائی کی وراثت پر موقوف ہے، اگر قبضہ نہیں کرایا تو وہ بہرہ تام نہیں ہوا (۳)، حسب حکم شرع اس میں وراثت جاری ہوگی۔

حررہ العہد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۶/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۴/رجب/۱۳۵۷ھ۔

= (و کذا فی السراجی، ص: ۳، ۲، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها و فیما یتعلق بالترکۃ۔ ۳۳۷/۶، رشیدیہ)

(۱) قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا مَلَکَتْ لَیْلٌ فَتَلَذَّثُوا بِالْاَنْثٰی (سورۃ النساء: ۱۱)

"وَ اِذَا اخْتَلَطَ الْیَوْنُ وَ الْبَنَاتُ عَضَبَ الْبَنُوْنَ الْبَنَاتُ، فِیْکُوْنَ لِلْاِیْمٰنِ مِثْلُ حِظِّ الْاَنْثٰی"۔ (الفتاویٰ

العالمگیریہ: ۳۳۸/۶، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبان، رشیدیہ)

"قال رحمہ اللہ تعالیٰ، و عصبها الاس، و له مثلا حظها۔ معناه: اِذَا اخْتَلَطَ الْیَوْنُ وَ الْبَنَاتُ، عَضَبَ

السِّنُوْنَ السَّنَاتُ، فِیْکُوْنَ لِلْاِیْمٰنِ مِثْلُ حِظِّ الْاَنْثٰی"۔ (تبییر الحقائق: ۴۸۰/۷، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) "یسئلک الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملک"۔ (شرح المحلہ لسلیم

رستم باز ۳۷۳/۱، رقم المادۃ: ۸۶۱)، کتاب الہیۃ، الباب الثالث، مکتبہ حقیہ کوئٹہ

(۳) "اِذَا وَهَبَ وَاحِدٌ فِی مَرَضٍ مَوْتَهُ شَبَّاحًا لِوَرَثَتِهِ، وَ بَعْدَ وَفَاتِهِ لَمْ یُجَزَّ سَائِرُ الْوَرَثَةِ، لَا تَصِحُّ لِنَکِّ

الہیۃ اصلاً، لِأَنَّ الْهَبَةَ فِی مَرَضِ الْمَوْتِ وَصِیَّۃٌ، وَلَا وَصِیَّۃٌ لِوَارِثٍ. وَلَکِنْ لَوْ اُجْزِی الْوَرَثَةُ هَبَ الْمَرِیضُ مَعْدُ =

دو بیویوں اور ان کی اولاد میں تقسیم میراث

سوال [۹۷۹۹]: ایک شخص کی دو بیوی ہیں، ایک بیوی سے ایک نواسی اور دوسری بیوی سے چار لڑکی۔ اس میں سے بڑی بیٹی سے ایک لڑکا یعنی نواسہ اور ایک لڑکی یعنی نواسی۔ دو بھائی اور ان دونوں کے دو دو لڑکے ہیں۔ ان میں سے کس کس کو کیا کیا حق پہنچتا ہے اگر دونوں بھائی انتقال کر جائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شخص متوفی کے ترکہ میں دونوں بیویاں چاروں لڑکیاں حق دار ہیں:

مسئلہ ۸ ص ۳۲									
زیدہ	زیدہ	زیدہ	زیدہ	زیدہ	زیدہ	زیدہ	زیدہ	زیدہ	زیدہ
زیدہ	زیدہ	زیدہ	زیدہ	زیدہ	زیدہ	زیدہ	زیدہ	زیدہ	زیدہ
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲
۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳
۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴
۵	۵	۵	۵	۵	۵	۵	۵	۵	۵
۶	۶	۶	۶	۶	۶	۶	۶	۶	۶
۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷
۸	۸	۸	۸	۸	۸	۸	۸	۸	۸
۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹
۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰
۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱
۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳
۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴
۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵
۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶
۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷
۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸
۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹
۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰
۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲
۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳
۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴
۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵
۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶
۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷
۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱
۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲
۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳
۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴
۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵
۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶
۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷
۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸
۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹
۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰
۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱
۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲
۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳
۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴
۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵
۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶
۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷
۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸
۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹
۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰
۵۱	۵۱	۵۱	۵۱	۵۱	۵۱	۵۱	۵۱	۵۱	۵۱
۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲
۵۳	۵۳	۵۳	۵۳	۵۳	۵۳	۵۳	۵۳	۵۳	۵۳
۵۴	۵۴	۵۴	۵۴	۵۴	۵۴	۵۴	۵۴	۵۴	۵۴
۵۵	۵۵	۵۵	۵۵	۵۵	۵۵	۵۵	۵۵	۵۵	۵۵
۵۶	۵۶	۵۶	۵۶	۵۶	۵۶	۵۶	۵۶	۵۶	۵۶
۵۷	۵۷	۵۷	۵۷	۵۷	۵۷	۵۷	۵۷	۵۷	۵۷
۵۸	۵۸	۵۸	۵۸	۵۸	۵۸	۵۸	۵۸	۵۸	۵۸
۵۹	۵۹	۵۹	۵۹	۵۹	۵۹	۵۹	۵۹	۵۹	۵۹
۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰
۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱
۶۲	۶۲	۶۲	۶۲	۶۲	۶۲	۶۲	۶۲	۶۲	۶۲
۶۳	۶۳	۶۳	۶۳	۶۳	۶۳	۶۳	۶۳	۶۳	۶۳
۶۴	۶۴	۶۴	۶۴	۶۴	۶۴	۶۴	۶۴	۶۴	۶۴
۶۵	۶۵	۶۵	۶۵	۶۵	۶۵	۶۵	۶۵	۶۵	۶۵
۶۶	۶۶	۶۶	۶۶	۶۶	۶۶	۶۶	۶۶	۶۶	۶۶
۶۷	۶۷	۶۷	۶۷	۶۷	۶۷	۶۷	۶۷	۶۷	۶۷
۶۸	۶۸	۶۸	۶۸	۶۸	۶۸	۶۸	۶۸	۶۸	۶۸
۶۹	۶۹	۶۹	۶۹	۶۹	۶۹	۶۹	۶۹	۶۹	۶۹
۷۰	۷۰	۷۰	۷۰	۷۰	۷۰	۷۰	۷۰	۷۰	۷۰
۷۱	۷۱	۷۱	۷۱	۷۱	۷۱	۷۱	۷۱	۷۱	۷۱
۷۲	۷۲	۷۲	۷۲	۷۲	۷۲	۷۲	۷۲	۷۲	۷۲
۷۳	۷۳	۷۳	۷۳	۷۳	۷۳	۷۳	۷۳	۷۳	۷۳
۷۴	۷۴	۷۴	۷۴	۷۴	۷۴	۷۴	۷۴	۷۴	۷۴
۷۵	۷۵	۷۵	۷۵	۷۵	۷۵	۷۵	۷۵	۷۵	۷۵
۷۶	۷۶	۷۶	۷۶	۷۶	۷۶	۷۶	۷۶	۷۶	۷۶
۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷
۷۸	۷۸	۷۸	۷۸	۷۸	۷۸	۷۸	۷۸	۷۸	۷۸
۷۹	۷۹	۷۹	۷۹	۷۹	۷۹	۷۹	۷۹	۷۹	۷۹
۸۰	۸۰	۸۰	۸۰	۸۰	۸۰	۸۰	۸۰	۸۰	۸۰
۸۱	۸۱	۸۱	۸۱	۸۱	۸۱	۸۱	۸۱	۸۱	۸۱
۸۲	۸۲	۸۲	۸۲	۸۲	۸۲	۸۲	۸۲	۸۲	۸۲
۸۳	۸۳	۸۳	۸۳	۸۳	۸۳	۸۳	۸۳	۸۳	۸۳
۸۴	۸۴	۸۴	۸۴	۸۴	۸۴	۸۴	۸۴	۸۴	۸۴
۸۵	۸۵	۸۵	۸۵	۸۵	۸۵	۸۵	۸۵	۸۵	۸۵
۸۶	۸۶	۸۶	۸۶	۸۶	۸۶	۸۶	۸۶	۸۶	۸۶
۸۷	۸۷	۸۷	۸۷	۸۷	۸۷	۸۷	۸۷	۸۷	۸۷
۸۸	۸۸	۸۸	۸۸	۸۸	۸۸	۸۸	۸۸	۸۸	۸۸
۸۹	۸۹	۸۹	۸۹	۸۹	۸۹	۸۹	۸۹	۸۹	۸۹
۹۰	۹۰	۹۰	۹۰	۹۰	۹۰	۹۰	۹۰	۹۰	۹۰
۹۱	۹۱	۹۱	۹۱	۹۱	۹۱	۹۱	۹۱	۹۱	۹۱
۹۲	۹۲	۹۲	۹۲	۹۲	۹۲	۹۲	۹۲	۹۲	۹۲
۹۳	۹۳	۹۳	۹۳	۹۳	۹۳	۹۳	۹۳	۹۳	۹۳
۹۴	۹۴	۹۴	۹۴	۹۴	۹۴	۹۴	۹۴	۹۴	۹۴
۹۵	۹۵	۹۵	۹۵	۹۵	۹۵	۹۵	۹۵	۹۵	۹۵
۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶
۹۷	۹۷	۹۷	۹۷	۹۷	۹۷	۹۷	۹۷	۹۷	۹۷
۹۸	۹۸	۹۸	۹۸	۹۸	۹۸	۹۸	۹۸	۹۸	۹۸
۹۹	۹۹	۹۹	۹۹	۹۹	۹۹	۹۹	۹۹	۹۹	۹۹
۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰

شخص متوفی کا ترکہ حقوق حقدہ علی الارث کے بعد ۳/۴ سهام ہو کر دودو، دونوں بیویوں کو (۱)، اور

= موند، صحت۔ (شرح المجملہ لسلیم رستم باز: ۳۸۳/۱، رقم المادة: ۸۷۹)، کتاب الہیۃ، الفصل الثانی فی ہبۃ المریض، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

”وأما لو وهب وسلم لغير الورثة، فإن خرج الموهوب من ثلث ماله، صحت الہیۃ. وإن لم يخرج ولم تُحر الورثة الہیۃ. فإنما تصح فی ما يخرج من الثلث، ويحر الموهوب له علی رد الباقي: أي فإن أجازها الورثة، صحت وإن لم تحرها، تعذ من الثلث فقط.“ (شرح المجملہ لسلیم رستم باز: ۳۸۳/۱، کتاب الہیۃ، باب ہبۃ المریض، رقم المادة: ۸۷۹)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(و کذا فی رد المحتار: ۷/۵۰۰، کتاب الہیۃ، باب الرجوع فی الہیۃ، سعید)

(۱) مذکورہ صورت میں بیویوں کو ثلث ملے گا، اس لئے کہ میت کی اولاد موجود ہے اور میت کا ثلث چار ہے =

سات سات ہر لڑکی کو ملیں گے (۱)۔ اور تو اسے اور نوایاں ذوی الارحام میں سے ہیں، اصحاب الفرائض کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتے ہیں (۲)۔

دو توں بھائیوں کی مشترکہ جائیداد میں اگر ملک برابر ہے تو چاروں لڑکے برابر حق دار ہیں، یعنی پوری جائیداد کے چار حصہ کر کے ایک ایک حصہ لیں گے (۳)۔ اور اگر بھائیوں کی ملک برابر نہیں ہے، بلکہ ایک بھائی

﴿ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: «فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دِينَ» (سورة النساء: ۱۲)

”وَأَمَّا الْإِنْسَانُ مِنَ السَّبَبِ الرَّوْجُ وَالزَّوْجَةُ — وَلِلزَّوْجَةِ الرِّبْعُ عِنْدَ عَدَمِهِمَا وَالثَّمَنُ مَعَ أَحَدِهِمَا“۔ (الاختیار لتعلیل المختار: ۵۶۰/۲، کتاب الفرائض، مکتبہ حقایقہ پشاور)

(۱) چاروں لڑکیوں کو مثلاً ان بیہ ذوی الفرض ہونے کے لئے گا اور باقی بطور روکے:

قال الله تبارك وتعالى: ﴿فَإِنْ كُنْ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَيْنِ، فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

”وَأَمَّا النِّسَاءُ، فَلَا وَلِيَّ الْبَيْتِ، وَلَهَا النِّصْفُ إِذَا انفردت، وَلِلثَّانِيْنِ فِصَاعِدَا الثَّلَاثِ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۳۸/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) ”وَذُو الْأَرْحَامِ كُلُّ قَرِيبٍ لَيْسَ بِذِي سَهْمٍ وَلَا عَصَبَةٍ، وَهُمْ كَالْعَصَبَاتِ، مَنْ انفرد منهم أخذ جميع المال. وَذُو الْأَرْحَامِ أَرْبَعَةٌ أَصَافٌ: صَنَفٌ يَتَسَمَّى إِلَى الْمَيِّتِ وَهُمْ أَوْلَادُ الْبَنَاتِ وَأَوْلَادُ بَنَاتِ الْآبِ“ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، باب ذوی الارحام: ۳۵۸/۶، رشیدیہ)

”فَبِذَا بَذَلَ الْغُرُوضُ، ثُمَّ بِالْعَصَبَاتِ النِّسِيَّةِ، ثُمَّ بِالْمَعْتَقِ، ثُمَّ عَصَبَةُ الذَّكَوْرِ، ثُمَّ الرَّدُّ عَلَى ذَوِي الْغُرُوضِ النِّسِيَّةِ بِقَدْرِ حَقِّ قَوْمِهِمْ“۔ (الدر المختار)۔ ”(فوله: ثم الرد): أى عند عدم من تقدم ذكره من العصبات يرث من أصحاب الغرروض على ذوى الغرروض النسبية“۔ (رد المختار: ۷۶۳/۲، کتاب الفرائض، سعید)

(وگدا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۳۷/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۳) بیٹے عصب ہیں اور میت کے ورثاء میں اگر صرف عصب ہو تو کل مال کا مستحق ہے:

”العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوى الغرروض، وإذا انفرد أحد جميع المال“۔ (الاختیار لتعلیل المختار: ۵۶۲/۲، کتاب الفرائض، باب العصبات، مکتبہ حقایقہ پشاور)

کے مثلاً وہ تہائی ہے، دوسرے کی ایک تہائی تو اولاً جائیداد کو دونوں بھائیوں کی ملک کے حساب سے تقسیم کیا جائے، پھر ہر ایک بھائی کی ملک کی دونوں بیٹوں میں برابر تقسیم کر دی جائے (۱)۔ جتنے ورثاء سوال میں ذکر کئے گئے ہیں، سب کو متوفی کے انتقال کے وقت زندہ مان کر اور اس تقدیر پر کہ اگر کوئی وراثت نہیں ہے، دونوں مسکوں کا حل کیا گیا ہے۔

لیکن اگر سب اس وقت زندہ نہ ہوں، مثلاً دونوں بیویاں زندہ ہیں اور بیٹیاں زندہ نہیں ہیں، بلکہ صرف نو اسے نو اسیاں زندہ ہیں، یا بیویاں بھی زندہ نہیں ہیں اور اسی طرح دونوں بھائیوں کے انتقال کے بعد چاروں لڑکوں کے ساتھ اگر کوئی دوسرا وارث بھی ہو، مثلاً دونوں بھائیوں کی بیویاں بھی ہوں تو دونوں مسکوں کا حل دوسرے طریقہ پر ہوگا، اس کو الگ لکھ کر (کہ صرف اسے ورثاء موجود ہیں) معلوم کر لیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۱۳۸۸ھ۔

ورثاء میں حقیقی بھائی اور بہن کی اولاد نہ ہو تو تقسیم ترکہ

سوال [۹۸۰]: مسأۃ الف (ایک فرضی نام ہے) نے اپنے پہلے شوہر کی وفات کے کچھ عرصہ بعد

= "وعند الانفراد عن غیرہ فی الورثۃ یحوز جمیع المال بجهة واحدة". (الشریفة، ص ۸۰، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/ ۳۸۵، کتاب القرائن، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

(۱) واضح رہے کہ دونوں بھائیوں کے حصے تقسیم کرنے کے بعد اگر دونوں بھائیوں کے بیوی بیٹے ہیں اور کوئی وارث نہ ہو تو دونوں کی جائیداد کو دھسے کر کے ہر ایک کو ایک ایک حصہ دیا جائے گا۔

اپنا نکاح ثانی مسمیٰ زید کے ساتھ کر لیا تھا اور یہ کہ ترکہ جائیداد اور غیر منقولہ مسماۃ مذکورہ کو اپنے سابق شوہر سے ملا ہوا ہے۔ بعد مسمیٰ زید کی وفات کے بعد زید کے حقیقی وارثان نے ترکہ زید پر تقسیم کیا اور مسماۃ الف کو بھی اس کا حصہ از ترکہ منقولہ غیر منقولہ بموجب حق شرعی دیدیا۔

چنانچہ مسماۃ مذکورہ مرد و ترکہ جات پر کنٹریبیٹ مالکانہ قابض و دخل ہوئی۔ سابق شوہر سے کوئی اولاد حیات نہیں ہے اور نہ زید کے نطفہ سے کوئی اولاد پیدا ہوئی۔ نیز زید کا قرہی رشتہ مسماۃ الف کے ساتھ نکاح ہونے سے قبل حقیقی سالی کا بھی وابستہ تھا۔ اب محض مسماۃ الف کا ایک حقیقی بھائی مسمیٰ عمر موجود ہے اور مسمیٰ زید کے نطفہ سے سابقہ بیوی سے پیدا شدہ تین لڑکے اور دو لڑکیاں موجود ہیں۔

زید کی وفات کو تقریباً نو سال کا حصہ ہو چکا ہے، اب تک بدستور مسماۃ الف کی بود و باش زید کے وارثان مذکور کے ساتھ ہے۔ مسماۃ مذکورہ کی کوئی حقیقی بہن بھی حیات نہیں، صرف اس کی بہن کی دختر ہے۔ مندرجہ بالا مسماۃ الف کے ترکہ کے جائز شرعی وارث کون کون ہو سکتے ہیں اور کس قدر حصہ پاسکتے ہیں؟

محمد صدیق ازوہرہ دون۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسماۃ الف کے والدین دادا، وغیرہ کوئی موجود نہیں، صرف مسمیٰ عمر حقیقی بھائی اور بہن کی اولاد ہے تو اس صورت میں مسماۃ کا کل ترکہ بعد ادائے حقوق حقد مد علی الارث برادر حقیقی مسمیٰ عمر کو ملے گا (۱)، بہن کی اولاد کو کچھ نہیں ملے گا (۲)، ترکہ بعد وفات مورث تقسیم ہو چکا ہے۔

(۱) بھائی حصہ ہے اور ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں کل ترکہ حصہ بہن کو ملتا ہے

"العصبات وهم كل من ليس له سهم مفرد، ويأخذ ما بقى من سهام ذوى الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال". (الفتاویٰ العالمگیریہ ۱۰۶، ۳۵۱، کتاب الفرائض، باب العصبات، وسیدہ)

(۲) کذا فی نیسین الحقائق: ۷۸، ۳۸۵۔ کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت

(۳) کذا فی الاختیار لتعلیل المختار ۲/۵۶۲، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، مکتبہ حقایقہ ہنوار)

(۴) بہن کی اولاد ذوی الارحام میں سے ہے اور ذوی الفروض وغیرہ ہوتے ہوئے ذوی الارحام وارث نہیں ہوں گے

"الما برث ذوو الارحام إذا لم یکن أحد من أصحاب الفرائض ممن یورث علیہ، ولم یکن =

سوال سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مسماۃ الف کا انتقال ہو چکا، لہذا انتقال کے وقت اگر بے وارث رہے، یا کسی وارث کا اضافہ ہو گیا تو اس کا اعتبار نہ ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار نیوہار، ۲۲/۶/۱۳۶۲ھ۔
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف۔

ثانی کو میراث

سوالی: [۱۹۸۰]: ہندہ کا انتقال ہو گیا، کوئی اولاد ان کے نہیں۔ وارثوں میں شوہر، ایک سگ بھائی، ایک سگی بہن، ایک ثانی بیٹھڑی۔ جائیداد میں صرف ایک کھیت ہے۔ اس میں ترکہ کس قدر تقسیم ہوگا؟
الجواب حامداً و مصلیاً:

مسئلہ ۶ تصـ ۱۸

زوی	ثانی	بھائی	بہن
$\frac{۳}{۴}$	$\frac{۱}{۳}$	$\frac{۲}{۶}$	$\frac{۲}{۶}$

بعد ادا کئے حقوق واجبہ: تجبیر و تنفین (۲) ہندہ متوفیہ کا ترکہ ۱۸/۱۸ حصوں پر منقسم ہو کر نو حصے

عصۃ۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۹/۶، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الأرحام، رشیدیہ)

”وہو کل قریب لیس بذی سهم ولا عصبة ولا یرث مع ذی سهم ولا عصۃ“ (الدر المختار:

۷۹۱/۶، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الأرحام، سعید)

(و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۵۷۶/۳، کتاب الفرائض، فصل فی ذوی الأرحام، مکتبہ

حقانیہ، پشاور)

(۱) ”باعتبر کسومہ وارثاً أو غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ“ (الدر المختار: ۶۵۱/۷، کتاب

الفرائض، سعید)

(و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۵۲۹/۲، کتاب الوصایا، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۲) حقوق واجبہ یعنی تجبیر و تنفین کے طرہ و متن میت اور وصیت پورا کیا جائے گا: =

شوہر کو (۱) اور تین نانی کو (۲) اور چار بھائی کو اور دو بہن کو دیئے جائیں گے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد مقبول، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۱۳۸۵ھ۔

بعض ورثاء کو کچھ دیکر فارغ کر دینا

سوال (۹۸۰۲): زید نے اپنی زندگی میں یکے بعد دیگرے دو عقد نکاح کئے، پھر زید کا انتقال ہو گیا۔ پسماندگان میں دونوں بیوی سے نو اولادیں اور ایک بیوہ ہے۔ ترکہ کے بٹوارے میں بڑی دقتیں حائل ہو گئی ہیں، اندیشہ نزاع پیدا ہو جانے کا ہے۔ ضروری معلوم ہوا کہ شرعی طور سے معاملات کی وضاحت حاصل

= "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأولى يبدأ بتكفينه وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقصير، ثم نقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم نفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في المراث، ص: ۳، ۲، سعید)

(۱) وكذا في المدخل المختار، كتاب الفرائض: ۷/۶، ۷/۶، ۷/۶، سعید)

(۲) وكذا في الفتاوى العالميكية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالفركة: ۷/۶، وشيخه)

(۱) شوہر اولاد کی عدم موجودگی میں عجب ترکہ کا مستحق ہو ہے۔

فإن الله تبارك وتعالى: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُن لِهِنَّ وَلَدٌ﴾ (سورة

النساء: ۱۲)

(۳) "الحدة الصحيحة كأم الأم وإن علت وأم الأب وإن علا — ولها السدس، لأب كانت أولام،

واحدة كانت أو أكثر". (الفتاوى العالميكية: ۷/۶، ۳۵۰، كتاب الفرائض، وشيخه)

(و كذا في السراجية، ص: ۱۱۰، فصل في النساء، سعید)

(۳) قال الله تبارك وتعالى: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِهِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ النِّثَاءِ﴾ (النساء آيت: ۱۱)

"العصبة" وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقى من سهام ذوى القربى". (الاحتيار

لتعليق المحتار: ۲/۵۶۲، فصل في العصبية، مكتبة حنفية پشاور)

کر کے اطمینان کر لیا جائے تاکہ ہزارہ کے بعد مرنے والوں کے ذمہ کسی طرح کا مواخذہ نہ رہے۔

مسائل یہ ہیں: ایک قیدی کاروبار میں دو قیدی بھائی برابر کے شریک دار تھے، ان دونوں نے ایک قطعہ مکان اور چند کپنیوں کے شیراز (حصے) اس مشترکہ کاروبار کی رقم سے زید کے نام خرید کیا تھا، کیونکہ دونوں بھائیوں کی اولاد میں اس وقت سب سے بڑے یہی تھے، اور رقم کاروبار کی کاغذات میں خرید جائیداد کھاتہ کے نام سے لکھ دی گئی تھی۔ مکان و شیراز کا منافع اور ان کے جو مصارف کا اندراج کاروباری کاغذات میں ہوا کرتا تھا، سالانہ مجموعی منافع شرکا پر تقسیم ہو جاتا تھا۔

ان دونوں کے انتقال کے بعد ان دونوں کی اولادیں کاروبار میں شریک دار ہوئیں اور شرکا پر منافع تقسیم ہوتا رہا۔ زید کا انتقال ہو گیا، انتقال کے بعد جب قانونی مشورہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مکان و شیراز کے قانونی مالک زید مرحوم کے وارثان ہیں، زید مرحوم کے بھائیوں کا حق ملکیت اس وقت تک قابل تسلیم نہ ہوگا جب تک جملہ وارثان زید کے نام بھائیوں بچتا نہ کر دیں۔

ان سب دشواریوں کے ہوتے ہوئے اگر یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ مکان و شیراز کی پختہ قیمت کا تخمینہ کر کے زید مرحوم کے کاروباری سرمایہ سے زید مرحوم کے بھائیوں کو ان کے حصہ کے مطابق رقم دیدی جائے تو یہ طریقہ مناسب رہے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح کر لینا شرعاً درست ہے، اس صورت میں بھائیوں کا جو حق و حصہ مکان اور کپنیوں کے شیراز میں تھا اس کا معاوضہ ان کو مل جائے گا اور تقسیم جائیداد کی زحمت بھی نہیں ہوگی (۱)۔ **فیصلہ** واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۹ھ۔

(۱) "الفتح" وهو تصاعيل، والمراد به ههنا أن يتصلح الورثة على إخراج بعضهم عن الميراث بشئ معلوم من الثركة، وهو حائز عند التراضي، نقله محمد في كتاب الصلح عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما. وذكر عن عمرو بن دينار أن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ طلق امرأته تماضر الكلبيّة في مرض موته، ثم مات وهي في العدة، فوريثها عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع ثلث نسوة آخر، فصالحوها عن ربع ثمنها على ثلاثة وثمانين ألفاً، فقيل: هي دنانير، وقيل: دراهم. (الشرقية شرح السراجية، =

تقسیم میراث کی ایک صورت

سوال [۹۸۰۳]: چند مکان ترکہ کی صورت میں ایسے ہیں جن کو زیہ مرحوم کے بیانیوں اور زیہ کے وارثان پر تقسیم کرنا ہے۔ ان مکانات میں وارثان کا جو حصہ متعین ہو وہ مجموعی طور پر وارثان کی رضامندی سے ایک ہی مکان میں کھل حصہ دیدیا جائے۔ گھر ہستی (۱) کے ہزارہ میں جس سامان کے نقصان کا اندیشہ ہو تو اس کو فروخت کر کے قیمت تقسیم کر دی جائے تو یہ طریقہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر بچوں کے حق میں یہ مفید ہو کہ مختلف مکانات سے ان کا حصہ نکال کر ایک مکان میں جمع کر دیا جائے کہ اس میں کسی کی شرکت نہ ہو تو یہ بھی درست ہے، لیکن قیمت کا اندازہ و یا منت وار اور تجربہ کار حضرات سے کرایا جائے تاکہ بچوں کو نقصان نہ ہو (۲)۔ جو سامان بچوں کی ضرورت سے زائد ہو اور حفاظت کرنے میں اس کے ضائع ہونے یا خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کو فروخت کر کے قیمت کو محفوظ کر لینا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۹ھ۔

= ص: ۷۴، فصل فی التخراج، سعید

(و کذا فی رد المحتار، ۲۳۲/۵، کتاب الصلح، فصل فی التخراج، سعید)

(و کذا فی شرح المسحلة لسلم رستم باز: ۸۵۵/۲، کتاب الصلح، کلام فی التخراج، (رقم المادة:

۱۵۷۱)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۱) "گھر ہستی" گھر کا انتظام"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۲۶، فیروز سنز لاہور)

(۲) "والوصی إذا قاسم مالا مشترکا بہنہ و بین الصغیر، لا يجوز، إلا إذا کان للصغیر فیہا منفعة ظاهرة

عند أسی حیفة رحمة اللہ تعالیٰ علیہ"۔ (احکام الصغار علی هامش جامع الفصولین ۲۳۲/۱، کتاب

القسمۃ، اسلامی کتب کراچی)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿و لا تقربوا مال الیتیم إلا بالنسی حی یبلغ أشده﴾

"حوالہ التصرف فی مال الیتیم للوالی علیہ من جد أو وصی آپ لسانر ما یعود نفعہ علیہ، لأن

الأحسن ماکان فیہ حفظ ماله و تسمیرہ، فجائز علی ذلک أن یبیع و یشری للیتیم بما لا ضرر علی الیتیم

فیہ و علی أن یشری مال الیتیم لنفسه إذا کان ذلک خیراً للیتیم، وهو قول أسی حیفة رحمة اللہ =

سوتیلے بیٹے کی موہوبہ جائیداد میں دیگر ورثاء کا حق ہے یا نہیں؟

سوال [۲/۸۸۰]: مسماۃ نور جہاں الہی بخش متوفی کی زوجہ ثانیہ تھیں اور الہی بخش کی زوجہ اولی کے بطن سے طفیل احمد تھا جس کو اس نے ایام طفولیت سے ۳۵/ سال کی عمر تک مثل اپنے حقیقی لڑکے کے پرورش کیا، اور نور جہاں الہی بخش کے درمیان باہمی رنجش کا موقع پیش آیا۔ الہی بخش نے مسماۃ مذکورہ کو طلاق دیدی اور تقریباً تیس ہزار کی جائیداد و زیورات نقد و اثاث البیت وغیرہ جو کچھ کہ مسماۃ مذکورہ کے قبضہ میں تھی کچھ واپس نہیں دیا۔

بعد عدت مسماۃ مذکورہ نے مسمی عبدالاحد سے نکاح کر لیا، تقریباً ۲۵، ۳۰/ سال تک عبدالاحد خان مذکور کے گھر میں رہی، اور بد قسمتی سے اس کے بطن سے عبدالاحد کے یہاں بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور عبدالاحد مذکور فوت ہو گیا۔ مسماۃ نور جہاں نے اپنے شوہر اول کے پسر طفیل احمد کو چند مردماں کے رو برو کہا کہ میں اپنی عمر تیری سرپرستی میں سپرد کرنا چاہتی ہوں اور اپنی کل جائیداد منقولہ وغیرہ تیرے نام کر دوں گی، ٹو مجھ کو تازیت ایک سو روپیہ ماہواری دینا اخراجات کیلئے۔

چنانچہ نور جہاں مذکور کے قبضہ میں جو کچھ جائیداد اس کے نام پر تھی بذریعہ ہبہ نامہ رجسٹری کر دیا۔ ترکہ شوہر مسمی عبدالاحد کو تقسیم کرانے کی فکری، کیونکہ حسب شرع ترکہ اس طرح تقسیم ہوتا تھا۔ مسمی (عبدالاحد) کا بیٹائی عبدالصمد عبدالاحد کے سامنے فوت ہو چکا اور عبدالصمد کا لڑکا عبدالرؤف بھی اپنے باپ

= تعالیٰ۔ (احکام القرآن للجصاص: ۲۹۷/۳، قدیمی)

"إذا كان في الورثة صغير وكبير، فباسم الوصي مع الكبير وأعطاه حصته وأمسك حصه الصغير، فهو جائز". (احکام الصغار علی هامش جامع الفصولین: ۱/ ۲۳۵، کتاب القسمة، مکتبہ اسلامی کتب خانہ کراچی)

"وحاز بینه عفار صغیر من اجنبی لامن نفسه بضعف قیمته، أو لشقة الصغیر أو دین المیت أو وصیة مرسلة لا نفاذ لها إلا مامه، أولكون غلاته لا تزيد علی مؤنته أو خوف خرابه أو نقصانه، أو كوله فی بد متغلب" (الدر المختار). "(قوله: أو فی بد متغلب) كأن استرد منه الوصی ولا یبلة له وخاف أن يأخذ المتغلب منه تمسكاً بما كان له من ید، فلولوصی بینه وإن لم یكن لیتیم حاجة إلی تمته" (الدر المختار: ۷۱۱/۶، کتاب الوصایا، سعید)

عبدالصمد کے سامنے فوت ہو گیا۔ عبدالرؤف کے وراثت کے: حمید الظفر، ایوب خاں منجملہ چار سہام کے تین سہام ان لڑکوں کو ایک چوتھائی اور مسماۃ نور جہاں کا دسٹن مہر۔ مسماۃ نور جہاں نے باہمی فیصلہ کر کے اپنا ترکہ جدا کر لیا اور قابض ہو گیا۔

چونکہ طفیل احمد سے اس کی جملہ جائیداد کا وعدہ ہو چکا تھا، اس لئے طفیل احمد نے تین سو روپیہ جائیداد کی ترمیم پر خرچ کیا۔ مسماۃ نور جہاں نے اپنی حیات میں کرایہ داروں سے یہ کہہ دیا کہ میں کل جائیداد طفیل احمد کو دے چکی ہوں، اس کا کرایہ طفیل احمد کو دینا۔ اور مسماۃ نور جہاں بھی فوت ہو گئی، اس کی جہیز و تکفین جملہ رسومات طفیل احمد مذکور نے کی۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا ترکہ حسب وعدہ مسماۃ مذکور کے اس کا مالک طفیل احمد ہے، یا حمید الظفر و ایوب خاں کو پہنچتا ہے؟ اور کوئی رشتہ دار مسماۃ مذکورہ کا مادری یا پدری نہیں ہے۔ بیٹا تو حروا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

حمید الظفر و ایوب خاں مسماۃ نور جہاں کے شرعی وارث نہیں، اگر مسماۃ اپنی جائیداد طفیل احمد کو شرعی ہبہ نہ کر چکی ہوتی تب بھی حمید الظفر و ایوب خاں کو اس جائیداد سے شرعاً کوئی حصہ نہ ملتا (۱)۔ پھر جبکہ اپنی زندگی میں بحالت صحت مسماۃ اپنی جائیداد تقسیم کر کے اس پر قابض ہو گئی اور طفیل احمد کو دے چکی اور اس پر قبضہ بھی طفیل احمد کا پورا پورا کر دیا جس سے طفیل احمد شرعاً اس جائیداد کا مالک ہو گیا۔ تو اب بطریق اولیٰ حمید الظفر و ایوب خاں کو اس جائیداد سے کوئی حصہ نہیں ملے گا:

”وتصح: (أى الهبة) بالإيجاب والقبول والقبض، أما الإيجاب والقبول، فلا أنه عقد والعقد منعقد بالإيجاب والقبول. والقبض لا يمتنع لثبوت المثلث. هداية: ۱/ ۲۸۰ (۲)۔

”والأصل فى هذا أن كل عقد من شرطه القبض، فإن الشرط لا يفسده كالهبة والرهن،

(۱) ”وبسحق الإرث باحدى حصال ثلث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الروحية، والولاء، وهو

على صريحتين“ (الفتاوى العالمگیریہ: ۳۷۶/۳، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی الدرالمختار: ۷۲۲/۲، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳۲۵/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) (الهدایہ: ۳/ ۲۸۱ کتاب الهبۃ، مکتبہ شرکت علمہ ملتان)

کذا فی السراج الوہاج۔ عالمگیری: ۲/ ۴۹۷ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد المذنب غفرلہ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، صحیح: عبدالرحمن عفی عنہ، ۱۳/ ۱/ ۱۳۵۲ھ۔

مناخذ کی ایک صورت کا حکم

سوال [۱۸۰۵]: ایک مکان کے دو بھائی حصہ دار ہیں، ایک بھائی کا انتقال ہو گیا ہے جس کے کوئی اولاد نہیں ہے، البتہ مرحوم نے اپنے ماں باپ اور ایک بھائی چھوڑے۔ بعد ازاں مرحوم کی والدہ کا انتقال ہو گیا، اب صرف باپ بھائی موجود ہیں۔ چنانچہ مرحوم بھائی نصف کا حصہ دار تھا تو مرحوم کے حصہ کی شرعاً تقسیم کیا ہوئی، یعنی باپ کو اس کی جائیداد میں سے کس قدر اور بھائی کو کس کس قدر حصہ پہنچے گا؟
اکبر علی، بابو عبدالرحمن، روڑکی، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۱۲		مسئلہ ۱۲
اب	ام	نسب
زید	نسب	
$\frac{۲}{۸}$	$\frac{۱}{۴}$	
م		

مسئلہ ۳	مسئلہ ۱۲ داخل	ام نسب	مافی البد
زوج			ابن
زید			م
۱			۳

مسئلہ ۱۲		مسئلہ ۱۲
اب	ابن	نسب
زید	م	نسب
۹	۳	

۱۔ بشرط تحت سوال، عدم مولع ارث وادائے دین میت و تحفیہ وصایا (۱)، مرحوم بھائی کا کل ترکہ حسب صورت مندرجہ بالا بارہ، سہام پر تقسیم کر کے ہر وارث کو اپنے حصہ کے موافق دیں گے (۲)۔

"تسعة الدية بالإيجاب والفضول، وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض". (شرح المحلة لمسلم رسم باز: ۳۶۲/۱، رقم المادة: ۸۳۷)، كتاب الية، الفصل الأول، مكنه حفيه كونه

(۱) "تتعلق بركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفيله وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقصير، ثم تخصصي ديونه من جميع مابقى من ماله، ثم تنفيذ وصاياه من ثلث مابقى بعد الدين، ثم بقسمه الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۳، ۴، سعيد)

(و كذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ۵۹۶/۶، ۷۶۱، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمة كسيرة، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها ولبها يتعلق بالبركة: ۳۷۶/۶، رشيدية)

(۲) مسئلہ اولیٰ کے درجہ میں ام ٹوٹ گئے گا، اس لئے کہ جب میت کی اولاد نہ ہو اور آخرتہ و اخراجات بھی ذی العدد نہ ہوں اور نہ احد الزوجین مع الأب ہو تو اس صورت میں ام ٹوٹ کل کا مستحق ہوگی۔

قال الله تبارك وتعالى: ﴿إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ، فَلَهُمَا الثُلُثُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)
 "وأما لألأم فأحوال ثلث: السدس مع الولد أو ولد الامن وإن سفل أو مع الاثنين من الإخوة والأخوات فصاعداً من أى جهة كانت، وثلث الكل عند عدم هؤلاء المذکورين، وثلث مابقى بعد فرض أحد الزوجين". (السراجي في الميراث، ص: ۱۱، سعيد)

(و كذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ۷۶/۶، ۷۷۲، سعيد)

"اب" میت کی جب اولاد نہ ہو تو اب حصہ ہوگا، بطور خصوصیت کے باقی مال کا مستحق ہوگا۔

"أما الأب، فله أحوال ثلث: الفرض المطلق وهو السدس، وذلك مع الامن واس الامن وإن سفل، والفرض والتعصيب، وذلك مع الابنة أو ابنة الامن وإن سفلت. والتعصيب المحض، وذلك عند عدم الولد وولد الاس وإن سفل". (السراجي، ص: ۶، سعيد)

(و كذا في الدر المختار: ۷۶/۶، ۷۷۰، كتاب الفرائض، سعيد)

مسئلہ اولیٰ میں تیسرا وارث ہے، میت کے جب اصول یا فروع موجود ہو تو اس بھائی میراث سے محروم ہو جائے گا۔

"ويُسقط الإخوة والأخوات بالابن وابن الابن وإن سفل، وبالأب بالاتفاق، وبالحمد عند أبي =

۲۔ تایا کے ترکہ سے ایسی صورت میں بھتیجیوں کو نہیں ملے گا (۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ۔

صحیح عبد الرحمن غنی عنہ، صحیح عبد الملطیف غنی عنہ۔

مناسخہ کی ایک صورت

سوال (۹۸۰۶): ... مسمیٰ زید نے انتقال کیا۔ عمر پسر، احمد پسر، زبیدہ دختر، ہندہ زوجہ وارث

چھوڑے۔

۲۔ مسماء زبیدہ نے انتقال کیا۔ اللہ رکھا شوہر، عمر برادر، محمد پسر، ہندہ مادر چھوڑے۔

۳۔ ہندہ نے انتقال کیا۔ محمد نواسہ، اللہ رکھا داماد، عمر و احمد پسران چھوڑے۔

= حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ (۱)۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی القروض؛ ۴۵۰/۶، وشیدہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الفرائض؛ ۷/۶، سعید)

مسئلہ ثانیہ میں زوج ہے اور جب میت کی اولاد ہو تو زوج کو ملے گا:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ، فَلَكُمْ الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةِ يَوْصِيْنَ بِهَا

أَوْ دِينَ﴾۔ (سورۃ النساء: ۱۲)

ذوی القروض کو حصہ دینے کے بعد باقی مال عصبہ کو ملتا ہے اور مسئلہ ثانیہ میں "ابن عصبہ ہے"

"العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقى من سهام ذوی القروض، وإذا انفرد

أخذ جميع المال"۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، باب فی العصبات: ۴۵۱/۶، وشیدہ)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۷/۶، سعید)

(۱) "یرحمون بقرب الدرحة أعتی أولهم بالمیراث جزء المیت ..۔ ثم جزء أبید: أى الإحوة، ثم

سؤهم وإن سفلوا"۔ (السرارجیہ، ص: ۱۳، باب العصبات، سعید)

"فأقرب العصبات الابن، ثم ابن الابن ثم الأخ لأب وأم، ثم الأخ لآب، ثم ابن الأخ

لأب وأم"۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، باب العصبات: ۴۵۱/۶، وشیدہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۸، تصد ۴۰، تصد ۳۸۰			
زوجہ	ابن	ابن	زیر مورث اعلیٰ
ہندہ	عمر	احمد	زبیرہ
$\frac{1}{5}$	$\frac{13}{168}$	$\frac{13}{168}$	۷

مسئلہ ۱۲			
زوج	ابن	تباہین	مافی الیدے
اندرکھا	محمد	ہندہ	اش
$\frac{3}{21}$	$\frac{7}{39}$	$\frac{2}{13}$	عمر
			محروم

مسئلہ ۲			
ابن	ابن	ابن البیت یعنی نواسہ	مافی الیدے
عمر	احمد	محمد	نقش یعنی داماد
$\frac{1}{32}$	$\frac{1}{32}$		اندرکھا
			محروم

مسئلہ ۳۸۰			
عمر	احمد	اندرکھا	محمد
۲۰۵	۲۰۵	۲۱	۳۹

بشرط صحیح سوال و عدم موانع ارث بعد تجنیز و تکفین و ادائے دین میت، وغیرہ (۱) مورث الملیٰ مسکینی زید کا کل ترکہ چار سو اسی سہام (۲) قرار دیکر حسب فقہہ بالا ورثہ پر تقسیم ہوگا، یعنی عمر اور احمد پیران زید میں سے ہر ایک کو دو سو پانچ سہام (۳)، اور اللہ رکھا زوج زیدہ کو اکیس (۴) اور محمد پیر زیدہ کو

(۱) "تتعلق شریکة المیت حقوق أربعة مرتبة: الأول یبدأ بتکفینہ وتجهیزہ، من غیر تلذیر ولا تقصیر، ثم تقضى دیونہ من جمیع مانقی من حالہ، ثم تنفذ وصایاہ من ثلث مانقی بعد الدین، ثم یقسم الباقی بین ورثتہ". (السراجی فی المیراث، ص: ۳۰۲، سعید)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۷/۵۵۹، ۷/۷۶۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفہا و قیما بتعلق بالشرکة: ۳۳۷/۶، رشیدیہ)

(۲) "المناسحة أن یمرت بعض الورثة قبل القسمة، والأصل فیہ أن تصح فريضة المیت الأول وتصح فريضة المیت الثاني، فإن انقسم نصب المیت الثاني من فريضة الأول علی ورثتہ، فقد صحت المسئلتان. وإن كان لا یستقیم فإن كان بین سہامہ ومسائلہ موافقة فاضرب وفق التصحيح الثاني فی التصحيح الأول. وإن لم یکن بینہما موافقة، فاضرب کل الثاني فی الأول، فالحاصل مخرج المسئلتین.

وطریق القسمة أن تضرب سہام ورثة المیت الأول فی المضروب وسہام ورثة المیت الثاني فی کل مانقی یدہ أو فی وفقہ، فإن مات ثالث فصحيح المسئلتین الأولین". (الاختیار لتعلیل المحتار: ۵۹۰/۲، کتاب الفرائض، فصل فی الماسخة، مکتبہ حقایقہ پشاور)

(و کذا فی البحر الرائق: ۹/۳۱۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۸۰۱/۶، کتاب الفرائض، فصل فی الماسخة، سعید)

(۳) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿یورثکم اللہ فی أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین﴾ (سورة النساء: ۱۱)
"العصبة وهم کل من لیس له سہم مقدور، ویأخذ مانقی من سہام ذوی القربى". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۱/۶، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ)

(۴) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن کان لیس ولد فمکم لیس سہاماً من بعد وصیة یوصیل بها أولاد﴾ (سورة النساء: ۱۲)

"وأما الإنسان من السبب، فالروح والزوجة، فللروح والنصف عند عدم الولد وولد الاس، =

پہنچا تھا۔ انتقال کے وقت زید کے علاوہ عمر، بکر بھائی بھی اس نے اپنے وارثان میں چھوڑے ہیں، زید کی بیوی کا کوئی بچہ زندہ نہیں ہے۔ تو از روئے شریعت یہ امر در یافت طلب ہے کہ زید کو اپنی بیوی کی جائیداد میں کتنا حصہ پہنچتا ہے اور عمر و بکر اپنی بہن کی جائیداد میں کتنے کتنے حصے کے ورثہ ٹھہرتے ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

زید کی بیوی کا ترکہ نصف زید کو ملے گا (۱) اور نصف دونوں بھائی: عمر و بکر کو ملے گا (۲)، بشرطیکہ مرحومہ کی والدہ پہلے انتقال کر چکی ہو۔ یہ ترکہ خواہ والد کی طرف سے ملا ہو، یا شوہر نے تمہیل کا دیا ہو، یا اور کسی طرح ملا ہو، سب کا یہی حکم ہے۔ مہر اگر ادا نہیں کیا گیا، نیز بیوی نے معاف نہیں کیا تو اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی (۳)۔
نقطہ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۸۸ھ۔

باپ اور بیٹے کے میراث کی تقسیم

سوال [۹۸۰۹]: ایک شخص کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، اس نے تینوں لڑکوں کی اور دونوں لڑکیوں کی شادی کر دی اور باورچی خانہ سب کا مشترک ہے۔ پھر ایک لڑکا ملازمت پر چلا گیا اور اپنے ساتھ اپنے بچوں کو لے گیا۔ چند سالوں کے بعد بڑے لڑکے کا انتقال ہو گیا اور ایک بیوہ اور تین لڑکیاں چھوڑیں، ان

(۱) قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ﴾ (سورۃ النساء: ۱۲)

(۲) "لیسداً بذوی القربى، ثم بالنسب، ثم المعتق، ثم عصاة الذکور"۔ اھ۔
(الدر المختار: ۶/۷۲۳، کتاب الفرائض، سعید)

"العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوی القربى، وإذا انفرد أخذ جميع المال"۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۵۱، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ)

(۳) "ولم يعترض المولف لبيان ما يجري فيه الإرث وما لا يجري فيه، فنقول: لا شك أن أعيان الأموال يجري فيها الإرث"۔ (البحر الرائق: ۹/۳۶۳، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

"قيد بالسرقة، لأن الإرث يجري في الأعيان المالية"۔ (رد المحتار: ۶/۷۲۳، کتاب

الفرائض، سعید)

سب کے مصارف کے کفیل دادا صاحب رہے۔ پھر ملازمت پر جانے والا لڑکا بھی واپس آ گیا اور اس نے اپنا گھر علیحدہ بنایا۔ بڑے لڑکے کے انتقال کے بعد وہ شخص (والد صاحب) صاحب فراش ہو گئے اور بالکل لاچار و معذور ہو گئے۔

اس کے بعد ملازمت سے واپس آنے والے لڑکے نے باپ کے کاروبار میں سے ایک کاروبار یعنی موٹر جو کہ کرایہ پر چلتی ہے، اس سے بطور نگرانی ملازمت کرنی اور اپنی محنت اور جانفشانی اور جدوجہد کے بعد دوسرے کو شریک کر کے پوری موٹر اپنے نام کرنی اور اس کا تمام انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا۔ اس دوران اس لڑکے نے اپنے باپ کو اس کاروبار کا کوئی حساب نہیں دیا، البتہ تمام حساب اچھی طرح لکھا ہوا ہے۔

اس کاروبار کے ہاتھ میں لینے کے تقریباً پانچ سال بعد باپ کا انتقال ہو گیا اور اپنے ترکہ میں ایک بڑا مکان اور ایک چھوٹا مکان اور کچھ بوٹہ چھوڑا، چند غیرت مند لوگوں نے ہاتھ مل کر یہ فیصلہ کیا کہ چھوٹا مکان کاروبار کرنے والے لڑکے کو دیدیا۔ اور تقریباً اس ہی کے برابر مکان بڑے لڑکے کو دیدیا، اور بڑے مکان کا بقیہ حصہ جو کہ تقریباً چھوٹے مکان کے برابر ہی ہے، دونوں بہنوں کو دیدیا۔

بہنوں نے اس مکان کے حصہ کو سب سے بڑے لڑکے کی بیوہ اور لڑکیوں کے رہنے کیلئے دیدیا، نیز دیگر سامان بھی بقتدر حصہ تقسیم کر دیا۔ اور بہنوں کیلئے یہ طے ہوا کہ ایک بھائی ایک بہن کو اور ایک بھائی ایک بہن کو اس کے حصہ کے مطابق رقم دے دے۔ یہ سب کام زبانی طے ہوئے، تحریری نہیں۔

تقریباً پانچ سال بعد موٹر کا کاروبار کرنے والے لڑکے کا انتقال ہو گیا جس نے ایک مکان، ایک موٹر کرایہ پر چلنے والی اور ایک ٹیکسی کرایہ پر چلنے والی ترکہ میں چھوڑی ہے (موٹر اور ٹیکسی میں ایک شخص اور شریک ہے) اس شخص کی ایک بیوی اور ایک ۱۱ سال کی لڑکی ہے۔ جو کہ فائز افضل اور معذور ہے۔ چھوڑی ہے۔

شرعی حیثیت سے اس شخص کی زندگی کے دوران اس کے کاروبار میں، جس لڑکے نے اپنی محنت و جانفشانی سے جو کام کیا ہے اور نفع و نقصان اٹھایا ہے۔

۱۔ باپ کے انتقال کے بعد اس نفع و نقصان میں تمام ورثاء شریک رہیں گے یا نہیں؟

۲۔ باپ کے انتقال کے بعد اس کاروبار میں کس طرح تقسیم ہوگی؟

۳۔ اب اس لڑکے کے انتقال کے بعد اس لڑکے کے مال میں کس طرح تقسیم ہوگی؟

اب اس گھر میں صرف ایک بھائی، دو بہن اور ایک فائزہ لڑکی حیات ہیں۔ اس معاملہ میں شریعت کی رو سے جس طرح تقسیم ہوگی، اسے بالتفصیل بیان فرمائیں، تاکہ حقدار کو اس کے حق کے مطابق اس کا حق پہنچ جائے اور خدا کے یہاں ماخوذ ہونے سے محفوظ رہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ جس لڑکے نے ملازمت سے آ کر والد کے کاروبار (موثر) میں نگرانی کی ملازمت کر لی، یہ ملازمت درست ہوگئی۔ پھر اگر پورے موثر اپنے نام والد سے خرید لی، یا شرعی طور پر بیہ کرائی تو وہ موثر اس کی ملک ہوگئی (۱)۔ پھر بائعیر لوگوں نے والد کے انتقال کے بعد جو تقسیم زبانی کی اور تمام ورثاء نے منظور کر لی وہ بھی معتبر ہوگی (۲)۔ جو موثر اس لڑکے نے اپنے نام کرائی تھی، اگر اس کو بھی تقسیم کر دیا کہ اس میں بھی تمام ورثاء شریک رہیں اور اس لڑکے نے اس کو بھی منظور کر لیا تو اس کی بھی تقسیم ہوگئی (۳)۔

جب تک کاروبار باپ کا تھا، نفع و نقصان کا ذمہ دار باپ تھا، جب لڑکے نے موثر (خرید کر یا بیہ کوائے) اپنے نام کرائی تو وہ لڑکا ذمہ دار ہو گیا، کوئی دوسرا وارث ذمہ دار نہیں (۴)۔

۲۔ باپ نے اپنی ملک میں جو کچھ چھوڑا، اس میں سب وارث حسب حصص شریک ہیں (۵)۔

(۱) "بمِلْك الموهوب له الموهوب مطلقاً، فالقبض شرط لثبوت الملك". (شرح المحلة لسليم رستم باز: ۴/۳۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، كتاب الهبة، الباب الثالث، مكتبة حنفية كوتله)

(و كذا في الدر المختار: ۵/۶۹۰، كتاب الهبة، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الأول: ۳/۳۷۴، وشيديه)

(۲) "إذا حُكِمَ رجلان رجلاً، فحكم بينهما ورضيا بحكمه، جاز". (الهداية: ۳/۱۳۳، كتاب القاصي، باب التحكيم، مكتبة شركت علمية ملتان)

(و كذا في الدر المختار: ۵/۳۲۸، كتاب القضاء، باب التحكيم، سعيد)

(۳) (راجع رقم ۲)

(۴) اس لئے کہ بیع اور بیہ سے اس کی ملک ہوگئی، کما تقدم في رقم الحاشية: ۱، فليراجع

(۵) "لأن الشركة مآثركة الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق العير بعين من الأموال"، (رد المحتار

۶/۵۵۹، كتاب الفرائض، سعيد)

اس کو پہلے ادا کیا جائے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعظم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۱۳۹۲ھ۔

صورت عامکہ میں باپ کا حصہ

سوال [۱۹۸۱]: اگر کسی مسئلہ میں باپ عصبہ ہو اور اصحاب فرائض کو حصہ دینے کے بعد کچھ نہ بچتا ہو اور عول کی گنجائش ہے تو کیا مسئلہ کو عول کر کے باپ کو حصہ دیں گے، یا محروم ہو جائے گا، یا یہ صورت ہے کہ باپ فرض کا بھی مستحق ہے اور تعصیب کا بھی؟ مسئلہ میں اصحاب فرائض کو حصہ مل گیا، باپ نے بھی اپنا حصہ پالیا اور مسئلہ میں عول کی گنجائش ہے تو کیا عول کر کے باپ کو تعصیب بھی دیا جائے گا، یا فرض پر اکتفاء کر کے تعصیب سے معدوم کر دیا جائے گا؟

الجواب حامداً و مصلياً:

باپ اگر کسی صورت میں عصبہ نہ ہو تو وہ ذی الفروض میں ضرور ہوگا، یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ نہ عصبہ نہ ذی فرض میں ہو، اس کا ذی فرض ہونا تو منصوص ہے ﴿لِکُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ﴾ (الایہ ۲)۔

پھر کبھی اس کے ساتھ وہ عصبہ بھی ہو جاتا ہے، کبھی عصبہ محض رہتا ہے (۳)، لیکن معدوم نہیں ہوتا۔ پس

(۱) "تعلیق بترکۃ المیت حقوق اربعہ مرتبۃ۔ الاول یبدأ بتکفینہ وتجهیزہ، من غیر تبذیر ولا تقصیر، ثم تقضی دیونہ من جمیع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصایاہ من ثلث ما بقى بعد الدین، ثم یقسم الباقی بین ورثتہ"۔ (السراجیۃ فی المیراث، ص: ۳، ۴، معید)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۵۹/۶، ۷۶۱، معید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الفرائض، الباب الاول فی تعریفها وجماعاً بتعلق بالترکۃ: ۳۳۷/۶، رشیدیہ)

(۲) (سورۃ النساء: ۱۱)

(۳) "أما الأب فله أحوال ثلاث: الفرض المطلق وهو السدس، وذلك مع الابن وابن الابن وابن سفل، والعرض والتعصیب معاً وذلك مع الابنۃ أو ابنۃ الابن وابن سفل. والتعصیب المحص، وذلك عند عدم الولد وولد الابن وابن سفل"۔ (السراجیۃ، ص: ۵، معید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۷/۴۳، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ بیروت) =

یہ سوال بے محل ہے کہ اصحاب فروض کو دینے کے بعد باپ کیلئے کچھ نہ بچے، کیونکہ وہ خود بھی اصحاب فروض میں ہے، اس کا فرض دینے کیلئے ضرورت پیش آنے پر عمل بھی کیا جائے گا مثلاً:

مسئلہ ۱۴، حصہ ۱۵

زوج	ہنت	ہنت	ام	اب
۳	۳	۳	۲	۲

یہاں اصل مسئلہ ۱۲/ سے کر کے عمل ۱۵/ سے کیا گیا ہے، باپ کو معدوم نہیں کیا گیا۔ باپ کو جس صورت میں عصہ محض قرار دیا گیا ہے، وہ ایسی صورت میں اصحاب فرائض سب لے لیں اور باپ کیلئے کچھ نہ بچے:

”والنقصیب المحض، وذلك عند عدم الولد وولد الابن، اھ۔“ سراجی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تقسیم میراث کی ایک صورت

سوال [۹۸۱۱]: ایک شخص عمر نے اپنی حیات میں چاہا کہ اپنا مسکونہ مکان اپنی دختر ہندہ کے نام کر دے، جس کو ہندہ کے شوہر ندیم نے قبول نہیں کیا۔ کئی برس کے بعد عمر کی حیات ہی میں ہندہ کا انتقال ہوا اور اس کے اپنے وارث مسلمہ (عمر کی بیوی) اور فرمان (عمر کا لڑکا) چھوڑے۔ ہندہ کی حیات ہی میں عمر نے مسکونہ مکان مسلمہ کے نام منتقل کر دیا تھا۔

ایک روز مسلمہ کے والدین کے انتقال پر عمر اور مسلمہ میں مشورہ ہوا کہ مسلمہ کے لئے والے ورثہ میں سے ہندہ کے بچوں کو دو ہزار فی کس حصہ دیدیا جائے (چونکہ فرمان کی اولاد ہونے کے بعد مسکونہ مکان دینے کا

= (و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار ۵۵/۲، کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۱) (السراجیۃ، ص: ۶، سعید)

سوال نہ رہا۔ مسلمہ نے کہا چاروں کو دودو ہزار یعنی کل آٹھ ہزار، عمر نے کہا کہ نہیں بلکہ دس ہزار، دو ہزار ہندو کے شوہر و اصف کو بھی دیا جائے کہ وہ بھی اپنا ہی بچہ ہے۔ اس کے بعد عمر نے انتقال کیا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً وارث کون کون ہیں، آیا عمر کی بیوی مسلمہ اور پسر فرمان، یا ہندو کی اولاد بھی وارث ہے؟ اگر وہ وارث نہیں ہے تو کیا اس کا حق ہے کہ تقاضا کر کے اپنا حصہ طلب کرے؟ مسلمہ اور فرمان نے ہندو کی اولاد کو اپنے مکان میں ایسے وقت رکھا جبکہ ان سے کرایہ کا مسکن نہ مکان چھوٹ رہا تھا۔ اس اولاد کو احسان فراموشی کر کے حصہ طلب کرنا جائز ہے؟ عمر نے جو مسلمہ کو اپنے والد کے ترکہ میں دودو ہزار دینے کا مشورہ دیا تھا وہ صرف مشورہ تھا یا وصیت تھی؟ کیا ہندو کی اولاد اپنا حصہ کہہ کر طلب کر سکتی ہے؟ مسلمہ کو مشورہ میں کمی بیشی کا حق ہے یا نہیں؟ اور مسلمہ کے ساتھ اگر ہندو کی اولاد فرمانی اور بد قیزی کرے اور بالکل نہ دے تو کیا وہ گنہگار رہے گی؟

ہندو کے انتقال کے بعد عمر اور مسلمہ نے واصل کی دوسری شادی کی جس سے بچے ہوئے، انہوں نے اپنے ہی مکان میں رکھا، کھانا، پینا دونوں کا الگ رہا، مگر کبھی (تقریباً اٹھائیس سال) کوئی کرایہ طلب نہیں کیا۔ وقتاً فوقتاً اپنی ضرورت اور رہائش کیلئے واصل نے مرمت وغیرہ اپنے حصہ مکان میں اپنے پاس سے کرائے۔ آخر میں تقریباً پانچ چھ سال پہلے فرمان سے کہہ کر چابی طلب کی کہ مکان میں مرمت وغیرہ کرانا ہے، مگر دوسرے حصہ مکان میں عارضی منتقل ہو کر اپنے حصہ بلا اجازت فرمان و مسلمہ (وارثان عمر) ایک حصہ منہدم کرا کر دوسرا کمرہ تعمیر کرایا جس کی تعمیر کا خرچہ وہ پندرہ ہزار بتاتے اور طلب کرتے ہیں۔

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ آیا وہ حصہ جو مکان اصلی وارثان کے بلا منظوری کرایا گیا ہے، اس کی لاگت وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ واصل کے خاندان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ فرمان اور مسلمہ کا ارادہ اس مکان کو فروخت کرنے کا ہے۔ واصل اور اس کے بچوں کا اندازہ مکان کی قیمت کا ۱/۳ تھا، مکان ان کی اندازہ قیمت سے دو گنی اور بجلی قیمت پر فروخت ہوا ایسی صورت میں کیا فرمان اور مسلمہ کو واصل کو کچھ ادا کرنا چاہئے، جبکہ انہوں نے خریدار کو وہ حصہ مکان دکھایا بھی نہ تھا؟ اور لاگت کے بعد واصل وغیرہ اس حصہ مکان میں جو انہوں نے اپنی رہائش اور زیارت کیلئے بنایا تھا، تقریباً پانچ سال وہ بھی لئے اور اپنا مکان تیار ہونے پر دوسری جگہ چلے گئے اور ایسی صورت میں کیا واصل کا رقم طلب کرنا جائز ہے؟ اور اگر مسلمہ انکار کرے تو کیا

گناہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوال کے بعض اجزاء میں اشکال ہے، ہندہ کا شوہر پہلے بتایا گیا کہ ندیم ہے پھر بتایا گیا کہ واصف ہے، شاید یہ دونوں ندیم اور واصف ایک ہی شخص کے نام ہوں گے۔ ہندہ کے انتقال پر اس کے وارث و وظائف کے لئے: مسلمہ (عمر کی بیوی) یعنی ہندہ کی والدہ، فرمان (عمر کا لڑکا) یعنی ہندہ کا بھائی، حالانکہ ہندہ کا والد (عمر) خود بھی زندہ اور وارث ہے۔ نیز آگے چل کر یہ بھی بتایا گیا ہے: ہندہ کے بچوں کو دودو ہزار روپے دینے کا مشورہ کیا گیا اور مجموعہ آٹھ ہزار بتایا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندہ کے چار بیٹے بھی ہیں، ان کو ورثاء میں کیوں شمار نہیں کیا گیا۔

تاہم مشورہ کی وجہ سے بغیر روپیہ ہوئے ہندہ کی اولاد نہ مالک ہوئی نہ مستحق، یہ مشورہ وصیت بھی نہیں (۱) اس کی بناء پر ہندہ کی اولاد کو نانا اور نانی کے ترکہ سے مطالبہ کا حق نہیں، اس کے اصلی وارث فرمان اور مسلمہ (بیٹا اور بیوی) ترکہ کے حقدار ہیں، آٹھواں حصہ بیوی کا ہے (۲)، بقیر لڑکے کا (۳)۔ اگر کوئی قرض دین مر وغیرہ ذمہ میں ہو تو اس کو تقسیم ترکہ سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے (۴)۔ فرمان اور مسلمہ خوشدلی سے کچھ دیدیں

(۱) "الإبصاء فی الشرع تملک مضاف إلی ما بعد الموت۔" وأما وكتبها فقولہ: أو صیٹ بکدا للفلان، وأوصیٹ إلی فلان کذا۔" (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۹۰/۶، کتاب الوصایا، الباب الأول، وشیدہ)

(وکدا فی تبیین الحقائق: ۳۷۵/۷، کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿إِن كَانَ لَكُم وَلَدٌ، فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا نَرَكُم﴾ (سورۃ النساء: ۱۱)

(۳) لڑکا کا عصب ہے اور ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد بقیر تمام ترکہ عصب کو ملتا ہے:

"العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراذه وما أفتته الفرائض عدا وجود من له القرض

المقدر۔" (تبیین الحقائق: ۳۸۵/۷، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۱/۶، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، وشیدہ)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۵۶۲/۲، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، مکنبہ حقایبہ پشاور)

(۴) "تتعلق متركه الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفيته ونحيزه، من غير تبذير ولا تقصير، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين"

تو ہندہ کی اولاد کو چاہیے کہ شکریہ کے ساتھ قبول کر لے۔ نانی کا احترام ضروری ہے، ان کے ساتھ بدتمیزی کرنا معصیت اور گناہ ہے۔

واصف اور اس کے متعقلین کو مکان میں عاریہ رکھا اور کرایہ وصول نہیں کیا، یہ مسلمہ اور فرمان کا احسان و تبرع تھا، و اصف کو مالک نہیں بنایا تھا، اس کو حق نہیں تھا کہ مکان کا کوئی حصہ منہدم کر کے دوبارہ تعمیر کرائے جب تک اصلی مالک کی اجازت نہ ملے، اس لئے اس کا یہ تصرف غلط ہوا (۱)۔ یہ ہو سکتا ہے کہ چونکہ مسلمہ اور فرمان نے اپنے مکان میں ۲۸/ سال تک بلا کرایہ کے رکھا تو اس احسان کے عوض و اصف نے وہ مکان کا حصہ نیا بنوا دیا: ﴿هل جزاء الإحسان إلا الإحسان﴾ (۲) الایہ۔

اب اس میں جو کچھ صرف ہوا، اس کا مطالبہ بے محل ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۶/۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: ہندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۶/۱۳۹۲ھ۔

بلا ضابطہ شرعیہ تقسیم کی ہوئی جائیداد میں وراثت

سوال [۹۸۱۲]: زید کے چار بھائی ہیں اور پوری جائیداد کی مالک والدہ ہیں۔ تیز زید کی حیات ہی

”ورثتہ“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۴، ۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب القرائن: ۴۵۹/۶، ۷۶۱، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب القرائن، الباب الأول فی تعریفها ولہما یعلق بالترکۃ: ۳۳۷/۲، رشیدیہ)

(۱) ”لا یجوز لأحد أن یتصرف فی ملک غیرہ بلا إذنہ، وإن فعل کان ضامناً“۔ (شرح المجملہ لسلمیہ رستم باز: ۶۱/۱، رقم المادۃ: ۹۶)، المقالة الثانیة فی القواعد الفقہیة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الغصب: ۲۰۰، سعید)

(۲) (سورۃ الرحمن: ۲۰)

(۳) چونکہ تعمیر کا یہ خرچہ اس نے بغیر مالک کی اجازت کے اپنی طرف سے کیا ہے، اس لئے وہ مطالبہ کا مستحق نہیں

”عمر دار زوجته بماله یأذنها، فالعمارة لها والنفقة دین علیها، لصحة امرها ولو عمر لنفسه بلا إذنہا، فالعمارة له، ویكون غاصباً للعرصة، فیؤمر بالتفریغ بطلبها ذلک، ولہا بلا إذنہا، فالعمارة لها، وهو منتطوع فی البناء فلا رجوع له“۔ (الدر المختار، کتاب الخشی، مسائل شتی: ۷۳۷/۶، سعید)

میں بغیر ضابطہ اس جائیداد کا بٹوارہ ہو گیا تھا، مگر کچھ روز بعد زید وفات پا جاتے ہیں اور زید کے کوئی اولاد بھی نہیں تھی جس کا وارث وہ لڑکا یا لڑکی ہو جاتی۔ لہذا اوقات کے بعد غیر ضابطہ (جس کا ابھی بیٹا نہ نہیں ہوا) جائیداد یا مال سے اس کی بیوی حصہ دار ہو گئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس بٹوارہ (۱) پر والدہ صاحبہ نے رضامندی ظاہر کر کے اس کو منظور کر لیا تو صحیح ہو گیا اور جو کچھ زید کے حصہ میں آیا وہ زید کی ملک ہو گیا (۲)، وفات زید کے بعد حسب قول عبد شریعہ اس میں میراث جاری ہو گئی اور بیوی کو بھی ۱/۴ حصہ ملے گا، والدہ کو ۱/۶ ملے گا (۳)۔ جو کچھ زید کے ذمہ دین مبراہر اور قیمت جائیداد وغیرہ ہو اس کو (۱) ”بٹوارہ حصہ تقسیم، بانٹ“۔ (فیروز اللغات، ص ۱۸۰، فیروز لمینٹڈ بورڈ)

(۲) واضح رہے کہ والدہ کا اپنی جائیداد اپنی زندگی میں بیٹوں میں تقسیم کرنا ہیہ ہے اور ہیہ میں واپس کی رضا ضروری ہے، ہیہ کی ہوئی چیز موهوب یعنی جس کو دی گئی، اس کی ملک ہو جاتی ہے۔

”يلزم في الهبة رضا الواهب، فلاتصح الهبة التي وقعت بالجبر والإكراه“۔ (شرح المحملة
لسليم رستم باز: ۱/ ۳۷۷، (رقم المادة: ۸۶۰)، كتاب الهبة، الباب الثاني في شرائط الهبة، مكتبه
حنفيه كوثله)

”بملك الموهوب له الموهوب بالقبض“۔ (شرح المحملة لسليم رستم باز: ۱/ ۳۷۷، كتاب

الهبة، الباب الثاني، مكتبه حنفيه كوثله)

(۳) سوال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ متوفی زید کے کل ورثہ تین قسم کے ہیں: ۱- بیوی ۲- ام (والدہ) ۳- تین بھائی۔ اس ترتیب کو مد نظر رکھتے ہوئے کل جائیداد کو چھتیس حصے کر کے بیوہ کو ۹/ حصے اور والدہ ۶/ حصے اور تین بھائیوں کو ۱/ حصے یعنی ہر ایک کو سات سات حصے ملیں گے

تقسیم کا نقشہ ملاحظہ ہو

متوفی زید

مسئلہ ۱۲، حصہ ۳۶

زید	۳	۹	۱	۲	۶	۷	۸	۹	۱۰
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰

تقسیم میراث اسے پہلے ادا کیا جائے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۰/۸۵ھ۔

بیٹے اور بیٹی میں تقسیم ترکہ

سوال [۹۸۱۳]: ان کے بطن سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے اور یہ دونوں بقیہ حیات ہیں، ان دونوں کے سوا کوئی اور ورثہ نہیں۔ مرحوم کے ورثہ میں ان دونوں کا شرعی اعتبار سے کیا حصہ قرار پاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرحوم کے ترکہ کے بعد اداے حقوق مقدمہ تین سہام بنا کر دو سہام لڑکے کو ملیں گے، ایک سہم لڑکی کو ملے گا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

= قال الله تعالى: ﴿وَلِئِنْ الرِّبْعَ مِمَّا تَرَكَ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾. (سورة النساء: ۱۲)

وقال الله تبارك وتعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُ إِحْوَةٌ، فَلَأُمُّهُ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةِ يُوسَىٰ بِنَا أَوْ دِينَ﴾
(سورة النساء: ۱۱)

"والعصبة مطلقاً كل من يأخذ من التركة ما أبقته أصحاب الفرائض". (الشریعیہ شرح

السراجیہ، ص: ۸، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۳۸۱/۹، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب الفرائض: ۳۸۵/۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱) "ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجیہ، ص: ۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۳۶۵/۹، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۷۵۹/۶، سعید)

(۲) قال الله تبارك وتعالى: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْإُنثَىٰ﴾ (النساء: ۱۱) =

فرائض اور یمن ترکہ

سوال [۹۸۱۴]: بندہ مرغی، اس نے شوہر ماں، باپ، بہن وارث چھوڑے۔ کس کو کتنا کتنا حصہ

ملے گا اور ترکہ کون کون سا شمار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چیزیں ہندہ کی ملک کر دی گئی خواہ والدین کی طرف سے خواہ سسرال کی طرف سے وہ سب ہندہ کا ترکہ ہے (۱)۔ جن چیزوں کے متعلق ملک اور عدم ملک کی تصریح نہیں اور ہندہ کے استعمال میں تھیں جیسے چارپائی وغیرہ، اور شوہر کہتا ہے کہ یہ میری ملک ہیں تو ان میں تفصیل ہے: وہ یہ کہ جو چیزیں مخصوص ہیں عورتوں کیلئے، جیسے: زنانہ کپڑے، زیورہ وغیرہ وہ بھی ہندہ کا ترکہ ہے، اور جو چیزیں مردوں کیلئے مخصوص ہیں، یا مشترک ہیں تو وہ شوہر کی ملک ہیں، ہندہ کا ترکہ نہیں (۲)۔ ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ چھ سہام بنا کر تین سہام شوہر کو (۳)

= وقال الله تعالى: ﴿وإن كانوا إخوة رجالاً ونساءً، فليصلدكم مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۷۶)

(۱) "أما لومات فادعت ورثته، فلا خلاف في كون الحجاز للبت، لما في اللؤلؤ الحية: جهَّز ابنه ثم مات، فطلب بقية الورثة القسمة، فإن كان الأب اشترى لها في صغرها أو في كبرها وسلم لها في صحته، فهو لها خاصة". (رد المحتار: ۱۷۵/۳، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد)

(۲) "وإن اختلف الزوجان في متاع البيت، فالقول لكل واحد منهما فيما صلح له مع يمينه، والقول له في المصالح لهما". (الدر المختار: ۵۶۳/۵، كتاب الدعوى، باب التحالف، سعيد)

"وإن اختلف الزوجان في متاع البيت، فالقول لكل واحد منهما فيما يصلح له قالوا: والصالح له: العمامة والقباء والقلنسوة والطبلان والسلاح والمنطقة والكتب والفرس والدرع والحديد، فالقول في ذلك له مع يمينه. وما يصلح لها: الخمار والدرع والأساور وحوادث النساء والحلى والخلخال نحوها فالقول لها فيها مع اليمين". (البحر الرائق: ۳۸۱/۷، كتاب الدعوى، باب التحالف، رشديه)

(و کذا فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، کتاب الدعویٰ ومطالبہ: ۱۶/۳، مکتبہ مینہ مصر)

(۳) قال الله تبارک وتعالى: ﴿ولکم نصف ماترک أزواجکم إن لم یکن لهن ولذک﴾ (سورة النساء: ۱۲)

ایک سہام ماں کو (۱) دو سہام باپ کو ملیں گے (۲) بہنوں کو یکے نہیں ملے گا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد عوفی عمنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ، فَلَهُ مِنَ السُّدُسِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةِ يَوْصِي بِهَا أَوْ دِينَ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"والثالثة: الأم ولها ثلاثة أحوال: السدس مع الولد أو ولد الابن أو الثلث من الإخوة والأخوات من أي جهة كانت، والثلث عند عدم هؤلاء، وثلث ما يبقی بعد فرض الزوج والزوجة". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۹۶/۴، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

نہوت: واضح رہے کہ یہ صورت اس وقت ہے کہ جب کنیش متعدد ہوں اور اگر بہن ایک ہو تو اس صورت میں ام کو ثلث باقی ملے گا۔ تو اب صورت مسئلہ یہ ہے کہ کل سہام کو چھ حصے کر کے زوج کو تین سہام، ام کو ایک سہم اور اب کو دو سہام ملیں گے۔

تقریر کا نقشہ ملاحظہ ہو:

مسئلہ ۶				بندہ
شوہر	ماں	باپ	بہن	
۳	۱	۲	محرم	

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ، فَلَهُمَا الثَّلَاثُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"أما للأُم فأحوال ثلث: السدس مع الولد أو ولد الابن وإن سفل أو مع الاثنين من الإخوة والأخوات فصاعداً، وثلث الكل عند عدم هؤلاء المذكورين، وثلث ما بقی بعد فرض أحد الزوجين. وذلك في مستلین: زوج وأبوين وزوجة وأبوين". (السراجیہ، ص: ۱۱، سعید)

(۲) باپ کو حصہ ہونے کی وجہ سے اپنے حصے کے علاوہ باقی میراث ملتا ہے

"العصبۃ من يأخذ جميع المال عند الفرائض وما أبقتہ الفرائض عند وجود من له الفرض

المفرد". (تبیین الحقائق، ۳۸۵/۷، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۳) "ويسقط الإخوة والأخوات بالابن وابن الابن وإن سفل، وبالأب بالانفاق، وبالجد عند أبي حنيفة =

رد علی الزوجین اور ابن و بنت معتق اور ابن و بنت رضاعی کی باہمی ترتیب

رشید احمد غنی عنہ مدد رکھ کر اول عدیۃ العلوم پھینک دے، پوسٹ راہ ہوگی، جو دھ پورا لائن، متصل حیدر آباد، سندھ۔

مشفق المکرّم ذیہت عنایا تکلم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال [۹۸۱۵]: بعد از طلب خیریت جائنن گذارش یہ ہے کہ استفتاء کا جواب موصول ہوا، آنجناب کی محنت اور تحقیق میں جانفشانی کا ممنون ہوں۔ بعض مسائل سابقہ کے متعلق اپنے خیال ناقص کو پیش کرتا ہوں، اگر خلاف عقل یا نقل ہو تو امید ہے کہ اصلاح فرما کر ممنوع فرما دیں گے۔ نیز بعض جدید استفسارات کا جواب تحریر فرما کر شکر گزار کی کاموقع دیں۔ امید ہے کہ تکلیف دہی سے معاف رکھیں گے، بلکہ دعائے خیر میں فراموش نہ فرما دیں گے۔

رد علی الزوجین و بنت معتق اور ابن و بنت رضاعی کی باہمی ترتیب کے متعلق ہندو کی رائے ناقص یہ ہے کہ ان کی توریث چونکہ شرعی طریق سے نہیں، سراجی کے حاشیہ میں ہے کہ: ”مال متروکہ کا ان لوگوں کو ملنا بطریق ارث نہیں ہے، بلکہ بوجہ قرب الی المیت ہے“ (۱) پس جب ترکہ کی تقسیم ان پر بطور وراثت نہیں تو شرعی ترتیب بھی

= وحمة اللہ تعالیٰ علیہ، (الفتاویٰ العالمیہ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض: ۳۵۱/۶، وشبیدیہ)

(۱) سراجی کے حاشیہ کی عبارت یہ ہے:

”وقفل فی الحمادیۃ أن المفتی بہ هو الرد علیہا فی هذا الزمان. وقال فی الدر المختار: ذکر الزیلعی معزاً للہایة: أن بنت المعتق والابن والبنت رضاعاً ثرت فی زماننا، لفساد بیت المال، وكذا ماقتل عن فرض أحد الزوجین یؤدّ علیہ“. (حاشیۃ السراجیہ، ص: ۳، (رقم الحاشیۃ ۹)، سعید)

”وإذا مات المعتق ولم یترک إلا بنت المعتق، فلا شیء، لما فی ظاہر الروایۃ عن أصحابنا، ویكون المیراث لبیت المال وحکی عن بعض مشایخنا أنهم كانوا یفتون فی هذه المسئلة أن یدفع المال إلیہا لا بطریق الإرث، ولكن لأنها أقرب إلی المیت من بیت المال، کیف وأنه لیس فی رماسا بیت المال، وإنما كان کذلک فی زمن الصحابة. وإذا دفع ذلك إلی سلطان الوقت أو القاضی لا یصرفون إلی مصرفه. هكذا كان یفتی القاضی أبو بکر وصدر الشریعة و ذکر الامام عبدالواحد الشہید فی =

سے نہیں ملتا ان کی ترتیب منقول نہیں، اور چونکہ ایسا مال اصلاً بیت المال میں رہنا چاہئے تھا، لہذا جو شخص بیت المال میں تصرف کا حق رکھتا ہو، اسی کی رائے سے اس میں بھی تصرف کیا جائے گا اور وہ حاکم وقت ہے یا ہمعیت معززہ مسلمین اس کے قائم مقام ہے۔ اور جو بیت المال کے مصارف ہیں وہی اس مال کے بھی مصارف ہیں، چنانچہ شریفیہ شرح سراجی ص: ۱۴ میں ہے:

”ثم بیت المال: أي إذا لم يوجد أحد من المذكورين، توضع التركة في بيت المال على أنها مال ضائع، فصارت لجميع المسلمين. اعلم أن هذا المال في بيت المال يصرف إلى نفقة المربض وأدبته إذا كانوا فقراء ولإمام حق الإعطاء والسع (۱)۔
زوجین پر رد بھی اسی بناء پر ہے اور اسی وجہ سے قید لگائی ہے کہ ”اگر وہ بیت المال کے مستحق ہوں تو ان کو دیا جائے۔“

علاوہ ازیں زوجین اور بیت المسفق وغیرہ کو چونکہ میت سے قرابت کا بھی تعلق ہے، لہذا ان میں دو چیزیں جمع ہو جائیں گی: اول احتیاج، دوم قرابت۔ تو فقط اہل احتیاج پر ان کو تقدیم ہوگی، لیکن اگر ان میں احتیاج نہ ہو بلکہ صاحب وسعت ہوں تو ان کیلئے ورع، افضل والیق ہے، حتیٰ کہ اغنیاء کیلئے بیت المال میں کوئی حصہ نہیں جب تک وہ عامل قاضی وغیرہ نہ ہوں اور فقرا کیلئے بلا ان وجوہ کے بھی حصہ ہے:

”مسئل علی الرازی عن بیت المال: هل للأغنیاء فيه نصيب؟ قال: لا، إلا أن يكون عاملاً أو قاضياً، الخ“۔ شامی: ۳/۳۸۷ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد عفا اللہ عنہ۔

= بما زاد علی الثلث، ثم بیت المال“۔ (الدر المختار: ۲/۷۲، ۷۲۶، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی السراجیہ، ص: ۳، سعید)

(۱) (الشریفیہ شرح السراجیہ، ص: ۱۱، سعید)

(وکذا فی رد المختار: ۳/۲۱۸، ۲۱۹، کتاب الجہاد، فصل فی الجزیۃ، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۱۹۱، کتاب الزکوۃ، الباب السابع فی المصارف، فصل ما یوضع

فی بیت المال، رشیدیہ)

(۲) (رد المختار: ۳/۲۱۷، کتاب الجہاد، فصل فی الجزیۃ، سعید)

توریت اُخت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب

سوال [۱۹۸۱۶]۔ زید نے وفات پائی، ایک زوجہ اور دو بیٹیاں اور ایک حقیقی بہن چھوڑی اور ایک علاتی بھائی بھی ہے۔ صورت مسئلہ یہ ہے:

مسئلہ ۱۰

۱	۲	۳	۴
زوجہ	بنات	اُخت لاب و ام	ابن لاب

اب ہم کو جمہور کا مذہب تو معلوم ہے، مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب معلوم کرنا ہے، امید ہے کہ آپ فیصلہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مذہب کے مطابق مع حوالہ کتاب تحریر فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ایک تو بنات میں جمہور سے مختلف ہے، جمہور کے نزدیک بنات ثلاث کی مستحق ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک نصف کی:

”وَأَمَّا لِبَنَاتِ الْوَلَدِ، فَأَحْوَالُ ثَلَاثٍ: النِّصْفُ لِوَاحِدَةٍ، وَهَذَا مُصْرَحٌ بِهَا فِي الْآيَةِ. وَالثَّلَاثُ لثَلَاثَتَيْنِ نَفْسًا، وَالمَصْرُوحُ عَلَيْهِ فِي الْقُرْآنِ صَرِيحًا أَنَّهَا إِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثَلَاثُ مِائَاتٍ. وَأَمَّا الْإِسْتِثْنَانِ فَحُكْمُهُمَا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حُكْمُ الْوَاحِدَةِ، وَهُوَ ظَاهِرٌ، وَعِنْدَ سَائِرِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ حُكْمُ الْحَمَاعَةِ، اهـ“۔ شریفیہ (۱)۔

(۱) (الشریفیہ شرح السراجیہ، ص: ۲۱، فصل فی النساء، سعید)

”وَلَسْتُ النِّصْفَ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً، فَلَهَا النِّصْفُ﴾ قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: وَلَئِنْ كُنَّ الثَّلَاثُ، وَهُوَ قَوْلُ عَامَةِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، وَبِهِ أَخَذَ عُلَمَاءُ الْأَمْصَارِ. وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ جَعَلَ حُكْمَ اثْنَتَيْنِ مِنْهُنَّ حُكْمَ الْوَاحِدَةِ، فَجَعَلَ لَهَا النِّصْفَ - - - وَلِلْجَمْعِ مِائَاتٌ عَنْ حَنِيفٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: جَاءَتْ امْرَأَةٌ سَعْدَ بْنَ الرَّبِيعِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ =

مہر معاف کرنے کے بعد مطالبہ کرنا

سوال [۹۸۱۷]: ۱۔ زید کی بیوی نے اگرچہ اپنے مطالبات مہر وغیرہ، خرچہ عدت معاف کر دیا تھا، مگر اب مطالبہ کر رہی ہے۔ اس کا یہ مطالبہ قابل ادا انگلی ہے یا نہیں؟
پنشن اور گریجویٹ فنڈ میں میراث کا حکم

سوال [۹۸۱۸]: ۲۔ سرکاری ملازم کو گریجویٹ فنڈ ہے، زید نے فارم میں اپنی اہلیہ کا نام لکھا تھا، جب رقم اہلیہ وصول کر لے تو اس میں دیگر ورثاء کا حق ہے یا نہیں؟ نیز زید کا قرض اس رقم سے اس کی اہلیہ ادا کرنے کی ذمہ دار ہے یا نہیں؟
بیمہ فنڈ میں میراث کا حکم

سوال [۹۸۱۹]: ۳۔ بیمہ کی رقم وصول کرنے کیلئے بھی بیوی کے نام کا فارم بھرا گیا تھا۔ جب رقم اہلیہ وصول کرے تو دیگر ورثاء بھی اس میں حقدار ہیں یا نہیں؟
پنشن میں بیوی اور دیگر ورثاء کا حق

سوال [۹۸۲۰]: ۴۔ پنشن کی چڑھی ہوئی رقم پانے کی حقدار بھی صرف اہلیہ ہے، یہ قانون سرکاری ہے۔ جس وقت یہ رقم وصول ہو تو دیگر ورثاء اس میں حقدار ہیں یا نہیں؟ نیز اس رقم سے زید کا قرضہ ادا کر دیا جائے تو درست ہے یا نہیں؟

میڈیکل امداد میں ورثاء کا حق

سوال [۹۸۲۱]: ۵۔ میڈیکل امداد کی رقم جو گورنمنٹ سے ملی وہ بھی اہلیہ کے قبضہ میں رہی، دیگر ورثاء اس پر حقدار ہے یا نہیں؟

بلڈنگ میں بیوی اور دیگر ورثاء کا حق

سوال [۹۸۲۲]: ۶۔ زید نے ایک بلڈنگ چھوڑی جو کرایہ پر ہے، اس بلڈنگ کا وہ حصہ جس میں زید رہتا تھا، اس کا وصیت نامہ اہلیہ کے نام لکھ دیا تھا، اہلیہ نے کرایہ کی رقم وصول کی ہے۔ دیگر ورثاء میں بھی وہ رقم

ہے وہ بھی طلب کر سکتی ہے (۱)۔ قرض کا حکم نمبر: ۸ میں ہے۔

۲۔ جبکہ اس قارنہ مزہ (نامنیشن) کے ذریعہ صرف وصول کرنے کا اختیار مقصود ہے، تملیک مقصود نہیں تو اس گریجو بیٹی میں سب وراثت جملہ ورثاء شریک ہیں (۲)۔ قرض کا حکم نمبر: ۸ میں ہے۔

۳۔ اس کا حال بھی نمبر: ۳ کی طرح ہے۔

۴۔ قانونی اعتبار سے جو مستحق ہو، پیشن اسی کو ملے گی (۳)۔ قرض کا حکم نمبر: ۸ میں ہے۔

۵۔ یہ ترکہ زید ہے، سب ورثاء حقدار ہیں (۴)۔ قرض کا حکم نمبر: ۸ میں ہے۔

۳ = الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها منها ديباج، فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج، ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التملك". (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، باب المهر، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت، ۳۴/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة: ۲۶/۱-۲۷، کتاب النکاح، مسائل الحهاز، مکتبہ مبینہ مصر)

(۱) قال الله تبارک وتعالی: ﴿ولهن الربع مما ترکتم إن لم یکن لکم ولد﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) "کما أن أعيان المستوفی المتروکة عنه مشترکة بین الورثة علی حسب حصصهم، کذلک یكون الذین الیدی له فی ذمة آخر مشترکاً بیهم علی قدر حصصهم" (شرح المجلة لسلم رستم باز: ۶۱۰/۱، رقم المادة: ۱۰۹۱)، کتاب النسرة، الفصل الثالث فی الذیون المشتركة، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

(۳) حضرت فتاویٰ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "جبکہ میراث مملوکہ اموال میں جاری ہوتی ہے اور یہ تحقیق محض تحریر و احسان سرکار کا ہے، بدون قبضہ کے مملوک نہیں ہوتا، لہذا آئندہ جو تحقیق ملے گا اس میں میراث جاری نہیں ہوگی"۔ (امداد الفتاویٰ: ۳۳۳/۴، کتاب الفرائض، عنوان: عدم جریان میراث در تحقیق سرکاری جھوا، دارالعلوم کراچی)

(۴) امداد کی رقم زید نے اپنی زندگی میں وصول کی ہو تو مرنے کے بعد ترکہ شمار ہو کر ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا

"لأن التركة ما ترکہ المیت من الأموال صافياً عن لعلق حق الغير بعین من الأموال، کما فی

شروح السراجیة". (ود المحتار، کتاب الفرائض: ۷/۵۹، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشیدیہ)

۶ بیوی کے حق میں وصیت معتبر نہیں جب تک دوسرے ورثاء رضامند نہ ہوں (۱)، اس کرایہ میں سب ورثاء شریک ہیں (۲) قرض کا حکم نمبر ۸ میں ہے۔

۷ وہ سامان جو زید کی ملک تھا، اب اس کا ترکہ ہے، اس میں سب ورثاء حصہ دار ہیں (۳)، تنہا بیوی کی ملک نہیں۔

۸... اگر ورثاء کے نزدیک بخشش کرنا تسلیم نہیں، اور وہ سامان ورثاء کے پاس ہے تو وہ ترکہ ہے، ورثاء حقدار ہیں (۴)۔ کل ترکہ سے اولاد مرحوم کا قرض ادا کیا جائے (۵) پھر:

مسئلہ ۴، نص ۲۴					زید
بیوی	حقیقی بھائی	بھیرہ	بھیرہ	بھیرہ	بھیرہ
$\frac{1}{4}$					
					$\frac{3}{18}$
	۶	۳	۳	۳	۳

چوبیس حصہ بنا کر چھ حصہ اہلیہ کو ملیں گے (۶)، چھ حصے بھائی کو ملیں گے، تین تین حصے ہر بھیرہ کو ملیں گے (۷)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۱۳۹۵ھ۔

(۱) "عن عطاء، عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النسي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة". (نصب الرأية للزبيعي: ۳۰۳/۳، رقم الحديث: ۸۰۷۰)، كتاب الوصايا، مؤسسة الريان، بيروت.

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: "كان المال للولد، وكانت الوصية للوالدين، فسبح الله من ذلك ما أحب، فجعل للذكر مثل حظ الأنثيين، وجعل للأبوين لكل واحد منهما السدس، وجعل للمرأة الثمن والربع، وللزوج النضر والربع". (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب: لا وصية لوارث: ۳۸۳/۱، قديمي)

= قال الحافظ: "جنح الشافعی فی الامم إلى ان هذا المتی متواتر فقال. وجدا أهل الفیاء ومن حفظنا عنهم من أهل العلم بالمغازی من قریش وغيرهم لا یختلفون فی أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال عام الفتح: "لا وصیة لوارث". ویوثرون عمن حفظوه عنه ممن ثقوا من أهل العلم، فكان نقل کافة عن کافة. والمراد بعدم صحة وصیة الوارث عدم اللزوم؛ لأن الأكثر علی أنها موقوفة علی إحیاء الورثة، كما سیأتی بیانہ. (فتح الباری، کتاب الوصایا، باب لا وصیة لوارث: ۳۶۸/۵، قدیمی) (وکذا فی الدرالمختار، کتاب الوصایا: ۶۵۵/۶، سعید)

(۲) "كما أن أعيان المعوفی المتروكة عنه مشتركة بين الورثة علی حسب حصصهم، كذلك یكون الدین الذی له فی ذمة آخر مشترکاً بـسببهم علی قدر حصصهم". (شرح المجلة لسلم رسم باز: ۶۱۰/۱، (رقم المسألة: ۱۰۹۱)، کتاب الشركة، الفصل الثالث فی الدیون المشتركة، مکتبه حنفیة، کوئٹہ)

(۳) امدادی رقم زیستہ اپنی زندگی میں رسول کی ہوتو مرنے کے بعد ترکہ شمار ہو کر وراثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔

"لأن التركة ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعین من الأموال، كما فی شروح السراجیة". (ردالمحتار، کتاب الفرائض: ۷۵۹/۶، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۳۶۵/۹، رشیدیہ)

(۳) "الخارج وادو الید إذا ادعیوا إرثاً من واحد، فادو الید أولى، كما فی الشراء". (ردالمحتار، کتاب الدعوی، باب دعوی الرجلین: ۵۷۰/۵، سعید)

(۵) "لم تقضى ذیوبه من جمیع ما بقى من ماله ثم یقسم الباقي بین ورثته". (السراجی، ص: ۳، سعید)

(۶) واضح رہے کہ چچہ چچوں کا ریح ہے اور میت کی جانب اولاد ہو تو زوجہ کو "ریح" چچہ چچوں حصے کا۔

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿ولهن الربع مما ترکن إن لم یکن لکم ولد﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۷) بھائی بہن دونوں عصب ہیں، وہ بھائیوں "فلذکر مثل حظ الأنثیین" بھائی کو دو برابر اور بہنوں کو اکبرائے گا۔

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وإن كانوا إخوة رجالاً ونساءً، فللذكر مثل حظ الأنثیین﴾ (سورة

فنڈ کی رقم کے متعلق بھائی کا نام لکھوادینا

سوال [۹۸۲۵]: زید نے اپنی محو امیں سے فنڈ کی رقم میں وصیت دار اپنے پرورش کنندہ بڑے بھائی کے نام کیا ہے کہ میری موت کے بعد اس فنڈ کا حقدار میرا بڑا بھائی ہوگا۔ یہ فنڈ کی رقم تقریباً بیس ہزار کے قریب ہے، اور زید کی کل ملکیت کل ملازمت کا روپیہ تقریباً پچھتر ہزار روپے ہے۔

زید کے والد صاحب زید کے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے، انتقال کے بعد سے ہی زید کی پرورش کی ذمہ داری بڑے بھائی کے ہی سر تھی، مثلاً: تعلیم، شادی، بیاہ اور غرضی اور مفلسی کے زمانہ میں زید کو اچھی سی ملازمت بھی دلوائی اور کوشش کر کے ایک ہونہار اور قابل انسان بنایا۔

زید کے انتقال کے وقت زید کی والدہ محترمہ، زید کا بڑا بھائی پرورش کنندہ اور زید کی بیوی اور دو لڑکیاں اور ایک لڑکا شامل ہے، باقی ہیں۔ زید کی شادی سے پہلے بھی فنڈ کی رقم اپنے پرورش کنندہ بڑے بھائی کے نام تھی اور انتقال کے بعد بھی فنڈ کی رقم اپنے بڑے بھائی کے نام لکھی ہے اور باقی کی رقمیں خود اپنے ہی نام لکھی ہے۔

شادی کرنے کے تقریباً ۵ سال کے بعد زید کا انتقال ہو گیا، زید نے فنڈ کی رقم شادی سے پہلے بھی بڑے بھائی کے نام کیا تھا اور انتقال کے بعد بھی بڑے بھائی کا نام بھی موجود ہے، لیکن زید جس فیکٹری میں ملازمت کرتا تھا، اس فیکٹری کا قانون ہے کہ شادی کرنے کے بعد وہ فنڈ کی رقم کاٹ دیجاتی ہے جو کہ پرورش کنندہ کے نام لکھی ہے اور وہ رقم بھی فیملی میں چلی جاتی ہے۔

اور اگر زید یہ وعدہ بھی کر لیتا کہ میری شادی کے بعد میرے بھائی کا نام کٹ جائے گا اور وہ شادی کے بعد بھی اپنے پرورش کنندہ کے نام پر رکھتا ہے تو ظاہر ہے کہ وصیت اور حقدار بھائی ہی ہوتا، کیونکہ اس نے دوسرے فارم میں خود کا یا اپنی بیوی کا نام لکھا نہیں اور نام اپنے بڑے بھائی کا موجود ہے، کیونکہ شادی کے پانچ سالوں کے درمیان میں مرحوم اپنے بڑے بھائی کا نام کاٹ سکتا تھا اور خود کا نام لکھ سکتا تھا، مگر نام فنڈ کی رقم میں ابھی بھی موجود ہے اور زید نے اپنی زندگی میں اس وصیت کو رد نہیں کیا اور آخر عمر تک اس پر قائم رہے ہیں۔

اس رقم کو بعد کی رقمیں جو کہ خود زید کے نام تھی وہ تو شرع شریف کے مطابق تقسیم ہو چکی ہے، لیکن اس فنڈ کا مسئلہ رکا ہوا ہے۔ کیا یہ فنڈ کی رقم بزرگ پرورش کنندہ بڑے بھائی کو حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ عام سرکاری قانون تو یہ ہے کہ مرنے سے پہلے کوئی جب انسان کوئی وصیت کرے کہ میری موت کے بعد فلاں چیز کا حقدار

فلاں ہوگا تو وہی حقدار ہوتا ہے، شادی کرنے اور کرانے سے کوئی مطلب نہیں ہوتا؟

پھر اگر زید اپنے بڑے بھائی کو فخذ کی رقم دینے کا ارادہ نہیں کرتا تو وہ دوسری رقموں کی طرح خود کا نام لکھ سکتا تھا اور بڑے بھائی کا نام کات سکتا تھا، لیکن بڑے بھائی کا نام موجود ہے۔ کیا یہ رقم جو کہ پرورش کنندہ بڑے بھائی کے نام موجود ہے وہ بھی وارثان پر شرع شریف کے مطابق تقسیم ہوگی، یا صرف زید کے نام کی رقمیں شرع شریف کے مطابق تقسیم ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی تنخواہ سے جتنا حصہ کٹ کر جمع ہوا اور اس پر جو کچھ زائد ملا وہ سب مرحوم کا ترکہ ہے (۱)، جس کے متعلق وہ اپنے بڑے بھائی کے حق میں وصیت کر چکا تھا جس کو اپنے آخر حیات تک اس کو منسوخ نہیں کیا، اگر چاہتا تو (تہل حالات، شادی اور اولاد ہو جانے کی بنا پر) منسوخ کر سکتا تھا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ وصیت پر قائم رہا ہے۔

پس اگر وہ رقم تمام ترکہ کے ایک ٹکٹ کے اندر ہے تو حسب وصیت بڑے بھائی کو دی جائے، وصیت کا یہی حکم ہے کہ وہ ایک ٹکٹ میں نافذ ہوتی ہے (۲)، اگرچہ جس وقت وصیت کی تھی اس وقت بڑا بھائی وارث ہونے کی وجہ سے مستحق وصیت نہیں تھا، لیکن انتقال مورث کے وقت بڑا بھائی وارث نہیں رہا، کیونکہ لڑکا پیدا ہو چکا تھا۔ اس صورت میں بھائی کیلئے وصیت شرعاً معتبر ہے۔

(۱) "المدرس لومات أو عرل فی أثناء التَّسَنَةِ، قیل محلی العلة وطهورها من الأرض، یعطى بقدر ما باشر، ویصیر میراثاً عنه کالاجبر، إذا مات فی أثناء المدة." (رد المحتار: ۳/۳۳۵، کتاب الوقف، مطلب فيما لو مات المدرس أو عرل قیل محلی العلة، سعید)

"کما أن أعبان المتوفی المنزوعة عنه مشتركة بین ورثته علی حسب حصصهم، كذلك یكون الذی یس لہ فی ذمة آخر مشترکاً بینهم علی قدر حصصهم." (شرح المحلة لسلمیہ رمہ ۱۰۱۰، رقم المادة: ۱۰۹۲). کتاب الشریعة، مکتہ حنفیہ کوئٹہ

(۲) "ثم یسقط وصایا من ثلث ماقی بعد الذین، ثم یقسم الباقی بین ورثته بالکتاب والسنة والإجماع" (السراجیة، ص ۳، سعید)

(وکلذا فی الدر المختار: ۶/۲۰۷، کتاب الفرائض، سعید)

درمختار میں ہے: ”وكونه غير وارث وقت الموت، الخ“.

شامی نے لکھا ہے: ”قوله: (وقت الموت): أي وقت الوصية، حتى لو أوصى لأخيه وهو وارث، ثم ولد له ابن، صحت الوصية لأخ. ولو أوصى لأخيه وله ابن، تم مات الابن قبل الموصى، بطلت الوصية، زيلعي، الخ“۔ شامی: ۵/۳۱۶ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد المذنب وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۱ھ۔

جائیداد میں شرکت اور اس کی تقسیم

سوال [۹۸۲۶]: محمد رضا عرف جن صاحب نے بنارس میں ایک مکان خریدا اور یہیں رہنے لگے، محمد رضا عرف جن صاحب کے دو بڑے تھے: بڑے کا نام رحمت اللہ اور چھوٹے کا نام محمد شمس الدین تھا۔ محمد رضا صاحب سلائی کا کام کرتے تھے۔ اور محمد رحمت اللہ نے پہلے کیا ڈنڈری سیکھی اور اس کے بعد حکمی کرنے لگے۔ محمد رضا عرف جن اور رحمت اللہ دونوں الگ الگ کام کرتے تھے اور روپیہ دونوں دیتے تھے جس سے گھر کے تمام اخراجات پورے ہوتے تھے۔ بعد میں محمد رضا نے کام بند کر دیا جس کی وجہ سے وہ گھر کیلئے اخراجات نہ دیتے تھے، صرف محمد رحمت اللہ ہی گھر کے تمام اخراجات پورے کرتے تھے اور یہ سب ملکر آپس میں رہتے تھے۔ بعدہ رحمت اللہ نے بناری کپڑے کا کام شروع کر دیا اور یہاں سے چھوڑ کر بارہ بنکی چلے گئے اور وہیں تجارت کرتے تھے۔

زوجہ رحمت اللہ (دقائق) کہا کرتی تھی کہ محمد رحمت اللہ نے تین سو بیس روپے اپنے والد محمد رضا سے لئے تھے اور ان سے کپڑے کا کاروبار شروع کیا اور بعد میں اپنے والد کا روپیہ ادا کر دیا جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ بہر حال یہ ظاہر ہے کہ رحمت اللہ بناری کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور بارہ بنکی میں رہتے تھے اور جب موقع ملتا تھا بنارس بھی آتے تھے۔ یہاں بنارس میں رحمت اللہ کی اہلیہ وفاقن اور بچے اور ان کے والد محمد رضا اور چھوٹے بھائی محمد شمس الدین ان کی یہاں سے مدد کیا کرتے تھے، وہ اس طرح کہ رحمت اللہ صاحب جو کپڑے وغیرہ یہاں

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، ۶/۲۴۹، کتاب الوصایا، معبد)

(و کذا فی تبیین الحقائق، ۷/۳۷۶، ۳۷۷، کتاب الوصایا، دار الکتاب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی مجمع الأنهر، ۳/۳۲۳، ۳۲۴، کتاب الوصایا، مکتبہ غفرانہ کوئٹہ)

بنارس میں بننے کا آرزو وغیرہ دیا کرتے تھے اس کو یہاں سے بارہ بنکی یا جہاں رحمت اللہ کہتے تھے پارسل کر دیا کرتے تھے۔

محمد رحمت اللہ نے اپنے روپیہ سے یہاں بنارس میں ایک مکان اپنے نام اور ایک بڑے لڑکے کے نام سے خریدا، یہ سب مکان اپنے والد کی زندگی میں خریدا۔ اس کے بعد رحمت اللہ کے والد محمد رضا کا انتقال ہو گیا، لیکن کاروبار حسب دستور چلتا رہا، محمد رحمت اللہ وہاں سے روپیہ بھیجتے رہے اور یہاں پر سب اکٹھا کھاتے پیتے رہے۔ کچھ سال بعد محمد رحمت اللہ نے بارہ بنکی میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے، اور اپنے دو لڑکے: محمد حسین، محمد قاسم اور ایک لڑکی نصرت اور زوجہ دفاتن اور زیور اور کچھ روپے چھوڑے۔ ا۔ چونکہ شمس الدین گھر میں سب سے بڑے تھے، اس لئے وہ گھر کے تمام کاروبار دیکھنے لگے اور یہاں سے بارہ بنکی چلے گئے تاکہ وہاں کاروبار دیکھیں۔

محمد شمس الدین نے رحمت اللہ کے چھوڑے ہوئے زیورات وصول کر کے کچھ مکان اور جائیداد اپنے نام خریدی۔ اور کچھ دنوں میں بارہ بنکی کا کاروبار ختم ہو گیا، اور شمس الدین یہاں بنارس چلے، یہاں آکر کچھ دنوں محمد شمس الدین اور دونوں لڑکے اپنا الگ الگ کھانے پینے لگے۔ اب سوال یہ ہے کہ جائیداد کس کی مانی جائے گی، یکم محمد رحمت اللہ کی یا شمس الدین کی، یا محمد رضا عرف جنم کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو مکان محمد رضا عرف جنم نے بنارس میں خریدا وہ ان کا ترکہ ہے (۱)، وراثہ شرعی میں حصوں کے موافق تقسیم ہوگا (۲)۔

محمد رضا اور محمد رحمت اللہ کا بنارس میں کام الگ الگ تھا، کمائی ہر ایک کی مستقل تھی (مشرک نہیں تھی)،

(۱) "لأن التركة ماترکہ المیت من الأموال صافیاً عن لعلق حق الغير بعین من الأموال" (رد المحتار:

۵۹/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) "ثم یقسم النافی بعد ذلک بین ورثته بالکتاب أو السنة، أو الإجماع"۔ (الدر المختار ۶۱/۶،

کتاب الفرائض، سعید)

البتہ گھر کا خرچ مشترک چاہتے تھے، اس کمائی کے دونوں جداگانہ مالک تھے (۱)۔ پھر محمد رضا نے کام بند کر کے کمائی کا سلسلہ بند کر دیا، صرف محمد رحمت اللہ کھاتے اور سب خرچ بروشت کرتے رہے۔ پھر محمد رحمت اللہ نے بارہ ہجری میں کام شروع کیا اور بقول زہر رحمت اللہ نے جو روپیہ قرض لیا تھا وہ واپس کر دیا۔ محمد رضا کی آمدنی پہلے ہی ختم ہو چکی تھی، ان کے پاس روپیہ نہیں، ان کا خرچ بھی محمد رحمت اللہ کے روپیہ سے پورا ہوتا تھا، ظاہر ہے کہ ان حالات میں بارہ ہجری کے کام میں محمد رحمت اللہ ہی کا روپیہ لگا، اس سے ترقی ہوئی اور اس سے بنارس کے اخراجات پورے ہوئے۔

محمد شمس الدین نے جو مددی وہ روپیہ لگا کر نہیں، بلکہ آرڈر بھیجنے اور مال تیار کرنے میں مددی تو محض معین کی حیثیت میں رہے، روپیہ نہیں لگایا۔ اس لئے بنارس و بارہ ہجری میں محمد رحمت اللہ نے تین مکان خریدے ہیں، وہ نہ محمد رضا کے ہیں اور نہ شمس الدین کے ہیں، بلکہ محمد رحمت اللہ کے ہیں (۲)۔

محمد رضا کے انتقال پر ان کے بنارس والے مکان پر سب ورثاء کا حصہ ہوگا۔ محمد رحمت اللہ کے انتقال پر ان کے خریدے ہوئے تینوں مکانوں میں ان کے ورثاء: ایک بیوی (۳)، دو لڑکوں، ایک لڑکی کا حصہ کا ہوگا، شمس الدین (۱) "لأن الملك مامن شأنه أن ينصرف فيه بوصف الاختصاص"۔ (رد المحتار: ۵۰۲/۴، کتاب البیوع، سعید)

(۲) قال العلامة ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ: "القول: مثل فی ابن کثیر ذی زوجہ و عبالہ کسب مستقل حصل سببہ أموالاً مات. هل هی لوالدہ خاصۃ أم تقسم بین ورثتہ؟ اجاب: هی للابن تقسم بین ورثتہ - - - - - حیث کان له کسب مستقل". (تنقیح الفتاویٰ الہامدیہ: ۱۷/۴، کتاب الدعوی، مکسہ میمنہ مصر)

(۳) میت کی جب اولاد ہو تو بیوی کو شمس (۲ شواہد حصہ) ملے گا:

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا نَرَكْتُمْ﴾ (سورۃ النساء: ۱۲)

بیٹے اور بیٹی چونکہ عصبہ ہیں، لہذا انھیں حصہ ملے گا۔ ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حِظِّ الْأُنثٰی﴾۔ بیٹے کو دو برابر اور بیٹیوں کو اکبر حصہ ملے گا۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿وَبِوَصِيكُمُ اللّٰهُ فِیْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حِظِّ الْاُنثٰی﴾ (سورۃ النساء: ۱۱)

لہذا مرحوم کی کل جائیداد کو چالیس حصے کر کے بیوی کو پانچ حصے، دونوں بیٹیوں میں سے ہر ایک کو چودہ چودہ اور بیٹیوں سات حصے دیئے جائیں گے۔ تقسیم کا نقشہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

=

الدین کا حصہ نہیں ہوگا (۱)۔ محمد شمس الدین نے محمد رحمت اللہ کے چھوڑے ہوئے روپیہ سے جو کچھ مکان وغیرہ اپنے نام خریدی ہے، اس کا ان کو حق نہیں تھا، وہ ان کے مالک نہیں، ان کو لازم ہے کہ یہ سب محمد رحمت اللہ کی بیوی اور اولاد کو دیدیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۶/۱۳۹۱ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۶/۱۳۹۱ھ۔

جائیداد اور وراثت

سوال (۱۹۸۲): زید مرحوم کا ایک کارخانہ ہے، اس کارخانہ کی عمارت پر تقریباً چالیس سال قبل زید مرحوم کے تقریباً پینتیس ہزار ۳۵۰۰۰/، روپے تعمیر میں خرچ ہوئے تھے۔ زید نے اپنے حین حیات میں مذکورہ بالا عمارت کو اپنی تجارت دوبارہ ایجاد کرنے کی غرض سے اپنے شہر کے ایک مالدار تاجر کے پاس رہن میں دیکر بطور قرض دس ہزار روپے، لے کر کاروبار چلایا تھا، چند سالوں کے بعد تجارت میں بیماری خسارہ ہو کر کاروبار ختم ہو گیا۔ کاروبار خسارہ میں ختم ہونے پر زید اپنی مذکورہ بالا عمارت روپے دیکر رہن سے چھڑانہ سکے۔

مسئلہ ۸، حصہ ۳۰

بیٹی	بیٹا	بیٹا	بیوی
۷	۱۴	۱۴	۱۵

(۱) اس لئے کہ مرحوم کی اولاد موجود ہے اور جب میت کی اولاد ہو تو بھائی بہن محروم ہوتے

”وسو الأعبان: أى الإخوة والأخوات لأب وأم، وسو العلات: أى الإخوة والأخوات لأب،

کلمہ بسفطون بالاین وامن الاین وان سفل“ (الشریفة شرح السراجیة، ص: ۴۸، سعید)

(و کذا فی رد المحتار: ۴۶۷، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) ”لیس لأحد أن یأخذ مال غیره بلا سبب شرعی، وإن أحده ولو علی طئ أنه ملک، وحب علیہ

ردہ“، ن: ح المجتہد: ۲۶/۱ (رقم المادة ۹۷)، المقالة الثانية فی ”لقواعد، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

رہن والوں کا تقاضا زیادہ ہونے پر مجبور ہوئے پس ہونے پر زید مرحوم نے اپنی بیوی خیر النساء سے ان کے زیورات تخمیناً پانچ ہزار روپوں سے زیادہ رقم کے ان سے وعدہ پر لیکر کہ مذکورہ جائیداد رہن سے چھڑا کر اس پوری عمارت کو بیوی کے نام لکھ کر بذریعہ رجسٹری دستاویز منتقل کر دیں گے۔ بیوی سے یہ وعدہ پکا کر کے ان کے زیورات بطور قرض حاصل کر لیا۔ اور ان کو فروخت کر کے پانچ ہزار روپے لے کر مذکورہ رہن والے صاحب۔ جن کے پاس یہ جائیداد بطور رہن کے رہی۔ گفتگو کر کے یہ بات طے کر لی کہ رہن کی رقم دس ہزار میں سے اس وقت فوری طور پر پانچ ہزار روپے دیدیں گے اور بقیہ رقم کارخانہ ماہانہ کرایہ۔ آئندہ میں وہ صاحب جمع کرتے جاویں۔

اس طرح یہ معاملہ طے کر کے زید نے اپنی بیوی کے زیورات سے جو پانچ ہزار روپے یا کچھ زائد رقم دستیاب ہوئی، اس رقم کو رہن والے صاحب کو دیدیا اور میعاد رہن ختم ہونے پر اس جائیداد کو بیوی کے نام لکھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس اثناء میں زید کا انتقال ہو گیا۔

زید مرحوم کے دواڑ کے اور ایک لڑکی تینوں نے متفقہ طور پر (لڑکی نے اپنی جانب سے شوہر کو گواہی کیلئے وکیل بنا کر ان تینوں نے) اپنے والد مرحوم کے حسب وعدہ اس عمارت کو اپنی ماں کے نام لکھ کر دستاویز بنا کر رجسٹری کرا کے جائیداد ماں کے قبضہ میں لکھ دیا۔ اور اس طرح یہ جائیداد زید مرحوم کی بیوی خیر النساء کے نام منتقل ہو گئی، اس وقت زید مرحوم کی والدہ ماجدہ کلثوم بی زندہ تھیں، اور ان کے بڑے فرزند اور ایک بیٹی یعنی زید مرحوم کے بڑے بھائی اور ایک بہن بھی زندہ تھی۔ اس جائیداد کے منتقل ہونے کے بعد چار پانچ سال تک زید مرحوم کی والدہ ماجدہ کلثوم بی زندہ تھیں، ان کو اس کا پورا علم تھا اور اس عرصہ میں انہوں نے کبھی اپنے پوتے پوتی یعنی زید مرحوم کی اولاد یا بہو سے اس کے متعلق ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔

زید مرحوم کی والدہ اس واقعے کے چار پانچ سال تک زندہ رہ کر انتقال کر گئیں، ان کے بعد ان کے بڑے بیٹے اور بیٹی زید مرحوم کے بڑے بھائی اور بہن کی طرف سے بھی اس حق کا کوئی مطالبہ نہیں ہوا، اس لئے یہ سب اور خاندان بخوبی آگاہ تھے، ان کو پوری طرح معلوم تھا کہ یہ جائیداد زید رہن رکھ چکا ہے اور زید مرحوم کی بی بی نے اپنے زیورات شوہر کو بطور قرض مذکورہ وعدہ پر دیکر چھڑائی تھی، ورنہ وہ جائیداد رہن سے نہ چھوٹی اور اسی میں ڈوب کر ختم ہو جاتی۔

یہ جائیداد زید مرحوم کی بیوی بی بی کے نام بذریعہ دستاویز رجسٹری منتقل ہو کر تقریباً تیس سال کی طویل مدت گزر گئی اور تیس برس سے زید کی بیوی کا قبضہ کلینچ چلا آ رہا ہے، وہی اس کی آمدنی اور سیاه و سفید کی مالک تھی۔ اس عرصہ میں زید کے والدہ کلثوم زندہ رہیں اور کوئی مطالبہ نہیں کیا، آخر ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے بڑے بیٹے اور بیٹی جن کا ابھی ذکر کیا چند سال زندہ رہے اور ان کی طرف سے بھی کوئی مطالبہ نہیں، ان لوگوں کا بھی انتقال ہو گیا ہے (تقریباً آٹھ سال کا عرصہ گزر گیا)۔

زید مرحوم کی بی بی خیر النساء صاحبہ جن کے نام جائیداد ہے مستقل تیس سال سے انہیں کے قبضہ میں کلینچ چلا آ رہا تھا اور آمدنی وغیرہ کی وہی مالک رہی تھیں، چھ سات ماہ ہوا انتقال کر گئیں۔ اب آپ سے گزارش ہے کہ مذکورہ باتوں کو پیش نظر رکھ کر مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مرحمت فرمائیں:

۱۔ مذکورہ حالات کے پیش نظر بھی اگر زید مرحوم کے بڑے بھائی اور بہن۔ جنہوں نے زید مرحوم کے انتقال کے بعد اور اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کے چھ سات سال بعد انتقال فرمایا۔ ان کی اولادوں، وارثوں کی طرف سے مذکورہ بالا زید کی بیوی پر تیس سال قبل منتقل شدہ جائیداد میں زید مرحوم کی والدہ ماجدہ یعنی دادی کے حق کا مطالبہ اور دادی مرحومہ سے ان کے بڑے بیٹے (والد) اور بیٹی (چھوٹی) کے حق کا مطالبہ کریں تو کیا قابل سماعت اور حق بجانب ہوگا؟

۲۔ مذکورہ جائیداد میں اگر یہ لوگ اس کی آمدنی کا مطالبہ تیس سال کے بعد اور صاحب جائیداد کے انتقال کے بعد وارثوں سے کی جاوے تو کیا یہ قابل قبول اور حق بجانب ہے؟

۳۔ مذکورہ جائیداد میں اگر یہ لوگ اس کی ۳۰ سال کی آمدنی کا مطالبہ کریں تو کیا یہ بھی قابل سماعت ہوگا؟ اگر ہو تو اس کا واجب الادا کس کے ذمہ ہے اور شرعاً اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔۔۔۔۔ زید مرحوم تو اپنی حیات میں نہ بیوی کا قرض پانچ ہزار ۵۰۰۰/ روپیہ ادا کر سکے اور نہ جائیداد بعض قرض اس کے نام منتقل کرنے کا وعدہ پورا کر سکے، ان کے انتقال کے بعد ان کے ترکہ میں اور ادائے دین مہر و دیگر قرض سب ورثاء کا ہے۔ تھا، والدہ کا بھی اور تمام اولاد کا بھی اور بیوی کا بھی۔ بیوی کے قرض بصورت زیور

وفقداد نہیں کیا گیا، بلکہ جائیداد کی صورت میں ادا کیا گیا تاکہ مرحوم وعدہ بھی پورا ہو جائے اور بیوی کو اپنا قرض بھی وصول ہو جائے۔ اس کے لئے ضرورت تھی کہ سب ورثاء متفق ہو کر یہ صورت اختیار کرتے، یعنی زید کی والدہ کا بھی مشورہ ہوگا، مگر ابا نہیں کیا گیا، یہ کوتاہی ہوئی۔

تاہم جب زید کی اولاد نے اس کی تکمیل کی یعنی اپنے والد کا قرض ادا کر دیا اور زید کی والدہ نے اس میں کوئی مزاحمت نہیں کی جبکہ وہ بھی ۶/۷ اور اہت کی حقدار تھیں (۱)، بلکہ انہوں نے خاموشی اختیار کی تو یہ اس بات کا قریب ہے کہ مرحوم بیٹے کا قرض ادا کرنے کی جو صورت اختیار کی گئی ہے وہ اس پر رضامند تھیں، اور حکم بھی یہی ہے کہ تقسیم میراث سے پہلے متوفی کا قرض ادا کیا جائے (۲)۔

پس صورت مسئلہ میں زید کی بیوی اس جائیداد کی مالک ہوگئی، پھر اس کے انتقال پر اس کے ورثاء کا حق ہے۔ زید کے بھائی بہن کا اس میں حق نہیں، وہ زید کی بیوی کے وارث نہیں (۳)، البتہ اپنی والدہ کے وارث ہیں، مگر اس جائیداد میں والدہ کا جو کچھ حصہ تھا وہ بعوض قرض زوجہ زید کے پاس چلا گیا۔ ہاں! اس کے علاوہ جو کچھ والدہ کا ترکہ ہو اس میں سے ان کو حصہ ملے گا (۴)۔ اور زید کی اولاد کو اپنی وادی کے ترکہ سے کچھ

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا يُوْرِيهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسَ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ﴾ (سورۃ النساء: ۱۱)

(۲) ”ثم تقدم ديونه التي لها مُطالبٌ من جهة العباد“. (الدر المختار، ۶/۶۰، کتاب الفرائض، سعيد)
(و كذا في البحر الرائق: ۳۶۶/۹، كذب الفرائض، وشيخه)

(و كذا في تبيين الحقائق: ۴/۷۲، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) ”وبمحقق الإرث بإحدى خصال ثلاث بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الروحية، والولاء“.
(الفتاوى العالمكبرية: ۳/۷۲، کتاب الفرائض، وشيخه)

(و كذا في الدر المختار: ۶/۷۲، کتاب الفرائض، سعيد)

(و كذا في الاختيار لتعليل المختار: ۴/۵۵۳، کتاب الفرائض، مكتبه حقانيہ پشاور)

(۴) ”لأن التركة مائترة الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال“. (رد المحتار: ۶/۵۹۹، کتاب الفرائض، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق: ۳۶۵/۹، کتاب الفرائض، وشيخه)

نہیں ملے گا، اس لئے کہ زید کا انتقال والدہ کے سامنے ہو گیا تھا اور زید کے بھائی بہن موجود تھے (۱)۔

۲۔ یہ مطالبہ درست نہیں۔

۳۔ یہ بھی درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تفسیر یہ جواب اس اثر پر ہے کہ زید مرحوم کی جائیداد کو بیوی کے نام پر بعض قرض ختم کرنے پر والدہ زید کی رضامندی معلوم ہو۔ اگر وہ اس پر راضی نہیں تھیں (اس لئے کہ مقدار قرض پانچ ہزار کے مقابلہ میں جائیداد کی مالیت بہت زیادہ تھی) اور والدہ نے ناخوشی کا اظہار کر دیا تھا اور اجازت نہیں دی تھی، گو بعد میں دعویٰ اور مطالبہ نہ بھی کیا ہو تو پھر والدہ کا حق ساقط نہیں ہوا (۳)، انتقال والدہ کے بعد اس میں زید کے بھائی بہن کا بھی حصہ ہوگا۔

پھر ان کی خاموشی اور مطالبہ نہ کرنے سے ان کا حق بھی ختم نہیں ہوا۔ پھر ان کی اولاد کا بھی حق ختم نہیں ہوا، البتہ مدت طویلہ گزر جانے کی وجہ سے دعویٰ اور مطالبہ کا حق ضابطہ اور قضا نہیں رہا (۴)۔ تاہم عند اللہ دیا جائے

= (و کذا فی تبیین الحقائق: ۷/ ۴۷۱، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱) جب میت کی اولاد بیٹے، بیٹیاں موجود ہیں تو پوتے محروم ہوں گے

قال العلامة سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ: "الأقرب فالأقرب یرتفعون بقرب الدرجة، أعنی:

أولہہ بالمیراث جزء المیت: أی البنون، ثم بزوجہم". (السراجی، ص: ۱۳، سعید)

(و کذا فی الدر المختار: ۶/ ۷۷۳، کتاب الفرائض، باب العصباء، سعید)

(و کذا فی الاحیاء لتعلیل المحتار: ۲/ ۵۶۳، کتاب الفرائض، حقایقہ ہمشاور)

(۲) اس لئے یہ لوگ مرحومہ خیراتہا کے وارث نہیں ہوا، ص: ۳۱۵، رقم الحاشیہ: ۳،

(۳) "لایسقط الحق بتقادم الزمان"۔ (شرح المجلد لتسلیم رستم باز: ۲/ ۹۹۶، رقم الماد: ۱۶۷۳،

کتاب الدعوی، مکتبہ حنفیہ کونہ)

(و کذا فی الأشیاء والنظائر: ۲/ ۱۹۳، الفن الثانی، کتاب القضاء والشہادات والدعوی، إدارة

القرآن کراچی)

(۴) "اذا ترک الدعوی ثلاثاً وثلاثین سنة، ولم یکن مایع من الدعوی، ثم ادعی، لا یتسمع دعواه، لأن

ترک الدعوی مع التمكن یدل علی عدم الحق ظاهراً ونقل عن الخلاصة: لا یتسمع بعد ثلاثین =

برأت نہیں ہوئی، اس لئے اس سے مفاہمت و مصالحت کر کے سکدوشی کر لی جائے، یا ان کو جائیداد میں حصہ دے کر راضی کیا جائے، یا قیت دی جائے، یا معاف کرایا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
 حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بھائی اور بہن کی موجودگی میں بہن کی لڑکی کے لئے وصیت

سوال (۹۸۲۸):۔ ظہورالحجی مرحوم نے بذریعہ وصیت تمام مالاچی تحریر میں کہا کہ علاوہ نقد کے دیگر جائیداد و منقولہ میں سے میری اہلیہ کا حصہ نکال کر باقی جائیداد کو فروخت کر دیا جائے اور اس کے زرخشن کو حیدہ و اختر سلمہا کے جہیز تیار کرنے میں لگا دیا جائے اور شادی ہوگئی تو دوسری بہنوں کے جہیز میں لگایا دیا جائے۔ ابھی حیدہ اختر اور دوسری بہنوں کی شادی نہیں ہوئی۔ کیا وصیت مرحوم بہن اور بھائی کی موجودگی مرحوم کی جائیداد کا مصرف مرحوم کی اہلیہ کی بھتیجیوں پر از روئے شرع جائز ہے اور نافذ پذیر ہے یا نہیں؟

۲۔ کیا مرحوم کی وقفیہ جائیداد کا متولی مرحوم کی حقیقی بہنیں اور بھائی کی موجودگی میں ان کی اہلیہ اور ان کے مرنے کے بعد ان کی بھتیجیاں وغیرہ از روئے شرع ہو سکتی ہیں یا نہیں، یا ان کے بھائی اور بہن؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ بھائی بہن کی موجودگی میں بہن کی لڑکیاں وارث نہیں (۲)، ان کے حق میں وصیت شرعاً معتبر

= سنۃ، (رد المحتار، کتاب القضاء، مطلب: إذا ترک الدعوی ثلاثین سنۃ: ۵/۳۲۲، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ الأقرویۃ، ۵۸:۲، کتاب الدعوی، الفصل الأول، دارالإشاعت، قندھار)

(و کذا فی شرح المحلۃ لسلیم رستم باز: ۹۹۴/۲، (رقم المادۃ: ۱۶۷)، کتاب الدعوی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۱) "عن أنس بن یزید عن أبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لا یأخذ أحدکم عصا أخیه لأعباً حاداً، فمن أخذ عصا أخیه فلیردھا إلیہ".

"وعنه (سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "علی البد ما

أخذت حتی تؤدی". (مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریۃ، الفصل الثانی۔

۱، ۲۵۵، قدیمی)

(۲) بہن کی لڑکیاں ذوی الارحام میں سے ہیں، اور بھائی بہن حصہ ہیں، ذوی الفروض ہی عدم موجودگی میں عصی کل مال لے =

ہے، لہذا مرحوم کے ترکہ کے ایک ثلث میں وصیت نافذ کی جائے گی (۱)۔

۲۔ مرحوم نے اپنے بعد کیلئے جس کو متولی جانی یا موقوفہ قرار دیا ہے وہ متولی ہوگا (۲) اور مرحوم کی قائم کردہ ترتیب کا شرعاً لحاظ رکھا جائے گا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۱۳۹۵ھ۔

ترکہ سے نفقہ عدت و وفات اور خرچہ رضاعت کا ٹٹا اور تقسیم ترکہ

سوال [۹۸۲۹]: مسمیٰ عبدالرشید متولی کی وفات کے چھ ماہ بعد اس کی حالت یہ ہے کہ ایک لڑکی پیدا ہوئی، لڑکی چار سال زندہ رہ کر مر گئی، اب عبدالرشید کے ترکہ کی تقسیم کا معاملہ درپیش ہے۔ ہمارے علاقہ کے ایک

== جاتے ہیں، لہذا ہمیں کی لڑکیاں ذوی الارحام ہونے کی بنیاد پر محروم اور غیر وارث ہیں:

"وانما یورث ذوو الارحام اذا لم یکن أحد من اصحاب الفرائض من یورثہ علیہ ولم یکن عصبۃ".

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۵۹/۶، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۷۹۱/۶، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام، سعید)

(۱) "وتجوز بالثلث للاحسنی وإن لم یجر الوارث ذلک، لا الزیادۃ علیہ" (الدر المختار:

۶/۲۵۰، کتاب الوصایا، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲۱۳/۹، کتاب الوصایا۔ رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۴۷۶، کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) "وإن شرط أن یرثہ فلان بعد موتی، ثم بعده یرثہ فلان، ثم بعده یرثہ فلان، فهذا الشرط جائز، کذا فی

محیط السرحسی". (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولاية الوقف، الح

۳/۳۰۹، رشیدیہ)

(وکذا فی التاتاریخانیہ، کتاب الوقف، الفصل السادس فی الولاية فی الوقف: ۵/۵۰۳، فدیمی)

(۳) "شرط الواقف کتص الشارع، فیجب اتباعه". (رد المحتار: ۳/۳۹۵، کتاب الوقف، مطلب:

ما حالف شرط الواقف، سعید)

"صرحوا بأن مواعاة عرض الواقفین واجبة". (رد المحتار: ۳/۳۳۵، کتاب الوقف، مطلب

مواعاة عرض الواقفین واجبة، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۵/۳۱۱، کتاب الوقف، رشیدیہ)

مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ عبدالرشید کی بیوی کی عدت حمل اور عدت رضاعت کا فقہ ترکہ میں سے ادا کیا جاوے، بعد ازاں لڑکی کی تربیت کا دو سال کا خرچ ادا کیا جائے، اس کے بعد جو بیٹہ بچہ، عورت و خرداء میں حسب حصص شرع تقسیم کر دیا جاوے۔ کیا یہ فتویٰ صحیح ہے، کیا یہ وہ اپنے حصہ کے علاوہ فقہ لینے کی حقدار ہے؟ کیا نو حرداء

الجواب حامداً ومصلية:

صورت مسئلہ میں مدت حمل کا نفقہ مجموعہ ترکہ میں سے بیوہ کو لینے کا شرعاً صحیح قول کی بناء پر حق حاصل نہیں، نہ وہ مدت رضاعت کے نفقہ کی مستحق ہے۔ نیز مدت تربیت دو سال کے نفقہ کا مطالبہ نہیں کر سکتی، البتہ اپنا مہر لے سکتی ہے، بشرطیکہ معاف نہ کیا ہو اور عبدالرشید مرحوم نے ادا بھی نہ کیا ہو۔ اس کے بعد تمام ترکہ جملہ ورثاء پر حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگا اور بیوی کو اس میں سے آشوائ حصہ ملے گا اور لڑکی کے مرنے کے بعد اس کا حصہ ورثاء پر تقسیم ہوگا، اس میں سے بیوہ کو بھی شرعاً حصہ ملے گا:

”سئل في من توفي وزوجته حاملاً، فهل لها نفقة في مال الزوج أم لا؟ أجاب: اختلف المشايخ فيما إذا كانت حاملاً، قال بعضهم: نفقتها في جميع المال، وقال بعضهم: لانفقة لها في مال الزوج، وهو الصحيح، كذا في الخلاصة“ (١) عمدة أرباب الفتاوى ص: ٥٤٧ (٢).

”وإن كان الأب قد مات وترك أموالاً، وترك أولاداً صغاراً، كانت نفقة الأولاد من أنصبائهم. وكذا كل من يكون وارثاً، فنفسه. وكذلك امرأة الميت يكون نفقتها في حصتها من الميراث، حاملاً كانت أو حائلاً“ عالمگیری: ١٥١/٢، مطبوعه رحيمية (٣). فقط والله سبحانه وتعالى أعلم.

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ منظر علوم سہارنپور ۵/ ذیقعدہ، ۱۳۶۵ھ۔



(۱) خلاصۃ الفتاویٰ: ۵۸/۲، کتاب النکاح، الفصل التاسع عشر فی المقاتل امجد اکېلمی (لاهور)

(٢) لم أحده

(٣) (العتاوى العالمكيرية ٥٦٣/١، باب النفقات، الفصل الرابع فى نفقة الأولاد، رشيدية)

(و كذا في تنقيح الفتاوى الحامدية. ٤٦١، باب الثقة ومطالبه، مطلب: إذا مات عن أم ولده الحامل، مكتبة ميمية مصر)

(وكذا في الفتاوى الكاملة، ص: ٣٨، باب الفقه، مطلب: لانفقة للمنفق عنها زوجها، مكتبة حقايق بنسار)

الفصل التاسع فی العصبات وذوی الارحام وتوریت الحمل

(عصبات، ذوی الارحام اور توریت حمل کا بیان)

عصبات کی انتہا کیا دوا کے چچا تک ہے؟

سوال [۹۸۳۰]: وراثت میں عصبہ کہاں تک ہیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو داد کے چچا تک ختم کرتے ہیں (۱)، اس کے بعد ذوی الارحام کی طرف وراثت منتقل نہ ہائے گی۔ اور حضرت میاں اصغر حسین صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ رالی آخر تک عصبہ کو لکھتے ہیں (۲)۔ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ظاہراً درست معلوم ہوتی ہے کہ اگر رالی آخر تک عصبہ کو مانا جائے تو ذوی الارحام کو نمبر ہی نہیں آ سکتا ہے۔ آپ برائے مہربانی مع حوالہ کتب اس کو تحریر فرمادیں کہ ان دونوں روایتوں میں سے فتویٰ کس پر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے سے رجوع فرمایا تھا (۳)۔ صحیح وہی ہے جس کو

(۱) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے: ”تمام سب فرائض وفقہ کی تصریح کے موافق کل عصبات یہ ہیں: ”ابن، ثم ابن الاس وإن سفل، أب، جد صحيح وإن علا، حتى إلى آدم عليه السلام، جزء الأب وإن سفل، جزء الجد یعنی عم، ثم ابنه وإن سفل، عم الأب، ثم ابنه وإن سفل، عم الجد، ثم ابنه وإن سفل“۔ پھر اس پر عصبات ختم ہو گئے، اور مقبوض تصانیف حسب تصریح علماء حجت ہے، معلوم ہوا کہ اس سے آگے عصبات نہیں۔“ (امداد الفتاویٰ ۳/۳۳۳، کتاب الفرائض، منتهی شذوذ عصوبت ما ولا د عم الجد، ممکنہ دار العلوم کراچی)

(۲) حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: ”درجہ دوم کے عصبات کا بیان یہاں ختم کر دیا گیا، اسی طرح پانچویں، چھٹی پشت تک لکھا دوا اور یکا دوا ایک اور پھر اس سے اوپر تک سلسلہ چل سکتا ہے، جب تک ان میں سے کوئی بھی مہرہ ہوگا، خواہ کتنی ہی دور کی پشت کا ہو۔“ (قانونی وراثت، مفید الوارثین، ص ۱۸۵، پانچواں باب عصبات کا بیان، سعید)

(۳) امداد الفتاویٰ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ: ”اس سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع فرمایا تھا۔“ (امداد الفتاویٰ =

گئے۔ بعدہ ملکات تسمہ اوقی، امداد الفتوی، ص ۳۲۸، میں حضرت نے عام اطلاع دی ہے کہ: ”میرے اس فتویٰ پر وثوق نہ کریں، میں اسنو تحقیق کر رہا ہوں۔“ وغیر اہل علم بھی اس کی اپنے طور پر تحقیق کریں“ (۱)۔

۲۔ خلاف عقل ہے، لیکن اس کے لئے فقہی کسی مسئلہ کتاب کی ضرورت ہے۔ حمایت فرما کے فقہ کی کتب کے حوالہ سے جواب تحریر فرما کر منوں فرمایا ہے؟

جواب: ”اس عاصب کے استدلال باطل کا یہی جواب کافی ہے کہ شریعت نے ذوی الارحام کو بھی وارث بنایا ہے، ورنہ اگر عصبہ میں اس قدر تعظیم ہوتی تو ذوی الارحام کے وارث ہونے کے کوئی معنی ہی نہ ہوں گے، اس کو خود شریعت باطل کر رہی ہے، اس سے زیادہ اور کیا دلیل دیگی۔ اور جو ائمہ تو سب ذوی الارحام کے قائل نہیں ہیں، انہوں نے بھی کبھی یہ دلیل بیان نہیں کی، اور اس کے بعد مستحقین کو میراث دہی، حتیٰ کہ اخیر میں بیت المال مستحق قرار پایا۔ تو یہ سب احکام جو نصاً و ایماً ثابت ہیں سب باطل ہو جائیں گے، انہیں اور اہل اجماع کا ابطال باطل ہے، اور جو دعویٰ مستلزم امر باطل کو ہو وہ خود باطل ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ استدلال اور دعویٰ عاصب کا باطل ہے۔

تمام کتب فرائض و فقہ کی تصریح کے موافق عصبات یہ ہیں:

ابن، ثم ابن الابن وإن سفل، اب جد صحیح وإن غلا حتی الی آدم علیہ السلام، جزء الابن وإن سفل، جزء الجد یعنی عم، ثم ابنہ وإن سفل، عم الاب، ثم ابنہ وإن سفل، وعم الجد ثم ابنہ وإن سفل

بس اس پر عصبات ختم ہو گئے، اور مفہوم تصانیف حسب تصریح علماء جہت ہے، معلوم ہوا کہ اس سے آگے عصبات نہیں ہے۔ اور مرتبہ ثالث میں جد کے عموم ”وإن غلا“ سے دوسرے مراتب میں عموم لازم نہیں، بلکہ عدم عموم اس لئے لازم ہے کہ عموم کی صورت میں جزء والجد کے بعد کوئی مرتبہ نہ لکھنا چاہیے، کیونکہ عم الاب اور عم بھی کسی مرتبہ کے جد کے تو جز ہی ہیں۔ اور بعض فقہین نے جزء والجد میں جد کو عام کہہ دیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض متون میں کل مراتب کو چار عنوان میں مختصر کر دیا ہے۔ ۱۔ جزء ۲۔ اب ۳۔ جزء الاب ۴۔ جزء والجد۔

اس پر شہید عدم تناولی عم الاب و عم والجد کا وارد ہوتا تھا، اس کے دفع کے لئے کام کہہ دیا، اس سے معلوم ہوا کہ اس عموم سے مراد مطلق عموم نہیں، بلکہ عموم خاص ہے جو تناولی عم الاب اور عم والجد پہنچتی ہو جاوے، جیسے شامی نے اس امر کو اسی طرف دفع کیا ہے، ایسی ثابت ہوا کہ دوسرے مراتب میں جد سے خاص اب الاب مراد ہے۔ پس جو شخص میت کے اب الاب کے عم کی اولاد سے بھی نہ ہو وہ عصبہ نہیں ہے، اور میت ہی ظاہر ہے لیکن قدرے فہم درکار ہے۔ (امداد الفتاوی، عنوان: منحصی شدن عصبہ بت اولاد و عم والجد ۳/۳۴۳، ۳۴۳، مکتبہ دارالعلوم، کراچی)

(۱) حاشیہ امداد الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ: ”اس سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع فرمایا ہے، جس کی تفصیل کتاب میں درج =

اب گذارش یہ ہے کہ حضرت اس کے متعلق کیا فیصلہ کر گئے؟ اگر حضرت کا کوئی فیصلہ معلوم نہیں تو آنجناب اپنی تحقیق عمیق سے مطلع فرما کر ممنون فرماویں، حسن خاتمہ کی دعاء سے فراموش نہ فرماویں۔ فقط والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری رائے تو معلوم نہیں ہو سکی، مگر جامع و خیر یعنی فتاویٰ بزازیہ: ۳/۳۵۶، بر حاشیہ عائلیہ، جلد: ۶، سے معلوم ہوتا ہے کہ "اولاد عم الأب الحد" بھی بطور عصوبت وارث ہوں گے:

"ثم عم الأب لأب وأم، ثم عم الأب لأب، ثم ابن عم الأب لأب وأم، ثم ابن عم الأب لأب، وهكذا عمومة الأجداد وإن علوا، وأولادهم الذکران وإن سفلوا، ثم مولی العتاقة، اهـ۔" (۱)۔ تتمہ إمداد الفتاوی میرے پاس موجود نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد گنگوہی غفرلہ۔

چوتھی پشت کا عصبہ بھی وارث ہے

سوال [۹۸۳۲]: اگر اہل اسلام فقیر قوم کی دختر موجود ہو اور شادی سے اپنے باپ کے شامل ہو اور متوفی کا حقیقی برادر و چچا و بہتیجا نہ ہو تو دختر کی موجودگی میں تیسری، چوتھی پشت کے جدوں کا شرع کے بموجب کوئی حق ملتا ہے، ایسی صورت میں کہ جائیداد بزرگوں کی پیدا کردہ نہ ہو اور متوفی یا والد متوفی نے خود پیدا کی ہو۔

= ہونے سے روکئی ہے۔ (امداد الفتاوی ۳/۳۴۴)

(۱) (الہدایۃ علی ہامش الفتاوی العالمگیریہ: ۳/۵۶۶، کتاب الفرائض، الفصل الثانی: العصبات المحصۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳۸۳/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنہر: ۳/۵۰۵، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، مکتبہ غفرانیہ کوئٹہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳۸۷/۷، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

تیسری یا چوتھی پشت کے عصبات کو بھی حق پہنچتا ہے اگرچہ جائیداد ان کے بزرگوں کی پیدا کردہ نہ ہو (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد ونگوئی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۳/۶۰ھ۔

صحیح ہے، سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۳/۶۰ھ۔

عینی مقدم ہے علاقائی پر

سوال [۹۸۳]: آسمان خان نے انتقال کیا اور ایک لڑکا حمید خان اور دو بیچہ وارث چھوڑے۔ خدیجہ و انسوں۔ پھر حمید خان فوت ہوا۔ ماں انسوں بی بی اور عمہ الأب لاب تین چھوڑے: قلمدار خاں، علمدار خاں، اعلیٰدار خاں۔ اور ابن عمہ الأب لاب و ام تین چھوڑے: ظلمات خاں، رحیم خاں، عبدالقادر خاں۔ اس میں دریافت طلب بات یہ ہے کہ عمہ الأب لاب میراث کا مستحق ہے یا ابن عمہ الأب لاب و ام مستحق ہے؟ لیکن مہسوط کی عبارت سے معلوم ہوا کہ استحقاق میراث میں عمہ الأب لاب ہی مقدم ہے:

”كذا في ضياء السراج، وكذا الحال في أبناء هؤلاء الأصناف، قال في الميسوط في بيان الأعمام وأسائهم: ”ثم العم لأب وأم، ثم العم لأب، ثم ابن العم لأب وأم، ثم ابن العم لأب، ثم عم الأب لأم، ثم عم الأب لأب، ثم ابن عم الأب لأب وأم، ثم عم الأب لأب، ثم الحد. انتهى.“ مسوط: ۱۷۴/۲۹ (۲)۔ چونکہ علماء کا اس میں اختلاف ہے، لہذا اس پر بالدلیل تو حروا وعد انجیل۔

(۱) ”ثم عم الأب لأب وأم، ثم عم الأب لأب، ثم ابن عم الأب لأب وأم، ثم ابن عم الأب لأب، وكذا بسوهمما وإن سفلوا، وهكذا عمومة الأجداد وإن علوا، وأولادهم الذكور وإن سفلوا.“ (الترغيب والترہیب) هامش الفتاوى العالمگیریہ: ۳۵۶/۶، کتاب الفرائض، الفصل الثانی فی العصبات المحضہ، رشیدیہ (و کذا فی البحر الرائق: ۳۸۳/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی نیب الحقائق: ۳۸۷/۷، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۲) (المسوط للنسرخسی: ۱۹۳/۲۹، کتاب الفرائض، باب أصحاب الموارث، غفر بہ کو نہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئلہ میں عمّ الأب لأب کو تقدم ہے ابن عمّ الأب لأب وأم سے۔ ذوالقراتین کو ذوالقراتہ الواحدة پر تقدم اس وقت ہوتا ہے جب کہ درجہ میں مساوی ہوں، ورنہ جس کا درجہ اعلیٰ ہوگا وہ مقدم ہوگا۔

”وبعد ترجیحهم بقرب الدرجه یرخجون عند التفاوت بأبوين وأب - كما مر - بقوة القرابة، فمن كان لأبوين من العصبات ولو أنثى - كالشقيقة مع النت تُقدم على الأخ لأب - منسدم على من كان لأب، لقوله صلى الله عليه وسلم: ”إن أعيان سی الأم يتوارثون دون منی العلات“۔ والحاصل أنه عند الاستواء فی الدرجه یقدم ذوالقراتین، وعند التفاوت فیها یقدم الأعلیٰ، اهـ۔“ در مختار علی هامش رد المحتار: ۵/۶۷۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمد گنڈوی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/رمضان المبارک/۶۶ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/رمضان/۶۶ھ۔

علاقائی بھتیجا، یعنی کی موجودگی میں وارث نہیں

سوال [۹۸۳۴]: مسی زید نے دو بھتیجے یعنی اور ایک بھتیجا علاقائی چچوڑا۔ اب اس کی جملہ جائیداد کے وارث از روئے شرع شریف بھتیجے یعنی ہیں، یا کہ علاقائی بھتیجا وارث ہے؟
المستفتی: عبداللطیف، ضلع جہلم، معرفت نصیر احمد، معلم مدرسہ ہزار۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بشرط صحیح سوال وعدم موانع ارث بعد تہنیز و تکفین و ادائے دین میت از کل مال، و عقیقہ وصیت وغیرہ

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۷۷۷، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، سعید

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۵۱، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۹/۳۸۳، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی السرازیہ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۵۶، کتاب الفرائض، الفصل الثانی فی

العصبات المحصنة، رشیدیہ)

از ثلث مال (۱)۔ صورت مسئلہ میں زید کا ترکہ اس کے دونوں یعنی بیٹیوں کو ملے گا، علاقائی تحقیقاتی صورت میں وارث نہیں ہوگا:

”ثم یرححون بقوة القرابة، أعمی به أن ذا القربین أولی من ذی قرابة واحدة، ذکرأ کسان أو أنسی، لقوله علیه السلام: ”إن أعیان بنی الأم يتوارثون دون بنی العلات“، کالأخ لأب وأم، أو الأخت لأب وأم إذا صارت عصبة مع البنت أولی من الأخ لأب والأخت لأب، وابن الأخ لأب وأم أولی من ابن الأخ لأب، اهـ“۔ (سراجی، ص: ۱۶ (۲)۔ فقط۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۳/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبداللطیف، ۱۰/ربیع الاول/۶۳ھ۔

یعنی بھائی کی موجودگی میں علاقائی بھائی کو کچھ نہیں ملتا

سوال [۹۸۳۵]: ایک شخص فوت ہو جاتا ہے اور مندرجہ ذیل ورثہ چھوڑتا ہے، اس کی میراث کس

(۱) ”ببدأ من تركه الميت العالیة عن حق العیر بتجهیزہ - بعدم التکفیل - ثم تقدم دیونه التي لها مطالب من جهة المعاد، ثم وصيته من ثلث ما بقى، ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته“۔ (الدرا المختار: ۶/۷۷۳، کتاب الفرائض، سعید)

”تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأولى: يبدأ بتكفيله، ثم نقض ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم بين ورثته“۔ (السراجی، ص: ۳، سعید) (و کذا فی الدر المختار: ۶/۷۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) (السراجی، ص: ۱۳، سعید)

”ویرححون بقوة القرابة، فمن كان لأبوين من العصبات مقدّم علی من كان لأب، لقوله صلی اللہ علیہ وسلم: ”إن أعیان بنی الأم يتوارثون دون بنی العلات“۔ (الدرا المختار: ۶/۷۷۷، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۳/۵۰۶، کتاب الفرائض، غفرایہ، کوئٹہ)

(و کذا فی الاحیاء لتعلیل المختار: ۲/۵۶۲، ۵۶۳، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

طرح تقسیم کی جائے: دو برابر اور حقیقی، دو برابر علاقائی، ایک بمشیرہ حقیقی، ایک بمشیرہ علاقائی۔

اُخ عینی اُخ عینی اُخ علاقائی اُخ علاقائی اُخ عینی اُخ علاقائی

میراث تو جردا۔

مسکین علی احمد غفر اللہ، اسکندری، ۱۳/ شوال/ ۱۳۶۷ھ۔

الجواب حامداً أو مصلياً:

بعد ادائے حقوق مستحقہ علی الارث کل پانچ سہام ہوں گے، دو دو ہر دو حقیقی بھائیوں کو ملیں گے (۱)،

ایک سہم حقیقی بہن کو ملے گا، علاقائی بھائی بہن محروم رہیں گے، لفظ علیہ السلام: "إن أعيان بنی الأم

یتوارثون دون بنی العلات، اھ۔" سراجی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ شوال/ ۱۳۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/ ۱۰/ ۱۳۶۷ھ۔

(۱) واضح رہے کہ بھائی بہن مگر دونوں عصب بہن جاتے ہیں تو جائیداد "للذکر مثل حظ الأنثیین" کے دو حصے ہر ایک بھائی

کو، اور ایک حصہ بہن کو ملے گا:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِي﴾ (سورة

النساء: ۱۱)

"إذا احتلظ السنون والبنات، عصب البنون والبنات، فيكون للابن مثل حظ الأنثیین". (تبيين

الحقائق ۷/ ۳۸۰، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية، بيروت)

(و كذا في الفتاوى العالمكميرة: ۶/ ۳۳۸، كتاب الفرائض، رشديه)

(۲) (السراجی، ص: ۱۳، ۱۴، سعید)

(و كذا في الدر المختار: ۷/ ۷۷۵، كتاب الفرائض، سعید)

(و كذا في مجمع الأنهر: ۳/ ۵۰۶، كتاب الفرائض، غفاريه، كونه، و دار الكتب العلمية بيروت) =

علاقائی بہن اور چچا زاد بھائی کے درمیان تقسیم ترکہ

سوال ۱۹۸۶ | زیوفات پاتا ہے اور پسماندگان میں سے ایک اپنی سوتیلی ماں کی لڑکی ہے (علاقائی بہن) اور دو چچا زاد بھائی چھوڑتا ہے اور بس۔ اس کے ترکہ کو۔ منقولہ ہو یا غیر منقولہ۔ کس طرح اور کن کن پر تقسیم کیا جائے گا؟

السائل محمد عزیز بھٹی گندھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۲، تصـ ۳	زید
علاقائی بہن $\frac{1}{4}$	چچا زاد بھائی $\frac{1}{2}$

بشرط صحبت سوال وعدم موانع ارث بعد تجنیز و تکفین و ادائے دین میت از کل مال، و تحفیظ وصیت وغیرہ از مکتب مال (۱) زید کا کل ترکہ چار سہام قرار دیکر حسب نقشہ بالا ورثہ پر تقسیم ہوگا، یعنی علاقائی بہن کو دو، ہر دو چچا زاد بھائیوں کو ایک ایک (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ ربیع الاول۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ ربیع الاول/ ۱۴۵۸ھ۔

"عن علی أنه قال: إنکم تقرأون هذه الآية ﴿من بعد وصية يوصي بها أو دين﴾، وإن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قضى بالدين قبل الوصية، وأن أعيان بنى الأم يرثون دون بنى العلات، الرجل يرث أخاه لأبيه وأمه دون أخيه لأبيه". (جامع الترمذی، أبواب الفرائض، باب ما جاء في ميراث الإخوة من الأب والأم، ۲/ ۳۹، سعید)

(۱) "بنداً تکفیه و تحفیظہ" ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجية، ص: ۳، سعید)

بہتیمیوں اور بھانجیوں میں ترکہ کی تقسیم

سوال [۹۸۳]: اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور تین حقیقی بہتیمیاں اور تین حقیقی بھانجیاں چھوڑے تو مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۳، تصبہ ۹

تین حقیقی بھانجیاں

$$\frac{1}{3}$$

تین حقیقی بہتیمیاں

$$\frac{2}{3}$$

یہ سب ورثاء ذوی الارحام کی صنفِ ثالث کے ہیں، اولاً اصول پر تقسیم کر کے پھر ان کا حصہ ان کے فروع کو دیا جائے گا۔ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے (۱)۔ اور پھر مسائل ذوی الارحام میں ان کے قول پر

= (و کذا فی الدر المختار: ۷/۷۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿إِذَا كَانَ لِكُنْ نِسَاءٍ فَرَقَ اثْنَيْنِ، فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ، وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

”السادسة: الأخوات لأب .. فللواحدة النصف، وللأكثر الثلثان عند عدم الأخوات لأب

وأم“۔ (الفناویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۵، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، رشیدیہ)

(و کذا فی السراجیہ، ص: ۱۰، فصل فی النساء، سعید)

(۱) ”وأما إذا اختلف الفروع والأصول، اعتبر محمد رحمۃ اللہ علیہ فی ذلك الأصول، وقسم عليهم أنثلاثاً، وأعطى كلًا من الفروع نصيب أصله، وهما اعتبر الفروع فقط، لكن قول محمد رحمۃ اللہ علیہ أشهر الروايتين عن أبي حنيفة رحمۃ اللہ تعالیٰ فی جميع ذوی الأرحام، وعليه الفتوى“۔ (الدر المختار مع

رد المحتار: ۷/۷۹۷، کتاب الفرائض، باب تورث ذوی الأرحام، سعید)

(و کذا فی السراجی، ص: ۷۳، ۳۸، باب ذوی الأرحام، فصل فی الصنف الثالث، سعید)

فتویٰ ہے، کما فی شرح عقود رسم المفتی (۱)۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ظاہر قول یہی ہے، کما فی النسر بمعبہ۔ ص: ۱۲۵ (۲)۔ لہذا کل نوہام بنا کرو دو وہام تینوں حقیقی بھتیجیوں کو ملیں گے، ایک ایک وہام تینوں حقیقی بھائیوں کو ملیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۲/۱۳۸۸ھ۔

دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم میراث

سوال [۹۸۳۸]: زید کی پہلی بیوی سے دو لڑکے اور ایک لڑکی، دوسری بیوی سے صرف ایک لڑکا ہے۔ بتائیے کہ باپ کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صرف یہ بی بی وارث ہیں تو کل سات وہام (حصے) بنا کر دو وہام (حصے) تینوں لڑکوں کو ملیں گے ایک (حصہ) لڑکی کو ملے گا (۳)۔ دین، مہر وغیرہ ادا کرنا تقسیم میراث سے پہلے ضروری ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۵۸۰/۴، کتاب الفرائض، فصل فی ذوی الأرحام، مکتبہ حنفیہ، ہمشاور)

(۱) "الثالث ما فی متن السلطی وغیرہ فی مسئلۃ القسمة علی ذوی الأرحام: بقول محمد یفنی، قال فی سکتب الأنہر: ای فی جمیع نوریث ذوی الأرحام، وهو أشهر الروایتین عن الإمام أبی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ، وبہ یفنی، قالہ الشیخ - - وقال فی الکافی: وقول محمد أشهر الروایتین عن أبی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ فی جمیع ذوی الأرحام، وعلیہ الفتویٰ"۔ (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۸۰، میر محمد کتب خانہ گواچی)
(۲) "وقول محمد أشهر الروایتین عن أبی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ فی جمیع أحكام ذوی الأرحام، وعلیہ الفتویٰ"۔ (الشریفة، ص: ۱۰۷، باب ذوی الأرحام، سعید)

(۳) لڑکے اور لڑکیاں دونوں مکرر حصہ بن جاتے ہیں اور ورثہ میں اگر صرف عصب ہو تو کل جائیداد انہی کو ملے گا۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَوْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً، فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِیِّ﴾ (سورة النساء: ۱۷۶)

"إِذَا حَصَلَطَ الْبَنُونَ وَالنِّسَاءُ، عَصَبُ الْبَنُونَ وَالنِّسَاءُ، فَيَكُونُ لَابْنِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِیِّ"۔ (تیسین)

الحقائق، ۴۸۰/۷، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۳۸/۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروع، رشیدیہ)

(۴) "ثم تقدم ذیوہ النبی لہا مطلقاً من جهة العباد، ثم وصیتہ من ثلث ما بقی، ثم یقسم الباقی بعد ذلک =

دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم ترکہ

سوال [۹۸۳۹]: زید کی سب سے پہلی بیوی جو تھی اس سے ایک لڑکا ہے، زید کی بیوی کا انتقال ہو گیا، زید نے اس کے بعد دوسری بیوی کی، اس بیوی سے دو لڑکیاں باقی تھیں۔ زید کا جب انتقال ہوا تو اس بیوی سے لڑکا پیٹ میں تھا، زید کے مرنے کے بعد چھ ماہ بعد یہ لڑکا پیدا ہوا، دو لڑکیاں اور لڑکا ہو گیا۔ لڑکیاں جو تھیں وہ اپنی والدہ ہی کے سامنے انتقال فرمائیں تھیں۔ زید کا جس وقت انتقال ہوا تو وہ آدھا مکان چھوڑ کر مر گئے تھے، جس وقت یہ دوسری بیوی کا لڑکا ہوشیار ہو گیا۔

جو تھائی مکان جو اس کو ملا تھا، دونوں لڑکوں نے آپس میں تقسیم کر کے چوتھائی، چوتھائی کر لیا تھا۔ دوسری بیوی کے لڑکے نے مبلغ پانچ سو روپیہ فروخت کر دیا تھا، اب وہ دوسری بیوی کا لڑکا اپنی والدہ کا آٹھواں حصہ اور اپنی دونوں بہنوں کا حصہ مانگتا ہے۔ تو اب التماس ہے کہ پہلی بیوی کا جو لڑکا ہے اس کو بھی حق پہنچتا ہے یا نہیں بہنوں کے حصہ میں سے کیوں دو لڑکیاں جو تھیں وہ بھی ایک ہی باپ سے تھیں؟

زید کی دوسری بیوی سے جو لڑکا ہے وہ پہلی بیوی کے لڑکے سے اپنی بہنوں اور والدہ کا حصہ مانگتا ہے، اپنا مکان کا تہائی اس نے فروخت کر دیا تھا، اب پہلی بیوی کا جو لڑکا ہے اس کے حصہ میں سے اپنی والدہ اور بہنوں کا حصہ مانگتا ہے تو بہنوں اور والدہ کے حصہ میں سے پہلی بیوی کے لڑکے کو ان کے حصہ میں سے کچھ پہنچے یا نہیں؟
محبوب الرحمن، محلہ ٹولی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک بیوی کو اور اس کی اولاد کو دوسری بیوی کے حصہ سے اور دوسری بیوی کی اولاد کے حصہ سے کچھ نہیں ملے گا، لہذا دوسری بیوی کی لڑکیوں کے حصہ میں پہلی بیوی کے لڑکے اسی طرح دوسری بیوی کے لڑکے کو

== بین ورثہ“ (الدر المختار: ۶/۷۱۱، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۷/۷۷۴، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ان بہنوں اور ماں کے حصہ کے مطالبہ کا پہلی بیوی کے لڑکے کے حصہ میں سے کوئی حق نہیں (۱)۔ البتہ باپ جمع ترکہ میں سے اپنی بہنوں اور ماں کا حصہ اور مہر (بشرطیکہ مہر کی ادائیگی یا معافی نہ ہوئی ہو) کے مطالبہ کی حقدار ہے، اسی طرح پہلی بیوی کا لڑکا بھی جمع ترکہ میں سے اپنی ماں کا مہر۔ بشرطیکہ مہر کی ادائیگی یا معافی نہ ہوئی ہو۔ وصول کر سکتا ہے (۲) اور جس قدر حصہ ماں کے ترکہ اور بہنوں کے ترکہ سے دوسری بیوی کے لڑکے کو پہنچے اس کو فروخت کر سکتا ہے (۳)۔

مسئلہ ۸، تصدق ۳۸

زید اولیٰ	زید ثانی	ابن زید اولیٰ	ابن زید ثانی	بنت	بنت
$\frac{1}{4}$		۱۳	۱۳	۷	۷
کائن لم نکح؛					
لأنها مانت قبله					

(۱) چونکہ اسباب ارث میں کوئی سبب نہیں پایا جا رہا ہے، اس لیے استحقاق نہیں: ”و یستحق الإرث برحمہ ونکاح وولاء“۔ (الدر المختار: ۶/۶۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۷۷، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(و کذا فی البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۵۳، کتاب الفرائض، الفصل الأول، رشیدیہ)

(۲) ”المرأة بأحد مهرها من التركة من غیر وحی الوثقة“۔ (خلاصة الفتاویٰ: ۱/۲۳۱، کتاب الوصایا، الفصل السابع فی الذعوی والشهادة، رشیدیہ)

(۳) اس صورت میں لڑکا عصبیہ اور ذوی الارش کے بعد باقی تمام ترکہ عصبیہ کو ملے گا:

”العصبة من يأخذ جميع المال عند انفرادة وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض

المقدر“۔ (تبيين الحقائق: ۷/۳۸۵، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

کل ترک حسب نقطہ مسموٰرہ تقسیم کیا جاوے۔ دوسری بیوی اور اس کی لڑکیوں کے ترکہ کی تقسیم پورے ورثہ معلوم ہونے پر لکھی جاسکتی ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
الحدید محمد وغفرلہ۔

سوال متعلق استفتاء بالآلہ

سوال [۹۸۴۰]: جس وقت زید کا انتقال ہوا تھا تو جو دوسری بیوی تھی وہ زندہ تھی، اس وقت اس بیوی کے پاس دونوں بیویوں کا زیور اور برتن وغیرہ تھے تو یہ سامان سب اس بیوی کے والدین کے یہاں رہے، بعد میں اس دوسری بیوی کا انتقال ہو گیا تو وہ سب سامان اس کے والدین کے پاس رہا۔ جب لڑکا ہوشیار ہو گیا تو اس کے ماموں نے سب سامان لڑکے کو دیدیا اور لڑکے کی شادی ہوئی تو سب زیور لڑکے کی بیوی کو چڑھا دیا اور برتن وغیرہ اس کے قبضہ میں دیدیے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک باپ کے دو لڑکے ہیں، زیور وغیرہ میں دونوں کا حق ہے یا ایک کا؟
سائل بالآلہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جوزیور وغیرہ پہلی بیوی کی ملک ہے، اس میں دوسری بیوی اور دوسری بیوی کی اولاد کا کوئی حق نہیں (۲)،
(۱) نقطہ مذکورہ کے مطابق تمام اہل سهام کے حصص کی عبارات بالترتیب ذکر کی جاتی ہیں: زوجہ اولیٰ کو میراث اس وجہ سے نہیں ملے گا کہ میراث زندہ کو ورثہ کو ملے گا، نہ کفرت شدہ کو۔

"وشروطه ثلاثة: موت مورث حقیقةً أو حکماً، ووجود وارثه عند موتہ حیاً، والعلم بحیة الارث"۔ (رد المحتار، کتاب الفرائض، ۵۸۶، ۷، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الفرائض، ۳۹۳/۴، غفرایہ کوئٹہ)

زوجہ بیانیہ چونکہ مرحوم کے مرنے کے بعد زندہ تھی لہذا مرحوم کے ترکہ میں شریعت میں (آٹھویں حصے) کی مستحق ہوگی۔

قال الله تعالى: ﴿إِذَا كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلْيَنْصِبُوا لَكُمْ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

میں نے اور بیٹیاں چونکہ عصبہ ہیں تو بقاعدہ "للدکور مثل حظ الأنثیین" کے تقسیم ہوگی۔

فسال الله تعالى: ﴿وَأِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً، فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حِظِّ الْأُنثِي﴾ (سورة النساء: ۱۶)

(النساء: ۱۶)

(۲) اختلاف ارث کے اسباب ثلاثہ میں سے کوئی سبب نہ پائے جانے کی وجہ سے غیر مستحق ہے، "وبستحق الارث برحمہ"

وہ تمام پہلی بیوی کے لڑکے کا ہے (بشرطیکہ کوئی اور شرعی وارث نہ ہو) (۱)۔ اور جو سامان زید کا ہے، اس کی تقسیم کی صورت جواب نمبر ۱۰ میں بیان کر دی گئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، ۷/۶/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۹/ جمادی الثانیہ ۱۳۵۴ھ۔

عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام کی وراثت

سوال (۱۹۸۳): ایک شخص غلام حیدر خاں تھے، ان سے دولڑکے پیدا ہوئے۔ غلام قادر خاں کے ایک پر غلام حضرت خاں، وغلام دیگر خاں کے دولڑکے: غلام فرید خاں و عبدالوہاب خاں۔ عبدالوہاب خاں کے پسر محمد رفیق خاں جولادلفوت ہوئے۔ غلام فرید خاں کے دولڑکے: عبدالرشید خاں و عبدالوحید خاں و مسماۃ عزیز بیگم۔ عزیز بیگم کی ایک لڑکی سلطان جہاں ہوئی۔ سب فوت ہو گئے، صرف سلطان جہاں حیات میں ہیں۔

سب سے آخر میں عبدالوحید خاں کا انتقال ہوا ہے، ان کے ترکہ کے متعلق علماء سے فتویٰ لیا گیا، تو علماء نے نوٹ کیا کہ سلطان جہاں کو ذوی الارحام میں سے مان کر عبدالوحید خاں کا ترکہ یوں تقسیم کیا ہے کہ:

”عبدالوحید خاں کی دو بیوہ گاہاں کو ایک چہارم دے کر باقی میں چوتھائی، یا یوں

کہا جائے کہ بیوہ گاہاں کو ۳/۱۲ و دیگر باقی ۱/۲ بھانجی سلطان جہاں کو۔ تجل حسین خاں عصبہ نہیں

ہیں، ان کا کچھ حق نہیں ہے۔“

اور علماء نے بھوپال نے یہ فتویٰ دیا کہ:

= و نکاح و ولادۃ۔ (الدر المحتار: ۶/۲۲، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۳، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی الترازیۃ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۵۳، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۱) اس لئے کہ بیوہ عصبہ اور عصبہ ذی الفروض کی عدم موجودگی میں کل مال کا متعلق ہوگا

اس صورت میں لڑکا عصبہ ہے اور ذی الفروض کے بعد باقی تمام ترکہ عصبہ کو ملے گا

”العصبۃ من ینأخذ جمیع المال عند انفراذہ وما أبقتہ الفرائض عند وجود من لہ الفرض

المقدر“۔ (تبیین الحقائق: ۷/۳۸۵، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

”جمل حسین خاں عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام سماء سلطان جہاں کا کوئی

حق نہیں ہے۔ ۴/ بیوگاں کا نکال کر باقی ۱۲/ جمل حسین کو ملے گا۔“

میں حیران ہوں کہ یہ کیا بات ہے، کس کو صحیح مان کر عمل کیا جائے؟ براہ عنایت ان دونوں فتاویٰ کے اختلاف کا باعث اور ان میں کسی ایک کے صحیح ہونے اور دوسرے کے غلط ہونے کی وجہ و دلائل تحریر فرما کر مجھ کو ممنون و مشکور فرمائیں اور اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم حاصل فرمائیں۔ مینو اتو جروا، یکم جنوری/ ۱۲۸۸ء۔

نصوت: غلام حیدر خاں کے انتقال کو یک صد برس سے زائد عرصہ گزر چکا ہے، ان کا انتقال ۱۲۵۱ھ میں ہوا ہے۔ اور عبدالوحید خاں نے اپنے بھائی عبدالرشید خاں کی وفات پر ان کے ترکہ کے متعلق عدالت میں یہ بیان دیا ہے کہ میرے بھائی عبدالرشید خاں کا وارث سوامیری اور میری بھانجی سلطان جہاں کے اور کوئی نہیں ہے۔

حمر خاں، مقام بالوسفرل، انڈیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر یہ تھا کہ وہ فتاویٰ بھی ہمراہ بھیجے جاتے جن میں اختلاف ہوا، تاکہ فریقین کے بیان کردہ دلائل میں بھی غور کرنے کا موقع ملے۔ سراجی میں اگرچہ ”فروع اجداد“ نہیں فرمایا، لیکن دوسری جگہ اس کی تصریح موجود ہے، چنانچہ امام کروری نے جامع و جہیز میں ترتیب مصبات کے ذیل میں لکھا ہے:

”ثم عم الأب لأب وأم، ثم عم الأب ذاب، ثم ابن عم الأب لأب وأم، ثم ابن العم لأب، وهكذا بسوہما وإن سفنوا، وهكذا عمومة الأجداد وإن علوا، وأولادهم الذکر وإن سفنوا، اھ۔“ فتاویٰ بزازیہ: ۴/ ۴۵۶ (۱)۔

یہ کتاب کسی ہندوستانی کی لکھی ہوئی نہیں، نہ یہ اردو میں ہے، نہ غیر معتبر ہے، بلکہ کشف الظنون میں

(۱) (الفتاویٰ الزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴/ ۳۵۶، کتاب الفرائض، الفصل الثانی فی

العصبات المحضۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳۸۳/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳۸۷/۷، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

اس کے متعلق لکھا ہے:

"وذكر الأئمة أن عليه التحويل، قيل لأبي سعود المفتي: لِمَا لم تجمع المسائل المهمة ولم تؤلف فيها كتاباً؟ قال: إني أستحي من صاحب النزازية مع وجود كتابه؛ لأنه مجموعة شربة جامعة للهممات كما يبيع، اهـ" (۱)۔

ربا یہ اشکال کہ ایسے عموم کی حالت میں ذوی الارحام کی تواریث کا مدار علم عصبات پر ہے کہ بغیر تحقیق کسی کو عصبة قرار دیکر وارث نہیں بنایا جاسکتا (۲)۔ بوضع المال فی بیت المال کی صورت میں جو اشکال عصبات کے متعلق ہے وہ ذوی الارحام کے متعلق بھی ہوگا، بلکہ اس سے زائد ہوگا، کیونکہ عصوبت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو مشقی کیا گیا ہے، مگر ذوی الارحام سے تو وہ بھی مشقی نہیں۔ پھر ایسی کوئی صورت نکل سکتی ہے کہ میت کے ذوی الارحام میں سے کوئی نہ ہو، اور بیت المال کے حوالے اس کا ترک کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و اعلیٰ و اتم و اکرم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

اگر اس بات کا شرعی ثبوت موجود ہے کہ عبد الوحید خاں کے دادا یا پردادا کی نسل میں کوئی مذکر موجود ہے، خواہ وہ کوئی بوجھل حسین ہو یا عمر و بکر، اس کو عبد الوحید خاں صاحب کے ترکے سے حصہ ملے گا (۳)۔ ذوی

(۱) (کشف الظنون: ۱/۲۳۲ باب الباء، مشورات مکتبة المثنیٰ بغداد العراق)

(۲) "رحل طلب الميراث وادعی أنه عم الميت، يشترط لصحة دعواه أن يفسر، ويقول هو عمه لأبيه وأمه، أو لأبيه، أو لأمه، ويشترط أن يقول: وهو وارثه ولا وارث غيره"۔ (تنقيح الفتاوى الحامدية: ۱۳/۲، کتاب الدعوی، مکتبة ميمية مصر)

(و کذا فی الدر المختار: ۵۸۵/۵، کتاب الدعوی، باب دعوی النسب، سعید)

(۳) "وانتم برثتوا الارحام اذا لم يكن احد من اصحاب القرائن ممن يرث عليه ولم يكن عصبة"۔

(الفتاوى العالمکیرية: ۳۵۹/۶، کتاب القرائن، الباب العاشر فی ذوی الارحام، رشیدیہ)

"وهو كل قريب ليس مدي سهم ولا عصبة ولا يرث مع ذی سهم ولا عصبة"۔ (الدر المختار:

۶/۹۱، کتاب القرائن، باب تواریث ذوی الارحام، سعید)

(و کذا فی البازية علی هامش الفتاوى العالمکیرية: ۳۵۷/۶، الفصل الثالث فی ذوی الارحام، رشیدیہ)

الارحام کو عصبہ کی موجودگی میں حصہ نہیں ملتا، اس کے ثبوت کیلئے مفتی محمود صاحب نے جو عبارات پیش کی ہیں وہ کافی ہیں، اور اس صورت میں قتل حسین خاں کو اگر عصبہ ہیں، یعنی عبدالوحید خاں کے سلسلہ نسب میں اوپر جا کر پردادا، یا اس سے اوپر کسی جگہ مل جاتے ہیں تو علاوہ ان کی زوجہ کے حصہ کے سب کے وہ بھی وارث ہوں گے (۱) بھانجی وارث نہ ہوگی (۲)۔ ہاں! اگر قتل حسین کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو ان کو حصہ نہ ملے گا، بھانجی وارث ہوگی۔

جناب مولانا مفتی سرفراز احمد صاحب نے سراجی کے علاوہ دوسری کتابیں غالباً اس وقت مطالعہ نہیں فرمائیں، اگر وہ اور کتابوں کا مطالعہ فرمائیں گے تو وہ بھی اپنی رائے سے رجوع فرمائیں گے۔ واللہ البہادی
إلی صراط مستقیم (۳)۔ فقط واللہ اعلم
حررہ سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔ ۱/ ربیع الاول / ۱۳۶۸ھ۔

(۱) اس لئے کہ زوجان ذوی الفروض میں سے ہے جن پر رد نہیں کیا جاسکتا یعنی ذوی الفروض سب سے ہے جیسا کہ تمام فتاویٰ میں یہ قید موجود ہے، کما فی الدر:

”ثم الرد على ذوی الفروض السبیه كالزوجین لأن سبب الرد هو القرابة الباقية بعد أخذ الفرض، وقرابة الزوجية حکمة لاتبقی بعد أخذ الفرض، فلا رد لانقضاء سببه“ (رد المحتار، کتاب الفرائض: ۶/۷۶، سعید)

”ولا یرث مع ذی سهم ولا عصبه سوی الزوجین، لعدم الرد علیہما“۔ (الدر المختار، کتاب الفرائض، باب توریت ذوی الأرحام: ۶/۹۱، سعید)

(وکذا فی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الفصل الثانی فی ذوی الأرحام: ۶/۳۵۷، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاوی العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الأرحام: ۶/۳۵۹، رشیدیہ)

(۲) اس لئے کہ بھانجی ذوی الارحام میں سے ہے اور عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام وارث نہیں ہوتے۔

(۳) سوال میں شخص مسئلہ چھپا گیا ہے اور ساتھ ہی دو فتوؤں میں تعارض بیان کیا گیا ہے، حضرت مفتی صاحب نے ابتدا فرمایا ہے کہ ”بہتر تھا کہ وہ فتاویٰ بھی ہمراہ بھیجے جاتے جن میں اختلاف ہوا، تاکہ فریقین کے بیان کردہ دلائل میں بھی غور کا موقع ملتا۔“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مذکورہ سوال کے ساتھ مستقی نے وہ دو فتوویٰ ساتھ نہیں بھیجے ہیں، لیکن مذکورہ بالا عبارت کے متصل ہی حضرت مفتی صاحب مرسلہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”سراجی میں اگرچہ ”فروع אחדادہ“ نہیں فرمایا، لیکن =

میراث ذوی الارحام

سوال [۹۸۴]: زید کا انتقال ہوا۔ چھوڑا حقیقی ماموں کے دو لڑکے، عمر، بکر اور حقیقی پھوپھی کے دو لڑکے: خالد، واقعہ اور ایک لڑکی زبیدہ کو۔ پس ان پھوپھی زاد بھائی بہن پر زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ واضح ہو کہ دونوں ماموں زاد بھائی ایک ایک ماموں کے لڑکے ہیں اور پھوپھی زاد بھائی خالد واقعہ ایک پھوپھی کے لڑکے ہیں اور زبیدہ دوسری پھوپھی کی لڑکی ہے، لیکن سب حقیقی ہی پھوپھی کی اولاد ہیں۔ جواب مدلل مع حوالہ کتاب عنایت ہو۔

مولوی محمد یاسین، مدرسہ احیاء العلوم سہارک پور، اعظم گڑھ۔

= دوسری جگہ اس کی تصریح موجود ہے۔“

اس کے بعد جامع وجہ (فتاویٰ بزازیہ) کی عبارت نقل کر کے فرمایا ہے: ”یہ کتاب کسی ہندوستانی کی نہیں، نہ یہ اردو میں ہے، نہ غیر معتبر ہے بلکہ کشف الظنون میں اس سے متعلق لکھا ہے، الخ“۔ پھر کشف الظنون کی عبارت نقل فرمائی ہے۔ آگے جا کر اشکال نقل فرما کر جواب دیا ہے۔ اسی طرح حضرت مفتی سعید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت ہے، اور پھر آخر میں یہ فرمایا کہ: ”جناب مولانا مفتی سرفراز احمد صاحب نے سراجی کے علاوہ دوسری کتاب غالباً اس وقت مطالعہ نہیں فرمائیں، اگر وہ اور کتابوں کا مطالعہ فرمائیں گے تو وہ بھی اپنی رائے سے رجوع فرمائیں گے۔“

تو ان دونوں حضرات (حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب اور مفتی سعید احمد صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ) کی مجموعی عبارت سے معلوم ہوا کہ سوال کے ساتھ مسائل نے دونوں متعارض فتاویٰ بھی بیچے ہیں۔

لہذا حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت اولیٰ اور عبارات آخرہ میں، اور حضرت مفتی سعید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی آخری عبارت کا حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت اولیٰ میں بظاہر تعارض ہے، یہی وجہ ہے کہ سوال مذکور کے اندر ان دونوں حضرات کی کی ہوئی وضاحتوں اور جوابی تفصیلی عبارات سے متعلق کوئی ایسی چیز نہیں جس کو دیکھ کر کہا جائے کہ ان حضرات کی وضاحتیں فلاں جملہ کے مقابلہ میں ہیں۔

لہذا کہا جائے گا کہ مسائل نے پہلی مرتبہ سوال مذکور بھیجا، پھر حضرت مفتی صاحب نے جواب دیا، اس میں حضرت کے جملہ اولیٰ کو دیکھ کر مسائل نے وہ دو فتاویٰ متعارضہ بھی بھیج دیئے، اس کے جواب میں حضرت مفتی صاحب نے عبارت اولیٰ کے بعد والا جواب دیا ہے۔ لیکن شاید مرتبین حضرات سے تسامح ہوا کہ حضرت کے جواب اول اور اس کے بعد فتاویٰ متعارضہ کو نقل نہیں کیا، اس جواب اول کا صرف ایک جملہ نقل کر کے جواب ثانی کو بغیر فتاویٰ متعارضہ کے نقل کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال و علمہ اتم و احکم۔ (فصلی مولیٰ بن فضل خاق المرحوم)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ جملہ ورثاء ذوی الارحام کی صیغہ رابع کی اولاد ہیں اور قرب میں سب مساوی ہیں، مگر حیو قرابت مختلف ہے اور کوئی ذلہ عصب نہیں۔ عراور بکر کی قرابت والدہ کی جانب سے ہے، لہذا اصل مستہتمن سے قرار دے کر وثلث تو والد کے قرابت والوں یعنی پھوپھی زاد بھائی، بہن بھائیوں کو ملے گا اور ایک ذلہ والدہ کی قرابت والوں یعنی ماموں زاد بھائیوں کو ملے گا، اس کے بعد پھوپھی کی اولاد کو جو کچھ ملتا تھا وہ ان کے درمیان "سلسلہ کسر مثل حفظ الأثلثین" تقسیم ہو جائے اور تمیں سے تصحیح ہو جائے۔

مسئلہ ۳، تصد ۳۰

ماموں کا لڑکا	ماموں کا لڑکا	پھوپھی کا لڑکا	پھوپھی کا لڑکا	پھوپھی کی لڑکی
عمر	بکر	خالہ	واقہ	زہیدہ
۵	۵	۸	۸	۳

"وإن اختلف حیز قرابتهم، فالثلثان لمن یدلی بقراۃ الأب، فالثلث لمن یدلی بقراۃ الأم، اھ۔" شامی: ۵/۵۰۷ (۱)، وھکذا فی السراجیۃ، ص: ۴۵ (۲)، والشریفیۃ، ص: ۱۳۳ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۱۹ھ۔

(۱) (رد المحتار: ۶/۹۶، کتاب الفرائض، باب تودیت ذوی الارحام، سعید)

(۲) "وان استوفا فی القرب ولكن اختلف حیز قرابتهم ——— لكن الثلثین لمن یدلی بقراۃ الأب، فتعتبر فیہم قوۃ القرابة، ثم ولد العصبۃ. والثلث لمن یدلی بقراۃ الأم، وتعتبر فیہم قوۃ القرابة".

(السراجیۃ، ص: ۵۳، باب ذوی الارحام، فصل فی الصنف الرابع وفي اولادہم، سعید)

(۳) (الشریفیۃ شرح السراجیۃ، ص: ۱۴۰، باب ذوی الارحام، فصل فی الصنف الرابع

واولادہم، سعید)

ذوی الارحام کا مسئلہ

سوال [۹۸۳]: زید کا انتقال ہو گیا ہے، وہ ایک بنت الہم اور خال چھوڑ گیا ہے۔ ان دونوں میں سے ترکہ زید کا وارث کون ہوگا؟ مع خواہ کتب بیان فرمائیں۔

فضل الحق، کمرانی، ۹/ شعبان/ ۱۳۶۲ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۵

خال

بنت الہم

۱

۲

یہ دونوں وارث ذوی الارحام کی چوتھی قسم میں داخل ہیں اور ایک من جہۃ الاب ہے، دوسرا من جہۃ الام ہے۔ تقسیم کی صورت یہ ہے کہ دو ٹکٹ بنت الہم کو ملے گا اور ایک ٹکٹ خال کو (۱) بعد ادائے حقوقی حقد مرہ علی الارث (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، ۸/ شوال/ ۱۳۶۲ھ۔

(۱) ”وان كان حيز قرائتهم مختلفاً، فلا اعتبار لقرة القرابة كعممة لأب وأم، وخالة لأب وأم، وعممة لأب، فان شلتان لقراءة الأب، والثالث لقراءة الأم“۔ (السراجی، ص: ۵۱، باب ذوی الارحام، فصل فی الصنف الرابع، سعید)

(و کذا فی الدر المختار: ۶/ ۷۹۷، کتاب الفرائض، باب توريث ذوی الارحام، سعید)

(و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۲/ ۵۸۱، کتاب الفرائض، فصل فی ذوی الارحام، مکتبہ حقایقہ پشاور)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/ ۳۶۳، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام الصنف

الرابع، رشیدیہ)

(۲) حقوق حقد مرہ یعنی تجیرہ عیشتین، ادائے دین، اگر وصیت کی ہے تو تحفیذ وصیت کے بعد بقیرہ ترکہ تقسیم ہوگا =

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کا اشکال صحیح ہے، فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ توریت ذوی الارحام کی صورت صرف یہ کہ عصبائے کی عصیبت کا ثبوت نہ ہو (۱)، ورنہ حقیقتہً عصبائے کا عدم دشوار ہے، حد بندی کی ضرورت نہیں، ثبوت شرعی پر تحقیق کافی ہے۔ صورت مسئلہ میں پھومہیں کو کچھ نہ ملے گا، کیونکہ عصبہ محمد حسین متوفی کا یعنی پردادا اسکی شیر محمد کے بھائی احمد یار کا پوتا کسی غلام حسن موجود ہے اور عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام محروم رہتے ہیں۔ لہذا اگر محمد حسین کا کوئی اور شرعی وارث موجود نہیں، صرف پھومہیاں اور پردادا کے بھائی کا پوتا موجود ہے تو کل ترکہ بعد اوائے حقوق متقدم علی الارث کے پردادا کے بھائی کے پوتے کو مل جائے گا (۲)۔ نیز پھومہیاں محروم رہیں گی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود لنگوئی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۱۳/۶/۱۳۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۳/ جمادی الثانیہ ۱۳۶۱ھ۔

بیوہ، علاقائی، تحقیقی اور حقیقی بھانجوں میں تقسیم ترکہ

مسوال [۹۸۴۵]: زید کا انتقال ہوا، چھوڑا زوجہ ہندہ اور علاقائی بھتیجی صالحہ اور پانچ حقیقی بھانجے: محمد

(۱) "وانما ہرث ذوی الارحام إذا لم یکن أحد من أصحاب الفرائض ممن یرد علیہ، ولم یکن عصبہ".

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۹/۶، کتاب الفرائض، باب فی ذوی الارحام، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۹۱/۶، کتاب الفرائض، باب ذوی الارحام، سعید)

(وکذا فی البزازیۃ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۷/۶، کتاب الفرائض، الثالث فی ذوی

الارحام، رشیدیہ)

(۲) اس لئے کہ عصبہ ہے اور عصبہ ذوی القروض کی عدم موجودگی میں کل ترکہ کا مستحق ہوگا:

"العصبۃ من یأخذ جمیع المال عند الفراءدہ وما أبقتہ الفرائض عند وجود من له الفرض

المقدر" (تبيين الحقائق: ۳۸۵/۷، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۱/۶، کتاب الفرائض، باب العصبائے، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۷۳/۶، کتاب الفرائض، باب العصبائے، سعید)

عمر، محمد حسن، محمد حسین، محمد سلیم، محمد ظہیر کو۔ پس ترکہ زید کا کس طرح تقسیم ہوگا؟ جواب مدلل مع عبارت وحوالہ کتاب کے تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

علاقہ حقیقی اور حقیقی بھانجے ذوی الارحام کی صیغہ ثالث میں داخل ہیں جن کی نوعیت تو ریث میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے، اور فتویٰ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے۔ ان کا قول یہ ہے کہ اولاد ان کے اصول پر میراث تقسیم کی جائے، پھر ان اصول کا حصہ ان کے فروع کو دیا جائے، جس کی صورت یہ ہے کہ ربع زوجہ کا نصف حقیقی بہن کا، باقی علاقہ بھائی کا

مسئلہ ۳		
زوجہ	حقیقی بہن	علاقہ بھائی
۱	۲	۱

مسئلہ ۳، حصہ ۲۰						
زوجہ	حقیقی بھانجے					علاقہ بھتیجی
ہندہ	۱					۱
	محمد عمر	محمد حسن	محمد حسین	محمد سلیم	محمد ظہیر	
$\frac{1}{5}$	۲	۲	۲	۲	۲	$\frac{1}{5}$

”اوکان بعضهم اولاد العصات وبعضهم اولاد أصحاب الفرائض، فأبو يوسف

رحمة الله تعالى عليه يعتبر الأقوى، ومحمد رحمة الله تعالى عليه يقسم المال على الإخوة والأخوات مع اعتبار عدد الفروع والجهات في الأصول، فما أصاب كل فريق يقسم بين

فرہ عہد، اہ۔" سراجی، ص: ۴۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳ جمادی الثانیہ/ ۱۳۶۶ھ۔

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، ۱۳ جمادی الثانیہ/ ۱۳۶۶ھ۔

بیوہ، حقیقی ممانی اور حقیقی ماموں زاد بھائی اور بہنوں میں تقسیم ترکہ

سوال [۹۸۴۶]: زید کا انتقال ہو گیا، حسب ذیل وارث چھوڑے: بیوی، حقیقی ممانی، دو حقیقی ماموں

زاد بھائی اور دو حقیقی ماموں زاد بہنیں۔ زید کے والد کے چار حقیقی ماموں زاد بھائی اور تین حقیقی چچا زاد بہنیں۔ سب

سے پہلے بیوی کا مہر دینا ہوگا، بعد کو جو کچھ بچے گا وراثہ میں تقسیم ہوگا۔ تو کون کون ان وارثوں میں کتنے کتنے کا

حقدار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعد تجریر و تکفین اول زید کے ذمہ جو قرض، مہر وغیرہ ہو، اس کو ادا کیا جائے، پھر اگر اس نے کچھ وصیت

کی ہو تو ایک تہائی ترکہ سے وہ وصیت پوری کی جائے (۲)، اس کے بعد ایک چوتھائی ترکہ زید کی بیوی کو

دیا جائے (۳)، بقیہ زید کے والد کے پانچ حقیقی چچا زاد بھائیوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے (۴)، ان کے علاوہ

مذکورہ رشتہ داروں میں سے کسی کو کچھ نہیں ملے گا، چاہے وہ زید کی والدہ کے عزیز ہوں یا والد کے عزیز ہوں (۵)۔

نقطہ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح، سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۸۵ھ۔

(۱) (السراجی، ص: ۳۸، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۶۱، کتاب الفرائض، باب ذوی الارحام، المصنف الثالث، رشیدیہ)

(و کذا فی الشریفیہ شرح سراجیہ، ص: ۱۱۲، ۱۱۱، باب ذوی الارحام، رشیدیہ)

(۲) "بداً من ترکۃ السیت متجہزہ - بعم الکفین - ثم تقدم دیونہ النی لها مطابق من جهة العباد، ثم

وصینہ من ثلث مانقی، ثم یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثتہ". (الدر المختار: ۶/۵۹۶، کتاب

الفرائض، سعید)

= (وكذا في الفتاوى العالمية: ٣٣٤/٦، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالنسبة، وشيخه)

(٣) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَلَهُنَّ الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَوْلِيكُمْ وَلَدٌ﴾ (سورة النساء: ١٢)
 "والربيع لها عند عدمهما، فللزوجة حائتان: الربيع بلاولده، والثمن مع الولد". (الدرالمختار،
 ٤/ ٤٠٠، كتاب الفرائض، سعيد)

(۳) مذکورہ جواب اس تقدیر پر ہے کہ میت کے ورثہ میں ایک بیوہ زید کے والد کے چنانچہ حقیقی چچا زاد بھائی ہوں۔

موجودہ سوال میں مذکور ورثہ میں تقسیم میراث اس طرح سے ہوگا کہ کل ترکہ کو آٹھ حصوں میں تقسیم کر کے بیوہ کو دو اور زید کے ماموں زاد بھائیوں میں سے ہر ایک کو دو دو، جب کہ ماموں زاد بھائیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک حصہ دیا جائے اور باقی ورثہ محروم ہوں گے، مزید تفصیل کے لئے نقشہ مندرجہ ذیل:

مسئلہ ۳					
ترتیب	حقیقی مومن	حقیقی مومن	حقیقی مومن	حقیقی مومن	فرد کے والدین
۱	قادر بھائی	قادر بھائی	قادر بھائی	قادر بھائی	قادر بھائی
۲					
۳					
۴					
۵					
۶					
۷					
۸					
۹					
۱۰					
۱۱					
۱۲					
۱۳					
۱۴					
۱۵					
۱۶					
۱۷					
۱۸					
۱۹					
۲۰					
۲۱					
۲۲					
۲۳					
۲۴					
۲۵					
۲۶					
۲۷					
۲۸					
۲۹					
۳۰					
۳۱					
۳۲					
۳۳					
۳۴					
۳۵					
۳۶					
۳۷					
۳۸					
۳۹					
۴۰					
۴۱					
۴۲					
۴۳					
۴۴					
۴۵					
۴۶					
۴۷					
۴۸					
۴۹					
۵۰					
۵۱					
۵۲					
۵۳					
۵۴					
۵۵					
۵۶					
۵۷					
۵۸					
۵۹					
۶۰					
۶۱					
۶۲					
۶۳					
۶۴					
۶۵					
۶۶					
۶۷					
۶۸					
۶۹					
۷۰					
۷۱					
۷۲					
۷۳					
۷۴					
۷۵					
۷۶					
۷۷					
۷۸					
۷۹					
۸۰					
۸۱					
۸۲					
۸۳					
۸۴					
۸۵					
۸۶					
۸۷					
۸۸					
۸۹					
۹۰					
۹۱					
۹۲					
۹۳					
۹۴					
۹۵					

”قال رحمه الله تعالى: (ولا يورث مع ذى سهم وعصبة سوى إحدى الزوجين، لعدم الرد عليهما): أى لا يورث دور الأرحام مع وجود ذى فرض أو عصبة إلا إذا كان صاحب الفرض أحد الزوجين، فيرثون معه لعدم الرد عليه. لأن العصبة أولى منه. وكذا الرد على ذوى السهام أولى من ذوى الأرحام، لأنهم أقرب، إلا الزوجين، فإنهما لأقرباة لهما مع الميت، وإرثهما نظير الدين، فإن صاحب الدين لا يرد عليه ما فضل بعد قضاء الدين، فكذا لا يرد عليهما ما فضل من فرضهما، على ذلك كان عامة الصحابة رضى الله تعالى عنهم ... اهـ. (تبين الحقائق، كتاب الفرائض: ٤/ ٣٩٥، ٣٩٥، دار الكتب العلمية بيروت)

= "وَرَدُ الْأَرْحَامِ أَصْنَافُ أَرْبَعَةٍ: الْوَصْفُ الْأَوَّلُ يَنْمِي - أَيْ يَنْتَسِبُ إِلَى الْمَيِّتِ، وَهِيَ أَوْلَادُ الْمَيِّتِ وَبَنَاتُ سَفَلَاءِ، ذَكَوْرًا كَانُوا أَوْ إُنْثَاءً، وَأَوْلَادُ بَنَاتِ الْإِبْنِ كَذَلِكَ. وَالْوَصْفُ الثَّانِي: يَنْمِي إِلَيْهِمُ الْمَيِّتِ، وَهِيَ الْأَحْدَادُ الْمُسَافِطُونَ، أَيْ الْفَاسِدُونَ وَإِنْ عَلُوا كَابَ أُمِّ الْمَيِّتِ، وَأَبَ أُمِّ أُمِّهِ، وَالْحَدَاتُ الْمُسَافِطَاتُ، أَيْ الْعَاسِدَاتُ وَإِنْ عَلُوْنَ كَامَ أَبَ أُمِّ الْمَيِّتِ، وَأُمُّ أُمِّ أُمِّهِ. وَالْوَصْفُ الثَّالِثُ يَنْمِي إِلَى أَسْوَى الْمَيِّتِ، وَهِيَ أَوْلَادُ الْأَحْوَاتِ وَإِنْ سَفَلُوا، سِوَاءَ تِلْكَ الْأَوْلَادِ ذَكَوْرًا أَوْ إُنْثَاءً، وَسِوَاءَ كَانَتْ الْأَحْوَاتُ لِأَبٍ وَأُمٍّ، أَوْ لِأَبٍ، أَوْ لَأُمٍّ، وَبَنَاتِ الْإِخْوَةِ وَإِنْ سَفَلْنَ سِوَاءَ كَانَتْ الْإِخْوَةُ مِنَ الْأَبْوِيْنَ أَوْ مِنْ أَحَدِهِمَا، وَسِوَاءَ الْإِخْوَةِ لِأُمٍّ وَالْوَصْفُ الرَّابِعُ يَنْمِي إِلَى حَدِّ الْمَيِّتِ، وَهِيَ أَبُ الْأَبِ وَأَبُ الْأُمِّ، أَوْ حَدَّتِيهِ وَهِيَ أُمُّ الْأَبِ وَأُمُّ الْأُمِّ، وَهِيَ الْعَمَاتُ وَالْأَعْمَامُ وَالْأَحْوَالُ وَالْخَالَاتُ، فَلِيَهُمْ إِخْوَةٌ وَأَخَوَاتُ لِأُمِّ الْمَيِّتِ، فَإِنْ كَانُوا مِنْ أَبِيهَا وَأُمِّيَّهَا أَوْ مِنْ أَبِيهَا فَهُمْ مَتَمُّونَ إِلَى حَدِّ الْمَيِّتِ مِنْ قَبْلِ أُمِّهِ، وَإِنْ كَانُوا مِنْ أُمِّيَّهَا كَانُوا مَتَمِّينَ إِلَى جَدَّتِهِ مِنْ قَبْلِ أُمِّهِ، فَهَؤُلَاءِ الْأَصْنَافُ الْأَرْبَعَةُ، وَكُلٌّ مِنْ يَدُلُّ إِلَى الْمَيِّتِ بِهِمْ مِنْ ذَوَى الْأَرْحَامِ وَيَتَسَاوَلُ أَوْلَادُ الْوَصْفِ الرَّابِعِ . وَرَوَى أَبُو يُوسُفَ وَالْحَسَنُ مِنْ زِيَادٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، وَابْنُ سَمَاعَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ: أَنَّ أَقْرَبَ الْأَصْنَافِ وَأَقْدَمَهُمْ فِي الْمِيرَاثِ الْوَصْفُ الْأَوَّلُ ثُمَّ الثَّانِي ثُمَّ الثَّالِثُ ثُمَّ الرَّابِعُ كَتَرْتِيبِ الْعَصَاةِ . وَهُوَ الْمَأْخُذُ لِلْفَتَوَى". (الشَّرْفِيَّةُ شَرْحُ الْمِرَاجَةِ، بَابُ ذَوَى الْأَرْحَامِ، ص: ٩٤-٩٩، حَقَانِيَّةُ پَشَاوَرِ)

"وَأِنْ اِخْتَلَطَ هِيَ الْوَصْفُ الرَّابِعِ الذَّكَوْرُ وَالْإُنْثَاءُ، وَاسْتَوَتْ أَيْضًا قَرَابَتُهُمْ فِي الْقُوَّةِ بِأَنْ يَكُونُوا كُلُّهُمْ لِأَبٍ وَأُمٍّ أَوْ لِأَبٍ أَوْ لِأُمٍّ، فَلِلْمَذْكَرِ مِثْلُ حَقِّ الْإُنْثَى". (الشَّرْفِيَّةُ شَرْحُ الْمِرَاجَةِ، بَابُ ذَوَى الْأَرْحَامِ، الْوَصْفُ الرَّابِعِ، ص: ١١٦، حَقَانِيَّةُ پَشَاوَرِ)

"إِذَا لَمْ تَرَوْحِدْ عُمُومَةُ الْمَيِّتِ وَخُزُولُهُ وَأَوْلَادُهُمْ، انْتَقَلَ حُكْمُهُمُ الْمَذْكَورُ إِلَى عَمِّ أَبِ الْمَيِّتِ لِأُمِّ وَعَمَّتِهِ وَحَالِهِ، وَإِلَى عَمِّ أُمِّ الْمَيِّتِ وَعَمَّتِهَا وَحَالِهَا وَحَالَاتِهَا". (الشَّرْفِيَّةُ شَرْحُ الْمِرَاجَةِ، بَابُ ذَوَى الْأَرْحَامِ، فَصْلُ فِي أَوْلَادِ الْوَصْفِ الرَّابِعِ، ص: ١٢٣، حَقَانِيَّةُ پَشَاوَرِ)

"وَإِنَّمَا يَرِثُ ذَوُو الْأَرْحَامِ إِذَا لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ الْفَرَائِضِ مِمَّنْ يَرِثُ عَلَيْهِ، وَلَمْ يَكُنْ عَصَةً، وَاجْتَمَعُوا عَلَى أَنَّ ذَوَى الْأَرْحَامِ لَا يَحْجِبُونَ بِالزَّوْجِ وَالزَّوْجَةُ: أَيْ يَرِثُونَ مَعَهُمَا، فَيُعْطَى لِلزَّوْجِ وَالزَّوْجَةُ نَصِبُهُمَا، ثُمَّ يَقْسَمُ الْبَاقِي بَيْنَ ذَوَى الْأَرْحَامِ مِمَّا لَوْ انْفَرَدُوا، مِثَالُهُ: زَوْجٌ وَبَنَاتٌ وَحَالَةٌ وَبَنَاتٌ عَمٌّ فَلِلزَّوْجِ الْوَصْفُ، وَالبَاقِي لِبَنَاتِ الْبَنَاتِ. ثُمَّ الْأَوَّلَى مِنَ الْمِيرَاثِ مِنَ الْوَصْفِ الْأَوَّلِ الْأَقْرَبُ إِلَى الْمَيِّتِ لَسَتْ =

ذوی الارحام میں تقسیم میراث کی ایک صورت

سوال [۹۸۴]: ایک شخص مسمیٰ عبدالغفور نے انتقال کیا اور یہ وارث چھوڑے:

مرحوم کے حقیقی چچا مسمیٰ عبدالرحیم کی دو نوایں مسمیات نسب اور فاطمہ اور ایک نواسہ مسمیٰ محمد عمر اور مرحوم کی حقیقی خالہ مسماۃ حفصہ کے دو پوتے، مسمایان عبدالعلیم اور عبدالعلیٰ اور مرحوم کی ایک حقیقی چھوٹی مسماۃ کریمہ کا ایک نواسہ مسمیٰ عبدالستار اور بیٹی چھوٹی کی دو پوتیاں مسماۃ آمنہ اور کلثوم اور تین پوتے مسمایان: عبدالملک اور عبدالقدوس اور عبدالسلام۔ اور مرحوم کی

دوسری حقیقی چھوٹی مسماۃ رحیمہ کا

ایک پوتہ مسمیٰ عبدالاحد۔ یہ کل بارہ

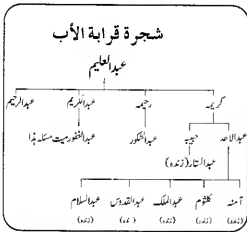
وارث موجود ہیں۔ سو اب مرحوم

عبدالغفور کے ترکہ کا موافق شرع

کے کیا فیصلہ ہے؟ مرحوم کے وارثین

کے نسب؟ مومن کے شجرے حسب

ذیل ہیں: ←



= البنت أولى من بنت بنت البنت". (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام: ۳۵۹/۶، رشیدیہ)

(۵) دیگر اعزہ والدین ذوی الارحام میں سے ہیں اور عصمت کی موجودگی میں ذوی الارحام کو میراث نہیں ملے گا۔

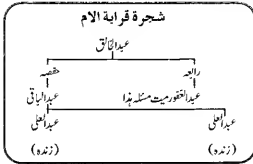
"فبدأ بذوی القروض، ثم بالعصات النسبية، ثم المعق، ثم عصبة الذکور، ثم الرد علی ذوی

القروض النسبية، ثم ذوی الارحام". (الدر المختار). "أی ابتدا بهم عند عدم ذوی القروض النسبية

والعصات". (الدر المختار: ۶/۷۲، ۷۲۳، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳۶۳/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی السراجیہ، ص: ۳، سعید)



الجواب حامداً ومصلحاً:

فى العالم الكبيره: ٢ / ٤٦٤، فى الصف الرابع: "وان كانوا ذكورا أو أنثا واستوت قرابتهن، فللذكر مثل حظ الأنثيين. وإن كان حيز قرابتهن مختلفاً فالثلثان لقرابة الأب وهو نصيب الأب، والثلث لقرابة الأم وهو نصيب الأم. وكذا فى أولادهم، أولهم بالميراث أقربهم إلى الميت من أى حجة كان، انتهى" (١)۔

وفى أيضاً، ص: ٤٥٩: "واختلفوا فى ولد ولد الوارث، والصحيح أنه ليس بأولى، كذا فى خزانة المفتين" (٢)۔

وفى السراجى: "فصل فى أولادهم: أى أولاد الصنف الرابع، شريفه (٣)۔ "الحكم فيهم كالحكم فى الصنف الأول، الخ" (٤)۔

وفى أيضاً: "وكذلك عند محمد رحمه الله تعالى إذا كان فى أولاد البنات بطون مختلفة يقسم المال على أول بطن اختلف فى الأمول، ثم يجعل الذكور طائفةً والإناث طائفةً

(١) الفتاوى العالمكبرية: ٦ / ٣٦٢، كتاب الفرائض، الباب العاشر فى ذوى الأرحام، الصنف الرابع، رشديه

(٢) الفتاوى العالمكبرية: ٦ / ٣٥٩، كتاب الفرائض، باب ذوى الأرحام، رشديه

(٣) السراجى، ص: ٥١، باب ذوى الأرحام، فصل فى أولادهم، سعيد

(٤) الشريفة شرح السراجية، ص: ١١٤، باب ذوى الأرحام، فصل فى أولادهم، سعيد

بعد القسمة، فما أصاب الذکور، یجمع ویقسم علی الخلاف الذی وقع فی أولادهم، وكذلك ما أصاب الإناث، وهكذا یعمل إلی أن ینتهی“ (۱)۔

وفیه أيضاً: ”و كذلك محمد رحمہ اللہ تعالیٰ يأخذ الصفة من الأصل حال القسمة علیہ، والعدد من الفرع“ (۲)۔ وہیہ أيضاً: ”وقول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ أشهر الروایین عن أبی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ فی جمیع ذوی الأرحام، وعلیہ الفتوی، انتهی“ (۳)۔

ان تمام روایتوں سے سوال میں لکھی ہوئی صورت کا حکم معلوم ہوا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرحوم کے ترکہ کا تیسرا حصہ تو دو حصہ ہو کر مرحوم کی ماں کی طرف کے وارثوں کو یعنی خالہ کے پوتے عبدالعلیم اور عبدالعلی کو ایک حصہ ملے گا، اور باقی دو تہائی مال مرحوم کے باپ کی طرف کے وارثوں کو یعنی چچا اور پھوپھی کی اولاد میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ یہ دو تہائی پہلے خود چچا اور پھوپھیوں پر تقسیم ہوگا، مگر تقسیم میں چچا اور پھوپھیوں کی اولاد میں جتنے وارث ہیں ان کی ہفتی کے برابر چچا اور پھوپھیوں کی ماں کران پر تقسیم کریں گے۔

پس صورت موجودہ میں پھوپھیوں کی اولاد میں چونکہ سات شخص ہیں، لہذا سات پھوپھیاں مانی جائیں، اور چچا کی اولاد میں تین شخص ہیں لہذا تین چچا مانے جائیں گے۔ اور ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہوتا ہے، اس لئے یہ دو تہائی کے تیرہ حصہ کر کے اس میں سے چھ حصے چچا کو ملیں گے۔

پھر چچا کی اولاد میں پہلے درجے کی اولاد چونکہ ایک ہی قسم کی ہے یعنی لڑکی ہے، لہذا اس کو چھوڑ کر دوسرے درجے میں جو دو قسم کی اولاد ہے یعنی ایک نواسہ محمد عمر اور دونوای زینب اور فاطمہ، اور نواسے کا حق نواسی سے دوگنا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ چھ حصوں کے چار حصے کر کے ایک ایک حصہ نواسی کو اور دو حصے نواسے کو دیئے جائیں۔

(۱) (السرارجی، ص: ۳۱، باب ذوی الأرحام، سعید)

(و کذا فی الشریفة شرح السراجیة، ص: ۱۰۴، سعید)

(۲) (السرارجی، ص: ۳۴، باب ذوی الأرحام، الصنف الثانی، سعید)

(۳) (السرارجی، ص: ۳۳، باب ذوی الفرائض، فی الصنف الأول، سعید)

(و کذا فی الشریفة، ص: ۱۰۷، باب ذوی الأرحام، الصنف الأول، سعید)

اور پھو مہمیوں کے حصہ میں جو سات آتے ہیں، اس کا یہ حکم ہے کہ پھو مہمیوں کی پہلے درجہ کی اولاد میں چونکہ دو قسم کے لوگ ہیں مرد اور عورت یعنی ایک لڑکی حبیبہ اور دو لڑکے عبد الصمد اور عبد الشکور ہیں، اور حبیبہ اور عبد الشکور کی اولاد میں صرف ایک ایک شخص ہے اور عبد الصمد کی اولاد میں پانچ شخص ہیں، لہذا پہلے درجہ کی اولاد پھو مہمیوں کی موافق قاعدہ مذکورہ بالا کے ایک لڑکی اور چھ لڑکے مانے جائیں گے اور ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہوتا ہے۔

اس لئے پھو مہمیوں کے حصہ میں جو سات حصے آئے ہیں، ان کے تیرہ حصے کئے جائیں گے، اس میں سے ایک حصہ پھو مہمی کی لڑکی حبیبہ کے حصہ میں آئے گا اور اس کے لڑکے عبد الستار کو مل جائے گا اور باقی بارہ حصے پھو مہمی کے لڑکوں عبد الصمد اور عبد الشکور کے حصے میں رہے، وہ ان دونوں کی اولاد جو کہ پھو مہمیوں کی دوسرے درجہ کی اولاد ہے ان کو ملیں گے، مگر ان دونوں کی اولاد میں بھی مرد و عورت یعنی دو لڑکیاں اور چار لڑکے ہیں، اس لئے مذکورہ بارہ حصوں کے دس حصے کئے جائیں گے، ان میں سے ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں آمنہ اور کلثوم کو مل جائے گا اور دو حصے ایک ایک لڑکے کو یعنی عبد الاحد اور عبد الملک اور عبد القدوس اور عبد السلام کو ملیں گے۔

اب اس حساب کو آسانی سے سمجھنے کیلئے ایک مثال لکھی جاتی ہے، مثلاً: مرحوم عبد الغفور کا ترکہ چھ بیس روپے ساڑھے چھ آنہ ہے۔ تو اس میں سے ایک تہائی آٹھ روپے دس پائی (جو مرحوم کی خالہ کے حصے کے ہیں) خالہ کے پوتوں عبد الحلیم اور عبد العلی کو ملیں گے، ہر ایک کو چار روپے، چھ آنے، پانچ پائی ملیں گے اور باقی دو تہائی یعنی ستر روپے، نو آنے، آٹھ پائی کے تیرہ حصے کر کے اس میں سے چھ حصہ کی رقم آٹھ روپے، ڈیڑھ آنہ مرحوم کے چچا کے حصہ کے چار حصے ہو کر ان کی دونوں بیویوں اور فاطمہ اور نواسہ محمد عمر کو ملیں گے۔ ہر ایک نواسی کو دو روپے دو پیسے، نو آنے و چار روپے ایک آنہ ملے گا۔

اور باقی سات حصے یعنی تم نو روپے سات آنے آٹھ پائی (جو پھو مہمیوں کے حصے کے ہیں) تیرہ حصے کر کے اس میں سے ایک حصہ یعنی گیارہ آنے آٹھ پائی حبیبہ کے حصہ میں آ کر اس کے لڑکے عبد الستار کو مل جائیں گے اور باقی بارہ حصے کی رقم آٹھ روپے، بارہ آنے جو عبد الصمد اور عبد الشکور کے حصے کے ہیں دو حصے ہو کر ان کی اولاد یعنی دو لڑکیاں آمنہ اور کلثوم اور چار لڑکے عبد الاحد اور عبد الملک اور عبد القدوس اور عبد السلام کو

کیا۔ آیا زید نے خرید کردو مکان میں زید کا پرورش یافتہ بھتیجا بھی شریک ہو سکتا ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کا بھتیجا کوئی مستقل ملحدہ کام کرتا ہے تو اس کی کمائی خود اسی کی ہے، زید کی نہیں۔ اور اگر وہ علیحدہ کام نہیں کرتا بلکہ زید کی معیت اور شرکت میں کرتا ہے تو اس کی کمائی اس کی ملک نہیں، بلکہ زید کی ملک ہے اور یہ کیا جائے گا کہ راسل کارو پار کرنے والا زید ہی ہے اور بھتیجا اس کا معین۔

جو مکان زید نے خریدا ہے، اس میں بھتیجا کا حصہ نہیں۔ اگر روپیہ کچھ بھتیجا کی ملک سے ادا کیا ہے تو اس روپیہ کی بطور قرض واپسی ضروری ہے:

”أَبُ وَابْنُ يَكْسَبَانِ فِي صِنْعَةٍ وَاحِدَةٍ وَلَمْ يَكُنْ لِهَمَا مَالٌ، فَالْكَسْبُ كُلُّهُ لِلْأَبِ إِذَا كَانَ الْأَبُ فِي عِيَالِ الْأَبِ، لِكُونِهِ مَعِينًا لَهُ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ غَرَسَ شَجْرَةً تَكُونُ لِأَبٍ. وَكَذَا الْحَكْمُ فِي الزَّوْجَيْنِ إِذَا تَمَّ يَكْسَبُ لِهَمَا شَيْءٌ، ثُمَّ اجْتَمَعَ بَعْضُهُمَا أَمْوَالٌ كَثِيرَةٌ، فَهِيَ لِلزَّوْجِ، وَتَكُونُ الْمَرْأَةُ مَعِينَةً لَهُ، إِلَّا إِذَا كَانَ لَهَا كَسْبٌ عَلِيحِدَةٍ، فَهِيَ لَهَا، كَذَا فِي الْقَنِيَةِ. وَمَا تَغْزِلُهُ مِنْ قَطْنِ الزَّوْجِ وَيَسْجِهَ هُوَ كَرَامِيسٍ، فَهِيَ لِلزَّوْجِ عِنْدَهُمْ حِمِيَّةٌ، كَذَا فِي الْفَتَاوَى الْحَمَادِيَّةِ، اهـ“۔ ہندیہ: ۳۰۸/۲۔

”زوج امرأة وادها اجتماعاً في دار واحدة وأخذ كل منهما يكسب عليحدة، ويجمعان كسبهما ولا يعم التفات ولا التساوي ولا التميز؟ فأجاب بأنه بينهما سوية، وكذلك لو اجتمع أحدهما يعمسون في تركة أبيهم وسما المال، فهو بينهما سوية ولو اختلفوا في العمل والرأي، اهـ“۔ ردالمحتار: ۲/۵۴۰ (۲)۔ فقہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد منشی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۳/۴۷، ۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ربیع الثانی ۵۹ھ۔

(۱) الفصاوی العالمگیریہ: ۳/۳۲۹۔ کتاب الشریکۃ: الباب الرابع فی شریکۃ الوجوہ وشرکۃ الاعمال (شہیدہ)

(۲) ردالمحتار ۳/۳۲۵، کتاب الشریکۃ: فصل فی الشریکۃ الفاسدة، سعید =

توریت حمل کی ایک صورت

رشید احمد غنی عنہ، مدرس اول مدینۃ العلوم بھینڈاؤ، پوسٹ راہوکی، متصل حیدر آباد سندھ۔

مشفق المکرم زیدت عنایا تکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوالی [۹۸۴۹]: بعد از طلب خیریت طرفین گزارش یہ کہ بندہ ۱۰ شعبان المعظم سے مدرسہ میں رخصت ہو جانے کی وجہ سے اپنے غریب خانہ خیر پورا یا ہوا ہے اور اس جگہ بفضلہ تعالیٰ ہر طرح سے عافیت ہے۔ باعث تحریر آنکہ مسئلہ مذکورہ ذیل میں بندے کو قدرے شبہ ہے، کیونکہ یہ مسئلہ بندہ نے صرف اجتہاد سے تحریر کرویا ہے، اس جگہ کوئی کتب خانہ موجود نہیں، تاکہ معتبر کتب سے اس کی تحقیق کر لی جاتی اور اب آجناب کی طرف ارسال ہے، اگر صحیح ہو تو تعویب فرمادیں اور حوالہ بھی ہو سکے تو تحریر فرمادیں۔ اور اگر خطا ہو تو اصلاح فرما کر ممنون فرمادیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ:

اگر حمل غیر مورث کا ہو اور حاملہ معتدہ رجبیہ ہو اور اس نے مضی عدت کا اقرار بھی نہ کیا ہو تو موت مورث سے چھ ماہ اور وقت طلاق سے دو برس میں سے جو مدت آئند ہو، اس کے اندر اندر پیدا ہونا شرط ہے اور اگر مضی مدت کا اقرار کیا ہو تو اقرار سے چھ ماہ کے اندر اندر پیدا ہو، بشرطیکہ مذکورہ بالا اُبعد الأجلین کے بھی اندر ہو، کیونکہ اگر ستہ اشہر من موت المورث اُبعد ہے تو ظاہر ہے کہ طلاق رجبیہ میں یوم طلاق سے دو برس کے بعد بھی وارث ہوگا۔

اور اگر یوم طلاق سے دو برس اُبعد الأجلین، تو اس میں اگرچہ ممکن ہے کہ موت مورث کے وقت حمل نہ ہو، اس کے بعد رجوع کر کے دہلی کی ہو اور حمل ہو گیا ہو، مگر یہ خلاف ظاہر ہے، اصل یہ ہے کہ اس نے رجوع نہیں کیا۔

فقط بقیہ سب خیریت ہے۔ امید ہے کہ حضور کا مزاج گرامی بھی مع الخیر ہوگا، حسن خاتمہ کی دعا سے فراموش نہ فرمادیں۔

= (و کذا فی تفسیح الفتاوی الحامدیہ، کتاب الدعوی، مطلب: ما اکسبه الابن یكون لأبيه: ۱۸/۲،

مکتبہ میمیہ مصر)

(و کذا فی الفتاوی الکاملیہ: ۱/۵۱، ۵۲، کتاب الشرکۃ، مکتبہ حقانیہ پشاور، پاکستان)

رشید احمد غفرلہ، لدھیانوی ثم خیر پوری، از خیر پور میرس جامع مسجد (سندھ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ جزئیہ صراحتاً نہیں ملا، اور جو تفسیل آپ نے تحریر کی ہے وہ مجھ میں نہیں آئی کہ اس کا ماخذ کیا ہے۔ امید کہ مدرسہ کبھی کر بعد رخصت تحریر فرمائیں گے (۱)۔

(۱) یہ استفتاء حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں ارسال فرمایا تھا، اسی نوع کے تین سوالات احسن الفتاویٰ میں ایک ہی جگہ موجود ہیں، لیکن دونوں کی تاریخوں میں فرق ہے، وہ یہ کہ حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قیوم فتاویٰ کی تاریخیں بعد کی ہیں، یعنی ۱۳۷۵ھ کی اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ پہلے کا یعنی ۱۳۶۶ھ کا ہے۔ احسن الفتاویٰ کے قیوم فتاویٰ یہ ہیں

سوال ”ایک شخص کی موت کے چھ ماہ بعد اس کی والدہ کو بچہ پیدا ہو جو بڑھ سال سے مفلک رہے تھی تو یہ بچہ وارث ہوگا؟“

ایک شخص فوت ہوا، سات آٹھ ماہ کا عرصہ گزرنے پر اس کا بھائی پیدا ہوا، حالانکہ ان کے باپ نے ان کی والدہ کو تقریباً بڑھ سال سے طلاق رکھی دی ہوئی ہے، یہ بھائی شرعاً وارث ہوگا یا نہیں؟ جیہ تو جبراً۔

الجواب ومنه الصدق والصواب:

اگر ان کی والدہ نے عدت گزرنے کا اقرار نہیں کیا تو یہی سمجھا جائے گا کہ اس ولد کا علق موت مورث کے وقت موجود تھا، کیونکہ جب موت سے دو برس کے عرصہ تک بچہ پیدا ہونے سے ظاہر یہ کہ بچہ نہ روج نہ رجن نہیں کیا اور یہ علق قتل از طلاق ہے، لہذا یہ بھائی وارث ہوگا۔

قال الإمام المروغبانی رحمہ اللہ تعالیٰ ”بخلاف ما إذا اعتقت المعتدة عن موت أو طلاق، فحوائث بولید لأقل من سنين من وقت الموت أو الطلاق، حيث يكون الولد مولی لموالی الأم وإن أعنت الأب؛ لتعذر إضافة العلوق إلى ماعد الموت والطلاق بالنسب لحرمة الوطء، وبعد الطلاق الرجعی، لما أنه یصیر مراجعاً بالشک، فاستند إلى حالة النکاح، فكان الولد موجوداً عند الاعناق فعتق مقصوداً“ (ہدایہ، کتاب الولاء، ۳۰، ۳۱، ۳۲)۔

وفی بحث الحمل من الشامية: ”وإن کان من غیرہ، فإنما یرث لو ولد =

لستہ أشهر أو أقل . إلا إذا كانت معتدة ولم تقر بالنقضانها . إلح "

اور اگر ان کی والدہ نے عدت گزارنے کا اقرار کیا ہو تو یہ بھائی اس شرط سے وارث ہوگا کہ وقت اتر سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو۔ لاقل۔ والدہ بھائی کی اہم۔ ۱۳/رجب/۱۳۷۵ھ۔

سوال: "حمل غیر مورث کی وراثت کے لئے موت مورث سے چھ ماہ کے اندر پیدا

ہونا شرط ہے

حمل غیر مورث کا ہو تو اس کے وارث ہونے کی شرط ولادت لاقل من سۃ أشهر ہے یا کہ تمام سۃ أشهر؟ شامیہ میں "لستہ أشهر أو أقل" اور بحر میں صرف "لاقل من سۃ أشهر" لکھا ہے۔ بیہوا تو جروا۔

الجواب ومنه الصدق والصواب

شامی نے سراپہ کی موافقت کی ہے، اور بحر میں مبسوط کی موافقت ہے، لیکن مبسوط میں دیگر بعض مسائل میں سۃ أشهر کو اقل کے ساتھ لاق کیا ہے، اور لطفاً وہی میں اسی مسئلہ میں سۃ أشهر کا اکثر کے ساتھ لاق ہونا مصرح ہے "وإن جاء ت به لستہ أشهر أو أكثر، فإنه لا يرث، اھ۔" ظاہر یہی راجح معلوم ہوتا ہے، خود شامیہ میں مسئلہ ذیل میں سۃ أشهر کو اکثر کے ساتھ لاق کیا ہے۔

"والمتوفى عنها إذا ادعت انقضاءها، ثم جاءت بولد لتمام سۃ أشهر، لا يثبت نسبه، ولاقل يثبت، اھ۔" (رد المحتار: ۶۲۳/۲)

والدہ بھائی کی اہم۔ ۱۳/رجب/۱۳۷۵ھ۔

حمل غیر موت مورث سے چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا اگر وراثت بوقت موت وجود حمل کے مقرر ہیں تو یہ حمل وارث ہوگا؟

سوال

شامیہ بحث اہمل میں ہے

"وإن كان من غيره، فإنما يرث لو ولد لستہ أشهر أو أقل، إلا إذا كانت معتدة ولم تقر بالنقضانها أو أقر الورثة بوجوده۔"

اس میں کسی ورثہ کا اقرار ضروری ہے یا کہ بعض کا کافی ہے؟ بیہوا تو جروا۔

محترمہ! مقام نبیہ! احتراماً!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بفضلہ تعالیٰ یہاں ہر طرح غیریت ہے، خداوند تعالیٰ طرفین میں عافیت رکھے، اس مبارک ماہ، مبارک اوقات میں مبارک مشاغل میں۔

جو با حسیب نشینی و بادہ پیمانی بباد آر محبان بادہ پیمارا

بندوہ! گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی دین و دنیاوی مخصوص نعمتوں سے مالا مال فرمائیں۔

احقر محمود غفرلہ، ۱۰/۹/۱۳۶۶ھ۔

طلاق کے بعد حمل کب تک مستحق میراث ہے؟

سوال [۱۹۵۰]: اگر مورث کی والدہ حاملہ ہے اور معتدہ رجوعیہ ہے، عدت گزرنے کا اس نے اقرار نہیں کیا تو اس کا دلموت، مورث یا وقت طلاق سے کتنی مدت کے اندر پیدا ہوتا وارث ہوگا؟

الجواب ومنہ الصدق والصواب

چونکہ اقرار جب قاصر ہے، اس لئے صرف مقررین کے حق میں ان کا اقرار معتبر ہوگا، البتہ اگر موت مورث کے وقت ظہور حمل عام طور پر معلوم ہو، یا اس کے ظہور پر شاہد موجود ہوں تو ہمد وارثوں کے حق میں اس کا ارث جاری ہوگا، ظہور حمل کا اعتبار جزئیہ ذیل سے ثابت ہے:

"یست نسب ولد المعتدة موت أو طلاق إن جحدت ولادتها بحجة تامة"

أو حمل طاهر، الخ"۔ (رد المحتار: ۲/۶۲۹)۔

حمل کی ولادت سے قبل اس کے لئے سہم موقوف رکھنا بھی ظہور حمل کے اعتبار کی دلیل ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳/رجب/۱۴۷۵ھ۔

(أحسن الفتاویٰ، کتاب الوصۃ والفرائض ۲۸۳/۹-۲۸۵، سعید)

البتہ احسن الفتاویٰ نویں جلد کے آخر میں "تہسیل العیارات" کے نام سے ایک رسالہ ہے جس میں حضرت مفتی

رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ نے سبق چہار دہم "حمل کا حکم" کے عنوان کے تحت جو بحث کی ہے اس کا اور فتاویٰ محمودیہ میں ذکر کردہ

فتویٰ دونوں کا سنہ ۱۳۶۶ھ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وقت طلاق سے اکثر مدت حمل کے اندر پیدا ہونے سے بچہ وارث ہوگا، جب کہ توریث کا مدار ثبوت نسب پر ہے۔

”وإن كان الحمل من غيره: أي من غير العیت وجاءت بالوليد لأقل من ستة أشهر، يرث. وإن جاءت به لستة أشهر أو أكثر، فإنه لا يرث، كما إذا ترك زوجة حبلی من ابنه الكافر أو الرقيق، إلا إذا كانت تلك المرأة معتدة طلاق أو عرقه ولم تقرب ناقضا، العدة، فإنه حينئذ يرث الوليد لضرورة إثبات النسب الداعية إلى إصافته العلوق إلى أكثر مدة الحمل، اهـ“۔ طحطاوی: ۴/۳۰۳ (۱)۔

صورت مسئولہ کا مدار توریث مطلق سے ثبوت نسب پر نہیں، بلکہ ولد الأم ہونے پر ہے، لہذا یہاں ماضی عدت اور عدم ماضی کو دخل نہیں اور اکثر مدت حمل کا اعتبار نہیں، بلکہ اگر موت مورث سے لأقل من ستة أشهر ولادت ہو تو وارث ہوگا، ورنہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد تگلوبی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

توریث حمل کی متعدد صورتیں اور ان پر اشکالات

سوال (۱۸۵۱): حمل غیر مورث کا ہو تو اس حمل کے وارث ہونے کی شروط ولادت لأقل من ستة

أشهر ہے، یا لتمام ستة أشهر، ثانی نے ”ستة أشهر أو أقل“ (۲)، بحر نے صرف ”لأقل من ستة

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: ۴۰۳/۴، کتاب الفرائض، فصل فی الغرقى والحرقی،

دارالمعرفة للطباعة والنشر، بیروت)

(و کذا فی الدر المختار: ۸۰۱/۶ کتاب الفرائض، فصل فی الغرقى والحرقی، سعید)

(وفی السراجیۃ، ص. ۵۸، فصل فی الحمل، سعید)

(۲) ”وإن كان من غيره، فإنه لا يرث لو ولد لستة أشهر أو أقل، والإفلا“۔ (ردالمحتار: ۸۰۱/۶، کتاب

الفرائض، فصل فی الغرقى والحرقی، سعید)

اشہر“ لکھا ہے (۱)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شامی ۴۰۲ھ نے سراجی ص: ۳۹ کی موافقت کی ہے (۲)، اور بحر میں مبسوط کی موافقت ہے، لیکن مبسوط ہی میں اور بعض مسائل میں ستہ اشہر کو اقل کے ساتھ لاحق کیا ہے (۳)، اکثر کے ساتھ لاحق نہیں کیا۔ اور طحاوی میں صاف ہے کہ اس مسئلہ میں ستہ اشہر اکثر کے ساتھ لاحق ہے، بظاہر یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ ”وإن جاءت به لسنة أشد أو أكثر، فإنه لا يرث، اهـ“ (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعظم۔
حررہ العبد محمد وسفر۔

سوال متعلق استفتاء بالہا

سوال [۹۸۵۲]: اکثر تہ متداولہ میں یہی لکھا ہے کہ اگر حمل مورث کا ہو اور عورت نے انقضائے عدت کا اقرار کر لیا ہو تو حمل وارث نہ ہوگا۔ تو کیا اگر اقرار ستہ لأقل من ستہ اشہر پیدا ہو جائے تب بھی وارث نہ ہوگا؟

(۱) ”ذکر الصدر الشهيد في فرائضه، أن الحين يرث إذا كان موجوداً في البطن عند موت المورث بأن جاء لأقل من ستہ اشہر مذمات المورث“ - وهذا التقدير في استحقاق الحين من غير الأب“.
(البحر الرائق: ۳۹۱/۹، کتاب القرائن، رشیدیہ)

(۲) چنانچہ سراجی ص: ۳۹ ”وإن كان من غيره وجاءت بالولد لسنة أشہر أو أقل منها، يرث. وإن جاءت به لأكثر من أقل مدة الحمل، لا يرث“۔ (السراجی، ص: ۵۸ فصل فی الحمل، سعید)
(وراجع رد المحتار، المصدر السابق)

(۳) ”وإنما يعلم وجوده في البطن إذا جاءت به لأقل من ستہ اشہر مذمات المورث؛ لأن أدنى مدة الحمل ستہ اشہر، وإن جاءت به لأكثر من ستہ اشہر، فلا ميراث له“۔ (المبسوط: ۱۵، الجزء: ۳۰، ص: ۹۰، کتاب القرائن، باب ميراث الحمل، مکتبہ غفراریہ کوئٹہ)

(۴) حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۳/۳۰۳، کتاب القرائن، فصل فی العرقی والحرقی، دار المعرفۃ للطباعة والنشر بیروت

الجواب حامداً ومصلیاً:

اقرار بعدت ختم ہو جاتی ہے، لیکن اقرار کے بعد لأقل من ستة أشهر پیدا ہونا اس کے لئے مذہب ہے، لہذا اگرچہ ثابت النسب اور وارث ہوگا، بشرطیکہ اکثر مدت حمل (دو سال) کے اندر پیدا ہوا ہو۔ اگر موت مورث سے دو سال کے بعد پیدا ہوگا تو ثابت النسب اور وارث نہیں ہوگا:

”والمسوفی عنها إذا اذعت انقضائها، ثم جاءت بولد لنمام ستة أشهر، لا يثبت نسبه، ولأقل بشت، اھ۔“ شامی: ۸۵۸/۲ (۱)۔

”ثبت نسب ولد المقررة بانقضاء العدة إذا جاءت به لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، كما إذا أقربت بعد ماضی من عدتها سنتان إلا شهرين فحالت بولد بعد ثلاثة أشهر من وقت الإقرار، لم يثبت نسبه منه؛ لأن شرط ثبوته أن يكون لأقل من سنتين من وقت الفراق بالموت أو بالطلاق، وبعده لا يثبت، وإن لم تقر بالانقضاء مع الإقرار أولی، اھ۔“ زبلی: (۲)۔

”قال الإقناني: هذا الذي ذكره القلوري يتناول كل معتدة، سواء كانت معتدة عن وفات أو عن طلاق، بآئن أو رحعی؛ لأنه أطلق المعتدة ولم يقتدها، يدل عليه ما ذكره فخر الإسلام وغيره في شروح الجامع بقولهم: إذا أقرت بانقضاء العدة في الطلاق البائن أو الرحعی می مدّة تصلح لثلاثة أقراء، ثم ولدت، فإن ولدت لأقل من ستة أشهر منذ أقرت، ولأقل من سنتين منذ باءت، وفي الرحعی كيف ما كانت بعد ما يكون لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، ثبت، لعلمنا بطلان الإقرار. وإن ولدت لستة أشهر منذ أقرت، ثبت (۳)؛ لأننا لم نعلم بفساد الإقرار، كذلك في الوفاة، اھ۔“ شلی هامش الزبلی: ۴۲/۳ (۳)۔

(۱) (رد المحتار: ۵۳۰/۳، کتاب النکاح، باب العدة، سعید)

(۲) (تبیین الحقائق لفخر الدین الزبلی: ۲۸۲/۳، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۳) (قرلہ بشت) هكذا في الأصل، والظاهر أنه ”لم يثبت“ قد سقط ”لم“ من الکتاب. محمود حسن گنگوہی غفرلہ۔

(۳) (حاشیة الشلی علی هامش التبیین للزبلی: ۲۸۲/۳، ۲۸۳، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب۔

والمسئلة المذكورة في البحر: ١٧٣/٤ (١) - وفتح القدير: ٥/٣ - (٢)

لیکن علامہ زبلی نے ایک اشکال کیا ہے (٣) جس کو صاحب بحر اور شامی نے برقرار رکھا ہے،
قلبتاً مل فيه (٤)۔

فی الفتاویٰ الہندیہ: "ولو مات عنها قبل الدخول أو بعده، ثم جاءت بولد من وقت
الوفات إلى سنتين، يثبت النسب منه. وإن جاءت به لأكثر من سنتين من وقت الوفاة، لا يثبت
النسب. هذا كله إذا لم يقر بانقضاء العدة، وإن أقرت - وذلك في مدة تنقضي في مثلها عدة
الطلاق والوقدة سواء - ثم جاءت بولد لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، يثبت النسب،

(١) إنما من الأب، فإن جاء به لأقل من سنتين من وقت الموت، فإنه يرث مالم تقر بانقضاء العدة. فالأصل أن
المعنة إذا جاءت بالولد لأقل من سنتين من وقت الطلاق، فإنه يثبت نسب الولد من الزوج إذا لم تقر بانقضاء العدة، فإذا
ثبت النسب من الميت، يرث منه ضرورة. وإن جاء لأكثر من سنتين، لا يثبت النسب من الميت، ولا يرث منه". (البحر
الرائق: ٣٩١/٩، كتاب القرائن، وشيخه)

(٢) "قوله: ويثبت نسب ولد المطلقة الرجعية إذا جاءت به لستين أو أكثر مالم تقر بانقضاء عدتها، ثم جاءت بولد،
لا يثبت نسبه، إلا إذا جاءت به لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، فإنه يثبت نسبه". (فتح القدير: ٣/٣٥١، كتاب
الطلاق، باب ثبوت النسب، مصطفى الباني الحلبي مصر)

(٣) (بين الحقائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ٢٨٣/٣، دار الكتب العلمية بيروت)

(٤) "وذكر في التبيين - - - بقي فيه إشكال وهو ما إذا أقرت بانقضاء عدتها، ثم جاءت بولد لأقل من ستة أشهر من
وقت الإقرار ولأقل من سنتين من وقت الحراق، ينبغي أن لا يثبت نسبه إذا كانت المدة تحمل ذلك بأن أقرت بعد ما
مضى سنة مثلاً، ثم جاءت بولد لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، لأنه يحمل أن عدتها انقضت في شهرين أو ثلاثة
أشهر، ثم أقرب بعد ذلك بزمان طويل، ولا يلزم من إقرارها بانقضاء العدة أن تنقضي في ذلك الوقت فلم يظهر كذبها
بيقين، إلا إذا قالت: القصص علني الساعة، ثم جاءت بولد لأقل من ستة أشهر من ذلك الوقت". (البحر الرائق، كتاب
الطلاق، باب ثبوت النسب: ٢٨٠/٣، ٢٨١، وشيخه)

(و) كذا في رد المحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في ثبوت النسب، مطلب في ثبوت النسب من الصغيرة:
٣/٥٣٣، سعيد)

والا فلا، اھ۔ عالمگیری: ۵۳۷/۱۔

جب ثبوت نسب ہوگا تو استحقاق وراثت بھی ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العید محمود گنگوہی عطا اللہ عنہ۔

ایضاً

سوال [۹۸۵۳]: شامی بحث الحکل میں ہے: "وإن كان من غیرہ، فإنما يرث لو ولد لستہ

أشهر أو أقل، إلا إذا كانت معتدة ولم تنقر بانفصالها أو أقر الورثة بوجودہ" (۲)۔

اس میں کل ورثہ کا اقرار ضروری ہے، یا اکثر کا یا بعض کا اقرار بھی کافی ہے، اگر کل کا اقرار ضروری ہے تو کل ورثہ کا عاقل بالغ ہونا بھی ضروری ہوگا، نیز بعض کا اقرار اور بعض کا سکوت کل کے اقرار کے حکم میں ہوگا یا نہیں؟ نیز اگر معتدہ رجعی ہو تو ظاہر ہے کہ روز طلاق سے دو سال کے بعد بھی اگر ولادت ہو تو حمل وارث ہوگا اور اگر معتدہ بانیہ ہو، یا ورثہ نہ ملے کے وجود کا اقرار کیا ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس حمل کا روز طلاق یا موت سے دو سال کے اندر اندر پیدا ہونا ضروری ہے، مگر کتاب میں یہ شرطیں لگائی گئی، جو تحقیق ہو مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

اس مسئلہ میں صراحۃً کوئی چیز نہیں ملے۔ حمل مورث کے متعلق فصل ثبوت النسب میں عبارت ہے:

"وثبت نسب ولد المعتدة موت أو طلاق إن جحدت ولاذنتها بحجة تامة أو حبل ظاہر، أو إقرار الزوج به، أو تصديق بعض الورثة، فيثبت في حق المقرين. وإنما يثبت النسب في حق غيرهم حتى الساس كافة إن تم نصاب الشهادة بهم، بأن شهد مع المقر رجل آخر. وكذا لو صدقه عليه الورثة وهم من أهل التصديق، فيثبت النسب، وإلا يتم نصابها، لا يشارك المكذبين، اھ۔ در مختار مختصراً (۳)۔

"(قوله: أو تصديق بعض الورثة) المراد بالبعض من لا يتم به نصاب الشهادة وهو الواحد

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۵۳۷/۱، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب، رشیدیہ)

(۲) (ردالمحتار: ۸۰۱/۲، کتاب الفرائض، فصل فی الفرقی والحرفی، سعید)

(۳) (المرالمختار مع ردالمحتار: ۵۳۳/۳، ۵۳۶، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، سعید)

”معدن“ و اکثر مع عدم العدالة كما يظهر مقابلہ ح. و صورة المسئلة: لو أدعت مَعْدَنَةُ الوفاة
 الوُدَّه، ففسد فيها الوُرَّةُ ولم يشهد بها أحدٌ، فهو ابن المبت في قولهم جميعاً؛ لأن الإرث خالص
 حقه، فيقبل تصديقهم فيه، فتح. (قوله: فثبت في حق الثميرين) الأولى: في حق من أقر، يشمل
 الواحد، ولأنهم لو كانوا جماعة، ثبت في حق غيرهم أيضاً، إلا أن يحمل على ما إذا كانوا غير
 عدول، أفاده قوله: (في حق غيرهم): أي في حق من لم يصدق، اهـ، شامی: ۸۶۳/۲ (۱)۔

لیکن یہ نفس ولادت کے متعلق کلام ہے۔ معتدہ پائر رجعیہ کا جزئیہ صریح اس سے پہلے جواب میں شمس
 ہاشم الزبلی سے منقول ہو چکا ہے (۲) اور یہ بحر (۳)، و شامی وغیرہ میں بھی ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
 حررہ العبد محمد وغفرلہ۔

(۱) (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۵۳۶/۳، سعید)

(۲) ”قال الإسناسی: هذا الذي ذكره القدوري يتناول كل معدنة، سواء كانت معدنة عن وفات أو عن
 طلاق، بالن أو رجعي؛ لأنه أطلق المعدنة ولم يقيدها، يدل عليه ما ذكره فخر الإسلام وغيره في شرح
 الجامع بقولهم. إذا أقرت بانقضاء العدة في الطلاق البائن أو الرجعي في مدة تصلح لثلاثة أقراء، ثم
 ولدت، فإن ولدت لأقل من ستة أشهر منذ أقرت، ولأقل من ستين منذ مات، وفي الرجعي كيف
 ما كانت بعد ما يكون لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، يثبت؛ لعلمنا بطلان الإقرار. وإن ولدت لستة
 أشهر منذ أقرت، يثبت؛ لأننا لم نعلم بفساد الإقرار، كذلك في الوفاة، اهـ.“ (حاشية الشلبي على
 هامش التبیین للزبلي: ۳/۲۸۲، ۲۸۳، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، دار الكتب العلمية بيروت)
 (۳) قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى: ”والمقرة بمضيها لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، وإلا لا: أي وثبت
 نسب ولد المعدنة المقرة بمضيها إذا جاءت بالولد لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار ولو جاءت به لستة
 أشهر أو أكثر من وقت الإقرار، لم يثبت؛ لأننا لم نعلم بطلاق الإقرار، لاحتمال الحلوث بعده، وهو المراد بقوله وإلا
 لا“ (الحر المرفق ۲/۴۷۰، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، وتبينه)

(۴) ”زكدا المقرة إن ولدت لذلك من وقت الإقرار: أي من أقرت بانقضائها بعد ثلاثة أشهر (قوله: إن ولدت
 لذلك): أي لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار. أي ولأقل من تسعة أشهر من وقت الطلاق، لظهور كلفها بيقين،
 وحسب فلا فرق بين الإقرار وعدمه في أنه لا يثبت النسب، إلا إذا ولدت لأقل من تسعة أشهر.“ (رد المحتار: ۵۳۳/۳،
 کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، سعید)

ایضاً

سوال [۹۸۵، ۴]: اگر حمل غیر مورث کا ہو اور چھ ماہ کے بعد پیدا ہو وقات مورث سے، تو وہ تب وارث ہوگا کہ ورثہ نے وفات مورث کے وقت اس حمل کے وجود کا اقرار کیا ہو، یہ اقرار سب وارث کریں یا بعض کا اقرار کافی ہے؟

اس کے متعلق آپ نے ثبوت والی عبارات تحریر فرمائی ہیں، مگر اس صورت میں ”إقرار من يتم به الشهادة“ اس لئے کافی ہے کہ ولادت خود ایسی چیز ہے کہ اس پر شہادت معتبر ہے، بخلاف صورت مسئلہ کے کہ حمل کا وجود ہی یقینی نہیں تو اس پر شہادت کیسے قبول ہوگی، ایک غائب اور محتمل چیز پر شہادت معتبر نہ ہوگی۔ پس احقر کا اس کے متعلق یہ خیال ہے کہ اقرار چونکہ جہت قاصرہ ہے، اس لئے مقربین کے حق میں حمل وارث ہوگا، بقیہ کے حق میں وارث نہ ہوگا اگرچہ مقربین کی تعداد نصاب شہادت سے بھی زائد نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

اس کے متعلق صراحۃً جزئیہ ملنے کی نفی کر کے ثبوت النسب والی عبارات نقل کی تھیں اور اس سے پہلے سوال کے جواب میں یہ مذکور تھا کہ جب ثبوت نسب ہوگا تو تحقیق وراعت بھی ہوگا (۱)۔ نیز عبارات درمقرر میں یہ فقرہ بھی مذکور تھا: ”فیثبت فی حق المقرین“ (۲)، اس سب سے متصم: بعض احتمالات کی اقریت کو بیان کرنا تھا۔ اقرار کا جہت قاصرہ ہونا مصرح ہے جس کی نظیر ”فیثبت فی حق المقرین“ بھی ہے، اگرچہ وہ نقصان نصاب پر مرتب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی، عفا اللہ عنہ۔

(۱) چنانچہ مگر اکتان میں ہے ”فیذا ثبت النسب من المیت، یورث منه ضرورۃً“۔ (البحر الرائق: ۳۹۲/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) ”فیثبت فی حق المقرین“۔ ویثبت نسب ولد المعتمد بموت أو طلاق إن حدثت ولادتها بحجة تامة أو جبل طاهر أو إقرار الزوج به أو تصدیق بعض الورثة، فیثبت فی حق المقرین“۔ (الدوا المختار)۔ ”قوله“ أو تصدیق بعض الورثة (المراد بالبعض من لا یمت به نصاب الشهادة، وهو الواحد العدل أو الأكثر مع عدم العدالة)۔ ”قوله“ فیثبت فی حق المقرین (الأولی فی حق من أقر، یشمل الواحد، ولأنهم لو كانوا جماعة، ثبت فی حق غیرهم ایضاً“۔ (رد المختار: ۵۴۳/۳، ۵۴۶، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۲۸۲، ۲۸۳، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، دار الکتب العلمیہ بیروت)

الفصل العاشر فی الحجب والحرمان

(حجب اور حرمان کا بیان)

ایک وارث دوسرے وارث کی موجودگی میں محروم کیوں ہے؟

سوال [۹۸۵۵]: ایک غیر مسلم نے سوال کیا ہے کہ ایسی شریعت نے محبوب کو میراث سے کیوں محروم ٹھہرایا ہے، اس کی کیا وجہ ہے اور کیا راز ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

میراث کیلئے شریعت نے احکام بیان کئے ہیں کہ کون وارث کس حالت میں کتنی میراث کا مستحق ہوگا، اور کون کس کی وجہ سے محبوب ہوگا۔ دادا مستحق میراث ہے، لیکن باپ کی موجودگی میں اس کو کچھ نہیں ملتا، کیونکہ دادا کا رشتہ باپ کے واسطے سے ہے۔ اسی طرح بھائی وارث ہوتا ہے، مگر باپ کی موجودگی میں اس کو کچھ نہیں ملتا، اس لئے کہ اس کا رشتہ بھی باپ کے واسطے سے ہے۔ یہی حال پوتے کا ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں وہ وارث نہیں ہوتا (۱)، یہ بات بالکل صاف اور قابل قبول ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد مغفل، دارالعلوم دیوبند، ۸/۲/۱۳۹۴ھ۔

شادی کی وجہ سے لڑکیاں محروم نہیں ہوتیں

سوال [۹۸۵۶]: شیخ خیرات احمد مرحوم کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، دونوں لڑکیاں شادی شدہ

(۱) "و یسقط الحد مالاً، لأن الأب أصل فی قرابة الحد إلى الميت". (السراجی). "لأن قرابته بواسطة الأب، فمات دامت الوسطة أهلاً للميراث، فالميراث للواسطة كالميراث مع الامن". (الشریفة، ص: ۱۹، باب معرفة الفروض ومستحقها، سعید)

"كل من يدلی: أي ينتمی إلى الميت بشخص، لا یرث مع وجود ذلك الشخص، كامن الامن، فإنه لا یرث مع الامن". (الشریفة، ص: ۳۸، باب الحجب، سعید)
(و كذا فی السراجی، ص: ۱۷، باب الحجب، سعید)

ہیں، ان دونوں لڑکیوں کا والد کی جائیداد میں شرعاً حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

’شادی ہونے کی وجہ سے لڑکیاں باپ کی وراثت سے محروم نہیں ہوتیں، ان کو ضرور حصہ ملتا ہے (۱)۔ اگر صرف چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، تو بعد اداۓ حقوق حصہ مد علی المیراث دس سہام بنا کر دو دسہام چار لڑکوں کو اور ایک ایک سہام دونوں لڑکیوں کو تقسیم کر دیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

کیا ترکہ میں کوئی چیز ایسی بھی ہے جس سے بیٹی محروم ہے؟

سوال [۹۸۵]: مرزا محمد اسحاق بیک کا انتقال ہو گیا، پسماندگان میں ان کی بیوہ اور دو لڑکے مرزا فخر الدین بیک و مرزا امین الدین بیک اور ایک لڑکی سلطانہ بیگم ہیں۔ مرزا محمد اسحاق بیک کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے اپنی بہن کو کل جائیداد سے محروم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مکان و باغات میں تو حصہ ہوتا ہے لیکن کھیتوں میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ مرزا محمد اسحاق بیک اپنی زندگی میں خود ہی کاشت کرتے تھے اور تمام کھیتوں پر مرزا محمد اسحاق کا قبضہ تھا۔

(۱) قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِي﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۲) تقسیم مالا تقسم ہو۔

مسئلہ ۱۰

ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	بنت
۲	۲	۲	۲	۱	۱

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿وَأِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً، فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِي﴾ (سورة

النساء: ۱۷۶)

اب مفتیان کرام بتائیں کہ مذکورہ بالا جائیداد میں سے از روئے شرع فرائض سلطانہ بیگم کو کیا حصہ ملے گا؟ نیز باقی لوگوں میں جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ باپ کی چھوڑی ہوئی منقولہ وغیرہ منقولہ اشیاء میں سے کیا کوئی چیز ایسی بھی ہوتی ہے جس میں لڑکی حصہ دار نہ ہو اور وہ صرف لڑکوں کو ہی ملے؟ یہ بھی مطلع کیجئے کہ بہن کی اس حق تلفی اور حصہ غصب کرنے والے کی کیا کوئی سزا شرعی ہے جو حشر میں ملے گی، اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ یہ بھی مطلع فرمائیے کہ حق دینے میں دیر کرنا کیسا ہے؟

یہ بھی مطلع کیجئے کہ عدالتی قانون کی طرح کیا شرع میں بھی اس کی کوئی میعاد مقرر ہے کہ اس کے بعد یہ حق تمادی ہو جائے اور لڑکی اس کے پانے کی مستحق نہ رہے؟ جو لوگ مذکورہ بالا حق تلفی میں کسی قسم کی مدد زبانی یا عملی کریں ان کی کیا سزا ہے؟ یا جو لوگ مذکورہ حق تلفی کے خلاف زبانی یا عملی مدد کریں ان کے لئے کیا اجر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۸، تصد ۳۰

مرزا احمد اسحاق بیگ

زہیرہ زہرہ بیگم	ابن فخر الدین بیگ	ابن معین الدین بیگ	ہت سلطانہ بیگم
۱/۵	۱۳	۱۳	۷

بشرط صحیح سوال و عدم موانع ارث بعد تجہیز و تکفین و ادائے ذین مہر وغیرہ از کل مال و تحفیذ وصیت از ثلث مال (۱) مرزا احمد اسحاق بیگ کا کل ترکہ چالیس سہام بنا کر اس طرح تقسیم ہوگا کہ پانچ سہام بیوہ (زہرہ) (۱) حقوق ختمہ یعنی تجہیز و تکفین، ادائے دین، اگر وصیت کی ہے تو تحفیذ وصیت کے بعد بقیہ ترکہ تقسیم ہوگا۔

"تعلق بقرة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتحفيذه، من غير تذبذب ولا تفتير، ثم نقصى ديونه من جميع مابقى من ماله، ثم نفذ وصاياه من ثلث مابقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته." (السراجي في الميراث، ص: ۳، ۲، سعيد)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض، ۵۹/۷، ۷۱، ۷۲، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفيما يتعلق بالتركة:

تین گم کو ملیں گے (۱)، چودہ چودہ سہام دونوں لڑکوں فخر الدین و معین الدین کو ملیں گے، سات سہام لڑکی سلطانہ تین گم کو ملیں گے (۲)۔ روپیہ، زیور، کپڑا، برتن، گھر کا سامان، مکان، باغ، کھیت غرض جو چیز بھی محمد اسحاق مرحوم کی ملک تھی سب کی تقسیم اس طرح ہوگی۔

بہن کی حق تلفی کرنا سخت ہے، بہن ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر زیادہ سے زیادہ شفقت کی جائے۔ اگر وہ بڑی ہے تو اس کا حق والدہ کے قریب ہے، اگر چھوٹی ہے تو اس کا حق بیٹی کے قریب ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی کی ایک بالشت زمین فحش کر لی تو اس کی سزا میں ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر گنگے میں ڈالا جائے گا (۳)۔ دو تین پیسے کے عوض سات سو مقبول فرض نمازیں دلائی جائیں گی، جس کا حق واجب ہو اس کے ادا کرنے میں بلا وجہ تاخیر کرنا اور ٹکنا ظلم ہے (۴)، خاص کر جب کہ صاحب حق کی طرف سے مطالبہ بھی ہو، اگر ادا نہ کیا اور تاخیر ہو گئی تو وہ مطالبہ ساقط نہیں ہوگا، یہاں تک کہ قیامت کو دلا یا جائے گا (۵)۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿فإن كان لكم ولد، فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية تو صون بها أو ذہن﴾ (سورة النساء: ۲۱)

(۲) قال الله تبارک و تعالیٰ: ﴿ووصیکم الله فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین﴾ (سورة النساء: ۱۱)
(۳) "عن سعید بن زید رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "من أخذ شیراً من الارض ظلماً، فباله یطوف یوم القيامة من سبع ارضین". متفق علیه". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، ص: ۲۷۵، قدیمی)

(۴) "عن أبی هريرة رضى الله تعالى عنه أن رسول الله ﷺ صلى الله تعالى علیه وسلم، قال: "مطل المعنی ظلم، وإذا تبع أحد علی ملتی فلیتبع". (سنن أبی داؤد، کتاب البیوع، باب فی المطلاع واحسن القضاء: ۴/۳۷۴، دار الحديث مشان)

(۵) "الحق لا یسقط بتقادم الزمان". (شرح الأشیاء والنظائر، کتاب القضاء والشهادات: ۲/۱۹۳، إدارة القرآن کراچی)

"ویضمن العال المسروق؛ لأنه حق العبد فلا یسقط بالتقادم". (الدرا المحتار، کتاب الحدود، باب الشهادة علی الزنا: ۳/۳۱، سعید)

"وعنه (ابی هريرة رضى الله تعالى عنه) قال: قال رسول الله ﷺ صلى الله تعالى علیه وسلم: "لو تدنّ الحقوق إلى أهلها یوم القيامة حتی یقاد الشاة الجملحاء من الشاة القرناء". رواه مسلم". (مشکوٰۃ =

ظالم کی ظلم میں مدد کرنا بھی ظلم ہے (۱)۔ مظلوم کو ظلم سے بچانے کے لئے حسب طاقت وحیثیت مدد کرنا لازم ہے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرر والید محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۸۵ھ۔

بیوہ نکاحِ ثانی کی وجہ سے وراثت سے محروم نہیں

سوال [۹۸۵۸]: ایک عورت جس کا شوہر مر چکا ہے، بعد عدت عقدِ ثانی کرتی ہے۔ عورت کے اولاد نہیں ہے، صرف خسر زندہ ہے۔ شوہر مذکورہ بالا اور اس کے والد سب ایک ہی ساتھ رہتے تھے۔ عورت مذکورہ زیورات، ملبوسہ جسم و منقول جائیداد وغیرہ منقولہ میں کتنا حصہ پاسکتی ہے، یا نہیں پاسکتی علاوہ مہر کے؟ اگر عورت مذکورہ نے مہر معاف کر دیا ہے تو واقعات مندرجہ بالا میں کوئی حق رکھتی ہے یا نہیں؟ اگر حاف نہیں کیا تو جائیداد مذکورہ بالا سے مہر وصول ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ شوہر مذکور اور اس کے والد ایک ہی ساتھ رہتے تھے، شوہر کی کوئی علیحدہ جائیداد رقم وغیرہ نہیں ہے۔

المصابیح، باب الظلم، الفصل الأول: ۳۵۷، قدیمی

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورة المائدة: ۲)

”عن أوس بن شرجیل أنه سمع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”من مشى مع ظالم

ليقويه وهو يعلم أنه ظالم، فقد خرج من الإسلام“. (مشکوٰۃ المصابیح، باب الظلم، ص: ۳۳۶، قدیمی)

”فقد خرج من الإسلام“: أى من كمال الإيمان أو من حقيقة الإسلام المقنضى أن يسلم

المسلمون من لسانه وبده“. (مرقاۃ المفاتیح، باب الظلم: ۸/۸۵۸، (رقم الحديث: ۵۱۳۵)، رشیدیہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى﴾ (سورة المائدة: ۲)

”عن أنس رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”انصر أخاك

ظالماً أو مظلوماً“ فقال رجل: يا رسول الله! أنصره مظلوماً، فكيف أنصره ظالماً؟ قال: ”تمعه من الظلم،

فذلك أنصرک إياه“. متفق عليه“. (مشکوٰۃ المصابیح، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل

الأول، ص: ۳۲۲، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

عقد ثانی کرنے کی وجہ سے وہ عورت مہر یا وراثت سے محروم نہیں ہوگی (۱)، جو اشیا، زیور، لباس وغیرہ عورت کی ملک ہیں، خواہ اس کے والد نے دی ہوں خواہ شوہر یا خسر نے تملیک کر دی ہوں، وہ تو بلا شرکت غیر عورت کی ملک ہیں (۲)، اور شوہر اپنے والد کے ساتھ رہتا تھا، ان میں وراثت جاری نہیں ہوگی (۳)، عورت کو بھی کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ جو اشیا شوہر کی ملک ہو چکی تھیں، خواہ اس نے خود حاصل کی ہوں خواہ اس کے والد نے تملیک کر دی ہیں وہ ترکہ شمار ہوں گی (۴)، اولاً قرضہ مہر وغیرہ ادا کیا جائے گا، اس کے بعد جو کچھ بچے اس میں سے

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿ولهن الربع مما ترکتم إن لم یکن لکم ولد، فإن کان لکم ولد فلهن النصف مما ترکتم من بعد وصیة توصون بها أو ذین﴾ (سورة النساء: ۱۲)

”تم شرع فی المحجب فقال: ولا یحرم سنة من الورثة نحل البنت: الأب، والأم، والأبن، والبنت: أبی الأبنوان والوالدان والزوجان“۔ (الدر المختار، کتاب القرائن، فصل فی العصابات: ۶/۷۷۹، ۷۸۰، سعید)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب القرائن، الباب الرابع فی الحجب: ۶/۳۵۲، وشیدیہ)

(۲) ”لیان کل أحد یعلم أن الجهاز ملک للمرأة، وأنه إذا طلقها فأخذہ کله، وإذا ماتت بورث عنها، ولا یختص بشيء منه“۔ (رد المحتار: ۳/۵۸۵، کتاب الطلاق، باب الشفقة، سعید)

(۳) اصل جائیداد باپ کی ہے میت یعنی بیٹے کی نہیں ہے اور عورت کو اپنے شوہر کے ترکہ سے میراث ملے گی، نہ کہ سر کے مال سے:

”الأب وإنه یکتسب فی صعة واحدة ولم یکن لهما شيء، فالتکسب کله للأب إن کان الأبن فی عیاله، لکونه معیلاً له — وفی الخانیة: زوج بنیه الحمسة فی داره وکلهم فی عیاله، واحتفلوا فی المتاع، فهو للأب، وللسنن الثیاب التي علیهم لا غیر“۔ (رد المحتار: ۳/۳۲۵، کتاب الشرکة، فصل فی الشرکة الفاسدة، سعید)

(وکتبا فی تلخیص الفتاویٰ الحامدیة: ۲/۱۷۱، کتاب الدعوی، مکتبہ مبینہ، مصر)

(۴) ”یسملک الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملک لالنصحة الهیة“ (شرح المحلة لسلم رستم: ۱/۳۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، کتاب الہیة، الباب الثالث، مکتبہ حنفیہ کونہ)

(وکتبا فی الدر المختار: ۵/۶۹۰، کتاب الہیة، سعید)

چوتھائی حصہ عورت کو ملے گا، ہکذا، ہی الہدۃ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ، محکم مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پورہ، ۱۳ شوال، ۱۳۶۷ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، ۱۱ شوال، ۱۳۶۷ھ۔

بیوہ اگر دوسرا نکاح کرے تو وہ وراثت سے محروم نہیں

سوال [۹۸۵۹]: کیا اگر کوئی عورت بیوہ ہونے کے بعد دوسرے سے نکاح کر لے تو اس سے اپنے مرحوم شوہر کی جائیداد اور ملک سے مہر کا حق نہیں؟ یہاں کی کمیٹی کا خیال ہے کہ اپنا کوئی حق اس عورت کو مل نہیں سکتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوہ جب بعد عدت دوسرے سے نکاح کرے تو اس کا مہر اور حق وراثت مرحوم شوہر کے ترکہ سے ساقط نہیں ہوتا، بلکہ وہ حقدار رہتی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۱۳۸۸ھ۔

عقد ثانی کی وجہ سے بیوی کا حصہ کم نہیں ہوتا

سوال [۹۸۶۰]: کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بیوہ عورت جو عقد ثانی میں آتی ہے ترکہ میں اس کا اور

(۱) "الترکۃ تنسحب بھا حقوق اربعۃ: جہاز المیت ودفنہ، والدین، والوصیۃ والمیراث، فبیذاً أولاً"

سجھاڑہ وکفنتہ وما یحتاج إلیہ فی دفنہ۔" (فتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۷۷، کتاب

الفرائض، الباب الأول، وشیدبہ)

(وکذا فی السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿ولین الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد، فإن کان لکم ولد فلہن النمس

مما ترکتم من بعد وصیۃ یوصون بھا أو دین﴾ (سورۃ النساء: ۱۲)

"أما للزوجات فالحالان: الربع للواحدة فصاعداً عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل"

(السراجی فی المیراث، ص: ۷، ۸، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۵۰، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی القروض، وشیدبہ)

اس کے بچوں کا حصہ کم ہوتا ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خیال غلط ہے، اس کا جتنا حصہ ہے وہ ضرور اس کی مستحق ہے، عقد ثانی کی وجہ سے ہرگز حصہ میں کمی نہیں آئے گی، اولاد بھی اپنے پورے حصہ کی حقدار رہے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۱۳۸۹ھ۔

دادا کی میراث سے پوتا کیوں محروم ہے؟

سوال [۹۸۶۱]: مظلوم میراث کا مطلب کیا ہے، اور مظلوم میراث کیوں کہا جاتا ہے؟ ہم لوگ جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے ہیں پھر بھی اس کی کون (سی) وجہ ہوگی۔ دادا کی موجودگی میں باپ مر جائے تو بیٹا محروم میراث ہوتا ہے اور نانا کی موجودگی میں ماں مر جائے تو بیٹا محروم ہوگا۔ خلاصہ تحریر فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم معلوم ہو جانے کے بعد اس پر ایمان لانا اور اس کو تسلیم کرنا ضروری ہے (۲)، اس کی علت دریافت کرنے کا حق نہیں۔ البتہ حکمت کی تحقیق کی جاسکتی ہے، مگر حکمت کے سمجھنے کیلئے بڑے علم اور اعلیٰ فہم کی ضرورت ہے (۳) جن غریبوں کو املا لکھنا بھی صحیح نہ آتا ہو، ان کو اس فکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَلَهُنَّ الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ. فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثَّمَنُ

مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دِينَ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

”أما للزوجات فالحالان: الربع للواحدة فصاعداً عند عدم الولد وولد الابن وإن سعل“.

(السراحي في الميراث، ص: ۶، ۷، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمة المكيية: ۶/۳۵۰، كتاب الفرائض، الباب الثاني، وشبديہ)

(۲) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ، وَمَا نَهَاكُمْ مِنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (سورة الحشر: ۷)

(۳) قال الله تبارك وتعالى: ﴿إِذَا قُضِيَ إِلَيْكُمْ مِنْ أَهْلِكُمْ أَثَرٌ فَلْيُتْرَكُوا لِمَا أَتَتْكُمْ أَيْدِيهِمْ أَلَا تَعْلَمُونَ﴾ (سورة النساء: ۷)

بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کا حق وراثت

سوال [۹۸۲]: ہم چار بیٹائی ہیں، والد صاحب کا انتقال ہو گیا، انہیں کی موجودگی میں ایک بھائی کا بھی انتقال ہو گیا۔ مرحوم بھائی کے بیٹے ہیں، ان بچوں کا حق ترکہ میں سے کتنا ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ مرحوم نے تین بیٹے چھوڑے اور چوتھے مرحوم بیٹے نے اولاد چھوڑی، تو صرف مرحوم کے بیٹے وارث ہوں گے اور اس ترکہ سے چوتھے بیٹے کی اولاد کو کچھ نہیں ملے گا (۱)، ہاں اس چوتھے بیٹے نے اپنا خود ملوکہ ترکہ چھوڑا ہو تو وہ اس کی اولاد کو ملے گا۔ تفصیل معلوم ہونے پر سب کا حصہ متعین کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۱۴۰۶ھ۔

= "جملة معرضة لبيان مصالح تقدير الميراث وحكمته، والمعنى: أن الله تعالى قدر قسمة التركة من عند نفسه على حسب ما علم فيه حكمته ومصلحته. ولو وكلها إليكم لم تعلموا أن آباءكم وأبائكم الباقون إليهم أقرب لكم نفعاً وأبعد ضرراً، وأنهم بالعكس، فوضعتم الأموال على غير حكمته من غير إدرak نفع، فتولى الله ذلك بنفسه فضلائمه ومنه من عبده، ولم يكلها إلى اجتihadكم لعجزكم عن معرفة المقادير" (التفسيرات الأحمدية في بيان الآيات الشرعية، ص: ۲۳۴، مكتبة حقایقہ پشاور)
واضح رہے کہ اگر میت کی اولاد موجود ہو تو پوتا اس لئے میراث سے محروم رہے گا کہ وراثت میں قرابت قریبہ قرابت بعیدہ کو محروم کر دیتی ہے تو مینا چونکہ قریب ہے پوتے سے تو قریب ہی میراث کا مستحق ہو گا نہ کہ بعید۔

"الأقرب فالأقرب بقرب الدرجة، أعنى: أولهم بالميراث جزء الميت: أى النون، ثم سوهم وإن سفلوا" (السراحي في الميراث، ص: ۱۳، سعيد)

مزید تفصیل کیلئے دیکھیے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ (القول السديد في تحقيق ميراث الحفيد از جواهر الفقه ۳/۴: ۳۷۹، مكتبة دارالعلوم کراچی)

(۱) "الأقرب فالأقرب برخصون بقرب الدرجة، أعنى: أولهم بالميراث جزء الميت: أى النون، ثم سوهم" (السراحي في الميراث، ص: ۱۳، سعيد)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۲/۶، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصباء، وشیدیہ)

(و کذا فی المحرر الرائق: ۳۸۱/۹، ۳۸۲، کتاب الفرائض، وشیدیہ)

بیٹے کی موجودگی میں پوتے کی میراث

سوال [۹۸۶۳]: حاجی عبدالرزاق کے دو لڑکے ہیں: سلامت اللہ و عسمت اللہ، اور حاجی صاحب موجود ہیں اور سلامت اللہ کا انتقال ہو گیا، ان کا بڑا لڑکا مشتاق احمد بچا۔ اس کا شریعت کے اعتبار سے حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حاجی عبدالرزاق صاحب کے انتقال کے وقت ایک لڑکا موجود ہے اور دوسرے لڑکے کی اولاد موجود ہے اور دوسرا لڑکا خود انتقال کر چکا ہے تو اس دوسرے لڑکے کی اولاد کو حاجی عبدالرزاق کے ترکہ سے وراثت نہیں ملے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ لکنوہی عفا اللہ عنہ۔

پوتا وارث کیوں نہیں؟

سوال [۹۸۶۴]: پوتے دادا کی وراثت کے حقدار کیوں نہیں، درآنحالیکہ وہ بے چارے یتیم ہیں اور دلجوئی کے زیادہ مستحق ہیں؟ پوتوں کے وارث نہ ہونے کی حکمت بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حکمت کا علم صاحب شرع کو ہے، ہم نہیں جانتے (۲)، ہمارا مسلک تو یہ ہے:

(۱) "الأقرب فالأقرب یرتبحون بقرب الدرجة، أعتی: أولہم بالمیراث جزء المیت: أی البنون، ثم بنوہم"۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۱۳، سعید)

(وکنذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۴/۶، کتاب القرائض، الباب الثالث فی العصات، وشدیہ)

(وکنذا فی البحر الرائق: ۳۸۲، ۳۸۱/۹، کتاب القرائض، وشدیہ)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿آسَأُوْكُمْ وَأَبْنَاءُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَنِیْہُمْ أَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا﴾ "حملۃ معترضۃ لیبان مصالح تقدیر المیراث وحکمتہ، والمعنی: أن اللہ تعالیٰ فَرَّزَ قِسْمَ التَّوْکَہِ من عند نفسه علی حسب ما علم فیہ حکمۃ ومصلحۃ. ولو وَکَلْہَا إِلَیْکُمْ، لَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبْنَاءَکُمْ وَأَبْنَاءَکُمْ أَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا وَأَعَدَّ ضَرُورًا، وَأَیْہُمْ بِالْعَکْسِ، فَوَضَعْنِی الْأَمْوَالَ عَلَی غَیْرِ حِکْمَہِ مِنْ غَیْرِ إِدْرَاکِ نَفْعِ، ۛ"

زمان تازہ کردن باقراؤ تو نینگیکستن علت از کار تو

(سعدی)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، ۲۶/۷/۱۳۶۱ھ۔

بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو جائیداد دینا

سوال [۹۸۶۵]: کیا زیادہ کو اپنی جائیداد پر یہ حق ہے کہ وہ لڑکی اور لڑکے دونوں کو نہ دے کر پوتوں کے نام لکھ دے اور تاحیات خود ولی رہے، بعدہ اپنے لڑکے کو ولی بنادے؟

= فصولی اللہ ذلک بنفسہ فضلاً منہ ومنۃ من عندہ، ولم یکنہا الی اجتہاد کم لعجز کم عن معرفۃ

المقادیر“ (التفسیرات الاحمدیۃ فی بیان الایات الشرعیۃ، ص: ۲۳۳، مکتبہ حنفیہ پشاور)

تقریرات شرعیہ رائے اور خیالات پر مبنی نہیں ہیں، بلکہ ان کا تعلق نقل سے ہے:

”عن أنسٍ إسحق عن عبدخیر عن علی ورضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لو کان الذین بالرأی، لکان

أسفل الخف أولیٰ بالمسح من أعلاه، وقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح علی

ظاهر خفيه“. (سنن أبی داؤد: ۳۲/۱، باب کیف المسح، دار الحديث ملتان)

”قال: “أی علی ورضی اللہ تعالیٰ عنہ“ ”لو کان الذین بالرأی“: أی بظاهر الرأی ومجرد العقل

دون الروایۃ والنقل ”لکان أسفل الخف أولیٰ بالمسح من أعلاه، وقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم یمسح علی ظاهر خفيه“

قال القاری رحمه اللہ علیہ: ”اعلم أن العقل الكامل تابع للشرع؛ لأنه عاجز عن إدراك

الحکم الإلهیۃ، فعليه التبع المحض بمقتضى العبودیۃ. وما ضل من الغفرة والحکماء المبتدعة وأهل

الأهواء إلا بمساعاة العقل وترك موافقة النقل. وقد قال أبو حنیفة رحمه اللہ تعالیٰ: لو قلت بالرأی

لأوجب غسل البول؛ لأنه نجس متفق علیہ، والوضوء بالمئی؛ لأنه نجس مختلف فیہ، ولأعطيٰ

الذکر فی الإرت صنف الأشی؛ لكونها أضعف منه“. (بذل المجهود شرح سنن أبی داؤد: ۹۹/۲،

کتاب الطهارة، باب کیف المسح، مکتبہ امدادیہ ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کو پورا اختیار ہے کہ اپنی جائیداد پوتوں کو دیدے یا کسی اور کو دے، لیکن اتنا خیال رہے کہ مستحق کو محروم کرنے کا قصد نہ ہو (۱) کہ یہ قلم اور محصیت ہے (۲)۔ بہتر یہ ہے کہ پوتوں کو کل جائیداد نہ دے، بلکہ ایک تہائی کے اندر اندر دیدے اور اپنا مالکانہ قبضہ ہٹا کر ان کا قبضہ کرا دے، اور جو چیز تقسیم کے قابل ہو ان کو تقسیم کر کے ان کو دیدے یا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعظم۔

حررہ العبد محمود منقر، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱/۸۸ھ۔

لڑکیوں کے ہوتے ہوئے جائیداد نو اسہ کو دینا

سوال [۹۸۶۶]: ایک شخص ایسا ہے جو کہ بالکل ضعیف ہو چکا ہے، اس کے پانچ لڑکیاں ہیں جو شادی ہو جانے کی وجہ سے اپنے اپنے گھر پر ہیں۔ اس شخص کی خدمت نو اسہ کرتا ہے۔ تو ایسی صورت میں اپنے

(۱) "ولو وهب رجل شيئاً لاولاده في الصحة وأراد تفضيل البعض على البعض في ذلك، لأرواية في الأصل عن أصحابنا، وروى عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين. وإن كانوا سواء، يكره. وروى السمعاني عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوى بينهم. وفيه: رجلٌ وهب في صحته كل المال للواحد، حاز في القضاء. ويكون آثماً فيما صنع". (الفتاوى العالمگیریہ: ۳/۳۹۱، کتاب الہیۃ، الباب السادس فی الہیۃ للصغیر، رشیدیہ)

(و کذا فی حلاصۃ الفتاوی: ۴/۴۰۰، کتاب الہیۃ، جنس آخر فی الہیۃ من الصغیر، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۲۷۹، کتاب الہیۃ، فصل فی ہبۃ الولد لولدہ، رشیدیہ)

(۲) "عن أسد رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من قطع ميراثاً وراثته، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة". (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۶۶، باب الوصایا، الفصل الثالث، قدیمی)

"الأفضل في هبة الابن والبنت التثلیث كالميراث، وعند الثانی التصفیف". (الفتاوی الرازیۃ

علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۲۳۷، کتاب الہیۃ، الجنس الثالث فی ہبۃ الصغیر، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۴۰۰، کتاب الہیۃ، الباب العاشر فی ہبۃ المریض، رشیدیہ)

نواسہ کے نام نہ کہیت، مکان لکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکیوں کو نقصان پہنچانا مقصود نہیں، بلکہ واقعہ نواسے کو حق الخدمت کے طور پر معاوضہ کی حیثیت سے دینا چاہتا ہے تو خدمت کے موافق دینا درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفری عنہ، دارالعلوم دیوبند ۱۳۸۸ھ/۱/۴۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفری عنہ، دارالعلوم دیوبند ۱۳۸۸ھ/۱/۴۔

لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے بحالت مرض لڑکے کو جائیداد دینا

سوال [۹۸۶۷]: ایک شخص نے مرنے سے تقریباً ۵/۵ ماہ پہلے بحالت بیماری ایک اقرار نامہ اپنی جائیداد کے متعلق لکھوا کر عدالت میں رجسٹری کرا دیا ہے، مقرر اور اس کا پسر مقرر لدا ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔ مقرر کی زوجہ (مقرر کی والدہ) عرصہ دس گیارہ سال پہلے فوت ہو چکی ہے اور مقرر لدا شادی شدہ ہے اور بچوں والا ہے۔ جائیداد و مکان اسی اکثر مقرر کی پیدا کردہ ہے اور کچھ موروثی ہے۔

وہ اپنے اقرار نامہ میں لکھتا ہے کہ: ”میں زرعی جائیداد پہلے اپنے پسر کے نام کا غنڈا سرکاری کرا چکا ہوں۔“ اس تملیک کے بعد بھی باپ اسی طرح اس گھر میں رہتا ہے جس طرح کہ پہلے رہتا تھا، اس تملیک سے فرض صرف دختران کو محروم رکھنے کی ہے۔ نقل اقرار نامہ پشت استثناء ہذا پر تحریر ہے۔ اب دختران باپ کی جائیداد سے اپنا حق طلب کرتی ہیں۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس اقرار نامہ سے کیا اس کی دختران محروم ہو سکتی ہیں؟ یہ امر قابل غور ہے کہ مقرر اقرار نامہ ہذا کے وقت بیمار تھا، اور برابر نویندگی کے وقت تک بیمار رہا اور اسی بیماری میں فوت ہوا۔
الحسنی: حکیم کریم خاں، ۶/ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ۔

خلاصہ نقل اقرار نامہ رجسٹری شدہ:

”من کہ شیخ غلام محمد ولد شیخ عبدالرحیم، قوم شیخ، سکھ خان پور جھورن، تحصیل خانپور میں مملوک و مقرر واقع ہیں، تمام مقرر و پسر حقیقی عبدالغفور کے پیدا کردہ ہیں۔ چونکہ پسر

(۱) تقدم تحریرہ تحت عنوان: ”بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو وراثت۔“

عبدالغفور حکمت اور طبابت کا کام کرتا ہے، اس نے کافی روپیہ کمایا ہے اور اس کی کمائی سے بہت سی جائیداد پیدا کی گئی ہے، کسی قدر تو جائیداد پیرم کے اپنے نام پر ہے، مگر بہت سی جائیداد جو کہ پیرم نے خریدی ہو چہ عزت و شان پوری کے مقرر کے نام پر خریدی۔ مکانات مذکورہ بالا کی تعمیر بھی اس نے کرائی ہے اور مقرر کے نام قرضہ بھی اس نے ادا کیا ہے۔ اور مقرر کا اکوڑا لڑکا اور بڑا بیٹا اس فرماں بردار اور فہیم ہے، مقرر اس کی فرمانبرداری سے بہت خوش ہے۔

مقرر کے دو دختران: مسماۃ نوب خاتون اور مسماۃ شادہ خاتون شادی شدہ موجود ہیں، مقرر نے ان کو کافی زیورات و سامان جہیز کے وقت دیئے ہیں، اور گڑھی اختیار خاں وہاں اراضی سخی و مکان بھی ان کو جدا گانہ۔ جو کہ ان کے قبضہ میں ہے۔ قبل ازیں حکیم عبد الغفور خاں پیرم مد نظر رکھتے ہیں۔ تمام اراضیات زرعی واقعہ مواضع: خانپور اور موضع جہورن تحصیل خانپور تملیک بالقبضہ تھی، عبدالغفور پیرم داخل خارج کراچکا اور تارتہ تملیک سے اس پر مالکانہ قبضہ پیرم کا ہے۔

اب ہر دو مکانات مندرجہ بالا جس کی مالیت مبلغ =/۱۰۰۰، بمعہ جملہ حقوق داخلی و خارجی روشتاس ہو جو مقرر کو حاصل تھی ہو چہ خدمت گذاری و فرمانبرداری پیرم کی۔ اپنی زندگی میں بھی عبدالغفور پیرم حقیقی خود تملیک بالقبضہ کر کے قبضہ مالکانہ اسی کو دیدیا ہے، امروز سے مقرر کو کوئی تعلق جائیداد تصرفہ بالا تملیک کردہ سے نہیں رہا اور نہ ہوگا، بشکل ذات خاص مقرر کی جائیداد مذکورہ بالا مالک و تقابض تصور ہوگا۔

تقسیمائے ہر دو مکانات لف ہذا ہیں، لہذا تملیک نامہ ۸/ کے اسام پر لکھ دیتا ہوں تاکہ سند رہے اور ضرورت کے وقت کام آوے تاکہ بعد میں کوئی جھٹ پیدا نہ کرنے پاوے۔

۱۶/ ماہ صفر المظفر ۱۳۵۹ھ، ۷/ اپریل ۱۹۳۹ء۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر غلام محمد ایسے مرض میں مبتلا تھا کہ جس سے غالباً لوگ صحت یاب نہیں ہوتے بلکہ اکثر مر جاتے

ہیں، یا وہ صاحب فراش تھا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہیں تھا اور ایسی حالت میں یہ تحلیک نامہ بہرہ نامہ کیا اور پھر صحت یاب نہیں ہوا، بلکہ اسی حالت اور اسی مرض میں انتقال ہو گیا تو یہ مرض الموت کا بہرہ نامہ ہے جو وصیت کے حکم میں ہے اور وصیت وارث کے حق میں نافذ نہیں ہوتی ہے جب تک دوسرے ورثہ اجازت نہ دیں۔ پس دیگر ورثہ کی رضامندی اور اجازت کے بغیر یہ بہرہ نامہ شرعاً ناقابل عمل ہے، اس میں شرعی طریق پر میراث جاری ہوگی۔

اور اگر ایسا مرض نہ تھا معمولی بیماری میں بہرہ نامہ کیا تو یہ وصیت کے حکم میں نہیں، بلکہ بہرہ صحیح ہے (۱)۔ جس شی پر موبہ لہ کو قبضہ کرا دیا، وہ معتبر ہے، بہرہ دو صورت موبہ لہ کا قبضہ ضروری ہے، اور مکان میں قبضہ ہوا نہیں بلکہ جس طرح واپس کا قبضہ پہلے تھا، اسی طرح بعد میں رہا، خواہ مرض الموت ہو خواہ نہ ہو، دونوں صورتوں میں قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے مکان کا بہرہ غیر معتبر ہے۔

لڑکیوں کو شرعی حصہ نہ گا۔ اگر بحالت صحت لڑکے یا لڑکی کو بہرہ کر کے اپنا قبضہ اٹھا لیتا تو پھر اس میں اور

(۱) "إذا وهب واحد في مرض موته شيئاً لأحد ورثته، وبعد وفاته لم يُجزّ سائر الورثة، لا تصح تلك الهبة أصلاً؛ لأن الهبة في مرض الموت وصية ولا وصية لوارث. ولكن لو أجاز الورثة هبة المريض بعد موته، صحت..." وإنما توقف الهبة على إجازة الورثة إذا مات المريض من ذلك المرض، كما قيده في المتن بقوله: "بعد وفاته". وأما لو برئ المريض، نفذت الهبة ولو لم يُجزها الورثة". (شرح المصحلة لساجم رستم باز: ۳۸۳/۱، (رقم المادة: ۸۷۹)، كتاب الهبة، الفصل الثاني في هبة المريض، مكتبه حنفية كوثنه)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۳۰۰، کتاب الهبة، الباب العاشر فی هبة المريض، وشیدہ)

"عن أبي امامة رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: "إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث". (مشکوٰۃ المصابيح، ص ۲۶۵، کتاب البیوع، باب الوصایا، الفصل الثاني، قدیمی)

(و کذا فی الدر المنختار: ۶/۲۵۹، کتاب الوصایا، سعید)

"عن يونس بن راشد، عن عطاء عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا تحوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة". (نصب الرأية للزليعي، ۳/۳۰۳، (رقم الحديث: ۸۰۷۰)، مؤسسة الريان بيروت لبنان)

کسی کا حصہ نہ ہوتا (۱)، لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے ان کو کچھ نہ دینا ظلم اور گناہ ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۶/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم، ۷/ربیع الثانی/۵۹ھ۔

جائیداد بھتیجا کو دینا بیٹوں کو نہ دینا

سوال [۹۸۶۸]: میرے والد صاحب اپنی زمین اپنے بھتیجا کے نام ہمارا حق دبا کر کر رہے ہیں، جبکہ ہم پر قرضہ اٹاتا ہے کہ مکان اور زمین دے کر بھی بٹایا رہتا ہے اور ان کا بھتیجا بازرغ ہے۔ میرے چھوٹے چار بھائی بہن ہیں، ان کی پرورش و شادی باقی ہے۔ ان حالات میں شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ آپ کو نقصان پہنچانے کیلئے ایسا کرتے ہیں تو یہ ظلم اور گناہ ہے (۳)، ان کو ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے، ورنہ آخرت میں سخت باز پرس ہوگی۔ لیکن باپ کو اپنی اولاد سے طبعی محبت اور شفقت ہوتی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے بعد بھی اولاد کی آسائش کیلئے انتظام کرتا ہے تاکہ اولاد پریشان نہ ہو، پھر موجودہ صورت

(۱) قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "وہب فی مرضہ ولم یسلم حتی مات، بطلت الہیۃ؛ لأنہ وإن کان وصیۃ حصی اعتمر فیہ الثلث، فہو ہبۃ حقیقۃ، فیحتاج إلی القبض". (رد المحتار، ۵/۷۰۰، کتاب الہیۃ، باب الرجوع فی الہیۃ، سعید)

"تعتقد الہیۃ بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض". (شرح المجملۃ تسلیم رستم باز: ۱/۳۶۲، (رقم المادۃ: ۸۳)، کتاب الہیۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة". (مشکوٰۃ المصابيح، ص: ۲۶۶، کتاب الفرائض، باب الوصايا، الفصل الثالث، قديمی)

(۳) راجع الحاشیۃ المتقدمۃ آنفاً

میں جو والد کرنا چاہتے ہیں تو ضرور اس کی کوئی خاص وجہ ہوگی، ممکن ہے کہ اولاد نافرمان ہوں، یا اس کی طرف سے اندیشہ ہو کہ وہ زمین کو معہ بیت میں ضائع کر دے گی (۱)، یا بھتیجا کا یا اس کے مورث کا کوئی مطالبہ ذمہ میں ہوگا، اس کو ادا کرنا مقصود ہو، ورنہ بلا وجہ کوئی باپ اپنی اولاد کی بدخواہی نہیں کیا کرتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۱/۱۳۸۸ھ۔

باپ اور بیٹوں کی موجودگی میں بھتیجے وارث نہیں

سوال (۹۸۶۹): محمد یامین نے بیوہ محمد یوسف سے نکاح کیا، ساتھ میں محمد اصغر آیا جو سو بیٹلا بھتیجا تھا، اب محمد یامین کی اس کی بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ محمد یوسف ہی محمد علی کی پہلی بیوی سے تھا، باقی سب اولاد محمد علی کی دوسری بیوی سے ہے۔

۱۔ چندا جو کہ محمد علی کا بچا بھتیجا ہے، اس کی جائیداد میں کتنے کا حقدار ہے، اور چچیرے بھائیوں کی فحی جائیداد میں حقدار ہے یا نہیں؟

۲۔..... بشرطہ لڑکی محمد علی اپنے باپ کی جائیداد میں کتنی حقدار ہے، اور بھائیوں کی فحی جائیداد میں بھی حقدار ہے یا نہیں اگر ہے تو کتنی؟

۳۔ محمد یوسف جس کا باپ کے سامنے انتقال ہوا، باپ کی جائیداد میں حقدار ہے یا نہیں؟ محمد یوسف کی فحی جائیداد کا مالک محمد اصغر ہے، اس میں سے بھتیجا احمد حسن بھی حقدار ہے یا نہیں؟

۴۔ محمد یامین نے سوتیلے بھائی محمد یوسف کی بیوہ حفیظہ سے نکاح کیا، ساتھ میں محمد اصغر آیا۔ اس لئے محمد یامین کا حصہ محمد اصغر کو ملنا چاہیے یا نہیں؟ اور اس کی والدہ کی محمد اصغر کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں، محمد یامین سے

(۱) "ولو كان ولده فاسقاً وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث، هذا خير من تركه" (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۰/۳۹۱، کتاب الہبۃ، الباب السادس فی الہبۃ للصغیر، رشیدیہ)

"ولو كان ولد فاسقاً فأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث، هذا خير من تركه، لأن فيه إعانة على المعصية" (خلاصۃ الفتاویٰ: ۳۰/۳، کتاب الہبۃ، حس آخر فی الہبۃ من الصغیر، رشیدیہ)

بھی کوئی اولاد نہیں۔ محمد یا مین کی فحی جائیداد سے بھتیجے احمد حسن کو۔ جو حیات ہے۔ حق پہنچتا ہے یا نہیں، اگر پہنچتا ہے تو کتنا؟

۵۔ محمد حسن کا حق اور اس کی فحی جائیداد کا مالک احمد حسن ہے یا کسی اور کو بھی حق پہنچتا ہے، اگر پہنچتا ہے تو کتنا؟

۶۔ امیر حسن کا انتقال والدہ کے سامنے ہوا، مگر اس نے فحی جائیداد بھی چھوڑی، اس میں کتنا کتنا کس کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ محمد علی کے انتقال کے وقت پوری اولاد موجود ہونے کی وجہ سے۔ بھتیجا محروم رہے گا۔ چندا کو محمد علی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا (۱)۔ جس بھتیجے نے اپنے انتقال پر اپنے والد یا اپنے لڑکے کو چھوڑا ہے، اس کے ترکہ سے بھی چندا کو کچھ نہیں ملے گا (۲)۔

۲۔ محمد علی کے انتقال پر دو لڑکے اور ایک لڑکی موجود تھی، اس کا ترکہ پانچ حصہ بنا کر دو دھیمے دونوں لڑکوں کو ملیں گے اور ایک حصہ لڑکی بشیرا کو ملے گا (۳)۔ بھائیوں کے ترکہ سے اس کو کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ کسی

(۱) "الأقرب فالأقرب یرتحون بقرب الدرجة، أعلى: أولهم بالمیراث جزء المیت: أي البنون، ثم بنوهم"۔ (السراجی، ص ۱۳۰، باب العصابات، سعید)

(و کذا فی الدر المختار: ۶/۵۷۳، کتاب الفرائض، باب العصابات، سعید)

(و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۴/۵۶۳، کتاب الفرائض، فصل فی العصابات، مکتبہ حقایقہ پشاور)

(۲) (راجع رقم الحاشیة المتقدمة)

(۳) (قال الله تبارک وتعالی: ﴿یو صیکم الله فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین﴾ (سورة النساء: ۱۱))

مسئلہ ۵

بیٹا

۱

بیٹا

۲

بیٹا

۲

بھائی نے باپ کو چھوڑا، کسی نے بیٹے کو چھوڑا۔ دونوں صورتوں میں بشیراً محروم ہے (۱)۔

۳۔ محمد یوسف کا انتقال باپ کے سامنے ہو گیا، وہ باپ کا وارث کیسے ہوتا۔ اگر اس نے کوئی ذاتی جائیداد چھوڑی ہے، خواہ سامان یا نقد وغیرہ چھوڑا ہے تو اس میں سے بھی بھتیجا احمد حسن حقدار نہیں (۲)۔

۴۔ محمد یامین کے ترکہ سے محمد اعجاز کو اس وجہ سے کچھ نہیں ملے گا کہ وہ اس کی بیوی کے ساتھ آیا ہے، حقیقی بیٹا ہوتا تو مستحق ہوتا (۳)۔

۵۔ اس کا وارث لڑکا احمد حسن ہے، بھائی، بھتیجا کوئی وارث نہیں (۴)۔

۶۔ اس کا وارث باپ محمد علی ہے (۵)۔ فقہار اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۳/۱۳۹۵ھ۔

(۱) "وبسوا الأعيان: أى الإخوة والأخوات لأب وأم، وبسوا العلات: أى الإخوة والأخوات لأب كلهم

يسقطون بالابن وابن الابن وإن سفل، ومالاً بالاتفاق". (الشرقية، ص: ۲۸، معبد)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۵۰، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی القروض، رشیدیہ)

(۲) باپ اور بیٹوں کی موجودگی میں بھتیجا محروم رہے گا، کما تقدم فی الحاشیة المتقدمة آنفاً.

(۳) "وینسحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والنسب وهو الزوجية، والولاء".

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۴۷، کتاب الفرائض، الباب الاول، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار ۶/۶۲۷، کتاب الفرائض، معبد)

(۴) "الأقرب لما لأقرب یرتبحون بقرب الدرجة، أعنی: أولهم بالمیراث جزء المیت: أى السنون، ثم

سواهم" (السراجی فی المیراث، ص: ۱۳، باب العصباء، معبد)

(و کذا فی الدر المختار ۶/۷۷۴، کتاب الفرائض، باب العصباء، معبد)

(و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۶۳، کتاب الفرائض، فصل فی العصباء، مکتبہ حقایقہ پشاور)

(۵) دوسرے ورثہ داران، بیوی، بیٹے وغیرہ ہوں تو وہ بھی وارث ہونگے:

"ثم یقسم الباقی بین ورثته: أى الذین ثبت إرثهم بالکتاب أو السنة" — أو الإجماع"

(الدر المختار ۶/۷۶۱، ۷۶۲، کتاب الفرائض، معبد)

(و کذا فی السراجی، ص: ۳، معبد)

لے پا لک بنانا

سوال [۹۸۷۰]: گود نامہ (۱) شرعی نقطہ نظر سے کیا ہے، اور گود نامہ سے اگر ایک بھائی کی حق تلفی

ہو رہی ہو تو کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ وراثت ایسا ہے کہ جس کو حق تعالیٰ نے براہ راست قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے (۲)، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح فرمائی ہے، مجھے سب ورثاء کے متعین ہیں۔ کسی ترکیب سے مستحق کو محروم کرنا یا کم دینا اور غیر مستحق کو وارث قرار دینا شرعاً جائز نہیں، یہ حقیقی وارث کی حق تلفی ہے (۳)، غصب ہے، ظلم ہے (۴)، جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھائیں، ان کے متعلق ارشاد ہے کہ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور جہنم میں جلیں گے (۵)۔

گود نامہ کی وجہ سے برگزبرگز وراثت کا استحقاق نہیں ہوتا (۶)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد المذنب و غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۱ھ/۶/۲۷۔

(۱) ”گود نامہ: مصحفی، لے پا لک بنانا“۔ (فیروز اللغات، ص ۱۱۲، فیروز سنز لاہور)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا لِلَّذِينَ هُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ، إِنْ كَانَ عَلَيَّكُمْ حُكْمٌ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۳) ”عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيمة“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، ص: ۲۶۶، کتاب البیوع، باب الوصایا، الفصل الثالث، قدیمی)

(۴) ”وعن أبي حنيفة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ”ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، ص: ۲۵۵، کتاب البیوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، قدیمی)

(۵) قال الله تبارك وتعالى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا، وَيسيلون سعيًّا﴾ (سورة النساء: ۱۰)

(۶) چونکہ استحقاق وارث کے اسباب تین ہیں، وہ اسباب جہاں جہاں پائے جائیں وہ لوگ مستحق وراثت ہوں گے اور جن لوگوں =

جج بدل اور وقف کے ذریعہ ورثہ کو محروم کرنا

سوال [۹۸۷۱]: ایک شخص عذر کے زمانہ میں بعد پانچ سال اپنی ماں کے ساتھ اپنی جدی جائیداد اور ترکہ چھوڑ کر گھر سے نکل کھڑا ہوا، جس کا وارث مفروضہ کا بڑا بھائی ہو گیا اور اس کی اولاد ذرا دیر بعد اس ماں پر قابض چلی آتی ہے۔ دوران سفر میں مفروضہ کی ماں کا بھی انتقال ہو گیا، غرضیکہ اس شخص نے باہر ہی پرورش پائی اور پھر پھر تاجر گھرتا ایک جگہ مقیم ہو کر کسی کی ملازمت اختیار کی، حتیٰ کہ اس نے پھر خود تجارت شروع کی اور شادی بھی باہر ہی غیر برادری میں کی اور اپنی خود پیدا کردہ آمدنی میں سے جائیداد بنائی۔

اب اس کی عمر تقریباً ۵۰/۶۰ برس کی ہوگی، جب کہ اس کے بھائی کی اولاد کو کسی طرح سے معلوم ہو گیا کہ وہ ان کا بزرگ ہے، وہ اس کے پاس آنے جانے لگے اور اس سے مستفیض ہوتے رہے۔ وہ شخص چونکہ لاولد تھا، بیوی کا بھی انتقال ہو گیا تھا، اس نے اپنا مکان مسجد کے نام پر وقف کر دیا۔

چند سال بعد اپنے مرض الموت لاحق ہونے سے قبل اس نے ایک رقم جو کہ تقریباً دو ہزار روپے کی ہے تین آدمیوں کی تحویل میں ہے اور یہ وصیت کر دی کہ روپیہ جب تک میں زندہ ہوں اپنے مصارف میں لاؤں گا اور میرے مرنے کے بعد اس روپے کو میرے بھائے جج بدل کرانے کے بعد جو بچے فی سبیل اللہ صرف کر دینا، میرا کوئی وارث نہیں اور نہ میں کسی کو دینا چاہتا ہوں۔ ہر چند کہا گیا کہ تمہارے بھائی کی اولاد ہے ان کو کچھ دے دو، مگر انہوں نے نہ مانا۔

اس واقعہ کے تقریباً ایک ماہ بعد ان کو مرض فانی کا ایک ہو گیا اور تین چار روز بے ہوش رہ کر انتقال کر گئے۔ اب اس کے بھائی کی اولاد اس کے ترکہ کی مدعی ہے۔ شرع شریف سے اس کا فیصلہ فرما کر عندی منظور و عند اللہ ماجر ہوں۔ اور مرحوم خفی المذہب تھے۔ جواب پشت پر مرحمت فرمایا جائے۔ ایک آنکھ برائے = میں وہ اسباب نہ ہوں وہ مستحق میراث نہیں ہیں:

”و يستحق الإرث بإحدى خصال الثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجة،

و الولاء“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۷۳، کتاب الفرائض، الباب الاول، وشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۶۲۲، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۵۵، کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور)

جواب ارسال ہے۔

حبیب اللہ سو اگر چرم، بخلہ نیوچ، مقام دہرہ دون۔

الجواب حامداً ومصلياً:

وصیت ایک ٹمٹ ترکہ میں بہر صورت نافذ ہو جاتی ہے اور اگر ایک ٹمٹ سے زائد کی وصیت کی جاوے تو وہ ورثہ کی اجازت پر موقوف ہو جاتی ہے، پس ایک ٹمٹ میں وصیت کو پورا کرنا لازم ہے (۱)، یعنی ایک شخص کو اس کی طرف سے حج کرا دیا جائے، تمام سفر حج اور ضروریات حج کا خرچ دیا جائے اور یہ ایک تہائی ترکہ میں سے دیا جائے، واپسی کے بعد جو کچھ بچے گا وہ ورثہ کا ہوگا۔ اور حج مرنے والے کے وطن سے کرنا چاہیے۔ اگر ایک ٹمٹ ترکہ میں اس جگہ سے حج نہ ہو سکے تو پھر جس جگہ سے حج ہو سکتا ہو وہیں سے کرا دیا جائے:

”يَحج عنه من ثلث ماله، سواء قُتِد الوصية بالثلث بأن أوصى أن يحج ثلث ماله، أو أطلق بأن أوصى أن يحج عنه، هكذا في البدائع. فإن لم يعين مكاناً، يحج عنه من وطنه عند علمائنا. وهذا إذا كان الثلث يكفي الحج من وطنه، فأما إذا كان لا يكفي لذلّك فإنه يحج عنه من حيث يمكن الإحجاج عنه بثلث ماله، كذا في المحيط. . . . وما فضل في بدالحاج عن الميت بعد النفقة في ذهابه ورجوعه، فإنه يردّه على الورثة، لا يسعه أن يأخذ شيئاً مما فضل، اهـ“۔ فتاویٰ عالمگیری، ص: ۲۶۵ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد ونگوئی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۱/۶/۱۳۵۵ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ذی قعدہ/۱۳۵۵ھ۔

(۱) ”ثم وصيته: أي تنفذ وصيته من ثلث ما بقي بعد التجهيز والدين، وفي أكثر من الثلث لا يجوز إلا بإجازة الورثة“۔ (السر الرائق: ۳۶۷/۹، كتاب الفرائض، رشديه)

”ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الكفن والدين إلا أن تجيز الورثة أكثر من الثلث“۔ (الفتاوى العالمگیریہ: ۳۷۷/۶، كتاب الفرائض، الباب الأول فی تعريفها وفيما يتعلق بالتركة، رشديه)

(وكل في الدر المختار: ۷۹۱/۶، كتاب الفرائض، سعيد)

(۲) (الفتاوى العالمگیریہ: ۲۵۹/۱، كتاب الحج، الباب الخامس عشر فی الوصية بالحج، رشديه)۔

نافرمان بیٹے کو عاق کرنا

سوالی (۲/۹۸۷): زید دہلی کے پنجابی خاندان کا فرد ہے۔ زید نے محبت سے مجبور ہو کر ایک باورچی کی لڑکی سے شادی کر لی، جس سے زید کے ماں باپ رضامند نہیں ہیں۔ جس سے ایک لڑکا ہے اور بندہ بھی حاملہ ہے۔ کیا اس وجہ سے زید کے والدین اپنی جائیداد سے محروم کر سکتے ہیں؟ کیا زید نے ایک غریب بندہ کو سہارا دیا، اس سے شرعاً نکاح کیا تو یہ جرم عظیم ایسا ہے کہ زید کے والدین اس کو عاق کر دیں، جبکہ زید بے حد پریشان حال بھی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکے کی رعایت اس میں ہے کہ والدین کی اطاعت کرے اور اپنی خواہش پر ان کی خواہش کو غالب رکھے (۱)۔ لیکن اگر اس کے قلب میں بندہ کی محبت اتنی گھر کر گئی ہے کہ وہ مجبور اور مغلوب ہو گیا تو پھر والدین کو بھی اس کی رعایت چاہئے۔ اب جبکہ شادی کو اتنی مدت گزر گئی اور اثر بھی مرتب ہو گیا تو اس کی جدائی پر مجبور نہ کیا جاوے کہ اس میں بہت سے مفاسد ہیں۔

شریعت میں عاق کرنا اقو ہے، اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، اگر والد باضابطہ تحریر لکھ دیں کہ میرے انتقال کے بعد میرے ترکہ میں سے میرے فلاں بیٹے کو میراث نہ دی جائے تو شرعاً یہ تحریر بالکل بے کار اور ناقابل عمل ہوگی اور والد کے انتقال کے بعد وہ لڑکا بھی شرعاً وراثت کا حقدار ہوگا، نافرمانی کی وجہ سے اس کا حصہ ختم نہیں

== (و کذا فی الدر المختار: ۲/۲۲۲ کتاب الوصایا، سعید)

(و کذا فی المحررات: ۱۱۹/۳۰، کتاب النحر، باب الحج عن الغیر، رشیدیہ)

(و کذا فی المحررات: ۵۵۳/۲، کتاب المناسک، باب الوصیة، إدارة القرآن، کراچی)

(۱) قال الله تبارک و تعالیٰ: ﴿وَفَضَىٰ رِبْكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا، إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقْلُ لَهُمَا آفٌ وَلَا تُنْهَرُ هُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾ (سورة الإسراء: ۲۳)

”عن عبد الله بن عمرو رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”رضى

الرب فى رضى الوالد، وسخط الرب فى سخط الوالد“۔ رواه الترمذی۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص

۴۱۹، کتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثانی، فدیہی)

ہوگا، نہ کم ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۱۳۸۸ھ۔

نافرمان بیٹے کو میراث سے محروم کرنا

سوال [۹۸۷۳]: زید اپنے باپ عمر کے ساتھ اس کی زندگی میں نہایت ثار و اور غیر مناسب سلوک رکھتا ہے جس کی بنا پر اس کا باپ عمر یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اپنی وراثت سے محروم کر دے۔ تو جائز ہے یا ناجائز؟

صورت مسئلہ حسب ذیل ہے:

زید کے دادا یعنی عمر کے باپ نے اپنی زندگی میں اپنی جائیداد سے جو کہ وقف علی الاولاد کی ہے۔ عمر یہ چاہتا ہے کہ اپنی جائیداد سے جو کہ اس کے باپ نے وقف کی اپنی اولاد زید کو (جو کہ باپ کو سخت تکالیف اور اذیت پہنچاتا ہے) اپنی وراثت سے محروم کر دے۔ کیا شرعی نقطہ نظر سے وہ ایسا کر سکتا ہے اور اس کے انتقال کے بعد اس کی یہ اولاد اس کی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ سے محروم الارث ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔
قرآن الحسن۔

(۱) "الارث جبرئ لا یسقط بالاسقاط"۔ (تکملة رد المحتار: ۵/۵، کتاب الدعوی، مطلب: والفة

الفتویٰ، سعد)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۷/۴۷۱، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۳/۴۹۴، کتاب الفرائض، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

"وهذا العلم مختص بحال الممات وغيره بالحياة، أو باعتبار أسباب الملك، فإنها حرة أو اختيارية، فالأول الميراث، والثاني غيره من أسباب الملك". (تبیین الحقائق: ۷/۴۷۱، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

"والثالث إما اختياری وهو الوصية، أو اضطراری وهو الميراث". (مجمع الأنهر: ۳/۴۹۴،

کتاب الفرائض، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

وراثت ملک غیر اختیاری ہے (۱)۔ لہذا باپ کو حق نہیں ہے کہ اپنے بعد ورثہ میں سے کسی کو محروم کر دے (۲)، شریعت نے جو حصہ جس وارث کا متعین کر دیا ہے وہ اس کو ضرور پہنچے گا، خواہ مورث راضی ہو یا ناراض ہو۔ البتہ اصل مالک کو یہ اختیار ہے کہ اپنی زندگی اور صحت کی حالت میں اپنی ملک میں جس نوع کا چاہے تصرف کرے: بیع، ہبہ، صدقہ، وقف سب کچھ کر سکتا ہے (۳)۔ اگر اولاد شریعہ ہو اور باپ کو خیال ہو کہ میرے بعد تمام جائیداد خدا کی نافرمانی میں صرف کرے گی تو بہتر یہ ہے کہ اپنی زندگی اور صحت میں اس جائیداد کو مصارف خیر میں صرف کر دے (۴) اور صورت مسئولہ میں تو جائیداد وقف علی الاولاد ہے، لہذا حتی الوسع وقف کی شرائط کا لحاظ

(۱) "الإرث جبرئ لا یسقط بالإسقاط". (تکملة رد المحتار: ۵۰۵/۱، کتاب الدعوی، مطلب: وقعة الفتوی، سعید)

"وهذا العلم مختص بحال الممات وغيره بالحياة، أو باعتبار أسباب الملك، فإنها جبرية أو اختيارية، فالأول الميراث، والثاني غيره من أسباب الملك". (تبیین الحقائق: ۴/۷، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

"والثالث إما اختیاری وهو الوصية، أو اضطراری وهو الميراث". (مجمع الأنهر: ۳/۹۳، کتاب الفرائض، مکتبہ غفرانیہ کوئٹہ)

(۲) "عن انس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من قطع ميراث ورائه، قطع الله ميراثه من الجنة". رواه ابن ماجه". (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۶۶، باب الوصایا، الفصل الثالث، قدیمی)

(۳) "كل يتصرف في ملكه كيف شاء". (شرح المحلة لسليم رستم. ۲۵۳/۱، رقم المادة: ۱۱۹۲، کتاب الشریکۃ، الباب الثالث، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۴) "وإن كان في ولده فاسق، لا یسعی أن یعطیه أكثر من قوته کیلا یصیر معیاً له فی المعصية ولو كان ولده فاسقاً وأراد أن یصرف ماله إلى وجوه الخیر ویحرمه عن الميراث، هذا خیر من تركه" (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۳۹، کتاب الہبۃ، الباب السادس فی الہبۃ للصغیر، رشیدیہ)

(وکنذا فی الفتاویٰ البزازیۃ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲/۲۳۷، کتاب الہبۃ، المجلس الثالث فی ہبۃ الصغیر، رشیدیہ)

رکھنا چاہئے (۱)۔

اگر واقف نے محروم کرنے کی نفی کی ہے، یا کوئی ایسی شرط نہیں لگائی کہ جس سے زید کو محروم کیا جاسکتا ہو تو عمر کو شخص اس بناء پر کہ زید اس کو اذیت پہنچاتا ہے ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ زید کو محروم کر دے۔ رہا زید کا اپنے باپ مر کو اذیت اور تکلیف پہنچانا، یہ سخت گناہ ہے، زید کو اپنی ان حرکتوں سے باز آنا چاہئے اور تو بہ کرنی فرض ہے (۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۸/۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۰/ شعبان/ ۱۳۵۵ھ۔

نافرمان اولاد کو عاق کرنا

سوال [۹۸۷۴]: جو اولاد ۱۶/۱۳/ برس کی عمر کی از قسم ذکر ہو اور ہوشیار صاحب شعور ہو، ذی علم اور تعلیم اردو وانگریزی پڑھتے ہوں، وہ اپنے باپ سے باوجود یکہ اس نے ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی ہو اور نہ اس کے ساتھ اس نے کوئی بدسلوکی کی ہو، وہ اپنے ماں کے درغلانے سے اس قدر متفر ہیں کہ کبھی نام بھی نہ لیں، بلکہ نام سن کر لعنت کریں، کبھی پوچھ کر نہ دیکھیں کہ مر گیا یا زندہ ہے، اس کے سایہ سے ڈریں۔ پس ایسی اولاد

== (و کذا فی البحر الرائق: ۷/۳۹۰، کتاب الہیۃ، وشیدہ)

(۱) "شرط الواقف کنص الشارع: ای فی المفہوم والدلالۃ". (الدر المختار: ۳/۳۳۳، کتاب الوقف،

مطلب فی قولہم: شرط الواقف کنص الشارع، معید)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً، أما يبلغ عندك الكبر أحدهما أو كليهما، فلا تقل لهما آف ولا تنهرهما، وقل لهما قولاً كريماً﴾ (سورة الإسراء: ۲۳)

"عن أبي هريرة رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "رغم الله، ورغم أمه، رغم الله". قيل: من يا رسول الله؟! قال: "من أدرك والديه عند الكبر أحدهما أو كلاهما، ثم لم يدخل الجنة". (رواه مسلم)

"وعن عبد الله بن عمرو رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "رضى الرب فى رضى الوالد، وسخط الرب فى سخط الوالد". رواه الترمذی. (مشکوٰۃ المصابیح،

ص: ۳۱۸، ۳۱۹، کتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثانی، قدیمی)

نالائق کیا باپ کی وارث ہو سکتی ہے؟ اور کیا ایسی ناخلف اولاد کو باپ عاق نہیں کر سکتا، اور اگر ایسی اولاد کو وہ عاق کر دے تو کیا جائز اور حق بجانب نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ اولاد کی نالائق یقیناً قابل گرفت اور جرم ہے، مگر اس سے وہ وراثت سے محروم نہیں ہو سکتی، نہ باپ کو محروم کرنے کا حق ہے۔ اگر باپ نے کہہ بھی دیا، بلکہ تحریر کر دیا کہ میں نے اپنی اولاد کو محروم کر دیا ہے، میرے ترکہ میں سے کوئی حصہ نہ یا جائے تب بھی بیکار ہے، اس کو حصہ شرعی ضرور ملے گا (۱)۔

اگر باپ نے اپنا تمام مال اپنی زندگی میں خود خرچ کر دیا، خواہ دوسرے عزیز قریب کو دے دیا، یا غرباء و مساکین کو تقسیم کیا، یا مدارس و مساجد وغیرہ میں لگا دیا اور اپنے بعد کے لیے کچھ نہیں چھوڑا تو دوسری بات ہے، لیکن ایسا کرنا جائز نہیں گنا ہے (۲)۔ ہاں! اگر یہ خیال ہو کہ میرے بعد میری اولاد اس مال کو وراثت میں خداوند تعالیٰ کی نافرمانی میں صرف کرے گی تو ایسا کر دینا چاہیے تاکہ اس کا مال نافرمانی میں صرف نہ ہو:

(۱) "عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من قطع میراث وارثہ، قطع اللہ میراثہ من الجنة يوم القيامة". (مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الوصایا، الفصل الثالث، ص: ۲۶۶، قدیمی)

"سئل فی امرأة ماتت عن أم وأخت شقيقة، وحلفت تركةً مشتملةً علی أمتعة وأوانٍ أشهدت الأخت المزبورة علی نفسها بعد قسمة بعضها أنها أسقطت حقها من بقية إرث أخيها وتركتها لأُمها المزبورة، فهل لا یصح الإسقاط المذكور؟

الجواب: إلیت جبری لا یسقط بالإسقاط". (فتح الفتاوی الحامدیة، کتاب الإفراق، مطلب:

الإرث جبری لا یسقط بالإسقاط: ۵۴/۲، مکتبہ مبینہ مصر)

(۲) "عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك رضي الله تعالى عنه، قلت: يا رسول الله - صلى الله تعالى عليه وسلم- إن من توبتي أن أنخلع من مالي صدقةً إلى الله وإلى رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم. قال: "أمسك عليك بعض مالك، فهو خير لك". الحديث. (صحيح البخارى، كتاب الوصايا، باب: إذا تصدق أو وقف بعض ماله أو بعض رقيقه أو دوابه فهو جائز: ۳۸۶/۱، قدیمی)

فإن الحافظ العسقلانی: "واستدل به علی كراهة التصديق بجميع المال". (فتح الباری، كتاب الوصايا، باب: إذا تصدق أو وقف بعض رقيقه أو دوابه فهو جائز: ۳۸۵/۵، قدیمی)

”ونو کسان ولده فاسقاً وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث، هذا خير من تركه، كذا في الخلاصة، اه“۔ عالمگیری (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد المومنین غفرلہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۱۲/۶۰ھ۔

جوابات صحیح ہیں: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ذی الحجۃ/۶۰ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ذی الحجۃ/۶۰ھ۔

ترکہ کے مکان سے کسی وارث کو الگ کرنا

سوال [۵: ۹۸۷]: میں میرٹھ کا رہنے والا ہوں، میرے باپ کا نام عبداللطیف تھا، میرے باپ کے دو بھائی عبدالہمید و عبدالعظیم تھے اور میرے دادا کا نام عبدالباری تھا۔ دادا کی حیات ہی میں میرے باپ کے دونوں بھائی الگ ہو گئے تھے، کاروبار بھی علیحدہ کر لیا۔ اور انہوں نے جس وقت مکان کی تعمیر کی، تو جس حصے میں رہتے تھے وہی تعمیر کیا، بقیہ مکان جس میں میرے والد رہتے تھے وہ تعمیر نہیں ہوا۔ چونکہ میرا باپ علیحدہ ہو گیا تھا۔

اب اللہ کا حکم ایسا ہوتا ہے کہ میرے والد کا انتقال میرے دادا کے سامنے ہی ہو جاتا ہے، اب میں عبداللطیف بے باپ کے ہو گیا۔ اب کچھ آدمیوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ عبداللطیف کے چچا مکان میں حصہ نہ دیں گے، تو کبھی کبھی میرے دادا سے اور دادی معصومہ سے یہ سوال کر لیا کرتے تھے کہ حقیقت کا نام مکان میں چڑھاؤ۔ میرا چچا عبدالہمید یہ کہہ کر برابر کر دیا تھا کہ حقیقت کو ہم ساتھ رکھیں گے اس کو علیحدہ نہیں کریں گے، جس کی مثال یہ ہے کہ ہمارے مکان کے برابر میں ایک مکان بک رہا تھا جو میرے چچا عبدالہمید نے میرے نام خریدنے نہیں دیا اور یہ کہہ دیا میرے دادا سے کہ ہم حقیقت کو نہیں نکالیں گے۔

اب دادا، دادی کا انتقال ہو گیا تو ہمارے چچا عبدالعظیم نے ان کی وصیت کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے نام یعنی عبدالعظیم اور عبدالہمید کا اندراج میونسپلٹی میں کیا۔ اب میرے دونوں چچا کا انتقال ہو گیا اور دونوں

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الہبۃ، الباب السادس فی الہبۃ للصفیر: ۳/۳۹۱، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الہبۃ، جنس آخر فی الہبۃ من الصغیر: ۳/۳۰۰، رشیدیہ)

(و کذا فی النزایۃ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الہبۃ، الجنس الثالث فی ہبۃ الصغیر: ۶/۲۳۷، رشیدیہ)

پتہ کی اولاد و جمعہ کو گھر سے نکالتی ہے اور کہتی ہے کہ تمہارا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دادا، دادی مرحوم چچانے نہ آپ کو کچھ بھیکیا، نہ کوئی حصہ متعین کر کے آپ کے نام پر وصیت کی، صرف اتنی بات رہی کہ آپ کو مکان سے نہیں نکالیں گے، اس سے مکان کی ملکیت میں تو آپ کا کوئی حصہ نہیں (۱)، لیکن اگر یہ وصیت کی ہو کہ آپ کو مکان میں رہنے کا حق دیا جائے، مکان سے نکالا نہ جائے تو شرطاً یہ وصیت معتبر ہوگی، ورنہ ان کو چاہیے کہ اس کی پابندی کریں:

”صحیح الوصیۃ بخدمة عبده ومسكنی داره مدةً معلومةً وأبداً“۔ درمختار: ۵/۴۴۲ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۱۳۹۳ھ۔

بیوہ کو محروم کرنے کے لئے ورثائے شوہر کا دعوائے طلاق

سوال (۱۹۸۷): ایک شخص کے پاس اس کی عورت عرصہ دراز تک رہتی رہی، بیماری میں اس کی خدمت بھی کی، اس کی خدمت گزاری اور ازدواجی تعلقات کے گواہ بھی موجود ہیں اور اس کی خدمت کا اعتراف کرتے ہیں۔ مرد نے اپنے مرض میں اس کے جملہ حقوق کو تسلیم کر کے بھائیوں سے سلوک کرنے کی وصیت بھی کی، لیکن بعد وفات شوہر اس کے وارث عورت کا ترکہ و وصی ہر فصب کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ اس کی عورت کو تقریباً ۸ سال ہوئے شوہر طلاق دے چکا ہے۔

(۱) اس لئے کہ یہ نہیں ہوا اور یہ نہیں تقریر اور قیصر میں دینا ضروری ہے اس کے بغیر بیہوش نہیں

”تستعقد الہیۃ بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل، لأنها من التبرعات، والتبرع لا یم إلا بالقبض“۔ (شرح المسجدة لسلمیہ وستم باز: ۱/۳۶۲، (رقم المادة: ۸۳۷)، کتاب الہیۃ، مکسہ حقیقہ، کوئٹہ)

(۲) (الدر المختار: ۶/۶۹۱، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالخدمة والسکنی، سعید)

(وکنڈا فی المحررات: ۹/۲۹۳، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالخدمة والسکنی، رشیدیہ)

(وکنڈا فی تبیین الحقائق: ۷/۳۱۵، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالخدمة والسکنی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ایسی صورت میں وراثہ کا قول بطلاق قابلِ ساعت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئلہ میں وراثتے شوہر نے آٹھ سال تک اگر طلاق کی شہادت کو چھپایا ہے اور باوجود طلب کے شہادت نہیں دی تو وہ اس کتمان اور تاخیر بلا عذر کی وجہ سے قاسق ہو گئے:

کتمان الشهادة كبيرة، وبحرم التأخير بعد الطلب۔ أشباه، ص: ۳۲۹ (۱)۔ "شاهد

الحسبة إذا أخر شهادته لغير عذر لا يقبل لفسقه، كما في القنية"۔ أشباه، ص: ۳۱۳ (۲)۔

نیز ان کی شہادت قابلِ قبول نہیں۔ نیز مسلمان کے فعل کو حتی الوسع صحیح و حلالِ محمل پر حمل کرنے کی شریعت نے تعلیم دی ہے:

"حمل فعل المسلم على الصحة والحل واجب ما أمكن"۔ مبسوط سرخسی:

۱۷/۷۲ (۳)۔

لہذا ان دونوں کے تعلقات کو ناجائز نہ کہا جائے گا۔ اگر وراثتے شوہر کے قول کو صحیح بھی مانا جائے تو ہو سکتا ہے کہ شوہر نے طلاق رجعی دی ہو، اس کے بعد رجوع کر لیا ہو، یا طلاق باندہ دی ہو مگر دوبارہ نکاح کر لیا ہو جس کا وراثتے شوہر کو علم نہ ہوا ہو، لہذا اس صورت میں عورت حصہ شرعیہ وراثت کی مستحق ہوگی۔ اگر مہر معاف نہیں کیا ہے تو مہر کی مستحق ہوگی اور دین مہر وراثت پر مقدم ہوگا۔

(۱) (الأشباه والنظائر، الفن الثاني، الفوائد، كتاب القضاء والشهادات والدعاوى، ص: ۲۷۱، دار الفكر بيروت)

(۲) (الأشباه والنظائر، الفن الثاني، الفوائد، كتاب القضاء والشهادات والدعاوى، ص: ۳۲۰، دار الفكر بيروت)

(۳) (المبسوط لسرخسی، كتاب الدعوى، باب اختلاف الأوقات في الدعوى وغير ذلك: ۷/۵۶، مكتبة حبيبه كونته)

البتہ اگر وراثتائے شوہر طلاق مغلطہ و عدم طلاق کی شہادت دیتے ہیں اور ۸/ سال ہوئے یعنی طلاق کے وقت بھی شہادت دے چکے تھے اور ان میں شرائط شہادت: عدالت و مروت وغیرہ بھی موجود ہیں تو ان کی شہادت معتبر ہوگی اور عورت وراثت کی مستحق نہ ہوگی۔ وین مہر کی اس صورت میں مستحق ہوگی بشرطیکہ معاف نہ کیا ہو اور وراثت شوہر کے مقابلہ میں دوسرے گواہ عدم طلاق کے عادل موجود ہیں تو ان کو ترجیح ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود رضا اللہ عز، ۶/ ۱/ ۱۴۲۵ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۸/ محرم الحرام/ ۱۴۲۵ھ۔



الفصل الحادی عشر فی المتفرقات

نابالغ کے مال کی ولایت کس کو ہے؟

سوال [۹۸۷]: میت کے انتقال کے بعد سب وارثان کا ولی اس کا لڑکا ہے اور میت کی بیوی

لڑکے کی ماں حقیقی نہیں ہے۔ عورت لڑکے کے ساتھ موافقت نہیں رکھتی اور کہتی ہے کہ میرا حصہ اور میری تین لڑکیوں کا حصہ علیحدہ کر دو۔ یہ تینوں لڑکیاں نابالغ ہیں، اور عورت بھی عاقلہ نہیں اور میت کے سوتیلا بھائی بھی ہے۔ عورت یہ چاہتی ہے کہ اس کے ساتھ رہے۔ صورت یہ ہے ۳ لڑکیاں نابالغ کے، ایک طرف سوتیلا بھائی ہے اور ایک طرف سوتیلا چچا ہے۔ لہذا اس صورت میں ان کا ولی کون ہوگا؟

لڑکی کا چچا دیندار بھی نہیں، ان کا حصہ الگ کرنے سے ضائع ہونے کا خوف ہے، لہذا اگر ان کا حصہ الگ کر دیا جائے اور ضائع ہو جائے تو شریعت کے اعتبار سے ذمہ دار کون ہوگا؟ اور نابالغ کا حصہ الگ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغوں کے مال کی ولایت باپ کے بعد باپ کے وصی کو حاصل ہوتی ہے، لہذا اگر مرنے والے نے کسی کو وصی بنایا ہو تو وہ ولی ہوگا، اگر کسی کو ولی نہیں بنایا تو ان کا دادا ولی ہوگا، اگر دادا موجود نہ ہو تو پھر حاکم وقت کو ولایت حاصل ہے۔ اگر حاکم وقت مسلمان ہو تو وہ خود ان نابالغوں کے مال کی حفاظت کرے، یا کسی دیندار شخص کو مقرر کر دے۔ اگر حاکم وقت مسلمان نہ ہو تو پھر سربراہ اور وہ چند صلحاء کسی کو مقرر کر دیں جس کو ان نابالغوں کے حق پر خیر خواہ سمجھیں والدہ کو، یا بھائیوں کو، یا چچا کو:

”والولاية فی مال الصغير إلى الأب، ثم وصيه، ثم وصی وصيه، ثم إلى أب الأب، ثم

إلی وصیہ، ثم إلی القاضی، ثم إلی من نصبه القاضی، اهـ۔“ تنویر (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ۱۴/ ربیع الاول/ ۱۳۶۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۵/ ربیع الاول/ ۱۳۶۳ھ۔

سفیہ کا مال کب اس کے حوالے کیا جائے؟

سوال [۹۸۷۸]: زید کا انتقال چند سال قبل ہوا، اس کے اموال و جائیداد بین الورثاء تک تقسیم نہیں ہوئے، اب تقسیم ہونے والے ہیں۔ وارثین میں ایک اس کی بہن بھی ہے اور وہ سفیہ ہے، یعنی خیر و شر کے امتیاز کی طاقت نہیں رکھتی، وہ اپنی سقاہت اور چند لالچ مندوں کی تحریص کی وجہ سے پورے اموال کو ضائع کر دے گی، اس کا قومی اندیشہ ہے۔ لہذا سوال یہ ہے کہ تقسیم کے وقت اس کے حصہ کے مال کو اس کے حوالہ کئے بغیر اس کے اولیاء یعنی اس کی اولاد کے حوالہ کرنے کی شرعی اجازت ہے یا نہیں؟

سفیہ کے شرعی معنی کیا ہیں، اور کن حالتوں میں مضرت ثابت ہوتا ہے؟ اگر اس سفیہ کا مال اس کے حوالہ کر دیں تو پھر اس مال کی خرید و فروخت اور نقل و ہبہ کرنے پر جرح ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شرعی طریقہ پر بہن وارث ہے اور وہ سفیہ ہے، اپنے مال کو بے محل ضائع کر دینے کا قومی مظہر ہے تو جو اہل فہم اہل دیانت اس کے حق میں خیر خواہ ہوں اس کی ضروریات کو دیکھ کر کچھ کرنا مناسب طور پر انتظام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، خاندانی لوگ باہمی مشورہ سے اس کے حوالہ کریں:

”وعندہما يحجر علی الحر بالمفہ والغفلة، وبہ: ای فلولہما یفتی صیانۃ لہما۔“

(۱) (تسویر الأبصار مع الدر المختار: ۵/۵۲۸، ۵۲۹، کتاب الوکالۃ، فصل: لا یعتد وکیل البیع

والشراء، قبیل باب الوکالۃ بالخصوص والقبض، سعید)

(وکدا فی السحر الرائق: ۱/۳۰۱، کتاب الوکالۃ، باب الوکالۃ بالبیع والشراء، وشیدہ)

درمختار۔ ”ہونیدہر المال وتضییعہ علی خلاف مقتضی الشرع أو العقل“، درمختار:
۵/۹۳(۱)۔

اگر مال شیعہ کے توالہ کر دیا گیا اور اس نے کوئی تصرف بیع و بیہک کیا تو وہ شرعاً معتبر ہوگا، کذا فی
ردالمحتار (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۶ھ/۱/۲۳۔

کیا بھانت میراث کا عوض ہے؟

سبہ ال [۹۸۷]: ہمارے یہاں کا چاہلانہ دستور یہ ہے کہ لڑکیوں کو حصہ نہیں دیتے، بلکہ دستور
قائم یہ کر رکھا ہے کہ تمام جائیداد لڑکوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ اور لڑکی جو سرال سے گھرا آئی ہے (اپنے باپ
کے گھر) تو اس کے بھائی وغیرہ کھانا کپڑا وغیرہ ہر سال دیکر اس کو رخصت کر دیتے ہیں اور یہی اس کا حق حصہ
سمجھا جاتا ہے۔

اگر حصہ نہ سمجھا جائے تو کیا بھائی وغیرہ پر یہ کرنا لازم ہے، شرعی نقطہ نظر سے یہ فعل کیسا ہے؟ کیا ایسا
کرنے والے افراد ﴿لنلذکر مثل حظ الأنثیین﴾ کے خلاف نہیں کرتے، اگر کرتے ہیں تو اس سے بچنے کی
صورت کیا ہوگی؟ مدلل جواب مطلوب ہے۔ یہاں اس طرح دینے کو بھانت کہتے ہیں۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۳۸/۶، کتاب الحجر، سعید)

(و کذا فی شرح المجلة لسلم وستم باز: ۵۳۸/۱، (رقم المادة: ۹۵۸)، کتاب الحجر، مکتبہ
حنفیہ، کوئٹہ)

(و کذا فی الہدایۃ: ۳/۳۵۱، کتاب الحجر، باب الحجر للفساد، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(۲) ”والحاصل أن کل ما یستوی فیہ الہزل والحد، ینفذ من المحجور، وما لا فلا — فان بلغ
النصبی غیر رشید، لم یسلم إلیہ مالہ حتی یبلغ خمساً وعشرین سنۃ، فصح تصرفہ قبلہ: أی قبل المقدار
المذکور من المدة“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۵۰/۶، کتاب الحجر، سعید)

(و کذا فی الہدایۃ: ۳/۳۵۲، کتاب الحجر، باب الحجر للفساد، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(و کذا فی شرح المجلة لسلم وستم باز: ۵۳۸/۱، (رقم المادة: ۹۸۲)، کتاب الحجر، مکتبہ
حنفیہ، کوئٹہ)

الجواب حامداً ومصلباً:

یہ رواج اصل میں ہندوؤں کا رواج ہے، خاص اوقات میں جوڑکیوں کو دیا جاتا ہے، اس کو میراث کا بدل قرار دینا جائز نہیں، میراث انتقال مورث کے بعد ملتی ہے (۱)۔ اور یہ معاملہ بسا اوقات زندگی میں بھی شروع ہو جاتا ہے، پھر جتنا حصہ میراث ہوتا ہے، اس کی قیمت کا بھی کوئی تخمینہ نہیں ہوتا، نہ باقاعدہ لڑکیوں کا حصہ میراث کو خرید جاتا ہے، نہ ان کی رضا طلب کی جاتی ہے۔ بہر حال اس رواج کو ختم کرنا ضروری ہے لڑکیوں کو ان کا پورا پورا حصہ میراث دیا جائے (۲)۔ اپنی بہن کے ساتھ جو صلہ رحمی کرے، یہ عین سعادت ہے (۳)، لیکن اس میں پابندی رواج یا معاوضہ میراث کو دخل نہیں ہونا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۱۳۹۱ھ۔

ولی عہد بنانا

سوال [۹۸۸۰]: اسلام کے قانون کے مطابق ولی عہد بنا سکتے ہیں یا نہیں، اس کو میراث ملے گی یا نہیں؟

(۱) "وہل إرث الحمى من الحمى أم من الميت؟ المعتمد الثاني"، (الدرا المختار: ۵۸/۶، کتاب

الفرائض، سعید)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ

الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ، نَصِيبًا مِّمَّا تَرَكَ﴾. (سورة النساء: ۷)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِهِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ النِّثَاءِ﴾. (سورة النساء: ۱۱)

(۳) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الرحم معلقة بالعرش

تشرق من وصلي وصله الله، ومن قطعني قطعه الله". (مشکوٰۃ المصابيح، ص: ۳۱۹، کتاب الآداب،

باب البر والصلة، الفصل الأول، قديمی)

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من كانت له

أنثى، فلم يادها ولم يهتها ولم يثر ولده عليها - يعني الذكور - أدخله الله الجنة". رواه أبو داود.

(مشکوٰۃ المصابيح، ص: ۳۲۳، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الثاني، قديمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ولی عہد بنانے کا تو حق ہے مگر اسے حق وراثت نہیں ملے گا، حق وراثت صرف اس کو ملے گا جس کو شریعت نے وارث بنایا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۹۳ھ۔

بھائی کے وعدے

سوال [۹۸۸۱]: ہمارے ابا اور اماں اور تین بھائی اور تین بہن تھے، ابانے بڑی بہن کی شادی کرنی چاہی تو انہوں نے انکار کر دیا، لہذا ابانے انہیں بارہ سو روپے کا کاغذ اور ایک ہنڈیہ چاندی کے روپیوں سے بھری ہوئی دی۔ کچھ دنوں کے بعد ابا کا انتقال ہو گیا، پھر کے بعد دیگرے بڑے اور چھوٹے بھائی کا انتقال ہو گیا، پھر ہم لوگ تین بہن اور ایک بھائی رہ گئے اور والدہ بھی۔ والدہ نے دو بہنوں کی شادی کردی اور پھر وہ بھی انتقال کر گئیں۔ اب ہم بھائی اور بہن رہ گئے۔ ہمارے پاس پانچ سیر چاندی اور کافی تانبے کے برتن اور مکان اور تین بیگز زمین اور گھر کا سرمایہ۔ پھر بھائی کی بھی شادی ہو گئی۔

میرے پاس جو ہنڈیہ روپیہ والی اور بارہ سو روپے تھا، بھائی نے اس وعدے پر لے لیا کہ وہ مجھے حج کرائے گا اور ایک ایک پائی ادا کر دے گا اور میری زندگی تک میرا ساتھ دے گا۔ جب میں نے دیدیا تو وہ مجھے پریشان کرنے لگا اور شادی پر مجبور کرنے لگا، مگر میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔ لہذا جناب والا سے گزارش ہے کہ بتائیں اس میں میرا کتنا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جتنا بھائی کا حصہ ہے، اس سے آدھا حصہ آپ کا ہے (۲)، سب کا سب بھائی کو لینے کا حق نہیں (۳)۔

(۱) "وَيَسْتَحِقُّ الْإِثْرَ بِأَحَدِي خَصَالِ ثَلَاثَ: بِالنِّسْبِ وَهُوَ الْقَرَابَةُ، وَالسَّبَبِ وَهُوَ الزَّوْجِيَّةُ، وَالْوَلَاءُ"۔

(الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۳۳۷، کتاب الفرائض، وشیدہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۶/۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۵۵۵/۲، کتاب الفرائض، مکتبہ حقایقہ پشاور)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَأِنْ كَانُوا إِخْوَةً وَجَالًا وَنِسَاءً، فَلِلَّذِیْ مَثَلِ حِطِّ الْأُنثِیْنَ﴾ (سورۃ النساء ۱۷۶)

(۳) "عن أبی حرة الرقاشی عن عمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ألا یأب"

جو چیز آپ کی تھی وہ بھائی نے بطور قرض لی تھی، اس کی واپسی بھائی کے ذمہ واجب ہے (۱)۔ اور جب بھائی کا وعدہ ہے کہ ایک ایک پائی تمہاری ادا کروں گا، تو اس وعدہ کو بھی پورا کرنا ضروری ہے (۲)، کیونکہ حق واجب کا وعدہ ہے۔ آپ کو بلا وجہ شادی سے انکار نہیں کرنا چاہیے، اس میں دینی اور دنیاوی بہت سی مصالح ہیں (۳)۔ فقط واللہ اعلم تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۱۳۹۱ھ۔

اگر سوال شیعہ سنی کے تواریث کا ہو تو جواب کس طرح دیا جائے؟

سوال [۹۸۸۲]: اگر کوئی حنفی، سنی مفتی شیعوں کے مسائل میراث سے واقف ہو تو وہ استفتاء جس میں مورث اعلیٰ شیعہ ہو اور باقی مورث و وارث سنی ہوں، یا مورث اعلیٰ سنی ہو اور بقیہ مورث و وارث خواہ کل "لا تظلموا، ألا لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منہ"۔ (مشکوۃ المصابیح، ص ۲۵۵، کتاب الیوٰع، باب الغصب والعاریۃ، الفصل الثانی، قدیمی)

(۱) "عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: قال: "من طلب حلفاً، فلیطلبہ فی عفاف واف أو غیر واف"۔ (سنن ابن ماجہ، أبواب الصدقات، باب حسن المطالبۃ وأخذ الحق فی عفاف، ص: ۱۷۳، قدیمی)

"وعن أسی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "نفس المؤمن معلفۃ بذنبہ حتی یقضى عنہ"۔ (ابن ماجہ، المصدر السابق)

"القرص، هو عقد محصور یؤد علی دفع مال مثلی لیرۃ مثله"۔ (الدرا المختار، ۵/۱۶۱، کتاب الیوٰع، فصل فی القرص، سعید)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ (سورۃ الإسراء: ۳۴)

(۳) "عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "النکاح من سنتی، فمن لم یعمل بسنتی، فلیس منی"۔ وتزوجوا فانی مکاثیر بکم الأمم"۔ (سنن ابن ماجہ، ۱/۱۳۲، ۱۳۳، کتاب النکاح، باب ما جاء فی فضل النکاح، قدیمی)

نکاح کے مصالح اور فوائد سے متعلق احیاء العلوم الدین میں امام غزالی نے بارہ صفحات پر طویل بحث کی ہے

فلیراجع (احیاء العلوم، کتاب آداب النکاح، آفات النکاح وفوائده: ۲/۳۲-۳۳، قدیمی)

شیعہ ہوں خواہ بعض شیعہ بعض سنی، پس ایسی صورت میں سنی مفتی ایسے استثناء کا جواب کس طرح لکھے، آیا جڑی میں اپنے اصول کے موافق لکھے، یا مورث شیعہ کے ترکہ و حصہ کو اصول تشیع کے موافق اور مورث حنفی و سنی کے ترکہ و حصہ کو اصول حنفیت کے مطابق، یا کیا صورت ہوگی؟ جو صورت ہو مدلل تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد حسین، مدرسہ احیاء العلوم، اعظم گڑھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو فرقہ شیعہ کا کافر ہے اس کی رعایت کرتے ہوئے جواب دینا شرعاً درست نہیں، بلکہ جو اسباب میراث اہل اسلام کے نزدیک معتبر ہیں انہیں اسباب کے ماتحت ان کو بھی جواب دیا جائے گا:

”الكفار يتوارثون فيما بينهم بالاسباب التي يتوارثون بها أهل الإسلام فيما بينهم من النسب والسبب، اهـ“۔ عالمگیری: ۶/۵۴، الباب السادس فی میراث اهل الکفر (۱)۔

اور جو فرقہ کافر نہیں بلکہ مسلم ہے، اس کو بھی حنفی سنی اپنے اصول کے مطابق جواب دے گا، جیسا کہ اگر کوئی شافعی المذہب کسی مفتی حنفی سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے موافق کوئی مسئلہ دریافت کرے تو حنفی مفتی اس وقت امام شافعی کے مذہب کے موافق جواب نہیں دے گا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے موافق جواب دے گا۔

علامہ حصکلی رحمۃ اللہ ویرکات علیہ نے ”درمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع“ میں ”کتاب إحياء الموات“ سے کچھ پہلے لکھا ہے:

”فروع: كتب: ما قول الشافعي؟ يكتب جواب أبي حنيفة رحمه الله تعالى“۔

اس پر علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

”قولہ: كتب، الخ) مثل الكتابة السؤال بالقول، ومثل الشافعي غيره من أصحاب

(۱) (الفتاوى العالمية: ۶/۳۵۳، کتاب الفرائض، الباب السادس فی میراث اهل الکفر، وشيذه)

(و كذا في الميسوط للسرخسي: ۳۰/۳۶، كتاب الفرائض، باب ميراث اهل الکفر، مكتبة غفراريه كوتله)

(و كذا في البرازية على هامش الفتاوى العالمية: ۶/۳۷۱، ۳۷۲، كتاب الفرائض، الفصل الخامس)

فی موانع الإرث، وشيذه)

المذاهب، اہ۔ رد المحتار: ۵/۲۹۹ (۱)۔

مذہب شیعہ کے مطابق سوال کرنے سے مفتی سنی کو بطریقِ اولیٰ مذہب اہل السنۃ کے مطابق جواب دینا چاہئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ، مکتب مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہارِ پور۔

صحیح عبداللطیف مظاہر علوم بہارِ پور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

شیعہ عورت بغیر وارث چھوڑے مرنے پر اس کے موروثہ زیور کا مصرف

سوال (۹۸۸۳): ایک شیعہ مذہب عورت کا ایک شخص نے کچھ زیور چوری کر لیا، وہ عورت فوت ہو گئی۔ یہ زیور اس خیال سے رکھا تھا کہ اس سے امام باڑہ بنوائے، یا کسی مذہبی کام میں صرف کرے۔ مرنے کوئی وارث بھی نہیں چھوڑا۔ اس کے مرنے کے بعد چور کے دل میں خوف پیدا ہوا، اب وہ اس زیور کی رقم کو کسی ایسی جگہ خرچ کرنا چاہتا ہے جو مالکہ کیلئے باعثِ اجر بنے۔ از روئے شریعت رہنمائی فرمائیں کہ یہ رقم کس مصرف میں لگائی جائے، مسجد یا مدرسہ یا طلباء کے مصارف وغیرہ میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس عورت کا کوئی نزدیک دور کسی قسم کا وارث نہیں تو وہ روپیہ غریب یا پر صدقہ کر دیا جائے، نا دار طلبہ بھی مستحق ہیں، بیواؤں، یتیموں یا انجوں کو بھی دیا جاسکتا ہے (۳)۔ مسجد مدرسہ اور راستہ وغیرہ کی تعمیر، یا کسی بھی

(۱) الدر المختار ورد المحتار: ۶/۳۲۱، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع، سعید

(و کذا فی شرح العقود رسم المفتی، ص: ۱۰۲-۱۰۳، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق: ۶/۴۵۰، کتاب القضاء، رشیدیہ)

(۲) "وما أخذ الفاضل بقول أبي حنيفة على الإطلاق، ثم يقول أبي يوسف، ثم يقول محمد رحمهم الله تعالى" - - ولا يخير إلا إذا كان مجتهداً، بل المقلد متى خالف معتمد مذهبه، لا ينفذ حكمه". (الدر المختار). "وأما المقلد فعليه العمل بمعتمد مذهبه، علم فيه خلافاً أولاً". (الدر المختار ورد المحتار: ۵/۳۶۰، ۶/۳۲۱، کتاب القضاء، مطلب: مفتی بقول الإمام على الإطلاق، سعید)

(۳) "إذا لم يوجد أحد من المذکورین، توضع التركة فی بیت المال علی أنها مال ضائع، فصارت لجميع المسلمين، فيصرف إلى نفقة المريض وأدوية إذا كانوا فقراء". (الشریفة، ص ۱۱، سعید) =

تقوا میں صرف نہ کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۳/۱۳۹۵ھ۔

کفن ترکہ سے دیا جائے گا یا شوہر کے ذمہ ہے؟

سوال (۹۸۸۴): ہندو کے مرنے کے بعد جو عرفاً یا شرعاً لازمی اخراجات ماتم مثلاً کفن یا خیرات

وغیرہ کئے جاتے ہیں وہ ہندو کے ترکہ میں سے ہوں گے یا خاوند کے ذمہ لازم ہوں گے؟

المستفتی: ہندو محمد عرفان عفا اللہ عنہ شلع مظفر آباد ڈاکخانہ: چٹاری۔ کشمیر، ۳/محرم/۱۳۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زوجہ کا کفن مفتی بقول پر زوج کے ذمہ لازم ہے:

”واختلف فی الزوج، والفتویٰ علی وجوب کفنها علیہ، اھ۔“ تنویر: ۱/۹۰۵ (۲)۔

= ”لأن سبيل الكسب الخيث التصديق إذا تعذر الرد على صاحبه.“ (رد المحتار: ۲/۳۸۵،

کتاب المحظور والإباحة، فصل فی البیع، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۸/۳۶۹، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، رشیدیہ)

(۱) ”(قولہ: لو سماء الحلال) أما لو أنفق فی ذلك مالاً خبیثاً ومالاً سببه الخيث والطیب، فیکره؛ لأن

الله تعالیٰ لا یقبل إلا الطیب، فیکره تلویث بیتہ بما لا یقبله.“ (ردال: ۱/۶۵۸، کتاب الصلوٰۃ،

مطلب: کلمۃ لا بأس دلیل علی أن المستحب غیرہ، سعید)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: ۱/۲۷۸، کتاب الصلوٰۃ، دار المعرفۃ بیروت)

(۲) (تسویر الأبصار والدر المختار: ۲/۲۰۶، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنائز، مطلب فی کتب

الزوجة علی الزوج، سعید)

”وعلى قول أبی یوسف رحمه الله تعالى يجب الكفن على الزوج وإن تركت مالاً، وعليه

الفتویٰ، هكذا فی فتاویٰ قاضی خان“. (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۱۶۰، الباب الحادی والعشرون فی

الجنائز، الفصل الثالث فی التکفین، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۱۸۹، باب الجنائز، فصل غسل

المیت - والتکفین وغیر ذالک، رشیدیہ)

خیرات کے متعلق یہ ہے کہ اگر میت نے وصیت کی ہے تو ایک ٹکٹ میں اس کو نافذ کرنا ضروری ہوگا اور اس سے زائد میں ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے اگر ورثہ بالغ ہوں اور اجازت دیدیں تو زائد میں وصیت نافذ ہو سکتی ہے، ورنہ نہیں (۱)۔ اگر وصیت نہیں کی تو انتقال کے بعد سے تمام ترکہ میت کی ملک سے خارج ہو کر ورثہ کی ملک میں آ گیا، ورثہ کو اختیار ہے جس دور چاہیں خیرات کر کے میت کو ثواب پہنچائیں (۲) لیکن اگر کوئی وارث نابالغ بھی ہے تو اس کے حصہ کو صدقہ کرنا جائز نہیں (۳) زوج کے ذمہ کچھ لازم نہیں (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عثمانیہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱/۱۳۶۶ھ۔
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ۔

فرائض کے قواعد

عالی جناب مولانا مفتی محمود الحسن صاحب!

السلام علیکم

عرض ہے کہ خادم کو ذیل قاعدہ کی جلد ضرورت ہے۔ وہی ہذہ:

سوال [۹۸۸۵]: اگر ایک نام کے بہت سے وارث ہوں تو ان میں باہم تقسیم کرنے کیلئے سہام

(۱) "و تجوز بالثلث للجنسی وإن لم یجز الوارث ذلک، لا الزیادۃ علیہ، إلا أن تجیز ورفقہ بعد موثہ

وہم کبار، المراد أن یکونوا من أهل التصرف"۔ (الدرا المختار: ۶/۲۵۰، کتاب الوصایا، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۹۰، کتاب الوصایا، وشیدیہ)

(۲) "لأن التركة فی الاصطلاح مائترة الميت من الأموال صافیاً عن تعلق حق الغير بعین من الأموال"۔

(ردالمحتار: ۶/۷۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(۳) "وبكره اتخاذ الطعام فی اليوم الأول، والثالث، وبعد الأسبوع ولا سيما إذا كان فی الورثة

صغار أو غائب"۔ (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب صلوة الجنائزہ، مطلب فی کراهة الصیافۃ من أهل

المیت: ۲/۲۳۰، ۲۳۱، سعید)

(۴) "وبكره اتخاذ الطعام من أهل المیت؛ لأنه شرع فی السرور لا فی الشور، وہی بدعة مستقبحة"

(۱) ردالمحتار، المصدر السابق)

لگانے کا پورا قاعدہ تحریر کرنے کے بعد فرائض کے دیگر مباحث تو کچھ آتے بھی ہیں، مگر قاعدہ مسئول عنہا سے بالکل مناسبت نہیں، شاید مجھ جیسے ضعیف الاستعداد تلامذہ کو بھی آپ جیسے جید الاستعداد اساتذہ سے قاعدہ پہنچے۔ یہ فن بندہ نے مدرسہ میں بالکل نہیں پڑھا، اس لئے اس فن کی مشکل مشکل اصطلاح کے بیان کرنے سے امید ہے کہ گریہ فرمائیں گے اور حتی الامکان تسہیل فرمائیں گے۔

خادم: شبیر احمد شاہ پوری، خطیب جامع مسجد کاکا، ضلع انبالہ۔ ۱۳/ محرم/ ۱۳۶۰ھ۔

الجواب:

محترمی! علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا سوال نہایت جمل ہے، حضرت قاری صاحب سے دریافت کیا، مگر کوئی متعین مفہوم حاصل نہیں ہوا، بلکہ علی سبیل التخمین یہ فرمایا کہ ”اگر ورثہ متعدد ہوں اور مثلاً سب کا نام زید ہے تو بوقت تقسیم ان میں تمیز کی کیا شکل ہے۔“ اور میں نے یہ سمجھا کہ: ”اگر ایک قسم کے چند وارث ہوں، مثلاً: چند بیویاں ہوں، یا چند بیٹے ہوں، یا چند بھائی ہوں، ان میں تقسیم ترکہ کی کیا صورت ہے۔“

اول صورت میں تو تمیز بذریعہ اول ثانی و ثالث (۱)، یا بذریعہ اضافت الی الاب وغیرہ ہل ہے، مثلاً: زید اول وزید ثانی وزید ثالث وغیرہ، یا زید بن عمر، زید بن بکر، یا زید بن خالد وغیرہ۔ اسی طرح ثالث میں بھی آسانی ہے۔ نیز یہاں اضافت الی الزوجہ سے بھی تمیز ہو سکتی ہے۔

ثانی صورت میں سہام میں لگانے کیلئے ضرورت ہے کہ ان ورثہ کی نوعیت معلوم ہو، یعنی ورثہ تین قسم

(۱) ”یفرز کل نصیب ویلقب الانشاء بالاول والثانی والثالث، ویکتب اسمائهم ویقرع، فمن حرج اسمه اولاً فله السهم الاول، ومن حرج ثانیاً فله السهم الثانی، ومن حرج ثالثاً فله السهم الثالث لی ان ینتہی الی الآخر“۔ (البحر الرائق، ۲/۸۰، کتاب القسمة، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۲/۲۶۲، کتاب القسمة، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲/۵۰۶، کتاب القسمة، الباب الثانی فی بیان کیفیۃ القسمة، رشیدیہ)

”وإذا اجتمع جماعة من العصبة فی درجة واحدة، یقسم المال علیہم باعتبار أہل انہم لا باعتبار أصولہم، مثلاً: ابن أح وعشرة بنی آخر = المال بینہم علی أحد عشرة سہماً لكل واحد سهم“

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲/۳۵۱، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصباء، رشیدیہ)

کے ہوتے ہیں: اول ذوی الفروض، جن کا حصہ کتاب اللہ میں مقرر ہے (۱)۔ ثانی عصباء، جن کا حصہ مقرر نہیں، بلکہ ذوی الفروض کے بعد جو کچھ بچتا ہے وہ لیتے ہیں۔ اور جب ذوی الفروض نہ ہوں تو سب ترکہ لے لیتے ہیں (۲)۔

ثالث ذوی الارحام، جو بوقت عدم ذوی الفروض وعصباء مستحق ہوتے ہیں، اور ان دونوں میں سے کسی کی موجودگی میں مستحق نہیں ہوتے (۳)۔

اب میں عصباء کی چند مثالیں لکھتا ہوں جو ایک نوع کے ہیں، اور ذوی الفروض کوئی موجود نہیں، ایسی صورت میں عدد و ریشہ کے مطابق سہام ہٹا کر تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

مسئلہ ۴				زید
ابن	ابن	ابن	ابن	ابن
۱	۱	۱	۱	۱

مسئلہ ۵					زید
اخ	اخ	اخ	اخ	اخ	اخ
۱	۱	۱	۱	۱	۱

(۱) ”ذوی الفروض، وہم کل من كان له سهم مقدور في كتاب الله تعالى أو في سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم أو بالإجماع“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۴۷/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) ”العصباء وہم کل من ليس له سهم مقدور، ويأخذ ما بقى من سهام ذوی الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال“۔ (الاختیار لتعلیل المختار: ۵۶۲/۲، کتاب الفرائض باب العصباء، حقاہیہ پشاور)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۱/۶، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصباء، رشیدیہ)

(۳) ”ذوی الارحام: وهو کل قریب ليس بذی سهم ولا عصبه، ولا يرث مع ذی سهم ولا عصبه سوى

الزوجین“۔ (الدر المختار: ۷۸۱/۶، کتاب الفرائض، باب توريث ذوی الارحام، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۹/۶، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، رشیدیہ)

مسئلہ ۴

عم	عم	عم	عم
۱	۱	۱	۱

اگر لڑکوں کے ساتھ لڑکیاں بھی ہوں تو لڑکے کو دو ہر حصہ ملے گا، اس کا حصہ بمنزلہ دو لڑکیوں کے ہوگا، مثلاً: ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہوں تو کل چار سہام بنائیں گے، دو لڑکے کو اور ایک ایک ہر لڑکی کو (۱)، مثلاً:

مسئلہ ۳

زیہ

ابن	بنت	بنت
۲	۱	۱

مسئلہ ۸

زیہ

ابن	ابن	ابن	بنت	بنت
۲	۲	۲	۱	۱

مسئلہ ۷

ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
۲	۲	۱	۱	۱

یہی صورت اس وقت ہوگی جبکہ بھائیوں کے ساتھ بہنیں بھی ہوں (۲)، مثلاً:

(۱) قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْفَمَةِ لِلْأُنثَىٰ﴾۔ (سورة النساء: ۱۱)

(۲) وقال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿وَالَّذِينَ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً، فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ الْفَمَةِ لِلْأُنثَىٰ﴾۔ (سورة النساء: ۱۷۶)

مسئلہ ۵			
اُخ	اُخت	اُخت	اُخت
۲	۱	۱	۱

مسئلہ ۸			
اُخ	اُخ	اُخ	اُخت
۲	۲	۲	۱

یہ سب اس وقت ہے جب کل ورثہ عصبات ہوں، ذوی الفروض نہ ہوں۔ اگر ذوی الفروض ہوں تو
سہام لگانے میں اول ذوی الفروض کی رعایت کی جائے گی، پھر عصبات کی (۱)، چوتھا لیں سمجھئے:

مسئلہ ۳			
زوج	ابن	ابن	ابن
۱	۱	۱	۱

زوج ذوی الفروض میں سے ہے، ایسی حالت میں چوتھائی کا مستحق ہے اور بیٹے عصبات ہیں۔ پس کل
چار سہام بنا کر ایک زوج کو دیدیا، باقی تین بچے وہ بیٹوں کو برابر تقسیم کر دے (۲)۔

(۱) "فیبدأ بذوی العروس، ثم بالعصبات النسبية، ثم بالمعتق" (الدر المختار: ۶/۶۳، کتاب
الفرائض، سعید)

"العصبة وهم كل من ليس له سهام مقدور، ويأخذ ما بقى من سهام ذوی الفروض"۔ (الفتاویٰ

العالمگیریہ: ۲/۵۵۱، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصابات، رشیدیہ)

(۲) قال الله تبارک ونعالي: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ، فَلَكُمْ الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكْنَ﴾ (سورة النساء: ۱۳)

مسئلہ ۳				
زوجه	ابن	ابن	بنت	بندہ
۱	۲	۱	۱	۱

مسئلہ ۸				
زوجه	ابن	ابن	ابن	بنت
۱	۲	۲	۲	۱

یہاں زوجہ ذوی الفروض میں سے ہے، آنھویں حصہ کی مستحق ہے (۱)، لہذا کل سهام آٹھ بنا کر ایک زوجہ کو دیا، باقی سات رہے، وہ اکبر الہی کو اور دو ہر الزکوں کو تقسیم کر دیا۔

مسئلہ ۶			
اب	ابن	ابن	بنت
۱	۲	۲	۱

یہاں اب ذوی الفروض میں سے ہے، چھ حصہ کا مستحق ہے (۲)، لہذا کل چھ سهام بنا کر ایک والد کو دیا، باقی پانچ کو بقاعدہ مذکورہ تقسیم کر دیا۔ پوری واقفیت بغیر پڑھے یا بغیر جملہ ضوابط کو فرداً فرداً سمجھے دشوار ہے۔

(۱) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَهُنَّ الْخُمُسُ مِمَّا تَرَكَتُمْ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلِلَّأُيُوبِهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

”أما الرجال فالأول الأب، وله ثلاثة أحوال: الفرض المحصن وهو السدس مع الابن وابن الابن

وان سفل“. (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۳۸/۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، رشیدیہ)

مفید الوارثین میں نہایت تفصیل کے ساتھ اس علم کے مباحث کو تحریر کیا ہے (۱)، اسی طرح اور نئی کتب اس فن میں تحریر ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی، عفا اللہ عنہ، محسن مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور۔



(۱) (فانون وراثت، مفید الوارثین، تالیف: حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، سعید)

باب

رسالہ آسان قرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں علم قرآن کے کثیر الوقوع مسائل و قواعد کو آسان اور عام فہم طرز سے بیان کیا گیا ہے اور تہ قیقات، دلائل، نو اور کا ذکر نہیں کیا کہ وہ ذی استعداد طلبہ اور اہل علم کا حصہ ہے۔ اور اس رسالہ سے مقصود یہ ہے کہ اردو داں بھی معمولی طریقہ پر روزمرہ کی ضروریات کو حل کر سکیں اور بوقتِ حاجت جہاں اشکال ہو اس کو علماء سے رجوع کریں۔ وما توفیقی إلا باللہ۔

علم قرآن کی فضیلت

علم قرآن کی حدیث میں فضیلت اور اس کے سیکھنے کی ترغیب وارو ہوئی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

”تعلّموا القرآن وعلموها الناس، فإنها نصف العلم“ (۱)۔

(۱) (سنن ابن ماجہ، ص: ۱۹۹، أبواب القرآن، باب الحث علی تعلیم القرآن، میر محمد کتب خانہ کراچی)

”عن عبد الرحمن بن رافع التميمي، عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه أن

رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”العلم ثلاثة، وما سوى ذلك فهو فضل: آية محكمة، أو سنة قائمة،

أو فريضة عادلة“ (مسنن أبي داود: ۵/۲، ۳۹۹، كتاب القرآن، باب ماجاء في تعليم القرآن، دار

الحديث ملتان)

یعنی: ”علم فرائض کو خود سیکھو اور دوسرے لوگوں کو سکھاؤ، کیونکہ یہ نصف علم ہے۔“ اس حدیث شریف میں تنہا علم فرائض کو نصف العلم فرمایا گیا ہے۔

اصطلاحات فرائض کی وضاحت

فائدہ: جس کا انتقال ہو، اس کو ”میت“ کہتے ہیں (۱)، اور جو مال وہ چھوڑے اس کو ”ترکہ“ (۲)، اور اس مال کے بروئے وارث مستحقین کو ”ورثہ“ (۳)، اور ان کے بروئے حساب حصص شرعیہ کو ”سہام“ کہتے ہیں (۴)۔

ترکہ میت میں حقوق واجبہ

ترکہ میت میں چار قسم کے حق ہیں:

اول: خود میت کا حق ہے، وہ یہ کہ اس کی تجہیز و تکفین متوسط طریقہ پر کی جائے، یعنی کفن نہ بہت اعلیٰ قسم کا دیا جائے، نہ بہت ادنیٰ قسم کا، بلکہ درمیانی درجہ کا دیا جائے۔

دوسرا حق قرض خواہوں کا ہے، یعنی اگر میت کے ذمہ کوئی دین، مہر وغیرہ ہو تو بعد تجہیز و تکفین وہ ادا کیا جائے، اگر کچھ مال بچے۔

تیسرا حق مومن لدا کا ہے، یعنی اگر میت نے انتقال سے پہلے کوئی وصیت کی ہو، مثلاً: یہ کہ میرے ذمہ اتنی

(۱) ”الموت زوال الحياة عن أنصف بها“ (قواعد الفقہ، ص: ۵۱۳، الصدق پبلشرز، کراچی)

(۲) ”الترکہ فی الاصطلاح: ما ترکہ المیت من الأموال صافیاً عن تعلق حق الغير“ (رد المحتار:

۵۹۶، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق، ۷/۳، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) ”الإرث فی الاصطلاح: حق قابل للتجزی، ینت لمستحق بعد موت من کان له ذلک لقراۃ سہما، فهو سمعی المورث، والوارث اصطلاحاً، المنتمی إلی المیت الحقیقی أو الحکمی“ (دلیل

الوارث حاشیۃ السراجی، ص: ۳۰، سعید)

(و کذا فی القاموس الفقہی، ص: ۳۷۷، حرف الواو، إدارة القرآن، کراچی)

(۴) ”السہم: النصیب“ (قواعد الفقہ، ص: ۳۳۱، الصدق پبلشرز، کراچی)

نمازیں، اتنے روزے باقی ہیں، یا میرے ذمہ حج فرض تھا وہ ادا نہیں کیا، یا میرے ثواب کیلئے اتنا روپیہ خرچ کیا، یا مسکین کو دیا جائے تو ورثہ کے ذمہ ایک تہائی ترکہ باقیہ سے اس وصیت کا پورا کرنا لازم ہوتا ہے (۱)۔ اگر تہائی ترکہ باقیہ سے یہ وصیت پوری ہو جائے تو بہتر ہے، ورنہ اس سے زائد میں پورا کرنا لازم نہیں، بلکہ ورثہ کی رضا و اجازت پر موقوف ہے دل چاہے تو اس کی وصیت کو پورا کریں ورنہ نہیں (۲)۔

تنبیہ:

نابالغ وارث کی رضا و اجازت کا شرعاً اعتبار نہیں، لہذا اس کا حصہ ہرگز نہ خرچ کیا جائے (۳)۔
چوتھا حق ورثہ کا ہے، یعنی قرآن کریم، حدیث شریف، اجماع، سے جن ورثہ کا جتنا حصہ ثابت ہے وہ ان کو دیا جائے (۴)۔

ورثہ کی قسمیں

ورثہ کی تین قسمیں ہیں: ذوی الفروض، عصبات، ذوی الارحام۔

(۱) "اتعلیق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول: بدأ بتكفيته وتجهيزه من غير تدبير ولا تقدير، ثم تقضي ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفيذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم بقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة"۔ (السراجی، ص: ۲، ۳، سعید)
(وكذا في الدر المختار: ۶/۵۹، كتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمگیریة: ۶/۴۷، كتاب الفرائض، رشیدیہ)
(۲) "ولا تجوز (أي الوصية) بما زاد على الثلث إلا أن يحیزه الورثة بعد موته وهم كبار" (الفتاویٰ العالمگیریة: ۶/۹۰، كتاب الوصایا، رشیدیہ)

(وكذا في الدر المختار: ۶/۲۵۰، كتاب الوصایا، سعید)
(۳) "ويشترط أن يكون الموصي من أهل الشرع بأن يكون بالغاً عاقلاً"۔ (تبيين الحقائق: ۷/۳۷، كتاب الوصایا، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۴) "ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته: أي الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة" (الدر المختار: ۶/۲۱، كتاب الفرائض، سعید)

ذوی الفروض: جس کا حصہ معین ہے (۱)۔

عصبات: جن کا حصہ معین نہیں، بلکہ ذوی الفروض کے حصص دینے کے بعد جو بچے وہ سب عصبات کو مل جاتا ہے، اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو کل عصبات کو مل جاتا ہے (۲)۔

ذوی الارحام: وہ ہیں جو اول دونوں قسموں کے نہ ہونے کی صورت میں وارث ہوتے ہیں اور ان کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتے (۳)۔

حصص معینہ کی قسمیں

کل فروض (حصص معینہ) چھ ہیں: نصف، ربع، ثمن۔ ان تینوں کو فروض کی نوع اول کہتے ہیں۔ ثلثان، ثلث، سدس۔ ان تینوں کو فروض کی نوع ثانی کہتے ہیں (۴)۔

(۱) ”ذوی السہام: وهم كل من كان له سهم مقدر في كتاب الله تعالى، أو في سنة رسولہ عليه السلام،

أو بالإجماع“۔ (الاختیار لتعلیل المختار: ۵۵۵/۲، کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۳۷/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) ”العصبات وهم كل من ليس له سهم مقدر، و يأخذ ما بقی من سهم ذوی الفروض، وإذا انفرد أخذ

جميع المال“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۵۱/۶، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ)

(و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۵۶۲/۲، کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ کوئٹہ)

(۳) ”ذوی الارحام: هر كل قريب ليس بذی سهم ولا عصبه، ولا یورث مع ذی سهم ولا عصبه“۔

(الدر المختار: ۷۹۱/۶، کتاب الفرائض، باب یورث ذوی الارحام، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۵۹/۶، کتاب الفرائض، باب ذوی الارحام، رشیدیہ)

(۴) ”المعروض المدکوره فی القرآن نوعان: الأول: النصف --- والربع، والثلث --- والثانی:

الثلث والثلثان والسدس“۔ (الدر المختار: ۸۰۳/۶، کتاب الفرائض، باب المحارج، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۶۳/۶، کتاب الفرائض، الباب الحادی عشر فی حساب

الفرائض، رشیدیہ)

فصل فی ذوی الفروض

ذوی الفروض کی اقسام

ان فروض (حصص معینہ) کے مستحقین کو ذوی الفروض کہتے ہیں اور وہ کل بارہ نفر ہیں، چار ذکور (مرد) ہیں، آٹھ اثنا عشر (عورتیں) ہیں۔ تفصیل ذکور: اب، جد، اخیانی بھائی، زوج (۱)۔ پہلے ان کے حالات معلوم ہو جائیں تو پھر اثنا عشر اور ان کے حالات بیان کئے جائیں گے۔

ذکور کے حالات

۱۔ اب کے حالات:

میت کے ورثہ میں اگر باپ موجود ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں:
اول: فرض مطلق (سرس) کا مستحق ہوگا، یعنی باپ کو چھٹا حصہ ملے گا اور یہ اس وقت ہے کہ میت کے بیٹا یا پوتے بھی موجود ہوں۔

دوم: فرض و حصیب معا: یعنی ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے پہلے چھٹا حصہ دیا جائے گا، اس کے بعد دیگر ذوی الفروض کے حصص دے کر جو کچھ بچے گا، وہ حصب ہونے کی حیثیت سے مل جائے گا۔ اور یہ اس وقت ہے کہ میت کے بیٹے یا پوتے موجود ہوں۔

سوم: حصیب محض یعنی ذوی الفروض کو دینے کے بعد حصب ہونے کی حیثیت سے جو کچھ بچے گا، باپ کو مل جائے گا اور کوئی حصہ معینہ باپ کو نہیں ملے گا، اس حالت میں وہ ذوی الفروض میں سے نہیں ہے۔ اور یہ اس (۱) "وأصحاب هذه السهام اثنا عشر نفرًا، أربعة من الرجال، وهم: الأب، والجد، والأخ لأم، والزوج.

وثمان من النساء، وهن: الزوجة، والبنت، وبنت الابن. . . والأخت لأب وأم، والام، والجدّة

الصحيحة". (السراجی، ص: ۵، معید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۳۸/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

وقت ہے کہ درشدکورین میں سے (بیٹا، پوتا، بیٹی، پوتی) کوئی نہ ہو (۱)۔

۲۔ جد کے حالات:

دادا کی وراثت کی بھی وہی تین صورتیں ہیں جو باپ کی ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ اگر باپ اور دادا دونوں موجود ہوں تو دادا کو کچھ نہیں ملے گا۔۔۔ وہ کا عدم ہوگا (۲)۔

۳۔ ابن الہم کے احوال:

اختیائی بھائی جو صرف ماں میں شریک ہو، اس کی تین صورتیں ہیں: جب کہ وہ ایک ہو تو اس کو سدس ملے گا، جب دو یا زیادہ ہوں تو ثلث ملے گا، جب میت کی اولاد یا بیٹے کی اولاد یا باپ دادا میں سے کوئی موجود ہو تو پھر کچھ نہیں ملے گا، بلکہ وہ کا عدم ہوگا (۳)۔

(۱) "أما الرجال: فالأول الأب، وله ثلاثة أحوال: الفرض المحض وهو السدس مع الابن وابن الابن وإن سفل والعصب المحض، وذلك عند عدم الولد وولد الابن. والتعصيب والفرض، وذلك مع البنت وبنت الابن، فله السدس بالفرض والنصف للبنت - والباقي له بالتعصيب".

(الاحتیار لتعلیل المختار: ۵۵۵/۴، ۵۵۶، کتاب الفرائض، مکتبہ حقایق، پشاور)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۳۸/۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی، رشیدیہ)

(۲) "والجد الصحيح كالأب - ويسقط الجد بالأب، لأن الأب أصل في قرابة الحد إلى الميت". (السراحي، ص: ۶، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۳۸/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۳) "والثالث الأخ لأُم، وله السدس، وللاثنتين فصاعداً الثلث. وإن اجتمع الذكور والأناث، استووا في الثلث قال الله تعالى: ﴿وإن كان رجل يورث كلالة أو امرأة أو أخ أو أخت، فلكل واحد منهما السدس﴾". [سورة النساء: ۱۲]۔ (الاحتیار لتعلیل المختار: ۵۵۶/۴، کتاب الفرائض، مکتبہ حقایق، پشاور)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۳۸/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

۴۔ زوج کے احوال:

شوہر کی دو صورتیں ہیں: اگر میت کی اولاد نہ ہو تو نصف ملے گا اور اگر اولاد ہو تو ربع کا مستحق ہوگا (۱)، یہاں تک ذکر کا بیان ختم ہوا۔

اناث کے حالات

زوجہ، بنت، بنت الابن، اخت، بیٹی، اخت اخیانی، اخت علاقائی، ام، جدہ (دادی، نانی)۔

۱۔ زوجہ کے احوال:

بیوی کی دو صورتیں ہیں: اگر اولاد نہ ہو تو ربع کی مستحق ہوگی، اگر اولاد ہو تو ثمن کی مستحق ہوگی۔ غرض شوہر سے نصف کی مستحق ہوگی (۲)۔

۲۔ بنت کے احوال:

لڑکی کی تین صورتیں ہیں: ایک ہو تو نصف کی مستحق ہوگی، دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو ثمن کی مستحق ہوں گی (۳)۔ اور اگر لڑکا بھی ہو تو عصبہ بن جائیں گی، یعنی لڑکی کو اکبر اور ہر لڑکے کو دو ہر ملے گا (۴)۔ اس صورت میں وہ ذوی الفروض میں نہیں۔

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ،

فَلَكُمْ الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يوصِينَ بِهَا أَوْ دِينَ﴾. (سورة النساء: ۱۲)

(۲) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَلَهُنَّ الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثَّمَنُ

مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يوصُونَ بِهَا أَوْ دِينَ﴾. (سورة النساء: ۱۲)

(۳) قال الله تبارك وتعالى: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِي، فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَرِيقٌ

اِثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلَاثًا مِمَّا تَرَكَ، وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾. (سورة النساء: ۱۱)

(۴) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً، فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِي﴾. (سورة

۳۔ ہنٹ الاین کے حالات:

پوتی کی چھ صورتیں ہیں: تین تو وہی ہیں جو بیٹی کی ہیں۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ میت کے اگر بیٹی بھی ہو تو پوتی کو سدس ملے گا۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ جب دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو پوتی کو کچھ نہیں ملے گا۔ چھٹی صورت یہ ہے کہ جب دو بیٹیاں ہوں اور کوئی پوتا بھی ہو تو اس صورت میں وہ پوتی اپنے بھائی (پوتے) کے ساتھ عصبہ بن جائے گی، اور باقی ترکہ میں سے اکہر پوتی کو اور دو ہر پوتے کو مل جائے گا (۱)۔

۴۔ اخت عینی کے حالات:

یعنی بہن کی پانچ صورتیں ہیں: ایک ہو تو نصف۔ دو یا زیادہ ہوں تو ثلثان۔ اگر بیٹی بھائی بھی ہو تو عصبہ بن جائے گی، یعنی بھائی کو دو ہر اور بہن کو اکہر ملے گا۔ اگر بیٹی یا پوتی بھی موجود ہو تو اس کے دینے کے بعد جو بچے گا وہ سب یعنی بہن کو مل جائے گا، یعنی وہ عصبہ بن جائے گی۔ اگر بیٹا، پوتا، باپ، دادا کوئی موجود ہو تو پھر یعنی بہن کو کچھ نہیں ملے گا، وہ کا احم ہوگی (۲)۔

۵۔ اخت علاقہ کے احوال:

باپ شریک بہن کی سات حالتیں ہیں: پانچ تو وہی ہیں جو بیٹی بہن کی ہیں۔ چھٹی صورت یہ ہے کہ ایک یعنی بہن بھی اگر موجود ہو تو اس وقت علاقہ بہن کو سدس ملتا ہے، جیسا کہ بیٹی کے موجود ہونے کی صورت میں پوتی

(۱) "وینات الامن کینات الصلب، ولهن احوال ست: النصف للواحدة، والثلثان للثنتين فصاعداً عند عدم بنات الصلب، ولهن السدس مع الواحدة الصلبة تکملة للثلثین، ولا یرون مع الصلیبتین إلا ان یکون سحذاتهن أو أسفل منهن غلاماً، فیعصبن، والباقی بینهم للذکر مثل حظ الأنثیین، ویسقطن بالاین". (السراجی، ص: ۷، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۴۸/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) "وأما الأخوات لأب وأم، فلولواحدة منها النصف، وإن کانتا اثنتين فصاعداً فلهما الثلثان، ومع الأخ لأب وأم للذکر مثل حظ الأنثیین ویسقطن بالاین وابن الامن وإن سفل، وبالأب والجد وإن علا ولهن الباقی مع البنات أو مع بنات الاین، لقوله علیه السلام: "احملوا الأخوات مع البنات عصۃ". (البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۶/۶، کتاب الفرائض، الفصل الأول فی اصحاب الفرائض، رشیدیہ)

کوسدس ملتا ہے، اور وہ بیٹیاں ہونے کی صورت میں پوتی کو کچھ نہیں ملتا ہے۔ ساتویں صورت یہ ہے کہ دو یا زیادہ یعنی بہن ہوں تو علاقائی بہن کو کچھ نہیں ملے گا، بلکہ وہ کا عدم ہوگی۔ ہاں اگر اس صورت میں کوئی علاقائی بھائی بھی ہو تو باقی ترکہ اکبر علاقائی بہن کو ملے گا اور دو ہر علاقائی بھائی کو، یعنی وہ عصب بن جائے گی (۱)۔

۶۔ اخت اخفافی کے احوال:

ماں شریک، بہن کا بالکل وہی حال ہے جو ابن الام (ماں شریک بھائی) کا ہے (۲)۔

۷۔ ام کے حالات:

ماں کی تین حالتیں ہیں: ایک حالت میں سدس ملتا ہے، وہ اس وقت کہ میت کے اولاد، یا بیٹے کی اولاد ہو، یا دو یا دو سے زیادہ بھائی، بہن بھی کسی قسم کے ہوں۔ دوسری صورت میں ثلث ملتا ہے، وہ جب کہ ان میں سے کوئی نہ ہو۔ تیسری صورت میں ثلث ملتا ہے۔ مگر بعد فرض احد الزوجین، مثلاً: کسی عورت نے شوہر چھوڑا اور ماں باپ، تو شوہر کا فرض حصہ معینہ (نصف) نکالنے کے بعد جو بچے اس کا ثلث ماں کو ملے گا۔ اور اگر مرد کا انتقال ہوا اور اس نے زوجہ چھوڑی اور ماں باپ تو زوجہ کا فرض حصہ معینہ (ربع) نکالنے کے بعد جو بچے اس کا ثلث ماں کو ملے گا (۳)۔

(۱) "الأخوات لأب وهن كالأخوات لأبوين عند عدمهن، فللواحدة النصف، وللأكثر الثلثان عند عدم الأخوات لأب وأم، ولهن السدس مع الأخت لأب وأم تكملة للثلثين، ولا يرثن مع الأختين لأب وأم إلا أن يكون معهن أخ لأب، فيعصنهن، فيكون للأختين لأب وأم الثلثان والباقي بين الأولاد للذكر مثل حظ الأنثيين، ولهن الباقي مع البنات أو مع بنات الابن". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۰/۶، کتاب القرائض، الباب الثانی فی ذوی القروض، رشیدیہ)
(و کذا فی السراجی، ص: ۱۰، سعید)

(۲) "والثالث: الأخ لأم، وله السدس، وللانثیین فصاعداً الثلث. وإن اجتمع الذکور والاناث، استووا فی الثلث. قال الله تعالیٰ: ﴿وإن کان رجل یورث کلالة أو امرأة وله أخ أو أخت، فلكل واحد منهما السدس﴾". [سورة النساء: ۱۲]. (الاختیار لتعلیل المختار: ۵۵۶/۲، کتاب القرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۳۸/۶، کتاب القرائض، رشیدیہ)

(۳) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وولأبویہ لکل واحد منهما السدس إن کان له ولد، فإن لم یکن له ولد =

۸۔ جلدہ کے حالات:

داوی، ثانی کو سدس ملے گا۔ ماں اگر موجود ہو تو داوی، ثانی کو کچھ نہیں ملے گا۔ باپ اگر موجود ہو تو داوی کو کچھ نہیں ملے گا (۱)۔

یہاں تک ذوی الفروض کا بیان ختم ہوا، آگے ورثہ کی دوسری قسم عصبات کا بیان شروع ہوتا ہے۔

فصل فی العَصَبَة

عصبات کی قسمیں

عصبتین قسم پر ہے: عصبہ بنفسہ، عصبہ بغيرہ، عصبہ مع غیرہ۔

قسم اول: عصبہ بنفسہ

عصبہ بنفسہ ہر وہ مذکر ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں کسی عورت کا واسطہ نہ آئے، اس کی

= وورثہ أبواہ، فلأُمہ الثلث، فإن کان لہ إخوان فلأُمہ السدس؛ (سورة النساء: ۱۲)

”وأما لولأم: فأحوال ثلث: السدس مع الولد، أو ولد الابن وإن سفل، أو مع الاثنين من الإخوة والأخوات فصاعداً من أئى جهة كانوا، وثلث الكل عند عدم هؤلاء المذكورين، وثلث مابقى بعد فرض أحد الزوجين“۔ (السراجی، ص: ۱۱، سعید)

(وگذا فی الاحیاء لتعلیل المختار: ۵۹۹/۳، کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۱) ”عن ابن بريدة عن أبيه رضى الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم جعل للحدثة السدس إذا لم تكن دونها أم“ (سنن أبي داؤد: ۳۰۱/۴، کتاب الفرائض، باب فی الحدثة، دار الحديث ملتان)

(ومشکوۃ المصابيح: ۲۶۳/۱، باب الفرائض، قدیمی)

”وللحدثة السدس، لأم كانت أو لأب، واحدة كانت أو أكثر إذا كن ثابتات متحاذيات فی الدرجة، وبسقطن کلہن بالأم والأبویات أيضاً بالأب، وكذلك بالجد“۔ (السراجی، ص: ۱۱، سعید)

(وگذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۰/۶، کتاب الفرائض، وشیدہ)

چار قسمیں ہیں

اول: جزء میت بیٹا، پوتا وغیرہ۔

دوم: اصل میت باپ، دادا وغیرہ۔

سوم: میت کے باپ کا جز: بھائی، بھتیجا وغیرہ۔

چہارم: میت کے دادا کا جز: تایا، چچا وغیرہ۔

ان کی وراثت قرب و قوت کے اعتبار سے ہوگی یعنی قریب کی موجودگی میں بعید کو کچھ نہیں ملے گا۔ ترتیب مذکورہ کا لحاظ رکھا جائے یعنی جزء میت کے ہوتے ہوئے اصل میت کو عصب ہونے کی حیثیت سے کچھ نہیں ملے گا (اگرچہ ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے اس کا حصہ ضرور ملے گا)۔ اور پھر جزء میں بھی جب بیٹا ہو تو پوتے کو کچھ نہیں ملے گا، یعنی بیٹے کی موجودگی میں پوتا محروم رہے گا۔ نیز بیٹے کی موجودگی میں باپ، باپ کی موجودگی میں تایا، چچا کو کچھ نہیں ملے گا۔

یہ تو قرب کے لحاظ سے ہے اور قوت کا مطلب یہ ہے کہ بیٹی بھائی کی موجودگی میں علاقائی بھائی اور بیٹی چچا کی موجودگی میں علاقائی چچا کو کچھ نہیں ملے گا (۱)۔

قسم دوم: عصبہ بغیرہ

وہ چار عورتیں ہیں جن کو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے ایک ہوئے کی صورت میں نصف اور دو یا

(۱) "العصبات النسبة ثلاثة: بنفسه، وعصبه بعيرہ، وعصبه مع غیرہ العصبه بنفسه وهو كل ذكر لم يدخل في نسبه إلى الميت أنثى ثم العصبات بأنفسهم أربعة أصناف: جزء الميت، ثم أصله، ثم جزء أبيه، ثم جزء جدہ. ويقدم الأقرب فالأقرب منهم بهذا الترتیب، فيقدم جزء الميت كالإس، ثم ابنه وإن سفل، ثم أصله الأب، ثم الحد الصحيح وهو أبو الأب وإن علا ثم جزء أبيه الأخ لأبوس، ثم لاب، ثم ابنه وإن سفل، ثم جزء جدہ العم لأبوين، ثم لأب، ثم ابنه وإن سفل، ثم عم الأب، ثم ابنه، ثم عم الحد، ثم ابنه كذا لك وإن سفل ويرجحون بقوة القرابة، فمن كان لأبوين مقدم على من كان لأب، لقوله صلى الله عليه وسلم. "إن أعيان بنی الامم يتوارثون دون نسی العلات والحاصل أنه عند الاستواء في الدرجة يقدم ذو القرابتين، وعند التفاوت فيها يقدم الأعلى." (الدر المختار: ۷/۷۷۳، كتاب الفرائض، فصل في العصبات، سعيد)

زیادہ ہونے کی صورت میں ثلاثان ملتا ہے، وہ اپنے بھائیوں کی ہونے کی صورت میں عصبہ ہو جاتی ہیں: بیٹی، بیٹے کے ساتھ اور پوتی، پوتے کے ساتھ، بیٹی، بہن بھائی کے ساتھ، علاقائی بہن، علاقائی بھائی کے ساتھ (۱)۔

قسم سوم: عصبہ مع غیرہ

وہ عورت جو دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہے، مثلاً: بہن عصبہ بن جاتی ہے بیٹی کے ساتھ (۲)۔

یہاں تک ذوی القربض اور عصبہات کی تقسیم پوری ہو گئی۔ اب بعض امور قاعدہ کلیہ کے طور پر بیان کئے جاتے ہیں جن سے ورثہ کے مستحق اور محروم ہونے کا حال معلوم ہوگا۔

فصل فی الحجب والحرمان

حجب

پانچ ورثا ایسے ہیں جن کے حصص میں دوسرے ورثہ کی موجودگی میں کمی آ جاتی ہے، اگر وہ نہ ہوتے تو ان کو حصہ زیادہ ملتا ہے۔ وہ پانچ یہ ہیں: شوہر، بیوی، ماں، پوتی، علاقائی بہن، مثلاً: اگر اولاد نہ ہو تو شوہر کو نصف ملتا ہے مگر اولاد کی موجودگی میں رابع ملتا ہے وغیرہ وغیرہ (۳)۔

(۱) "یسیر عصبہ بغیرہ البنات بالابن وبنات الابن یابن الابن وإن سفلاً، والأخوات لأبوين أو لأب باخيهين، فهن أربع: ذوات النصف والثلاثين، یصرن عصبۃ یاخوتهن". (الدر المختار: ۷/۷۷۵، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲/۳۵۱، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ)

(۲) "وأما العصبۃ مع غیرہ، فکل أنثی تصیر عصبۃ مع أنثی أخرى کالأخت مع البنت، لِمَا ذکرنا".

(السراجی، ص: ۱۳، سعید)

(و کذا فی الدر المختار: ۷/۷۷۵، کتاب الفرائض، باب العصبات، سعید)

(۳) "الحجب علی نوعین: حجب نقصان، وهو حجب عن سهم إلی سهم، وذلك لخمسۃ نفر: =

حرمان

چھ ورثہ ایسے ہیں جو کبھی محروم نہیں ہوتے، یعنی ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ان کو کچھ نہ ملے: بیٹا، باپ، شوہر، بیٹی، ماں، بیوی۔

بعض ورثہ ایسے ہیں کہ کسی وقت ان کو وراثت ملتی ہے کسی وقت نہیں ملتی، اس کا مدار دو قاعدوں پر ہے: اول یہ کہ جس شخص سے میت کی قربت کسی واسطے سے ہو، جب وہ واسطے موجود ہوگا وہ شخص محروم ہوگا، مثلاً: دادا کہ اس سے قربت بواسطہ والد ہے تو والد کی موجودگی میں دادا کو کچھ نہیں ملے گا۔ اسی طرح بیٹے کی موجودگی میں پوتا اور بھائی کی موجودگی میں بھتیجا محروم رہے گا۔ لیکن اخائی بھائی بہن اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں کہ ماں کی موجودگی میں بھی ان کو وراثت ملتی ہے، حالانکہ ان سے رشتہ ماں ہی کے واسطے سے ہے (۱)۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ اقرب کی موجودگی میں ابعد محروم رہے گا، جیسا کہ بھائی کی موجودگی میں چچا محروم رہتا ہے۔ عصبہ بنفہ کی بحث میں اس کا بیان آچکا۔

فصل فی مخارج ذوی الفروض

مخارج فروض:

یہاں سے تقسیم میراث کا طریقہ شروع ہوتا ہے۔ جب یہ معلوم ہو چکا کہ کل فروض چھ ہیں جن کی

= الروحین، والام، و بنت الابن، والاخت لأب". (السراجی، ص: ۱۶، باب الحجب، سعید)
(۱) "و حجب حرمان، والورثة فیہ فریقان: فریق لا یحجون بحال البنت وهم ستة: الابن، والأب، والزوجة، والسنن، والام، والزوجة. وفریق یرثون بحال ویحجون بحال، وهذا مبنی علی أصلین: أحدهما هو أن کل من یدلی إلی المیت بشخص لا یرث مع وجود ذلک الشخص سوی أولاد الام، فإنهم یرثون معها لانعدام استحقاقها حسیب التركة، والثانی الأقرب فالأقرب، كما ذکرنا". (السراجی، ص: ۱۶، باب الحجب، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۲/۶، کتاب القرائض، الباب الرابع فی الحجب، وشیدہ)

دونوع ہیں۔ نوع اول: نصف، ربع، ثمن، ثلثانی، ثلثان، ثلث، سدس (۱)۔

جب کسی میت کی میراث تقسیم کرنا ہو تو دیکھو کہ اس کے ورثہ میں ذوی الفروض ہیں یا نہیں۔ اگر ذوی الفروض ہوں تو وہ صرف نوع اول کے ہیں یا صرف نوع ثانی کے یا مخلوط۔ اگر صرف نوع اول کے ہیں تو ایک ایک ہیں یا زیادہ، اگر صرف نوع اول کا ایک وارث ذوی الفروض میں سے ہے تو جو اس کا فرض ہو، اس کے موافق عدد سے وراثت تقسیم کر دی جائے، مثلاً: اگر اس کا فرض ثمن ہے تو آٹھ عدل ترکہ کو قرار دے کر تقسیم کر دیں، اگر فرض ربع ہے تو تقسیم چار سے کر دیں، اگر نصف ہو تو تقسیم دو سے (۲)۔

اور اگر ایک سے زیادہ ذوی الفروض ہوں تو جو بڑے سے بڑا عدد اس فرض کے موافق ہو، اس سے تقسیم کر دیں، مثلاً: ایک کا فرض ثمن، ایک کا نصف ہے، آٹھ سے تقسیم کر دیں، مثلاً: زیادہ کا انتقال ہو، نے ایک بیوی چھوڑی، ایک بیٹی، ایک بھائی، تو اس صورت میں بیوی اور بیٹی ذوی الفروض میں سے ہیں اور بھائی عصبہ ہے۔ بیوی کا فرض ثمن ہے، بیٹی کا نصف ہے اور باقی بھائی کا ہے تو ثمن کے موافق آٹھ ہے، لہذا اکل ترکہ آٹھ

(۱) "الفروض المذکورة فی القرآن نوعان: الأول: النصف والرابع، والثلث، والثمن، والثانی:

الثلث والثلثان والسدس". (الدر المختار: ۸۰۳/۶، کتاب الفرائض، باب المخارج، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۶۳/۶، کتاب الفرائض، الباب الحادی عشر فی حساب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) "اعلم أن الفروض نوعان: الأول: النصف، والرابع، والثلث، والثمن، والثانی: الثلث، والثلثان، والسدس.

فالنصف من الثمن، والرابع من أربعة، والثلث من ثمانية، والثلثان من ثلاثة، والسدس من ثمانية، فإذا اختلط النصف من نوع الأول بكل النوع الثاني أو ببعضه أو بثلثين فهي من ستة، وإن اختلط الثمن كذلك فمن أربعة وعشرين". (الاختیار لتعلیل المختار: ۵۹۱/۲، ۵۹۳، کتاب

الفرائض، فصل فی حساب الفرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۶۳/۶، کتاب الفرائض، باب حساب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی السراچی، ص: ۱۸، باب مخارج الفروض، سعید)

سہام قرار دے کر اس طرح تقسیم کر دیں گے:

مسئلہ ۸		
زویہ	ہنت	اخ یعنی
۱	۳	۳

یہی عمل اس وقت کیا جائے گا جب کہ صرف نوع ثانی کے ذوی الفروض ہوں، مثلاً: اگر کوئی فرض ثلاثان یا ثلث ہو تو تین سے، اگر سدس بھی ہو تو چھ سے، جیسے: زید کا انتقال ہوا، اس نے ماں چھوڑی اور دو بیٹی بہنیں، ایک چچا۔ تو ماں کا سدس ہے اور دو بہنوں کا ثلاثان ہے، باقی چچا کا ہے۔ چھ سے اس طرح تقسیم کر دیا جائے:

مسئلہ ۶			
ام	اخت یعنی	اخت یعنی	عم
۱	۲	۲	۱

اگر دونوں نوع کے مخلوط ہوں تو اگر نوع اول کا نصف مخلوط ہو، نوع ثانی کے سب اقسام کے ساتھ، یا بعض کے ساتھ تو چھ سے تقسیم کیا جائے۔ مثلاً:

مسئلہ ۶			
زوج	ام	اخت اختیانی	اخت اختیانی
نصف	سدس	ثلث	
۳	۱	۲	

اور اگر نوع اول کا ربع مخلوط ہو نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ تو بارہ سے تقسیم کیا جائے گا، مثلاً:

مسئلہ ۱۲

زوجه	ام	اخت اخیانی	اخت اخیانی	عم
ربع	سدس	ث	ث	۳
۳	۲	۲	۲	

اور اگر نوب اول کا شمن مخلوط ہو نوب ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ تو چوبیس سے تقسیم کیا جائے۔ مثلاً:

مسئلہ ۲۳

زوجه	ام	ہنت	ہنت	عم
ثمن	سدس	ثمان	ثمان	عصب
۳	۲	۸	۸	۱

باب فی العول

جس عدد سے کل ورثہ کے حصہ کو تقسیم کیا جائے اس کو ”مخرج“ کہتے ہیں۔ ذوی الفروض ہونے کے وقت جب ترکہ تقسیم کیا جائے تو کل مخارج یہ ہوں گے $۲=۳=۴=۶=۸=۱۲=۲۴$ ۔

کبھی مخرج کم رہ جاتا ہے یعنی اس مخرج سے جمع ذوی الفروض کے فروض پورے نہیں ہوتے تو ایسے وقت میں مخرج میں کچھ زیادتی کر لی جاتی ہے، اس زیادتی کو اہل فرائض کی اصطلاح میں ”عول“ کہتے ہیں۔ چار مخرج ایسے ہیں کہ جن میں کبھی عول کی ضرورت نہیں پڑتی: $۲=۳=۴=۸$ ۔ تین مخارج ایسے ہیں جن میں کبھی کبھی عول کی ضرورت ہوتی ہے، وہ تین یہ ہیں: $۶=۱۲=۲۴$ ۔

چھ کا عول

چھ کا عول دس تک ہو سکتا ہے یعنی کبھی اس میں ایک کی زیادتی کریں گے کبھی دو کی کبھی تین کی کبھی چار کی (۱)۔ اس لئے چار مثالوں کی ضرورت ہوئی، مثلاً:

مسئلہ ۶، عد ۷		
زواج	اخت	اخت
۳	۲	۲

مسئلہ ۶، عد ۷		
زواج	أم	أخت
۳	۲	۳

(۱) "العول: هو زيادة السهام على مخرج القرينة، ثم المحارح سبعة: أربعة لاتعول: الأنتان والثلاثة، والرابعة، والثمانية. وثلاثة قد تعول بالاختلاط ستة تعول أربع عولات إلى عشرة وترأ وشفعاً، فتعول لسبعة كنزوح وشقيقتين، والثمانية كهنم (أى المذكورين من قبل) وأم، ولسبعة كهنم وأخ لأم، ولعشرة كهنم وأخ آخر لأم. والناشرة تعول ثلاثاً إلى سبعة عشرة وترأ لا شفعاً، فتعول لثلاثة إلى سبعة عشرة وترأ لا شفعاً، فتعول لثلاثة عشر كنزوح وشقيقتين وأم، ولخمس عشرة كهنم وأخ لأم، ولسبعة عشر كهنم وأخ آخر لأم. وأربعة وعشرون تعول إلى سبعة وعشرين فقط كامراً وستين وأربعين". (الدر المختار: ۷/۸۶، كتاب الفرائض، باب العول، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمة الكبرى: ۷/۶۸۳، كتاب الفرائض، الباب الثالث عشر في العول، وشيخه)

(وكذا في السراجي، ص: ۱۹، باب العول، سعيد)

مسئلہ ۶، عد ۹

زوج	امتحان یعنی	ام	اختلام
۳	۴	۱	۱

مسئلہ ۶، عد ۱۰

زوج	امتحان یعنی	امتحان نام	ام
۳	۴	۲	۱

بارہ کا عول

بارہ کا عول کبھی تیرہ ہوگا کبھی پندرہ، کبھی سترہ، اس لئے تین مثالوں کی ضرورت ہوئی، مثلاً:

مسئلہ ۱۲، عد ۱۳

زوج	بنت	بنت	ام
۳	۴	۴	۲

مسئلہ ۱۲، عد ۱۵

زوج	بنان	اب	ام
۳	۸	۲	۲

مسئلہ ۱۲، عد ۱۷

زوجہ	امتحان نام	امتحان اب	جدہ
۳	۴	۸	۲

چوبیس کا عول

چوبیس کا عول صرف ستائیس ہوگا، اس کی مثال یہ ہے، مثلاً:

مسئلہ ۲۴، ع ۷۷

زوجہ	ہفت	ہفت	اب	ام
۳	۸	۱۶	۴	۴



باب الرد

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مخرج سے جمیع ذوی القروض موجودہ کے حصص دینے کے بعد کچھ بچ جاتا ہے جس کا کوئی مستحق نہیں ہوتا (اس بچے ہوئے کو فاضل کہتے ہیں) تو یہ فاضل پھر انہیں ذوی القروض کو ان کے حصص کے حقوق کی نسبت سے مکرر دیا جاتا ہے، اس کو ”رد“ کہتے ہیں (۱)۔

تو روگویا کہ عول کی ضد ہوا کہ وہاں مخرج میں اضافہ کی ضرورت ہوتی ہے، یہاں مخرج کو کم اور مختصر کرنا پڑتا ہے۔

تسمیہ:

رد کی ضرورت عصبہ کی موجودگی میں کبھی نہیں ہوگی، کیونکہ وہ فاضل کا مستحق ہوتا ہے تو گویا کہ ایسی صورت میں فاضل بچتا ہی نہیں (۲)۔

تسمیہ:

زوجین پر رد نہیں ہوتا ہے (۳)۔

(۱) ”الرد ضد العول: ما فضل عن فرض ذوی القروض ولا مستحق له، یرد علی ذوی القروض بقدر حقہم إلا علی الزوجین“۔ (السراجی، ص: ۲۸ باب الرد، سعید)

(۲) ”والرد ضده كما مرّ، فإن فضل عنها: أي عن القروض والحال أنه لا عصبه ثمة، یرد الفاضل علیہم بقدر سہامہم إلا علی الزوجین“۔ (الدر المختار: ۷/۷۸۷، کتاب الفرائض، باب العول، سعید)

”الرد ضد العول“ فقول: ما فضل عن فرض ذوی القروض ولا مستحق له من العصبہ ولو کان بحرّ“۔ (الشریفة، ص: ۷۴، باب الرد، سعید)

(۳) (راجع الحاشیة المتقدمة)

مسائل رد

رد کے مسائل چار قسم پر ہیں: پہلی دو قسمیں تو ایسی ہیں جن میں صرف ایسے ورثہ ہوں جن پر رد ہوتا ہے (یعنی زوجین نہ ہوں) اور دوسری دو قسمیں ایسی ہیں جن میں اصحاب الرد اور غیر اصحاب الرد دونوں قسم کے ورثہ ہوں (۱)۔

رد کی قسم اول

اول یہ کہ صرف ایک جنس کے ورثہ ہوں ایسی صورت میں عدد رد اس ورثہ کو خارج قرار دے کر تقسیم کر دیا جائے۔ مثلاً:

مسئلہ ۲، ردیہ	
بنت	بنت
۱	۱

اس صورت میں دو بنت ثلثان کی مستحق ہیں تو مخرج تین کو قرار دیا جائے، ان کو ثلثان یعنی دو دینے کے بعد ایک فاضل رہا، وہ بھی انہیں دو کو دیا جائے گا اور عدد رد اس یعنی دو کو مخرج بنا کر ایک ایک دونوں کو مل جائے گا۔

دوسری مثال:

مسئلہ ۲، ردیہ	
اخت اخائی	اخت اخائی
۱	۱

(۱) "ثم مسائل الباب: أي الرد على أقسام أربعة: أحدها: أن يكون في المسألة جنس واحد ممن يرد عليه عند عدم من لا يرث عليه، فاجعل المسألة من رؤسهم، كما لو ترك بنتين أو أختين أو جدتين، فاجعل المسألة من اثنين". (المراجعي، ص: ۲۹، باب الرد، سعيد)

کہ یہ دونوں ٹکٹ کی مستحق ہیں تو کل مخرج تین بنا کر ایک دونوں کو ملا، پانچ فاضل رہے، عدد درؤس دو سے تقسیم کر دیا۔

تیسری مثال:

مسئلہ ۲، ردیہ

جدہ

جدہ

۱

۱

کہ یہ دونوں سدس کی مستحق ہیں تو کل مخرج چھ بنا کر ایک ان دونوں کو ملا، پانچ فاضل رہے، عدد درؤس سے تقسیم کر دیا۔ یہی حال اس وقت ہوگا جب کہ بنان یا امتحان ہوں۔

رد کی قسم ثانی

ثانی یہ کہ دو یا زائد جنس کے ورثہ ہوں تو ایسی صورت میں ان کے مجموعہ 'سہام کو مخرج بنا کر تقسیم کر دیں گے (۱)۔ مثلاً:

مسئلہ ۲، ردیہ

أخت الأم

جدہ

۱

۱

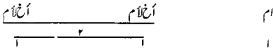
(۱) "والثانی: إذا اجتمع فی المسألة جنسان أو ثلاثة أختاس ممن یؤد علیہ عند عدم من لا یرد علیہ، فاجعل المسألة من سہامہم، أعنی: من اثنین إذا کان فی المسألة سدسان، أو من ثلاثة إذا کان فیہا ثلث وسدس۔" (المرآجی، ص: ۲۹، سعید)

"والثانی ان کان المردود علیہ جنسین أو ثلاثة، فمن عدد سہامہم، فمن اثنین لو سدسان، وثلاثة لو ثلث، وأربعة لو نصف وسدس، وخمسة کثلثین وسدس۔" (الدر المختار: ۷/۸۹، کتاب الفرائض، باب العول، سعید)

کہ دونوں کو سدرس سدرس مل کر چار فاضل رہے، عدد و سہام سے تقسیم کر دیا۔ الحاصل سدرسان کی صورت میں مخرج کو دو قرار دیا جائے۔

دوسری مثال:

مسئلہ ۳، ردیہ



اس صورت میں ام کو سدرس ملے گا، اولاد لام کو ثلث۔ مخرج چھ بنا کر ایک اُم کا ہو گیا دو اولاد و اُم کو مل گئے۔ تین سہام تقسیم ہو گئے، تین فاضل قابل رد رہے، عدد و سہام تین سے تقسیم کر دیا۔ الحاصل جب ثلث اور سدرس جمع ہوں تو مخرج تین کو قرار دیا جائے گا۔

تیسری مثال:

مسئلہ ۴، ردیہ



اس صورت میں ام کو سدرس ملے گا، بنت کو نصف، کل سہام چھ ہو کر ایک ام کو ملے گا، تین بنت کو۔ یعنی چار سہام تقسیم ہو گئے، دو فاضل رہے، لہذا عدد و سہام چار سے تقسیم کر دیا۔ اسی طرح اگر بجائے اُم کے بنت الاہن ہو، اس وقت بھی یہی عمل ہوگا۔ اگر بنت اور جدہ ہوں، یا ایک اخت یعنی اور ایک اخت عاتی ہو، یا ایک اخت یعنی اور جدہ ہو، یا ایک اخت یعنی اور ایک اخت اخانی ہو، تب بھی یہی صورت ہوگی۔ الحاصل جب ذوی الفروض نصف اور سدرس کے مستحق ہوں گے، اس وقت رد کی صورت میں مخرج چار کو قرار دیا جائے گا۔

چوتھی مثال:

مسئلہ ۵، ردیہ

بنت	بنت	ام
۲	۲	۱

اس صورت میں ام کو سدس ملے گا اور بنتان، عثمان۔ حسب ضابطہ مخرج چھ بنا کر ایک ام کو ملے گا اور چار بنتان کو۔ پانچ سہام تقسیم ہو گئے، ایک فاضل رہا تو عدد سہام پانچ ہی سے تقسیم کر دیا۔ اسی طرح یہ مثال:

مسئلہ ۵، ردیہ

بنت	بنت الابن	ام
۳	۱	۱

کہ بنت نصف کی مستحق ہے اور بنت الابن سدس کی، ام بھی سدس کی۔ حسب ضابطہ چھ سہام بنا کر تین بنت کو ملیں گے، ایک بنت الابن کو، ایک ام کو۔ پانچ سہام تقسیم ہوئے، ایک فاضل رہا، لہذا پانچ سے ہی تقسیم کر دیں گے۔ اسی طرح یہ مثال۔

مسئلہ ۵

اخت یعنی	ام
۳	۲

کہ اخت یعنی نصف کی مستحق ہے اور ام شلت کی۔ چھ سہام بنا کر تین اخت کو ملے اور دو ام کو، پانچ سہام تقسیم ہوئے، ایک فاضل رہا، لہذا پانچ سے ہی تقسیم کر دیں گے۔ الحاصل جب ذوی الفروض عثمان اور سدس، با

نصف اور سدسان، یا نصف اور ثلث کے مستحق ہوں تو رد کی صورت میں مخرج پانچ کو قرا دیا جائے گا۔
 ثالث و رابع۔ ثالث و رابع کا سمجھنا قواعد تصحیح کے سمجھنے پر موقوف ہے، لہذا ان دونوں کا بیان انشاء اللہ تصحیح کے بعد آئے گا اور تصحیح سے پہلے نسبتوں کا حال معلوم ہونا ضروری ہے۔

فصل فی التماثل والتداخل والتوافق والتباين

دو عددوں کے درمیان چار قسم کی نسبتیں ہوتی ہیں: ۱۔ تماثل ۲۔ تداخل ۳۔ توافق ۴۔ تباين (۱)۔

(۱) "وإذا أردت معرفة التماثل والتوافق والتداخل والتباين بين العددين فتماثل العددين كون أحدهما مساوياً للآخر كن ثلاثة وثلاثة. وتداخل العددين المختلفين بأحد أمرين على ما هنا: إما بأن يعد أقلهما الأكبر: أي يفنيه، أو يكون أكثر العددين منقسماً على الأقل فسمه صحبةً بأكسر كقسمه السعة على ثلاثة أو اثنين. وتوافق العددين أن لا يعد. أي لا يفني أقلهما الأكبر، لكن بعدهما عدد ثالث كالثمانية مع العشرين بعدهما أربعة، فيوافقان بالربع. وتباين العددين أن لا يعد العددين المختلفين عدداً ثالثاً أصلاً كالسبعة مع العشرة.

وإذا أردت معرفة التوافق والتباين بين العددين المختلفين أسقط الأقل من الأكبر من الجالين مراراً، فإن توافقا في واحد تبايناً، وإن توافقا في اثنين فبالنصف، أو ثلاثة فبالثلث، هكذا إلى العشرة".
 (المدار المختار: ۸۰۸، ۸۰۷، ۸۰۶، كتاب الفرائض، باب المخارج، سعيد)

(وكذا في الفصاوی العالم مکبریة: ۳۶۶/۶، كتاب الفرائض، الباب الثاني عشر فی معرفة التوافق والتماثل والتداخل، رشیدیہ)

"تماثل العددين كون أحدهما مساوياً للآخر، وتداخل العددين المختلفين أن يعد أقلهما الأكبر: أي يفنيه، أو نقول: هو أن يكون أكثر العددين منقسماً على الأقل فسمه صحبةً، أو نقول: أن يزيد على الأقل مثله أو أمثاله، فبساوى الأكبر، أو نقول: هو أن يكون الأقل جزءاً للأكبر مثل ثلاثة ونسعة. وتوافق العددين هو أن لا يعد أقلهما الأكبر ولكن بعدهما عدد ثالث كالثمانية مع العشرين بعدهما أربعة، فهما متوافقان بالربع - - وتباين العددين لا يعد العددين معاً عدداً ثالثاً كالسبعة مع -"

تمثیل:

جب دو عدد آپس میں برابر ہوں، ان کو متماثل کہتے ہیں اور ان کے درمیان کی نسبت کو متماثل کہتے ہیں، جیسے کسی جنس کے ورثہ کا عدد چار ہے اور وراثت سے جو ان کو حصہ ملا، اس کا عدد بھی چار ہے تو عدد دس اور عدد سہام کے درمیان تماثل کی نسبت ہوگی۔

تداخل:

تداخل جب دو عدد برابر نہ ہوں، بلکہ ایک کم دوسرا زائد ہو اور عدد اقل عدد اکثر کو فنا کر دے تو ان کو متداخل اور ان کے درمیان کی نسبت کو متداخل کہیں گے۔

تنبیہ:

فنا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عدد اقل اکثر سے دو یا زائد مرتبہ منہا یعنی تفریق کر دیں تو عدد اکثر فنا ہو جائے۔ مثلاً: عدد اکثر ۹/ اور اقل ۳/ ہے تو ۹/ سے ۳/ کو ایک مرتبہ تفریق کیا ۶/ بچے، پھر ۶/ سے ۳/ کو تفریق کیا تو ۳/ بچے پھر ۳/ کو ۳/ سے تفریق کیا تو ۹/ بالکل ختم و فنا ہو گیا تو کہا جائے گا کہ ۹/ اور ۳/ میں تداخل ہے۔ اسی طرح ۱۲/ اور ۴/ کا حال ہے۔

بالفاظ دیگر متداخل کی تعریف یہ ہے کہ عدد اکثر جب عدد اقل پر تقسیم کیا جائے تو بلا کسی کسر کے پورا پورا تقسیم ہو جائے۔ بمعبارہٴ اخیری: عدد اقل میں خود عدد اقل ایک یا زائد مرتبہ زائد کیا جائے تو عدد اکثر کے مساوی ہو جائے۔

توافق:

توافق جب عدد اقل، عدد اکثر کو فنا نہ کرے، بلکہ کوئی عدد وراثت ان دونوں کو فنا کر دے تو ان کو متوافق اور ان کے درمیان کی نسبت کو توافق کہتے ہیں، جیسے ۸/ اور ۲۰/ کہ ان میں سے اقل یعنی ۸/ اکثر یعنی ۲۰/ کو فنا نہیں کرتا، بلکہ ان دونوں کو ایک عدد وراثت یعنی چار فنا کر دیتا ہے، چار دونی آٹھ اور چار پنجہیں۔ لہذا ان دونوں میں توافق بالرفع کی نسبت ہوئی، اس لئے کہ چار مخرج ہے مخرج ۸/ کا وفاق ۲/ ہے اور ۲۰ کا وفاق ۵/ ہے۔

۱۵/ اور ۱۸/ میں توافق بالثلاث ہے، یعنی ۳/ فدا کر دے گا ۱۵/ اور ۱۸/ دونوں کو، تین بچہ پندرہ اور تین بچہ ۱۸/۔ ۱۵/ کا دوق ۵/ ہے، ۱۸/ کا دوق ۶/ ہے۔ ۱۵/ اور ۲۰/ میں توافق پانچس ہے، ۱۵/ کا دوق ۳/ ہے، ۲۰/ کا دوق ۴/ ہے۔ ۱۸/ اور ۳۰/ میں توافق بالسدس ہے، ۱۸/ کا دوق ۳/ ہے، ۳۰/ کا دوق پانچ ہے۔

اسی طرح باسبع پائٹن، بالتبع، بالشر کو سمجھنا چاہئے۔ پھر دس سے آگے اس طرح کہیں گے ”سجزہ من أحد عشر، بسجزہ من خمسة عشر وغیرہ“ مثلاً: ۳۰/ اور ۴۵/ میں توافق بحجرہ من خمسة عشر ہے۔ پندرہ دونی تیس، پندرہ تیرہ پینتالیس، ۳۰/ کا دوق ۲/ ہے، پینتالیس کا دوق ۳/ ہے۔

تباہین:

تباہین جب دونوں عددوں کو کوئی تیسرا عدد بھی فناء نہ کرے تو تباہین ہوں گے اور ان کے درمیان کی نسبت تباہین ہوگی، جیسے ۹/ اور ۱۰/ کہ یہ دونوں نہ متماثل ہیں کیونکہ برابر نہیں، نہ متداخل ہی کیونکہ ۹/ فانی نہیں کر سکتا ۱۰/ کو، نہ متوافق ہے، کیونکہ کوئی عدد ثالث ان دونوں کو فانی نہیں کرتا، اس لئے یہ تباہین ہیں۔

دلیل حصر:

دو عددوں کے درمیان اگر برابری ہو تو وہ متماثل ہوں گے، اگر برابری نہ ہو تو اگر عدد داخل فدا کر دے گا اکثر کو تو وہ متداخل ہوں گے، اگر اقل فناء نہ کرے اکثر کو تو اگر کوئی عدد ثالث (واحد کے علاوہ) ان دونوں کو فناء کر دے تو وہ متوافق ہوں گے، اگر کوئی عدد ثالث (واحد کے علاوہ) فناء نہ کرے (بلکہ واحد فناء کرے) تو وہ تباہین ہوں گے (۱)۔

تنبیہ:

واحد عدد نہیں (۲)۔

(۱) (راجع الحاشیة المتقدمة آنفاً)

(۲) ”کالتسعة مع العشرة، فإنه لا يعدلها شيء سوى الواحد الذي ليس بعدد“۔ (رد المحتار: ۸۰۸/۶)

کتاب الفرائض، باب المخارج، سعید

(و کذا فی الشریفة، ص: ۵۹، باب العول، فصل فی معرفة التوافق والتداخل، سعید)

معرفت نسبت کا طریقہ

تداخل اور تماش کی نسبت تو ظاہر ہی ہے، توافق اور تباہین معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ عدد و اقل کو اکثر سے کم (تفریق) کیا جائے ایک مرتبہ یا چند مرتبہ اور یہ عمل دونوں جانب سے کیا جائے، پس اگر دونوں واحد میں متفق ہو جائیں تو ان کے درمیان توافق نہیں، بلکہ تباہین ہے۔ اور اگر واحد کے علاوہ کسی عدد میں متفق ہو جائیں تو ان کے درمیان توافق ہے اس جزء کے اعتبار سے جو اس کا مخرج ہے، جیسے: ایک عدد "سات" ہے اور دوسرا عدد "دس" ہے، اقل یعنی سات کو جب اکثر یعنی دس سے کم کیا تو تین باقی رہے، پھر سات سے ایک دفعہ تین کم کیا تو چار رہے، پھر چار سے تین کم کئے تو ایک رہا، پھر تین سے ایک دفعہ ایک کم کیا تو دو رہے، پھر دو سے ایک کم کیا تو ایک رہا۔ غرض واحد میں سات اور دس متفق ہو گئے، لہذا ان دونوں میں تباہین ہے (۱)۔

ایک عدد میں ہے دوسرا عدد آٹھ ہے، میں سے آٹھ کم کیا تو بارہ رہے، پھر بارہ سے آٹھ کم کیا تو چار رہے، پھر آٹھ سے چار کم کیا تو چار رہے۔ اب عدد اکثر بھی چار رہ گیا، اور اقل بھی چار رہ گیا دونوں اس میں متفق ہو گئے تو ان دونوں میں توافق بالرباع ہوا، اس لئے کہ رباع کا مخرج چار ہے، میں کا وفتی پانچ ہوگا اور آٹھ کا وفتی دو ہوگا۔ پانچ چوک ۲۰/ دو چوک ۸/ یہاں تک نسبتوں کا بیان ہوا۔ اب تصحیح کا بیان شروع ہوتا ہے۔

(۱) "وإذا أردت معرفة التماثل والتوافق والتداخل والتباين بين العددين فتمائل العددين كون أحدهما مساوياً للآخر كشالته وثلاثه. وتداخل العددين المختلفين بأحد أمرين على ما هنا: إما بأن يعد أقلهما الأكثر: أي يفنيه، أو يكون أكثر العددين منقسماً على الأقل فسمه صحيحه بلا كسر كقسمه الستة على ثلاثة أو اثنين. وتوافق العددين أن لا يعد: أي لا يقس على أقلهما الأكثر، لكن يعدهما عدد ثالث كالثمانية مع العشرين يعدهما أربعة، فوافقان بالرباع. وتباين العددين أن لا يعد العددين المختلفين عدد ثالث أصلاً كالسبعة مع العشرة

وإذا أردت معرفة التوافق والتباين بين العددين المختلفين أسقط الأقل من الأكثر من الحائين مراراً، فإن توافقاً في واحد تبان، وإن توافقاً في اثنين فبالنصف، أو ثلاثة فبالثلث، هكذا إلى العشرة". (الدر المختار: ۸۰۷، ۸۰۸، كتاب القرائن، باب المخارج، معبد)

وكد في الفصائل العالمكية: ۳۶۶/۲، كتاب القرائن، الباب الثاني عشر في معرفة التوافق والتماثل والتداخل، (ضبطه)

فصل فی التصحیح

ترکہ اس طرح تقسیم کرنا چاہئے جس سے کسی وارث کے سهام میں کسر نہ ہو، بلکہ پورے پورے ملیں۔
اگر شروع ہی سے سهام سب کے پورے ہوں تب تو آگے عمل کی ضرورت ہی نہیں (۱)۔

مسئلہ ۶

ام	اب	بنت	بنت
۱	۱	۲	۲

اگر کسر واقع ہو تو اس کے لئے چھ اصول ہیں جن میں سے دو میں تو رؤس اور سهام میں نسبت دیکھی جاتی ہے:

اصل اول

یہ کہ صرف ایک طائفہ کے سهام منکسر ہوں اور سهام ورؤس کے درمیان توافق ہو، اس وقت اس طائفہ کے عدد ورؤس کے وقت کو اصل مسئلہ میں ضرب دیدی جاتی ہے (۲)۔

(۱) "إن كانت سهام كل فريق منقسمة عليهم بلا كسر، فلا حاجة إلى الضرب، كابوين وستين"

(السراجی، باب التصحیح، ص: ۴۲، سعید)

(و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۵۹۴/۶، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(و کذا فی الدر المختار: ۸۰۸/۶، ۸۱۰، کتاب الفرائض، باب المختار، سعید)

(۲) "وإن انکسر علی طائفة واحدة، ولكن بین سهامهم ورء وسهم موافقة، فیضرب وفق عدد الرء وس =

مسئلہ ۶، تصد ۳۰

اب	۱	بنات ۱۰
$\frac{1}{5}$	$\frac{1}{5}$	$\frac{3}{20}$

طاقت بنات کے سهام میں کسر آتی ہے اور عدد درؤس دس ہے اور عدد سهام چار، ان میں توافق بال نصف ہے، عدد درؤس کا وفق پانچ ہے تو پانچ کو اصل مسئلہ یعنی مخرج ۶/۱ میں ضرب دیں گے جس سے تیس بنیں گے اور چھ سے سهام ملے تھے، ہر ایک کے سهام کو بھی پانچ پانچ میں ضرب دیں گے۔
اور اگر وہ مسئلہ عائد ہو یعنی اس میں عول کی نوبت آتی ہو تو عدد درؤس کے وفق کو عول میں ضرب دیں گے۔ مثلاً:

مسئلہ ۱۲، عد ۱۵، تصد ۳۵

زوج	۱	اب	بنات ۶
$\frac{3}{9}$	$\frac{2}{9}$	$\frac{2}{9}$	$\frac{8}{27}$

یہاں بھی بنات پر سهام منکسر ہیں اور عدد درؤس ۶/۱ اور عدد سهام ۸/۱ میں توافق بال نصف ہے، عدد درؤس کا وفق تین ہے، اس کو عول یعنی پندرہ میں ضرب دیجائے گی جس سے پینتالیس ہو جائیں گے، پھر ہر ایک کے سهام کو تین تین میں ضرب دیں گے۔

اصل ثانی

یہ کہ ایک طاقت پر سهام منکسر ہوں اور عدد درؤس و عدد سهام میں بتاین ہو، اس وقت اس طاقت کے کل

= من الكسرات عليهم السهام في أصل المسئلة، وعولها إن كانت عائلة كالأوين وعشریات أو زوج

وَابْوَيْن وَتَبْنَاتٍ. (السراجی فی المیراث، باب التصحیح، ص: ۲۲، سعید)

عد درؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے (۱)۔ اگر وہ مسئلہ عائکہ ہے تو عول میں ضرب دیں گے۔ مثال:

مسئلہ ۶، تصد ۱۸

زوج	جدہ	اُخوات ۳م
$\frac{۳}{۹}$	$\frac{۱}{۳}$	$\frac{۲}{۹}$

یہاں اُخوات ۳م پر سہام منکسر ہیں اور ہر دو عدوتائین ہے، لہذا عد درؤس یعنی تین کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے جس سے اٹھارہ ہو جائیں گے، اب ہر اُخت ۳م کو دو دو مل جائیں گے۔
عول کی مثال:

مسئلہ ۶، عد ۷، تصد ۳۵

زوج	اُخوات ۵
$\frac{۳}{۱۵}$	$\frac{۳}{۲۰}$

اُخوات کے سہام منکسر ہیں، عد درؤس پانچ اور عد دسہام چار میں تائین ہے، لہذا پانچ کو عول یعنی سات میں ضرب دیں گے، پھر ہر وارث کے سہام کو پانچ پانچ میں ضرب دیں گے جس سے اُخوات کے سہام ہیں ہو کر کسر مرتفع ہو جائے گی اور ہر اُخت کو چار چار مل جائیں گے۔

تنبیہ:

بقیہ چار اصول میں ایک طائفہ کے عد درؤس کی نسبت دوسرے طائفہ کے عد درؤس سے دیکھی

(۱) "وَأَنَّ لَانَكُونُ بَيْنَ سَهَامِهِمْ وَرَاءَ وَهْمِهِمْ مُوَافَقَةً، فَيَضْرِبُ كُلُّ عَدَدٍ وَهْمَ مَنْ انْكَسَرَتْ عَلَيْهِمْ

السَّهَامُ فِي أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ، وَعَوْلُهَا إِنْ كَانَتْ عَائِلَةً كَابِ وَأُمٍّ وَخَمْسُ بَنَاتٍ، أَوْ زَوْجٌ وَخَمْسُ أَخَوَاتٍ لَأَبٍ

وَأُمٍّ" (المسراحي في الميراث، باب التصحيح، ص: ۲۲، سعيد)

جاتی ہے (۱)۔

اصل ثالث

یہ کہ ایک طائفہ سے زائد پر سہام منکسر ہوں اور ان کے رؤس کے درمیان تقاضی ہوا، اس وقت کسی ایک عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے (۲)۔ اگر وہ عادلہ ہو تو عمل ہی میں ضرب دیں گے۔ مثلاً:

مسئلہ ۲، تبصہ ۱۸

بنات ۳	جدات ۳	اعمام ۳
$\frac{۳}{۱۲}$	$\frac{۱}{۳}$	$\frac{۱}{۳}$

تین بنات کو چار ملے، تین جدات کو ایک ملا، تین اعمام کو ایک۔ کسی فریق کے سہام بھی پورے تقسیم نہیں ہوتے، ہر ایک میں کسر ہے اور جملہ عدد رؤس میں تقاضی ہے، لہذا ایک فریق کے رؤس ۳/ کو اصل مسئلہ ۶/ میں ضرب دیا تو اشارہ ہو گئے، پھر ہر فریق کے عدد سہام کو تین میں ضرب دیدی جس سے ہر فریق کے افراد پر سہام پورے تقسیم ہو جائیں گے۔
عول کی مثال:

مسئلہ ۶، عکس، تبصہ ۲۱

اخوات الابدال ۳	جدات ۳	اخوات الاعم ۳
$\frac{۳}{۱۲}$	$\frac{۱}{۳}$	$\frac{۲}{۹}$

(۱) "وأربعة بين الرؤء وس والرء وس". (السراجی فی الميراث، باب التصحيح، ص: ۲۲، معید)
(۲) "وأما الأربعة فأحدهما أن يكون الكسر على طائفتين أو أكثر، ولكن بين أعداد رؤء وسهم مماثلة، فالحكم فيها أن يضرب أحد الأعداد في أصل المسئلة، مثل: مست بنات وثلاث جدات وثلاثة أعمام".
(السراجی فی الميراث، باب التصحيح، ص: ۲۲، معید)

اصل رابع

یہ کہ ان روکس کے درمیان تداخل ہو اس وقت سب سے بڑے عدد روکس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے۔ اگر عائد ہو تو عول میں ضرب دیں گے (۱)۔ جیسے:

مسئلہ ۱۲۔ تصد ۱۳۳

اعمام ۱۲

جدات ۳

زوجات ۴

$$\frac{۷}{۸۴}$$

$$\frac{۲}{۲۴}$$

$$\frac{۳}{۳۶}$$

یہاں چار کو بھی بارہ سے تداخل کی نسبت ہے اور تین کو بھی، اور سب سے بڑا عدد روکس بارہ ہے، لہذا اصل مسئلہ کو بارہ میں ضرب دیں گے، اب کل سهام ایک سو چوالیس ہو جائیں گے۔ پھر ہر ایک کے سهام کو بارہ میں ضرب دیں گے، جس سے ۳۶ ہو جائیں گے اور بی زوجات کے، اور چوبیس ہوں گے ثلاث جدات کیلئے، اور چوراسی ہوں گے اثنا عشر اعمام کیلئے۔ ہر طائفہ کے اعداد کو افراد پر تقسیم کر دیں گے۔ مثلاً:

$$\begin{array}{r} ۷ \\ ۱۲ \overline{) ۸۴} \\ ۸۴ \\ \hline \text{XX} \end{array} \quad \begin{array}{r} ۸ \\ ۳ \overline{) ۲۴} \\ ۲۴ \\ \hline \text{XX} \end{array} \quad \begin{array}{r} ۹ \\ ۴ \overline{) ۳۶} \\ ۳۶ \\ \hline \text{XX} \end{array}$$

عول کی مثال:

مسئلہ ۱۲، ع ۱۳، تصد ۱۵۶

جدات ۱۲

اخوت ۳

زوجہ ۶

$$\frac{۲}{۲۴}$$

$$\frac{۸}{۹۶}$$

$$\frac{۳}{۳۶}$$

(۱) "والشأنی: أن یکون بعض الأعداد متداخلاً فی البعض، فالحکم فیها أن یضرب اکثر الأعداد فی أصل المسئلة مثل أربع زوجات وثلاث أجداد واثنا عشر عمًا". (السرّاجی، المصدر السابق)

اصل خامس

یہ کہ ان روکس کے درمیان توافق ہو تو اس وقت ایک طائفہ کے وفق کو دوسرے طائفہ میں ضرب دیں گے، پھر حاصل ضرب کو تیسرے طائفہ کے وفق میں (اگر اس حاصل ضرب کو طائفہ ثالثہ کے ساتھ توافق کی نسبت ہو، ورنہ کل طائفہ ثالثہ میں) ضرب دیں گے۔ پھر اس حاصل ضرب کو چوتھے طائفہ کے وفق (اگر اس حاصل ضرب کو طائفہ رابعہ کے ساتھ توافق کی نسبت ہو، ورنہ کل طائفہ رابعہ میں) ضرب دیں گے۔ اور اسی طرح بقایاں پھر مجموعہ حاصل کو اصل مسئلہ میں اگر مائل نہ ہو، ورنہ کل میں ضرب دیں گے۔ جیسے:

مسئلہ ۲۳، نص۔ ۳۳۲۰

ز ۱۳ پات	بات ۱۸	جدات ۱۵	اعام ۶
۳	۱۶	۴	۱

یہاں پر چار اور اٹھارہ میں توافق ہے، اٹھارہ اور پندرہ میں توافق، پندرہ اور چھ میں توافق۔ اور ان چار کو اٹھارہ کے وفق ۹ میں ضرب دیں گے جس کا جس ضرب ۳۶ ہوگا، پھر دیکھا تو ۳۶ اور ۱۵ میں توافق ہالٹ ہے، بارہ تہ ۳۶ / پانچ تہ ۱۵، ۳۶ کو پانچ میں ضرب دینے سے ۱۸۰ ہوئے۔ پھر دیکھا تو ۱۸۰ کو چھ میں توافق بالسدس، ۱۸۰ کا وفق ۳۰ ہے اور چھ کا وفق ہے ایک، ۱۸۰ کو ایک میں ضرب دینا بے سود۔ کل حاصل ضرب یہی ۱۸۰ / میں ضرب دیں گے اور عدد روکس پر تقسیم کر دیں گے جس سے $24 \times 180 = 4320$ / کل سہام ہو جائیں گے اس کے بعد ہر فریق کے سہام کو ۱۸۰ / میں ضرب دیں گے اور عدد روکس پر

(۱) "والتالث: أن يوافق بعض الأعداد بعضاً، فالحكم فيها أن يضرب وفق أحد الأعداد في جميع الثاني، ثم مالمع في وفق الثالث إن وافق المبلغ الثالث، وإلا فالمبلغ في جميع الثالث، ثم المبلغ في الرابع كذلك، ثم المبلغ في أصل المسئلة كإربع زوجات، وثماني عشرة بنتاً وخمس عشرة جدة وسعة أعمام" (السراجي في المبراث، باب التصحيح، ص: ۲۳، سعيد)

$$۲۱۰ = ۲ \times ۳ \times ۵ \times ۷$$

مسئلہ ۲۳، تصدق ۵۰۴۰

ز وجہ ۲	جدہ ۶	بنات ۱	عم ۷
۳	۴	۱۶	۱
$\frac{۲۱۰}{۳} = ۷۰$ $\frac{۷۰}{۳} = ۲۳ \frac{۱}{۳}$ $\frac{۲۳}{۳} = ۷ \frac{۲}{۳}$ $\frac{۲}{۳} = \frac{۲}{۳}$ $\frac{۱۰}{۳}$ $\frac{۱۰}{۳}$	$\frac{۲۱۰}{۴} = ۵۲ \frac{۳}{۴}$ $\frac{۵۲}{۴} = ۱۳$ $\frac{۳}{۴} = \frac{۳}{۴}$ $\frac{۳}{۴}$ $\frac{۳}{۴}$	$\frac{۲۱۰}{۱۶} = ۱۳ \frac{۳}{۱۶}$ $\frac{۱۳}{۱۶} = ۰$ $\frac{۳}{۱۶} = \frac{۳}{۱۶}$ $\frac{۳}{۱۶}$	$\frac{۲۱۰}{۷} = ۳۰$ $\frac{۳۰}{۷} = ۴ \frac{۲}{۷}$ $\frac{۲}{۷}$

دو زوج ہیں جن کو تین سہام ملے، عدد روکس اور عدد سہام میں بتائیں ہے، لہذا عدد روکس برقرار رکھا۔ چھ جدہ ہیں جن کو چار سہام ملے، یہاں عدد روکس اور عدد سہام میں توافق بال نصف ہے، عدد روکس کا وقف تین ہے، دو اور تین میں بتائیں ہے، دو کو تین میں ضرب دینے سے حاصل ضرب چھ ہوا۔ دس بنات ہیں جن کو سولہ سہام ملے، عدد روکس اور عدد سہام میں توافق بال نصف ہے، عدد روکس کا وقف پانچ ہے، چھ کو پانچ کے ساتھ بتائیں ہے اس لئے چھ کو پانچ میں ضرب دینے سے حاصل ضرب تیس ہوا۔

عدد اعمام سات ہے جن کو سہم ایک ملا، جس کو عدد روکس کے ساتھ بتائیں کی نسبت ہے، لہذا سات کو برقرار رکھ کر تیس کے ساتھ نسبت دیکھی تو ان میں بتائیں ہے، تیس کو سات میں ضرب دینے سے مجموعہ حاصل ضرب ۲۱۰ ہوا، اس کو اصل مسئلہ ۲۳ میں ضرب دی گئی تو کل سہام ۵۰۴۰ ہو گئے۔

پھر ہر فریق کے سہام کو ۲۱۰ میں ضرب دی گئی جس سے ہر دو زوج کے مجموعی سہام ۶۳۰ ہوئے، جن کو عدد روکس زوجہ میں دو میں تقسیم کرنے سے ہر زوج کو ۳۱۵ ملے۔ چھ جدہ کے مجموعی سہام ۲۱۰ میں ضرب دینے سے ۸۴۰ ہوئے جن کو عدد روکس جدہ یعنی چھ پر تقسیم کرنے سے ہر جدہ کو ۱۴۰ سہام ملے۔ دس بنات کے مجموعی

سہام ۱۶/۲۱۰ کو ۲۱۰ میں ضرب دینے سے ۳۳۶۰ ہوئے، جن کو عدد دروس بنات یعنی دس پر تقسیم کرنے سے ہر بنت کو ۳۳۶/۲۱۰ ملے۔ سات اعمام کے ایک سہم کو ۲۱۰/۲۱۰ میں ضرب دینے سے ۲۱۰ ہوئے جن کو عدد دروس اعمام یعنی سات پر تقسیم کرنے سے ہر عم کو ۳۰/۳۰۰ سہام ملے (۱)۔

یہاں تک تصحیح کا بیان بفضلہ تعالیٰ پورا ہو گیا۔ اب مسائل رد کے بقیہ دو قسموں کا بیان شروع ہوتا ہے جن کا سمجھنا نسبت اور تصحیح کے سمجھنے پر موقوف ہے۔

رد کی قسم ثالث

قسم ثالث یہ کہ اصحاب الرد ایک جنس کے ہوں اور ساتھ ہی غیر اصحاب الرد یعنی زوجین میں سے بھی کوئی ہو تو اس وقت اول غیر اصحاب الرد کا فرض اقل مخرج سے دیا جائے گا، پھر باقی کو عدد دروس اصحاب الرد پر برابر تقسیم کر دیا جائے گا، جیسا کہ رد کی قسم اول میں شروع ہی سے تقسیم کر دیا گیا ہے۔ پھر اگر یہ پورا پورا بغیر کسر تقسیم ہو جائے تب تو اس میں کچھ کرنا ہی نہیں۔ مثلاً:

مسئلہ ۴، ردیہ

زوج	بنت	بنت	بنت
۱	۱	۱	۱

یہاں دو قسم کے ورثہ ہیں: زوج غیر اصحاب الرد میں سے ہے اور بنات اصحاب الرد میں سے ہیں اور یہ اصحاب الرد ایک ہی جنس کے ہیں تو اولاً زوج کا فرض ربح اقل مخرج چار سے دیا، باقی رہے تین دو تین بنات کو برابر تقسیم کر دیئے۔ اگر رد کی صورت نہ ہوتی تو مخرج بارہ قرار دے کر ربح ۳/۸ کا مستحق زوج ہوتا اور ثلاثان ۸/۸ کی مستحق بنات ہوتیں، ایک باقی بچتا۔

(۱) "والثالث: إن كان مع الأول: أي الجنس الواحد من لا يرث عليه وهو الزوجان، أعطى من لا يرث عليه فرضه من أقل مخرجه وقسم الباقي، فهي من أربعة: للزوج واحد، وبقي ثلاثة، وهي تستقيم عليهن، فلا حاجة إلى الضرب". (الرد المختار: ۷/۸۹، كتاب القران، باب المخارج، سعيد)

اگر اصحاب الرد کا فرض اقل بخارج سے دینے کے بعد باقی پورا، پورا تقسیم نہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں:
یا تو اس باقی کو عدد رؤس اصحاب الرد کے ساتھ توافق کی نسبت ہوگی یا تاجین کی (۱)۔

تنبیہ:

یہاں نسبت مذائل کو توافق میں ہی شمار کیا گیا ہے، اگر توافق کی نسبت ہو تو وفق رؤس کو مخرج فرض غیر اصحاب الرد میں ضرب دیا جائے۔ جیسے:

مسئلہ ردیہ ۴، تصد ۸

زوج	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
$\frac{1}{2}$			$\frac{3}{4}$			

یہاں دو قسم کے ورثہ ہیں، زوج غیر اصحاب الرد میں سے ہے اور بنات اصحاب الرد میں سے، اور یہ اصحاب الرد ایک ہی جنس کے ہیں۔ تو اولاً زوج کا فرض یعنی ربع اقل بخارج یعنی چار سے دیا، باقی رہے تین وہ چھ بنات پر پورا تقسیم نہیں ہوتا، اب نسبت دیکھی، باقی یعنی تین اور رؤس اصحاب الرد یعنی چھ میں وہ توافق بانٹتے ہیں، رؤس کا وفق دو ہے، اس کو مخرج فرض غیر اصحاب الرد یعنی چار میں ضرب دی تو آٹھ ہو گئے، دوہام زوج کے ہوئے، ایک ایک ہر بنت کو ملا۔

اگر مرد کے طریقہ پر عمل نہ کیا جاتا تو مخرج بارہ قرار دے کر تین زوج کو ملے اور آٹھ بنات کو ملے، ایک باقی رہتا۔ اگر باقی کو عدد رؤس اصحاب الرد کے ساتھ تاجین کی نسبت ہو تو کل عدد رؤس اصحاب الرد کو مخرج فرض غیر اصحاب الرد میں ضرب دیا جائے (۲)۔

(۱) "وإن لم يستقم، فإن واقع رؤوسهم: أي رؤوس من يرث عليهم كزوج وست بنات، فاضرب وفقها وهو هنا: فلع ثمانية، فللزوجة اثنان وللبنات ستة". (الدر المختار، المصدر السابق)

(۲) "والا يوافق مل باين، فاضرب كل عدد رؤوسهم فيه المخرج المذكور كزوج وحمل ثبات، فالمخرج هنا أربعة للزوج واحد، بقي ثلاثة تبين الخمسة، فاضرب الأربعة في خمسة تبلغ عشرين، كان للزوج واحد أصره في المضروب يكن خمسة، فهي له، والباقي ثلاثة أضربها في المضروب تبلغ =

مسئلہ ۳، حصہ ۲۰

زوج	ہنت	ہنت	ہنت	ہنت	ہنت
			۱۵		
$\frac{1}{5}$	۳	۳	۳	۳	۳

یہاں باقی یعنی تین کو عدد دروس اصحاب الرد یعنی پانچ کے ساتھ جابین ہے، لہذا چار کو پانچ میں ضرب دیا، جس سے بیس ہو گئے، اب پانچ زوج کو طے اور تین تین ہر ہنت کو۔ اگر روندہ کرتے تو یہاں بھی گزشتہ دونوں مسئلوں کی طرح بارہ سے تقسیم کرتے، تین زوج کو ملنے، آٹھ ہنات کو، ایک باقی رہتا۔

رد کی قسم دایع

یہ ہے کہ اصحاب الرد ایک جنس سے زائد ہوں اور غیر اصحاب الرد میں سے بھی کوئی ہو تو اس وقت غیر اصحاب الرد کا فرض اقلیٰ خارج سے دے کر جو باقی رہے، اس کو مسئلہ اصحاب الرد پر تقسیم کر دیا جائے، اگر وہ پورا پورا تقسیم ہو جائے تو اس میں کچھ اور نہیں کرنا (۱) اور اس کی فقط ایک صورت ہے، وہ یہ ہے:

مسئلہ ردیہ ۳، حصہ ۳۸

زوجہ	ہندہ	ہندہ	ہندہ	ہندہ	ہندہ	ہندہ	ہندہ	ہندہ	ہندہ
$\frac{1}{12}$	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳

یہاں زوجہ غیر اصحاب الرد میں سے ہے اور بقیہ ورثہ و جنس کے جذبات اور اخوات لام اصحاب الرد میں سے

= خمسة عشر، فلكل بنت ثلاثة. (الدر المختار، باب المخارج: ۷/۸۹، سعید)

(۱) "والرابع لو كان مع الثاني من لا يرث عليه، فاقسم الباقي من مخرج فرض من لا يرث عليه على مسئلة من يرث عليه إن استقام كزوجة وأربع جدات وست أخوات لام، فمخرج من لا يرث عليه أربعة: للزوجة واحد، لبقي ثلاثة تستقيم على سهم الجدات ومهمي الأخوات، لكنه منكسر على آحاد كل فريق كما سيجئ". (الدر المختار، باب المخارج: ۷/۹۰، سعید)

تین زوجہ کا فرض اقل بخارج چار سے دینے کے بعد تین باقی رہے، ان تین کو مسئلہ اصحاب الرد پر تقسیم کر دیا تو پورا تقسیم ہو گیا، وہ اس طرح کہ اصحاب الرد و قسم کے ہیں: ایک سدس کے مستحق ہیں، یعنی جدات اور دوسرے ثلث کے یعنی اخوات لام، اور جس وقت رد کی صورت میں ثلث اور سدس جمع ہوں تو مخرج تین کو قرار دیا جاتا ہے، جیسا کہ ۳۶/۱ میں گذرا، لہذا اس باقی تین کو مسئلہ اصحاب الرد یعنی تین پر تقسیم کیا جو پورا تقسیم ہو گیا، یعنی ایک توجہ ات کو ملا اور دو اخوات لام کو ملے، تین پورے تقسیم ہو گئے۔

اب دیکھا تو ایک چار پر منکسر ہے اور دو چھ پر لہذا فقہ کی ضرورت پیش آئی، مگر یہ ضرورت رد کیلئے نہیں، بلکہ ہر طائفہ کے افراد کے سہام میں کسر کی وجہ سے جیسا کہ بغیر رد کے بھی اس کی نوبت آتی ہے۔ فقہ کے چھ اصول میں سے اصل خامس پر یہ عمل کیا جائے گا، وہ اس طرح کہ ایک طائفہ سے زائد پر کسر ہے تو رد اس کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی اور وہ تو افق باصطف ہے، یعنی چھ اخوات لام اور چار جدات، عدد جدات چار کو فوق عدد اخوات لام یعنی تین میں ضرب دیں گے جس سے بارہ بنیں گے، پھر اس بارہ کو اصل مسئلہ چار میں ضرب دیں گے جس سے اڑتالیس ہو جائیں گے۔

پھر چار سے جو سہام ہر طائفہ کو ملے تھے ان کو بارہ میں ضرب دیں گے جس سے بارہ سہام زوجہ کے ہونگے اور بارہ ہی جدات کے کہ ہر جدہ کو تین تین مل جائیں گے اور چوبیس اخوات لام کے ہوں گے کہ ہر اخت لام کو چار چار مل جائیں گے۔

تنبیہ:

اگر زوجہ دو ہوں تو اس صورت میں ہر زوجہ کو چھ سہام ملیں گے، اگر تین ہوں تو ہر ایک کو چار، اگر چار ہوں تو ہر ایک کو تین (۱)۔

اگر رد کی صورت پر عمل نہ کیا جاتا تو مثال مذکور میں کل بارہ سہام بنا کر تین زوجہ کو ملتے، دو جدات کو، چار اخوات

(۱) "والرابع لو كان مع الثاني من لا يرد عليه، فالقسم الباقي من مخرج فرض من لا يرد عليه على مسئلة من يرد عليه إن استقام كزوجة وأربع جدات وست أخوات لام، فمخرج من لا يرد عليه أربعة: للزوجة واحد، بقى ثلاثة تستقيم على سهم الجدات وسهمي الأخوات، لكنه منكسر على أحاد كل فريق كما سيجنى". (الدر المختار، باب المخارج: ۶/۹۰، سعید)

پورا تقسیم نہیں ہوتا تو مسئلہ اصحاب الرو یعنی پانچ کو تخریج غیر اصحاب الرو یعنی آٹھ میں ضرب دیں گے جس سے چالیس بن جائیں گے۔

پھر سہام غیر اصحاب الرو یعنی ایک کو مسئلہ اصحاب الرو یعنی پانچ میں ضرب دیں گے جس سے زوجات کے سہام پانچ ہوں گے۔ اور سہام اصحاب الرو یعنی بنات کے چار اور جدات کے ایک کو غیر اصحاب الرو کے اقل مخارج سے فرض دینے کے بعد باقی ماندہ یعنی سات میں ضرب دیں گے جس سے بنات کے سہام اٹھائیس ہو جائیں گے اور جدات کے سہام سات ہو جائیں گے۔

یہاں تک روکا عمل پورا ہو گیا اب تصحیح کی ضرورت ہوگی، کیونکہ کسی طائفہ کے سہام اس کے افراد پر منقسم نہیں، بلکہ ہر ایک میں کسر ہے، لہذا تصحیح کے اصول میں سے اصل خاص پر عمل کیا جائے گا: عدد زوجات چار کو عدد جدات چھ کے ساتھ توافق بال نصف ہے، پس چار کو چھ کے نصف تین میں ضرب دیں گے جس سے بارہ بنیں گے، جس کو عدد بنات نو کے ساتھ توافق بالثلث ہے، لہذا بارہ کو نو کے ثلث تین میں ضرب دیں گے جس سے چھتیس بنیں گے۔ پھر چھتیس کو تصحیح رد یعنی چالیس میں ضرب دیں گے جس سے کل سہام ایک ہزار چار سو چالیس ہو جائیں گے۔

اس کے بعد چالیس سے جس قدر سہام ہر طائفہ کو ملے تھے ان کو ۳۶/ میں ضرب دے کر ہر طائفہ کے افراد پر تقسیم کر دیں گے، یعنی زوجات کو چالیس میں سے پانچ ملے جن کو چھتیس میں ضرب دیا جس سے ایک سو اسی ہو گئے، جن کو چار زوجات پر تقسیم کر دیا، ہر زوجہ کے پینتالیس ہو گئے۔ اور بنات کو چالیس میں سے اٹھائیس ملے تھے جن کو چھتیس میں ضرب دیا تو ایک ہزار آٹھ ہو گئے، جن کو نو بنات پر تقسیم کر دیا، ہر بنت کے ایک سو بارہ ہو گئے۔ اور جدات کو چالیس میں سے سات ملے تھے جن کو چھتیس میں ضرب دیا تو دو سو باون ہوئے جن کو چھ جدات پر تقسیم کر دیا، ہر جدہ کو پینتالیس ملے۔

باب المناسخۃ

اگر تقسیم ترکہ سے قبل کسی وارث کا انتقال ہو جائے اور ہر دو میت کا ترکہ یکدم تقسیم کیا جائے اس کو

مناختہ کہتے ہیں (۱)۔

ماضی البید

یعنی میتِ اول سے جو ترکِ میتِ ثانی کو ملا ہے، اس کے اور مخرج کے درمیان نسبت کی رعایت کو اس طریق میں ملحوظ رکھنا؛ و تا ہے، اس کے بعد تقسیم میں سہولت ہوتی ہے، پس اگر مافی البید اور مخرج کے درمیان تماثل ہے تب تو ضرب کی حاجت نہیں (۲)۔ مثلاً:

مسئلہ ۱۲، تصدق ۳۶				بندہ
زواج	بنت	بنت	بنت	اخ
$\frac{۳}{۹}$		$\frac{۸}{۸}$	$\frac{۸}{۸}$	$\frac{۱}{۳}$
		$\frac{۸}{۸}$	$\frac{۸}{۸}$	
مسئلہ ۳				اخ معہ ۳
ابن	تماثل			بنت
۲				۱

(۱) "المناسخة: أن يموت بعض الورثة قبل القسمة". (الاختیار لتعلیل المختار: ۵۸۹/۲، کتاب

الفرائض، فصل فی المناسخة، مکتبہ حقایقہ پشاور)

(و کذا فی الدر المختار: ۸۰۱/۶، کتاب الفرائض، باب المناسخة، سعید)

(و کذا فی السراجی، ص: ۳۵، باب المناسخة، سعید)

(۲) "والأصل فيه أن تصحح مسألة الميت الأول، وتعطى مهام كل وارث من التصحيح، ثم تصحح

مسألة الميت الثاني، وتظهر بين ما في يده من التصحيح الأول وبين التصحيح الثاني ثلاثة أحوال فإن

استقام ما في يده من التصحيح الأول على الثاني، فلا حاجة إلى الضرب". (السراجی، ص: ۳۵، سعید)

(و کذا فی الدر المختار: ۸۰۱/۶، کتاب الفرائض، فصل فی المناسخة، سعید)

(و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۵۸۹/۲، کتاب الفرائض، فصل فی المناسخات، مکتبہ

حقایقہ، پشاور)

اس صورت میں اگر کو تین سہام ملے اور بندہ کا ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے وارث ابن اور بنت ہیں۔ اس کا مافی الید بھی تین ہے اور بوقت تقسیم ترکہ خرچ بھی تین قرار دیا گیا، لہذا اب کسی اور ضرب کی حاجت نہیں۔

اگر مافی الید اور خرچ کے درمیان توافق ہو تو وفق خرچ کو میت اول کے خرچ میں ضرب دیں گے اور میت اول کے ورثہ کے سہام کو بھی میت ثانی کے خرچ کے وفق میں ضرب دیں گے اور میت ثانی کے ورثہ کے سہام کو مافی الید کے وفق میں ضرب دیں گے (۱)، جیسے کہ:

مسئلہ ۲۳، تصد ۷۲، تصد ۱۴۴				زیہ
زوجہ	ابن	بنت	اب	
بندہ	اسلم	سلمہ	اکرم	
$\frac{۳}{۱۸}$	۳۴	۱۷	۱۷	$\frac{۳}{۱۲}$
	۶۸	۳۴		

مسئلہ ۸، تصد ۲					توافق بالربع		اب اکرم بعد ۱۲، تصد ۳	
ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
$\frac{۲}{۹}$	$\frac{۲}{۹}$	$\frac{۲}{۹}$	$\frac{۱}{۳}$	$\frac{۱}{۳}$	$\frac{۱}{۳}$	$\frac{۱}{۳}$	$\frac{۱}{۳}$	$\frac{۱}{۳}$

یہاں میت اول کا خرچ اصلہ چوبیس اور ابن و بنت کے سہام میں کسری وجہ سے تین میں ضرب دے کر بھر سے صحیح کی گئی، جس سے اب کو بارہ سہام ملے، پھر اب کا انتقال ہوا، اس کا خرچ آٹھ قرار دیا۔ آٹھ خرچ اور بارہ مافی الید میں توافق بالربع کی نسبت ہے، آٹھ کا وفق دو ہے۔ تو میت اول کے خرچ بھر اور اس سے ورثہ کو

(۱) ”وان لم يستقیم، فبان كان بین سهامه ومسائله موافقة، ضربت وفق التصحيح فی كل التصحيح

الأول“۔ (الدر المختار: ۸۰۲/۲، کتاب الفرائض، فصل فی المناسحة، معید)

(و کذا فی الشریفة، ص: ۹۲، باب المناسحة، معید)

جس قدر سہام ملے تھے، ان سب کو و ضرب دی گئی اور میت ثانی کے مافی الید کے وفق تین میں اس کے ورثہ کے سہام کو ضرب دی گئی۔

الأحیاء المملوكة ۱۳۴

بنو	اسلم	سلمہ	احمد	ارشد	احمد	حمیدہ	سعیدہ
۱۸	۶۸	۳۴	۶	۶	۶	۳	۳

اگر میت ثانی کے مافی الید اور مخرج کے درمیان تباہین کی نسبت ہو تو میت ثانی کے کل مخرج کو میت اول کے کل مخرج میں اور میت اول کے ورثہ کے سہام میں ضرب دیں گے اور میت ثانی کے ورثہ کے سہام کو کل مافی الید میں ضرب دیں گے (۱) مثلاً:

مسئلہ ۲۳، تصد ۱۲۰

زوجہ	ام	اب	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	بنت
نائب	حفصہ	بکر	شاکر	صابر	ناصر	فاخر	عامر	ظاہر	صفری
$\frac{۳}{۱۵}$	$\frac{۲}{۱۰}$	$\frac{۲}{۱۰}$	$\frac{۲}{۱۰}$	$\frac{۲}{۱۰}$	$\frac{۲}{۱۰}$	$\frac{۲}{۱۰}$	$\frac{۲}{۱۰}$	$\frac{۲}{۱۰}$	$\frac{۱}{۵}$

(۱) "وإن كان بينهما مباينة، فاضرب كل التصحيح الثاني في كل التصحيح الأول، فالبلغ مخرج المسالتين، فسهام وريثة الميت الأول تضرب في المضروب، أعني: في التصحيح الثاني أو في وفقه، وسهام وريثة الميت الثاني تضرب في كل مافي يده أوفى وفقه. وإن مات ثالث أو رابع أو خامس، فاجعل المبلغ مقام الأولي، والثالثة مقام الثانية في العمل، ثم في الرابعة والخامسة كذلك إلى غير النهاية" (السراجي، ص: ۳۵، ۳۶، معيد)

(و کذا فی الدر المختار: ۸۰۲/۶، کتاب القراض، فصل فی المناسخه، معید)

(و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۵۸۹/۲، کتاب القراض، فصل فی المناسخه، مکبہ حقایقہ، ہشاور)

مسئلہ ۱۳، قصہ ۲۰، وقف ۵		تداخل		ظہر مع ۳	
زوج	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن
بکر	رشید	سعید	وحید	حمید	مجید
			$\frac{۳}{۱۵}$		
	۳	۳	۳	۳	۳

یہاں میت ثانی کا مافی الید چار ہے اور خزانہ تقسیم پانچ ہے، دونوں میں جائین کی نسبت ہے لہذا پانچ کی ضرب اوپر آئی یعنی میت اول کے ورثہ کے سهام میں اور میت اول کے خزانہ تقسیم یعنی چوبیس میں اور چار کی ضرب چھپائی یعنی میت ثانی کے ورثہ کے سهام میں (۱)۔

الأجبر ۱۲۰

نسب	بکر	شاکر	صابر	ناصر	فاخر	عامر	طاہر	صفری	رشید	سعید	وحید	حمید	مجید
۱۵	۲۵	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۵	۳	۳	۳	۳	۳

مسئلہ ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰			
زوج	بکر	بنت	بنت
$\frac{۱}{۲}$		خالہ	$\frac{۳}{۴}$
		$\frac{۳}{۲۷}$	$\frac{۳}{۲۷}$
مسئلہ ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰			
بنت	بنت	بنت	بنت
خالہ	نسب	رقیہ	الحق بنی
$\frac{۱}{۲}$	$\frac{۱}{۳}$	$\frac{۱}{۲}$	$\frac{۱}{۳}$
$\frac{۳}{۲۷}$	$\frac{۳}{۲۷}$	$\frac{۳}{۲۷}$	$\frac{۳}{۲۷}$
الأجبر ۷۲			
خالہ	نسب	رقیہ	مر
۲۳	۲۳	۲	۲

(۱) در حقیقت ملحق صاحب

رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذکر کردہ

مثال تداخل کی ہے اور

جائین کی مثال یہ ہے۔



اب ایک ایسی مثال لکھی جاتی ہے جس میں توافق بتائیں، تماش تئیں آجائیں (۱):

مسئلہ ۳، بعد الرد، تصـ ۱۶، تصـ ۳۲، تصـ ۴۸

زوج	بنت	ام
$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{3}$

(۱) "ولو صار بعض الألباء ميراثاً قبل القسمة كزوج وبنت وأم، فمات الزوج قبل القسمة عن امرأة وأبوين، ثم ماتت البنات عن ابنتين وبنت وحدة، ثم ماتت الجدة عن زوج وآخرين، فالأصل فيه أن تصحح مسألة الميت الأول وتعطى سهام كل وارث من التصحيح، ثم تصحح مسألة الميت الثاني، وتنظر بين ماقى يده من التصحيح الأول وبين التصحيح الثاني، فإن استقام بسبب المعاملة ماقى يده من التصحيح الأول على التصحيح الثاني، فلا حاجة إلى الضرب. وإن لم يستقيم، فانظر إن كان بينهما موافقة، فاضرب وفق التصحيح الثاني في التصحيح الأول. وإن كان بينهما مباہة، فاضرب كل التصحيح الأول، فالملع مخرج المسالتين، فسهام ورثة الميت الأول تضرب في التصحيح الثاني أو في وفقه، وسهام ورثة الميت الثاني تضرب في كل ماقى يده أو في وفقه." (السراجی، ص: ۳۵، ۳۶، سعید)

(وکلذا فی الدر المختار: ۸۰۱/۶، کتاب الفرائض، فصل فی المناصحة، سعید)

(وکلذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۵۸۹/۲، کتاب الفرائض، فصل فی المناصحات، مکتہ حقانیہ پشاور)

(وکلذا فی الفتاوی العالمگیریہ: ۳۷۰/۶، کتاب الفرائض، الباب الخامس عشر فی المناصحة،

رشیدیہ)

(وکلذا فی الشریفیہ، ص: ۹۰، ۹۳، باب المناصحة، سعید)

مسئلہ ۳	تواضع مستقیم	زیچہ
زیچہ	اب	ام
حلیہ	عمرو	رحیمہ
$\frac{1}{2}$ $\frac{1}{8}$	$\frac{2}{3}$ $\frac{1}{16}$	$\frac{1}{2}$ $\frac{1}{8}$

تیسری مثال:

مسئلہ ۶، مع ۲	بائت	کریمہ مع ۹، مع ۳
بائت	ابن	چدہ
رقیہ	خالد	عظیمہ
$\frac{1}{3}$ $\frac{1}{12}$	$\frac{2}{6}$ $\frac{2}{24}$	$\frac{1}{3}$

مسئلہ ۲، مع ۳	چاکر	عظیمہ مع ۹
زوج	اخ	اخ
عبدالرحمن	عبدالرحیم	عبدالکریم
$\frac{1}{2}$ $\frac{1}{8}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$

۱۲۸

الاعیان

علیہ	عمر	رحیمہ	رقیہ	خالد	عبداللہ	عبدالرحمن	عبدالرحیم	عبدالکریم
۸	۱۶	۸	۱۲	۲۳	۲۳	۱۸	۹	۹

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب و گنہگار غیاث اللہ علیہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

تمت بعون اللہ تعالیٰ وتوفيقه ليلة السبت

۲۳/جمادی الثانیة/۱۴۲۴ھ



تاریخ تکمیلی کپورنگ، شیٹنگ اینڈ ڈیزائننگ از عرفان انور مغل

۱۸/رجب/۱۴۲۷ھ، بمطابق: ۱۳/اگست/۲۰۰۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتاویٰ محمودیہ سے متعلق چند ضروری باتیں

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد!

فتاویٰ محمودیہ کا کام بکرمہ اللہ تعالیٰ مکمل ہوا، عام طریقہ کے مطابق مقدمہ میں تمام کام کی نوعیت پوری وضاحت سے بیان کی گئی ہے، لیکن چند ایسی چیزیں جو کہ بعد میں کام کے دوران سامنے آئیں۔ اور جن کا مقدمہ میں ذکر نہیں تھا بعد میں وضاحت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ فتاویٰ محمودیہ میں کل ۹۸۸۵ سوالات ہیں اور ۲۶۹۲ ذیلی جزئیات ہیں، لہذا کل جزئیات کی تعداد ۱۲۵۷۷، اور آئیب رسالہ ”آسان فرائض“ اس کے علاوہ ہے۔

۲۔ فتاویٰ محمودیہ قدیم میں جلدوں کی تخریج، تہویب، تعلیق اور اس کی کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ میں تقریباً تین سال کا عرصہ صرف ہوا ہے۔

۳۔ اس کے علاوہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید محمد ہم کی دعائیں اور سرپرستی، حضرت مولانا ڈاکٹر عادل خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا خصوصی اشراف اور حضرت مولانا عبید اللہ خالد صاحب زید محمد ہم کی کامل جدہ جہد، سعی بلیغ، دستگیری اور مسلسل ربط اور حضرت مولانا محمد یوسف افشاری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خصوصی توجہ، کامل نگرانی اور پر خلوص مشاورت کی برکات سے اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ محمودیہ کا بہت بڑا کام بہت ہی مختصر عرصہ میں مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما کر احسان فرمایا۔

۴۔ فتاویٰ محمودیہ کی بندہ نے دو مرتبہ بالاستیعاب پروف ریڈنگ کی، دوسری مرتبہ دیکھنے کے بعد

اساتذہ کرام: حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مدنی گل صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا مفتی سمیع اللہ صاحب مدظلہ العالی کے سامنے برائے اشراف پیش کیا، ان حضرات سے فراغت کے بعد حضرت مولانا مفتی عبدالباری مدت فیضہم نے بالاستیعاب نظر غائر سے دیکھا۔ ان حضرات نے مکاتیب کیوں کی طرف مفید اشارے فرمائے، خصوصاً حضرت مفتی عبدالباری صاحب نے بعض مسائل کو اپنے موقع محل کے مطابق اپنے ابواب میں رکھنے کی نشاندہی فرمائی۔

۵۔۔۔ فتاویٰ محمودیہ پر کام کی نوعیت کے سلسلے میں کسی بھی چیز کی تعیین بوقتہ المشرنین کے باہمی مشورہ سے طے کی گئی ہے۔

۶۔۔۔ فتاویٰ محمودیہ کی تخریج چونکہ چودہ علمائے کرام نے کی ہے، اور ہر کتاب کے ایک ہی مطبع کے چودہ چودہ نسخے مہیا کرنا بظاہر مشکل تھا، اور بعض کتب کے چونکہ ہمارے ہاں مختلف مطابع کے متعدد نسخے ہیں، لہذا جس ساتھی کو اس کتاب کا جو نسخہ دستیاب ہوا، اس نے اسی نسخے کا التزام کر کے تخریج کی، اس وجہ سے تخریج میں بعض کتابوں کے مختلف مطابع کے حوالے بھی ہیں، مثلاً: ”مجمع الأنهر“ کے ہمارے ہاں مکتبہ غفاریہ کوئٹہ اور دار احیاء التراث العربی بیروت کے دو نسخے ہیں، لہذا ان دونوں مطابع کے حوالے مجمع الأنهر سے دیئے گئے ہیں، لیکن چونکہ حوالہ میں ”باب، فصل اور مطلب“ وغیرہ کا التزام کیا گیا ہے، اس لئے انشاء اللہ تعالیٰ استفادہ کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔

۷۔۔۔ چونکہ ہماری کوشش تھی کہ ہر کتابات باحوالہ اور مستند ہو، اس لئے ہم نے اردو، ہندی اور انگریزی مشکل الفاظ کے معانی لکھتے وقت اردو، انگریزی لغات کے حوالے بھی دیئے ہیں۔

۸۔۔۔ کسی فتاویٰ یا عام کتاب کی تصویب، ترتیب اور تخریج سے مطلوب اہل مطالعہ اور مستفیدین کی سہولت ہوتی ہے، اسی سہولت کی بنیاد پر ہم نے ایک جیسے مسائل کی تخریج کے لئے گذشتہ یا آئندہ مسائل کی طرف مراجعت کے لئے بہت کم نشاندہی کی ہے، بجائے مراجعت کے ہم نے تقریباً ہر صفحہ پر جواب کی مستقل تخریج کی ہے اگرچہ گذشتہ یا آئندہ مسئلہ میں اسی عبارت کی تخریج کی گئی ہو۔

۹۔۔۔ اکثر مصنفین، مہربانین کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی کتابوں کے آخر میں مصادر و مراجع مستقل ذکر

کرتے ہیں، چونکہ ہم نے حوالہ پیش کرتے وقت ہر کتاب کے لوازمات: باب، فصل، مطلب اور مطبع ہر جگہ ذکر کیا ہے، لہذا مصادر و مراجع مستقل ذکر کرنے کی بظاہر ضرورت نہیں۔

۱۰۔ فتاویٰ محمودیہ میں حتیٰ الوسع کوشش کی گئی ہے کہ کوئی سوال شامل کئے بغیر نہ رہے، اسی غرض سے اصل نسخہ کی مکرر مراجعت کی گئی ہے، بہر حال فتاویٰ محمودیہ کی کثرت جزئیات و سوالات اور بڑی ضخامت سے کیا بعید ہے کہ کوئی مسئلہ شامل کئے بغیر رہ گیا ہو، لہذا اگر اہل مطالعہ کی نظر سے کوئی سوال اس نوعیت کا گزرے تو گزارش ہے کہ ادارہ کو اطلاع دیں تاکہ اس مسئلہ کو آئندہ کے ایڈیشن میں شامل کیا جاسکے۔

۱۱۔ خالص عربی و فارسی سوال و جواب کا ترجمہ التزام کے ساتھ حاشیہ میں رکھا گیا ہے، اور بعض اردو جوابات میں ایسی عربی عبارتوں کا ترجمہ حذف کر دیا گیا ہے، بعض جگہوں پر حسب ضرورت برقرار رکھا گیا ہے۔

۱۲۔ سوال پر ”رقم المسلسل“ لگاتے وقت بعض دفعہ کوئی مسئلہ بغیر نمبر کے بھی رہ گیا ہے، ایسی جگہیں اگرچہ نہ ہونے کے برابر ہیں، لیکن پھر بھی ہم نے ”الف ب“ سے اس کو نمبر دیا ہے۔

۱۳۔ چونکہ فتاویٰ محمودیہ پر کام تجارتی بنیاد پر نہیں کیا گیا ہے، بلکہ کتاب کی خدمت کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے، اس وجہ سے تبویب، ترتیب اور تخریج کے علاوہ کتاب کی ترجمین کا بھی خاص خیال رکھا گیا ہے۔ مختلف رسم الخط اور مختلف فونت سائز متن اور حاشیہ میں رکھے گئے ہیں۔

۱۴۔ بنیادی طور پر شخص سال دوم ۱۴۲۳ھ کے ساتھیوں کو فتاویٰ محمودیہ کی تخریج بطور مقالہ حوالے کی گئی تھی، جن ساتھیوں کو یہ مقالہ دیا گیا تھا، ان حضرات کے نام اور مغوضہ ابواب یہ ہیں:

مولوی عبید اللہ شاہوانی صاحب، جمعہ، عیدین اور جنتائز۔ مولوی نور الدین پانیزئی صاحب، بیوع، ایمان و نذور، صید و ذبائح اور امضیہ۔ مولوی عبدالحفیظ صاحب، مسائل طلاق۔ مولوی حضرت علی صاحب، وقف مدارس، اجارہ اور فرائض۔ مولوی حضرت حسن صاحب، کتاب الصلوٰۃ از ابتداء تا امامت۔ مولوی محمد یوسف وزیرستانی صاحب، ظر و اباحہ ابتدائی حصہ۔ مولوی صباح الدین غدڑی صاحب، ظر و اباحہ آخری حصہ۔ مولوی غلام اللہ گل صاحب، حج اور نکاح۔ مولوی عمران اشفاق صاحب، ایمان و عقائد اور فرق

باطلہ۔ مولوی سید فخر الدین صاحب، وقف از ابتداء تا مساجد و مقابر۔ مولوی اسد اللہ صاحب، سلوک، تاریخ، سیاست، تعمیر الرویا اور علم۔ مولوی عبدالحجید صاحب، زکوٰۃ اور صوم۔ مولوی عبد اللہ ہزاروی صاحب، صلوة درمیانی حصہ۔ اور (مولوی) فضل مولیٰ (راقم الحروف)، تبلیغ، تقلید، الفاظ کفر اور بدعات۔

۱۵..... چونکہ فتاویٰ محمودیہ کی تخریج کے بعد اگلا مرحلہ کپوزنگ کا تھا اور کپوزنگ میں پروف ریڈنگ ایک اہم جزو ہے، اس لئے حضرات اساتذہ کے مشورہ سے ہندو کا تقرری غرض سے کیا گیا، لیکن چونکہ تصحیح اور پروف ریڈنگ کا سلسلہ بہت طویل تھا، نیز اصل سے املا کرنے کی ضرورت تھی اور اس میں چند معاونین کی ضرورت تھی، اس لئے مجید المشریفین نے ۱۴۲۵ھ میں تخصص سال دوم کے چھ ساتھیوں کا پہلے سال انتخاب کیا، اور ان حضرات کو فتاویٰ محمودیہ کی پروف ریڈنگ اور املا بطور مقالہ دی گئی، ان حضرات کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ مولوی محمد حیات زرہ خیلوی صاحب، ۲۔ مولوی جلال الدین صاحب، ۳۔ مولوی ضیاء الرحمن صاحب، ۴۔ مولوی محبوب شیر خان صاحب فنی، ۵۔ مولوی محمد واحد صاحب، ۶۔ مولوی محمد طاہر شاہ صاحب، راولپنڈی۔

دوسرے سال ۱۴۲۶ھ میں بھی چھ ساتھیوں کو پروف ریڈنگ اور املاء کا کام بطور مقالہ دیا گیا، ان کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ مولوی احمد جان صاحب، ۲۔ مولوی محمد عمر صاحب، ۳۔ مولوی احمد خان صاحب، ۴۔ مولوی عبدالاحد سعید صاحب، ۵۔ مولوی عبدالغنی صاحب، ۶۔ مولوی زاہد صاحب۔

پروف ریڈنگ کے تیسرے سال ۱۴۲۷ھ میں کام ہانکا ہونے کی بناء پر چار ساتھیوں کو پروف ریڈنگ اور املاء کا کام بطور مقالہ دیا گیا، ان کے نام درج ذیل ہیں:

- ۱۔ مولوی حق نواز صاحب، ۲۔ مولوی محمد ہاشم صاحب، ۳۔ مولوی عبدالغنی صاحب، ۴۔ مولوی وزیر زاہد صاحب۔

فتاویٰ محمودیہ کے مسائل کی کثرت اور وقت کی تنگی کا تقاضا تھا کہ اصل اور بنیادی تخریج کرنے والے چودہ ساتھیوں سے مشکل ترین جزئیات یا غیر دستیاب کتابوں کی تخریج رہ جاتی، اس لئے معاون ساتھیوں کا کام دو طرح کا تھا۔ ایک یہ کہ اصل کے ساتھ پروف کی املا کرتے تھے، اور دوسرا کام یہ تھا کہ جہاں جہاں تخریج رہ گئی تھی اور مشرف اساتذہ اس کی تصدیق کرتے تھے، وہاں پر مناسب تخریج کرتے تھے۔ یہ تمام حضرات قابلِ صد تحسین ہیں۔ جزاءہم اللہ تعالیٰ خیرۃً و زادہم علماً و عرفاناً۔

۱۶۔۔۔ فتاویٰ محمودیہ پر بطور اشرف کام کرنے والے حضرات اساتذہ کرام کو افتاء کے باب میں اور بطور تخریج کام کرنے والے ساتھیوں، اسی طرح پروف ریڈنگ و املاء کرنے والے ساتھیوں کو بحمد اللہ تعالیٰ علمی اور فقہی میدان میں بہت عظیم فائدہ ہوا، جس کا اندازہ اس بات سے ہو رہا ہے کہ وہ تمام حضرات اپنے اپنے مقام پر علمی و فقہی میدان میں ترقی کرتے جا رہے ہیں۔

۱۷۔۔۔ اللہ تعالیٰ برکتوں سے نوازے بھائی محمد یوسف رانا صاحب (انچارج الفاروق کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ) کو کہ انہوں نے ہر مشکل گھڑی میں ہمارا ساتھ دیا، ہم ان کے اس احسانِ عظیم پر ان کے ممنون ہیں۔

۱۸۔۔۔ فتاویٰ محمودیہ کی اول سے لے کر آخر تک پیسٹنگ کا کام جناب محمد اعظمی صاحب نے بخوبی انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

۱۹۔۔۔ فتاویٰ محمودیہ پر ٹائپنگ کا ابتدائی کام مولانا لطیف اللہ زکریا صاحب نے کیا اور اس کے بعد آخر تک کمپوزنگ، سیٹنگ اور ڈیزائننگ کا کام بڑی عمدگی کے ساتھ جناب عرفان الوری مغل صاحب نے کیا، جو کہ قابلِ داد ہے۔ جزاءہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

فصلی مولیٰ ابن القاضی المرحوم

رفیق شعبۂ افتاء، جامعہ فاروقیہ کراچی